بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث
پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد سوم

سورۃ ھود تا سورۃ المؤمنون

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

تفسیر دعوۃ القرآن

www.sirat-e-mustaqeem.com

جملہ حقوق
بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد سوم

سورۃ ھود تا سورۃ المؤمنون

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد

تفسیر
ابونعمان سیف اللہ خالد

ناشر
دارالاندلس

www.sirat-e-mustaqeem.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ

قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد سوم

سورۃ ھود تا سورۃ المؤمنون

ترجمہ

حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر

ابو نعمان سیف اللہ خالد ﷾

دار الاندلس

۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور

Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

www.sirat-e-mustaqeem.com

بسم الله الرحمن الرحيم

www.sirat-e-mustaqeem.com

238.4J

فہرست

1	سورۃ ہود	7
2	پارہ نمبر 12	12
3	سورۃ یوسف	79
4	پارہ نمبر 13	107
5	سورۃ الرعد	143
6	سورۃ ابراھیم	195
7	سورۃ الحجر	241
8	پارہ نمبر 14	241
9	سورۃ النحل	275
10	پارہ 15	355
11	سورۃ بنی اسرائیل	355
12	سورۃ الکھف	449
13	پارہ نمبر 16	494
14	سورۃ مریم	513
15	سورۃ طٰہٰ	557

www.sirat-e-mustaqeem.com

16	پارہ نمبر 17	609
17	سورۃ الانبیاء	609
18	سورۃ الحج	661
19	پارہ نمبر 18	727
20	سورۃ المؤمنون	727

المکتبة الرحمانیة
نمبر 18754

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورۃ ھود مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓرٰ ۟ کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ۙ﴿۱﴾

''الٓرٰ۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، پھر انھیں کھول کر بیان کیا گیا ایک کمال حکمت والے کی طرف سے جو پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

'' کِتٰبٌ '' سے مراد قرآن کریم ہے جس کی یہاں دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت کا تعلق قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت اور اس کی معجز بیانی سے ہے، یعنی قرآنِ کریم کے حروف و الفاظ، جملوں اور آیتوں کا نظم و نسق اور ان کی ترتیب و ترکیب اتنی عظیم الشان اور ایسی بے بدل ہے جو انسانی قدرت سے یکسر بالاتر ہے۔ دوسری صفت کا تعلق قرآن میں مذکور دلائل توحید، احکام و واجبات، واقعاتِ عالم اور مواعظ و نصائح سے ہے کہ ان کی مثال ان موتیوں کی ہے جنھیں ہار میں پرویا جاتا ہے اور ان کے درمیان جگہ جگہ کچھ دوسرے رنگ و حجم کے موتیوں کے ذریعے خوبصورتی پیدا کی جاتی ہے۔ قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر سورت اپنے اندر بنی نوع انسان کے لیے کوئی نہ کوئی خیر لیے ہوئے ہے اور ایسا کیوں نہ ہو، یہ کتاب ایسی ذات واحد کی نازل کردہ ہے کہ جس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے اور جو ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوۡۤا اٰیٰتِہٖ وَ لِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴾ [صٓ : ۲۹] ''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ﴾ [الفرقان : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۬ۙ وَ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ [یونس : ۵۷] ''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ھِیَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًاۙ۝ وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹، ۱۰] ''بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور یہ کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ بہت سی قوموں کو بام عروج پر پہنچائے گا اور (اسے چھوڑ دینے والی) بہت سی قوموں کو قعر مذلت میں گرا دے گا۔'' [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن ...... الخ : ۸۱۷]

اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌۙ۝۲

''یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک میں تمھارے لیے اس کی طرف سے ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔''

اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ : یعنی یہ محکم اور مفصل قرآن اس لیے نازل ہوا ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی کی عبادت کی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبیاء : ۲۵] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [النحل : ۳۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ : یعنی اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی تو میں تمھیں اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو میں تمھیں اجر و ثواب کی خوش خبری سناتا ہوں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴾ [الشعراء : ۲۱۴] ''اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کے مختلف خاندانوں کو آواز دی اور اس جگہ جمع ہونے کو کہا، جب وہ وہاں جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا: ''اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس وادی میں (پہاڑ کے پیچھے) کوئی لشکر ہے جو تم پر دھاوا بولنے والا ہے، تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟'' انھوں نے جواب دیا، ہاں! کیوں کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تو پھر سنو! میں تمھیں اس سخت عذاب سے خبردار کرتا ہوں جو بالکل سامنے ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشیرتك الأقربین ﴾ : ۴۷۷۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشیرتك الأقربین ﴾ : ۲۰۸]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳

"اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تمھیں ایک معین مدت تک اچھا ساز و سامان دے گا اور ہر زیادہ عمل والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا اور اگر تم پھر گئے تو یقیناً میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

اس آیت میں توبہ و استغفار کی کمال فضیلت بیان ہوئی ہے۔ توبہ و استغفار سے اصل مطلوب تو اپنے گناہوں کی بخشش ہے، اگر خلوص نیت سے توبہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ یقیناً گناہ معاف فرما دینے والا ہے اور ایسی توبہ و استغفار پر اللہ نے دو چیزوں کا وعدہ کیا ہے، پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان مخلص بندوں کو دنیا کی نعمتوں سے خوب نوازے گا اور دوسری چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیک نیتی اور عمل صالح کی جزا کے طور پر آخرت میں جنت دے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان لوگوں کو دھمکی دی جو توبہ و استغفار اور عبادت میں اخلاص سے اعراض کرتے ہیں کہ انھیں قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى : سیدنا الاغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، بے شک میں ایک دن میں اللہ سے سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔" [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه : ٤٢/ ٢٧٠٢]

وَ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ : عامر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر ضرور پاؤ گے، یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس کا بھی اجر پاؤ گے۔" [بخاری، كتاب الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكففوا الناس : ٢٧٤٢۔ مسلم ، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث : ١٦٢٨]

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المطففين : ٤ تا ٦] "کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔"

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴

"اللہ ہی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

کسی مجرم کو سزا دینے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک یہ کہ مجرم حاضر ہو، دوسری یہ کہ سزا دینے والا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اسے سزا دینے کی قدرت رکھتا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایسے دعوت حق سے اعراض کرنے والوں کو اپنے پاس حاضر کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے اور سزا دینے کی بھی، ایسے مجرموں کو اپنے انجام سے ضرور ڈرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾ [ق : ٤٣، ٤٤] ”یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ [التغابن : ٧] ”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز اٹھائے نہیں جائیں گے۔ کہہ دے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمھیں ضرور بالضرور بتایا جائے گا جو تم نے کیا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے اور اسے زیبا نہیں کہ وہ مجھے گالی دے اور وہ میری تکذیب کرتا ہے، حالانکہ اسے یہ بھی زیبا نہیں، اس کا گالی دینا، اس کا یہ قول ہے کہ اللہ کی اولاد ہے اور تکذیب، اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا، جیسے اس نے مجھے پہلی بار پیدا کیا ہے۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قول الله تعالى : ﴿ وهو الذي يبدأ الخلق ثم يعيده ﴾ : ٣١٩٣]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (کفار میں سے) عاص بن وائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور پھر اس نے اسے اپنے ہاتھوں میں مسل کر ریزہ ریزہ کر دیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا، اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں! اسے اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا اور (سن!) وہ تجھے مارے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر تجھے جہنم میں داخل کرے گا۔“ [مستدرك حاكم : ٤٢٩/٢، ح : ٣٦٠٦]

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

”سن لو! بلاشبہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں، تاکہ اس سے چھپے رہیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“

اس آیت کا مقصد تو اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کو بیان کرنا ہے، یہاں کفار مکہ کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے کہ بعض کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے سے اعراض کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ ان کے اس اعراض کا علم اللہ یا اس کے رسول کو نہ ہو۔ انھی کفار کو بتایا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے اپنی حقیقت چھپانے کی ہزار کوشش کرو، کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تو سب کچھ جانتا ہے، وہ تو سینے کے تمام رازوں کو جانتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

محمد بن عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ انھوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تلاوت سنی: ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ ﴾ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ کچھ لوگ کھلی جگہ میں آسمان کی طرف منہ کھولنے میں (اللہ تعالیٰ سے) حیا کرتے تھے۔ اسی طرح مجامعت کے وقت بھی آسمان کی طرف ستر کھولنے میں (اللہ تعالیٰ سے) حیا کرتے تھے اور شرم کے مارے اپنے سر ڈھانپ لیتے تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ألا إنهم يثنون صدورهم ...... الخ ﴾ : ٤٦٨١، ٤٦٨٣]

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [حٰم السجدة : ۲۲، ۲۳] ''اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا، سو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۹، ۶۰] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے پاس دو ثقفی اور ایک قریشی یا (یہ کہا کہ) دو قریشی اور ایک ثقفی جمع ہوئے جن کے پیٹ کی چربی بہت تھی (یعنی توند بڑی تھی) اور ان میں سوجھ بوجھ کی بڑی کمی تھی۔ ان میں سے ایک نے کہا تمھارا کیا خیال ہے کہ اللہ وہ سب کچھ سنتا ہے جو ہم کہتے ہیں؟ دوسرے نے کہا کہ جب ہم زور سے بولتے ہیں تو سنتا ہے، لیکن اگر ہم آہستہ بولیں تو نہیں سنتا۔ دوسرے نے کہا کہ اگر وہ بلند آواز سنتا ہے تو آہستہ بھی سنتا ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ ﴾ [حٰم السجدة : ۲۲] ''اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى : ﴿ وما كنتم تستترون أن يشهد عليكم سمعكم ...... الخ ﴾ : ۷۵۲۱]

www.sirat-e-mustaqeem.com

الجزء الثاني عشر ۱۲

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶

’’اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین پر چلنے والے جتنے جاندار ہیں، وہ ان سب کو ان کی تخلیق و تکوین کے مطابق روزی پہنچاتا ہے، یہ اس کا اٹل وعدہ ہے جو بطور احسان پورا کرتا رہتا ہے۔ جب وہ ایک ایک جاندار کو روزی پہنچاتا ہے، دنیا میں ان کی جگہوں کو اور موت کے بعد ان کے ٹھکانوں کو جانتا ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے اقوال و افعال اور ان کے دیگر تمام احوال و کوائف سے بے خبر رہے؟ اسے سب کچھ کی خبر ہے اور لوح محفوظ میں ہر بات لکھی ہوئی ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا : یعنی چھوٹی بڑی تمام مخلوقات کا رزق اللہ کے ذمے ہے، خواہ وہ زمین میں رہ رہی ہوں یا دریاؤں اور سمندروں میں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۸] ’’اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا ہے اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر تمھاری طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖۗ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖؗ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [العنكبوت : ۶۰] ’’اور کتنے ہی چلنے والے (جاندار) ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے، اللہ انھیں رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر تم اللہ پر ایسا توکل کیا کرتے جیسا اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر (واپس) آتے ہیں۔‘‘ [ترمذی، کتاب الزهد، باب فی التوکل علی الله : ۲۳۴۴]

وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا : ’’مُسْتَقَرٌّ‘‘ قرار گاہ اور ’’مُسْتَوْدَعٌ‘‘ (سونپے جانے کی جگہ اور اس گودام کو بھی ’’مُسْتَوْدَعٌ‘‘ کہتے ہیں جہاں کوئی چیز ذخیرہ کی جاتی ہے، یا امانتیں بطور حفاظت رکھی جاتی ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ’’مُسْتَقَرٌّ‘‘ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کسی نے اس دنیا میں زندگی (کا اکثر حصہ) بسر کیا ہو اور ’’مُسْتَوْدَعٌ‘‘ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مردہ زمین کے سپرد کیا جاتا ہے اور پھر ایک وقت آئے گا کہ زمین اس سپرد کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوئی امانت کو واپس کر دے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴾ [قٓ : ٤] ''بے شک ہم جان چکے ہیں جو کچھ زمین ان میں سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو خوب محفوظ رکھنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾ [قٓ : ٤٤] ''جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ۝ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴾ [الانشقاق : ۳ تا ۵] ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور اس میں جو کچھ ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اس کا حق ہے۔''

كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ : ''كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ'' سے مراد لوح محفوظ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۸] ''اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا ہے اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر تمھاری طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیهما و سلم : ٢٦٥٣]

وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ اور یقیناً اگر تو کہے کہ بے شک تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے ہو تو وہ لوگ

www.sirat-e-mustaqeem.com

جنھوں نے کفر کیا، ضرور ہی کہیں گے یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔“

اللہ تعالیٰ عظیم ترین قدرتوں کا مالک ہے اور اس کی دلیل آسمان و زمین کی تخلیق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو (اتوار سے جمعہ) چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔ آسمان و زمین کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے پیدا کیا کہ اس کے بندے زمین پر سکونت پذیر ہوں، اس کی گوناگوں نعمتوں سے مستفید ہوں اور ایک اللہ کی عبادت کریں۔ نیز نیکی اور خیر کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں، تاکہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! اگر آپ کفار مکہ سے کہیں گے کہ تم لوگ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے، تو وہ کہیں گے کہ اے محمد! تم جو کچھ کہہ رہے ہو جادو کی طرح بے بنیاد ہے اور باطل فکر ہے، جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴾ [ق : ۳۸] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔“

وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ : سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(ابتدا میں) اللہ تعالیٰ ہی کی ذات تھی، اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا، پھر اس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور لوح محفوظ میں ہر چیز تحریر فرمائی۔“ [بخاری، كتاب التوحيد، باب ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ ...... الخ : ۷٤۱۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں تحریر فرمائیں اور (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم ، كتاب القدر ، باب حجاج آدم وموسٰى صلى الله عليهما وسلم : ۲٦۵۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے انسان! تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے عطا کروں گا۔“ اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، دن رات خرچ کرنا بھی اس میں کمی نہیں لاتا۔ ذرا خیال تو کرو کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے لے کر اب تک کتنا خرچ کیا ہو گا لیکن اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کے ہاتھ میں میزان ہے، جسے وہ جھکاتا بھی ہے اور اونچا بھی کرتا ہے۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ : ٤٦٨٤۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على النفقة : ۳۷/ ۹۹۳]

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا : یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کا مقصد جنوں اور انسانوں کی آزمائش ہے۔ گویا کائنات کا نظام بے مقصد نہیں ہے، بلکہ اچھے اور برے لوگوں کی جانچ کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اچھے عمل کرنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

والوں کے لیے جنت ہے اور برے عمل کرنے والوں کے لیے دوزخ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۙ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱] ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸﴾

”اور بلاشبہ اگر ہم ان سے عذاب کو ایک گنی ہوئی مدت تک مؤخر کر دیں تو یقیناً ضرور کہیں گے اسے کیا چیز روک رہی ہے؟ سن لو! جس دن وہ ان پر آئے گا تو ان سے ہٹایا جانے والا نہیں اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔“

ان کافروں کی فطرت ہی میں کجی واقع ہوئی ہے، قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانا اور اللہ کی جانب سے بھیجی گئی ہر خبر میں شک کرنا ان کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر ایک مدت معینہ تک عذاب کو ان سے ٹال دیتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کو فوراً جھٹلانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے محمد! تم جس عذاب کی بات کرتے تھے اسے کس چیز نے مؤخر کر دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ جلدی نہ کرو، جب وہ تم پر نازل ہو جائے گا تو کوئی طاقت اسے ٹال نہیں سکے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَیَاْتِیَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۳] ”اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔“

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَیَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾

”اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھائیں، پھر اسے اس سے چھین لیں تو بے شک وہ یقیناً نہایت ناامید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے۔ اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس مذموم صفت کا ذکر فرمایا ہے کہ جس سے اس کے صرف وہ مومن بندے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہی محفوظ رہتے ہیں جن پر اللہ نے رحم فرمایا ہو۔ وہ مذموم صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو نعمت دے کر پھر کسی سبب سے اس سے چھین لیتا ہے تو وہ فوراً ہی اس کی رحمت سے ناامید ہو جاتا ہے اور ناشکری اور اس کی برائی بیان کرنے پر اتر آتا ہے۔ اگر اسے بیماری یا تکلیف کے بعد صحت اور محتاجی کے بعد خوشحالی سے نوازتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ اب کیا ہے؟ اب تو آرام و راحت ہے اور عیش و خوشحالی ہے اور اس خوشحالی میں ایسا مگن ہو جاتا ہے کہ اس نعمت پر اپنے خالق و رازق اور آقا و مالک کا شکریہ ادا کرنے کا خیال بھی اس کے دل و دماغ میں نہیں گزرتا۔

اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [یوسف : ۸۷] ”بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ [البقرۃ : ۱۵۲] ”سو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔“

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑪

”مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے، یہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بالعموم ایک مذموم صفت کو بیان کیا ہے اور اس آیت میں اس صفت سے ان مومنین کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو اپنی زندگی میں کسی بھی حال میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور اعمال صالحہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ مذموم صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو نعمت دے کر پھر کسی سبب سے اس سے چھین لیتا ہے تو وہ فوراً ہی اس کی رحمت سے ناامید ہو جاتا ہے اور ناشکری اور اللہ کی برائی بیان کرنے پر اتر آتا ہے اور اگر اسے بیماری اور تکلیف کے بعد صحت، اور محتاجی کے بعد خوشحالی سے نوازتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ اب کیا ہے، اب تو آرام و راحت ہے اور عیش و خوشحالی ہے اور اس خوشحالی میں ایسے مگن ہو جاتا ہے کہ اس نعمت پر اپنے خالق و رازق اور آقا و مالک کا شکریہ ادا کرنے کا خیال بھی اس کے دل و دماغ میں نہیں گزرتا، لیکن جو مومنین تکلیف کی حالت میں صابر اور آرام کی حالت میں اپنے رب کے شاکر ہوتے ہیں اور ہر حال میں عمل صالح کرنا ان کا شیوہ ہوتا ہے، وہ نہ تو مصیبت کے وقت جزع فزع کرتے ہیں اور نہ عیش و آرام کی حالت میں اس طرح ترنگ میں آتے ہیں کہ اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان نیک بندوں سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۵۵ تا ۱۵۷] ”اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴾ [المعارج : ۱۹ تا ۳۵] "بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔ اور وہ جو جزا کے دن کو سچا مانتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر، یا جس کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں، تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔"

إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا : سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن دلیل ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف۔" [مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء : ۵۳٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کی مثال پودے کی پہلی نکلی ہوئی ہری شاخ جیسی ہے کہ جب بھی ہوا چلتی ہے اسے جھکا دیتی ہے، پھر وہ سیدھا ہو کر مصیبت برداشت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور فاجر و بدکار کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے کہ وہ سخت ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا رہتا ہے، یہاں تک کہ (اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے) اسے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔" [بخاری، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارة المرض : ۵٦٤٤۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب مثل المؤمن كالزرع...... الخ : ۲۸۰۹]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعے سے) اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتا ہے، جس طرح (خزاں میں) درخت کے پتے جھڑ جاتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب المرضی، باب شدۃ المرض : ٥٦٤٧۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض أو حزن : ۲۵۷۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسلمان کو اگر کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے، یا کانٹے سے بڑھ کر (یا اس سے بھی کم) کوئی تکلیف اسے پہنچتی ہے تو اس کے عوض اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض أو حزن : ۲۵۷۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے کہا: ’’کیا تو کبھی ’’ام مِلدَم‘‘ کی بیماری میں مبتلا ہوا ہے؟‘‘ دیہاتی نے عرض کی ’’ام مِلدَم‘‘ کون سی بیماری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جلد اور گوشت کے درمیان گرمی کو ’’ام ملدم‘‘ کہا جاتا ہے (یعنی بخار)۔‘‘ دیہاتی نے کہا، مجھے کبھی بخار نہیں ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ’’کیا تو کبھی ’’صداع‘‘ کی بیماری میں مبتلا ہوا ہے؟‘‘ اس نے پوچھا، ’’صداع‘‘ کون سی بیماری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سر درد کو صداع کہا جاتا ہے۔‘‘ دیہاتی نے کہا، مجھے کبھی سر درد بھی نہیں ہوا ہے، پھر جب وہ دیہاتی چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس آدمی کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ کسی دوزخی کو دیکھے تو اس دیہاتی کو دیکھ لے۔‘‘ [مستدرک حاکم : ۳٤٧/۱، ح : ۱۲۸۳۔ ابن حبان : ۲۹۱٦۔ مسند أحمد : ۳۳۲/۲، ۳٦٦، ۳٦٧، ح : ۸٤۱٦، ۸۸۱۵]

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ : یعنی انھیں دنیا میں پہنچنے والی تکلیفیں ان کی بخشش کا سبب بن جاتی ہیں اور ان اعمالِ صالحہ کی وجہ سے جو انھوں نے خوشحالی اور آسائش کے دور میں سرانجام دیے تھے، اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مومن کو جو کوئی بھی سختی، مصیبت، دکھ یا غم پہنچتا ہے، حتیٰ کہ وہ فکر بھی جو اسے غمگین کر دے، تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض أو حزن : ۲۵۷۳]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ میں خیر و بھلائی ہی ہے اور یہ فضیلت صرف بندۂ مومن ہی کو حاصل ہے، (وہ اس طرح کہ) اگر اسے خوشی اور راحت و سکون ملے تو وہ شکر کرتا ہے اور شکر کرنا اس کے لیے بہت بہتر ہے اور اگر کوئی سختی و تکلیف آئے تو صبر کرتا ہے اور صبر کرنے میں بھی اس کے لیے خیر و بھلائی ہی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر : ۲۹۹۹]

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ ضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ١ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ١ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌؕ۰۰۱۲

’’پھر شاید تو اس کا کچھ حصہ چھوڑ دینے والا ہے جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے تیرا سینہ تنگ ہونے والا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتارا گیا، یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا؟ تو تو صرف ڈرانے والا ہے اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔"

کفار مکہ نبی کریم ﷺ سے بار بار کہتے تھے کہ تمھاری صداقت کی گواہی دینے کے لیے آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتر آتا، یا اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کوئی خزانہ کیوں نہیں بھیج دیتا، یا کوئی باغ ہی کیوں نہیں اُگا دیتا؟ یہ اور اسی طرح کے دیگر معاندانہ سوالوں سے رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی دل برداشتہ ہو جاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں تسلی دی اور کہا کہ ایسا گزشتہ انبیاء کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے۔ ان کی قوموں نے بھی انھیں جھٹلایا تو انھوں نے صبر کیا، اس لیے آپ بھی صبر سے کام لیجیے اور دل برداشتہ ہو کر اور کافروں کا دل رکھنے کے لیے قرآن کریم کی ان آیتوں کی تبلیغ سے رک نہ جائیے جنھیں کفار سننا نہیں چاہتے۔ آپ کا کام تو پیغام الٰہی کو من وعن پہنچا دینا ہے۔ آسمان سے نشانیاں نازل کرنا تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۷، ۸] "اور انھوں نے کہا اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتارا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے کہا تم تو بس ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ مشرکین کی اس طرح کی باتوں سے دل آزردہ ہو جایا کرتے تھے، اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی ہے اور رہنمائی فرمائی ہے کہ آپ ان کی باتوں سے دل گرفتہ نہ ہوں اور نہ ان کی وجہ سے دعوت الی اللہ کے کام کو چھوڑیں، بلکہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے دن رات مصروف عمل رہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ [الحجر : ۹۷] "اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تیرا سینہ اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔"

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۴

"یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ کہہ دے پھر اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اعجاز کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ کسی انسان کے بس میں نہیں کہ وہ قرآن مجید جیسی کتاب پیش کر سکے، بلکہ یہ بھی کسی کے مقدور میں نہیں کہ وہ اس جیسی دس سورتیں یا ایک سورت ہی پیش کر سکے، کیونکہ رب تعالیٰ کے پاک کلام سے مخلوق کے کلام کو کوئی نسبت یا مشابہت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ صفات الٰہی سے مخلوق کی صفات کو کوئی موافقت و مناسبت نہیں ہو سکتی۔ اس کی ذات بابرکات اس بات سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ کوئی بھی چیز اس کے مشابہ ہو، اس کے سوا کوئی معبود ہے نہ پروردگار۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ مسلمانو! اگر کفار عرب تمھارے اس چیلنج کا جواب نہ دے سکیں، تو تمھارے علم و یقین میں اضافہ اور پختگی آ جانی چاہیے کہ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ اس قرآن کا معجزانہ نظم اور اس کی ترتیب کسی انسان کے بس کی بات نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر آخر الزماں کو عطا کیا جانے والا سب سے عظیم معجزہ ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کو جیسا معجزہ دیا گیا اسی قدر اس پر ایمان لایا گیا، یا (فرمایا) اسی قدر لوگ اس پر ایمان لائے اور مجھے تو (قرآن مقدس کی) وحی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے لوگ تمام انبیاء کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : بعثت بجوامع الکلم : ٧٢٧٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا...... الخ : ١٥٢]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اعمال صالحہ کے بدلے میں جس کا مطمح نظر صرف دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام اور ٹھاٹھ باٹھ ہوتا ہے تو اللہ اسے ان اعمال کا بدلہ اس کی نیت کے مطابق دیتا ہے، اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، لیکن آخرت میں انھیں ان اعمال صالحہ کا کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا، بلکہ نفاق اور ریاکاری کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے،

www.sirat-e-mustaqeem.com

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۞ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۞ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۞ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ [بنی إسرائیل : ۱۸ تا ۲۱] ''جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس میں جلدی دے دیں گے جو چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے، اس میں داخل ہوگا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔ ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی اور ان کی بھی، تیرے رب کی بخشش سے اور تیرے رب کی بخشش کبھی بند کی ہوئی نہیں۔ دیکھ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے اور یقیناً آخرت درجوں میں بہت بڑی اور فضیلت دینے میں کہیں بڑی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ [الشوریٰ : ۲۰] ''جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔''

یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بھی ہے کہ آدمی نیک اعمال کرتا ہے، لیکن اگر ان میں اخلاص اور للّٰہیت نہیں ہے تو وہ قیامت کے دن اس کے لیے وبالِ جان بن جائیں گے اور جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور شہید ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تو نے ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے کیا کیا؟ وہ کہے گا، میں نے تیری راہ میں جنگ کی، حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے بہادر کہلوانے کے لیے جنگ کی، سو دنیا میں تجھے بہادر کہا گیا۔ پھر (فرشتوں کو) حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ آدمی لایا جائے گا جس نے خود بھی علم سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کروائے گا اور وہ عالم ان کا اقرار کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا، ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے تو نے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا، یا اللہ! میں نے علم سیکھا، لوگوں کو سکھلایا اور تیری خاطر لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے جھوٹ کہا ہے، تو نے علم اس لیے سیکھا تھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لیے پڑھا یا کہ لوگ تجھے قاری کہیں۔ سو دنیا نے تجھے عالم اور قاری کہا۔ پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے بعد تیسرا

www.sirat-e-mustaqeem.com

آدمی لایا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں وسعت اور ہر طرح کی دولت سے نوازا تھا، اللہ تعالیٰ پوچھے گا، میری نعمتیں پا کر تو نے کیا کام کیے؟ وہ کہے گا، یا اللہ! میں نے تیری راہ میں ان تمام جگہوں پر خرچ کیا جہاں تجھے پسند تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے صرف اس لیے مال خرچ کیا کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا نے تجھے سخی کہا۔ پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعة استحق النار : ١٩٠٥۔ نسائی، کتاب الجھاد، باب من قاتل لیقال فلان جریء : ٣١٣٩]

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اے ایمان والو!) خوشخبری سنو اور اس چیز کی امید رکھو جو چیز تمھیں خوش کر دے گی۔ اللہ کی قسم! میں تمھارے معاملہ میں فقر و محتاجی سے نہیں ڈرتا، بلکہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے گی، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی۔ تو تم بھی دنیا کی حرص کرنے لگو گے جس طرح وہ لوگ حرص کرنے لگے تھے اور دنیا تمھیں اسی طرح غافل کر دے گی جس طرح اس نے ان لوگوں کو غافل کر دیا تھا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب، ما یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا : ٦٤٢٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دینار و درہم اور ریشمی چادر اور اونی کپڑوں کا بندہ ہلاک ہو گیا کہ اگر اسے یہ چیزیں ملیں تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر نہیں ملتیں تو ناراض ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال ...... الخ : ٦٤٣٥]

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾

''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور اس کی طرف سے ایک گواہ اس کی تائید کر رہا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو امام اور رحمت تھی، یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو آگ ہی اس کے وعدے کی جگہ ہے۔ سو تو اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہ، یقیناً یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

منکرین اور کافرین کے مقابلے میں اہل فطرت اور اہل ایمان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ﴿عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ﴾ سے مراد، وہ فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ہے اللہ واحد کا اعتراف اور اسی کی عبادت۔ ﴿وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ میں گواہ سے مراد قرآن یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو اس فطرت صحیحہ کی طرف دعوت دیتے اور اس کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

نشان دہی کرتے ہیں اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات بھی، جو پیشوا اور رحمت کا سبب ہے، یعنی یہ کتابِ موسیٰ بھی قرآن پر ایمان لانے کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک وہ شخص ہے جو منکر و کافر ہے اور اس کے مقابلے میں ایک دوسرا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل پر قائم ہے، اس پر ایک گواہ (قرآن یا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہے۔ اسی طرح اس سے قبل نازل ہونے والی کتاب، تورات میں بھی اس کے لیے پیشوائی کا اہتمام کیا گیا ہے تو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، کیونکہ ایک مومن ہے اور دوسرا کافر۔ ایک ہر طرح کے دلائل سے لیس ہے دوسرا بالکل خالی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور دیگر تمام کفار عالم کے بارے میں فرمایا کہ جو کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن پر ایمان نہیں لائے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ : اس آیت میں "**بَيِّنَةٍ**" سے مراد قرآن مجید ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ﴾ [الأنعام : ٥٧] "کہہ دے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ﴾ [الأنعام : ١٥٧] "پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی۔"

﴿ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ سے مراد وہ فطرت بھی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں، جیسے کہ جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں، کیا تم نے کوئی ایسا جانور دیکھا ہے کہ (پیدائشی طور پر) اس کے جسم کا کوئی حصہ کٹا ہوا ہو؟" [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین : ١٣٨٥۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ ...... الخ : ٢٦٥٨]

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد پیدا کیا ہے، لیکن پھر شیطان آ کر انھیں ان کے دین سے بہکا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ میرے ساتھ انھیں شریک کریں جن کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔"
[مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا ...... الخ : ٢٨٦٥]

وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ : گواہ سے مراد قرآن مجید ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور آپ نے اسے اپنی امت تک پہنچا دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ١٠] "کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کر دیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک

www.sirat-e-mustaqeem.com

شہادت دینے والے نے اس جیسے (قرآن) کی شہادت دی، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ : یعنی تمام روئے زمین کے لوگوں میں سے، خواہ وہ مشرک و کافر ہوں یا اہل کتاب، یا انسانی معاشرے کے کسی بھی طبقے یا جنس سے ان کا تعلق ہو، یا ان کا کوئی رنگ اور کوئی بھی شکل ہو اور انھیں قرآن کی دعوت پہنچ جائے اور وہ اس کا انکار کر دیں تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ [الأعراف : ۱۵۸] ’’کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت میں سے جو بھی یہودی یا نصرانی میرے متعلق سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۱۵۳]

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ۝۱۸

’’اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے؟ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘

ان لوگوں سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک ظالم و مجرم کون ہوسکتا ہے، جو افترا پردازی کرتے ہوئے کہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کے تراشے ہوئے بت اللہ کے شریک ہیں اور قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔ قیامت کے دن ایسے لوگ نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور فرشتے، انبیائے کرام، دعاۃ و مبلغین اور خود ان مجرموں کے اعضا و جوارح گواہی دیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں افترا پردازی کی تھی تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ : صفوان بن محرز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کا ہاتھ تھامے ہوئے چل رہا تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا، میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ عزوجل مومن بندے کو اپنے قریب کرے گا، یہاں تک کہ اس پر اپنا سایہ کر دے گا اور اسے (لوگوں کی نگاہوں سے) چھپا لے گا اور اسے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ اور کیا فلاں بھی یاد

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے؟ وہ بندہ کہے گا، ہاں! اے میرے رب! آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اسے یقین آ جائے گا کہ بس اب ہلاک ہوا، تو اس وقت ارحم الراحمین فرمائے گا، (میرے بندے!) میں دنیا میں تیرے (عیبوں) پر پردہ ڈالتا رہا، سن! آج بھی انھیں تیرے لیے بخشتا ہوں، پھر اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ اسے دے دیا جائے گا اور (اس کے برعکس) کفار اور منافقین پر تو گواہ پیش ہوں گے، (جو کہیں گے کہ) یہی وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے۔ یاد رہے کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔" [بخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ألا لعنة الله على الظالمين ﴾: ۲۴۴۱۔ مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل و إن كثر قتله : ۲۷۶۸]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہے اور بالآخر جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى وهي ظالمة ﴾ : ۴۶۸۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۳]

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۱۹

"جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے بھی وہی ہیں۔"

جو لوگوں کو اللہ کی سیدھی راہ سے روکنے کے لیے اس میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرتے تھے اور وہ ایسا کیوں نہ کرتے، ان کا تو آخرت پر ایمان تھا ہی نہیں، کیونکہ جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہی سیدھی راہ اختیار کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراهيم : ۳] "وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔"

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۲۰

"یہ لوگ کبھی زمین میں عاجز کرنے والے نہیں اور نہ کبھی ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہیں، ان کے لیے عذاب دگنا کیا جائے گا۔ وہ نہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ دیکھا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس بات سے عاجز نہیں ہے کہ ان افترا پرداز کافروں اور مشرکوں کو قیامت سے پہلے دنیا ہی میں عذاب دے تب ان کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا جو اس عذاب کو ان سے ٹال سکے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں انھیں اس لیے عذاب نہیں دیا گیا کہ آخرت میں انھیں دوگنا عذاب دیا جائے، اس لیے کہ دین اسلام سے ان کی نفرت و عداوت اس قدر شدید تھی کہ نہ حق بات سننے کی تاب لاتے تھے اور نہ اللہ کی آیتوں میں غور و فکر سے کام

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیتے تھے۔

يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ : ان کو دگنا عذاب اس لیے دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کان، آنکھیں اور دل دیے تھے، مگر یہ ان کے کچھ کام نہ آئے، بلکہ حق سننے سے یہ بہرے بنے رہے، حق کی اتباع کرنے سے یہ اندھے بنے رہے۔ اس کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۷، ۳۸] ”پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں لکھے ہوئے میں سے ان کا حصہ ملے گا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آئیں گے، جو انھیں قبض کریں گے تو کہیں گے کہاں ہیں وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے تھے؟ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے اور وہ اپنے آپ پر شہادت دیں گے کہ واقعی وہ کافر تھے۔ فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴾ [النحل : ۸۸] ”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔“

مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۶۹ تا ۷۶] ”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں، کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس وہ تکبر کرنے والوں کی بری جگہ ہے۔" اور فرمایا: ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ [الأحقاف : ٢٨] "پھر ان لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنھیں انھوں نے قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا؟ بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور جو وہ بہتان باندھتے تھے۔"

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾

"یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور ان سے گم ہو گیا جو کچھ وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے۔ کوئی شک نہیں کہ یقیناً وہ آخرت میں، وہی سب سے زیادہ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

یعنی اللہ کے سوا جن معبودوں اور بتوں کو یہ پکارتے رہے، وہ ان کے کچھ کام تو نہ آ سکیں گے، البتہ ہر طرح کے نقصان اور خسارے کا سبب ضرور قرار پائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ [الأحقاف : ٦] "اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔" اور فرمایا: ﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ﴾ [البقرة : ١٦٦] "جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔"

<u>لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ</u> : اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے انجام کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اور خسارہ اٹھانے والے یہی لوگ ہوں گے، کیونکہ انھوں نے اپنے لیے بلندیوں کے بجائے پستیوں کو پسند کر لیا تھا اور جنت کی نعمتوں کے بجائے جہنم کے کھولتے ہوئے گرم پانی کو، جنت کی سر بمہر خالص شراب کے بجائے جہنم کی نہایت گرم ہوا، کھولتے پانی اور سیاہ ترین دھویں کو، موٹی موٹی آنکھوں والی خوبصورت حوروں کے بجائے تھوہر کے کھانے کو اور جنت کے بلند و بالا محلات کے بجائے جہنم کے گڑھوں کو پسند کر لیا تھا، بلاشک وشبہ یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اپنے رب کی طرف عاجزی کی وہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

بد بخت لوگوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ جن کے دل ایمان سے لبریز تھے اور جن کے اعضا قولاً اور فعلاً اعمال صالحہ بجا لاتے رہے۔ جنھوں نے نیکیوں کو اختیار کیا اور برائیوں سے اجتناب کیا، تو وہ لوگ اپنے اس پاکیزہ طرز عمل کے باعث جنتوں کے وارث بن جائیں گے اور ان ابدی نعمتوں سے بھر پور جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ وہاں موت ہوگی اور نہ بڑھاپا، نہ بیماری اور نہ نیند، نہ بول و براز اور نہ بلغم اور تھوک، بس کستوری کی خوشبو جیسا ہلکا سا پسینا آئے گا جس سے کھایا پیا سب ہضم ہو جائے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [الحج : ٣٤، ٣٥] ''سو تمھارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے فرماں بردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دے۔ وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور ان پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [الحج : ٥٤] ''اور تاکہ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا ہے، جان لیں کہ بے شک وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں، پس ان کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔''

ع ٢ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع

''دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔''

پچھلی آیات میں مومنوں اور کافروں، سعادت مندوں اور بد بختوں دونوں کا تذکرہ فرمایا، اب اس میں دونوں کی مثال بیان فرما کر دونوں کی حقیقت کو مزید واضح کیا جا رہا ہے۔ فرمایا، ایک کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح ہے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسرے کی مثال دیکھنے اور سننے والے کی طرح۔ کافر دنیا میں حق کا روئے زیبا دیکھنے سے محروم اور آخرت میں نجات کے راستے سے بے بہرہ۔ چونکہ وہ حق کے دلائل سننے سے بہرا ہوتا ہے، اسی لیے ایسی باتوں سے محروم رہتا ہے جو اس کے لیے مفید ہوں۔ اس کے برعکس مومن سمجھ دار، حق کو دیکھنے والا اور حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والا ہوتا ہے، چنانچہ وہ حق اور خیر کی پیروی کرتا ہے، دلائل کو سنتا، ان کے ذریعے شبہات کا ازالہ کرتا اور باطل سے اجتناب کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ استفہام نفی کے لیے ہے، یعنی دونوں برابر نہیں ہو سکتے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴾ [الحشر : ۲۰] ”آگ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں، جو جنت والے ہیں وہی اصل کامیاب ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَـرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ [فاطر : ۱۹ تا ۲۴] ”اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔ تو تو محض ایک ڈرانے والا ہے۔ بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزرا ہے۔“

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲۵ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝۲۶ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ۝۲۷

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمھارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ کہ تم اللہ کے سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تو اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا تھا، ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر اپنے جیسا ایک بشر اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہمارے سب سے رذیل ہیں، سطحی رائے کے ساتھ اور ہم تمھارے لیے اپنے آپ پر کوئی برتری نہیں دیکھتے، بلکہ ہم تمھیں جھوٹے گمان کرتے ہیں۔“

یہاں سے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعہ کی ابتدا ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی قوم کو دعوت اسلام دینے کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیے نبی بنا کر بھیجا تھا۔ قوم نوح کے کفر و شرک اور شر و فساد سے زمین بھر گئی تھی۔ نوح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں تمھیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ لوگو! اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت نہ کرو، ورنہ مجھے ڈر ہے کہ اللہ کا دردناک عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے ان کی دعوت کو رد کر دیا اور ان کے نبی ہونے میں تین قسم کے شبہات کا اظہار کیا۔ پہلا شبہ یہ ظاہر کیا کہ تم ہماری ہی طرح انسان ہو، تو ہمارے بجائے تم نبوت کے کیسے حق دار بن گئے؟ ان کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ قوموں کے سرداروں میں سے ایک نے بھی تمھاری اتباع نہیں کی، صرف گھٹیا قسم کے لوگوں نے تمھاری پیروی کی ہے، جو کم عقل اور بے وقوف ہیں اور اچھی اور گہری سوچ سمجھ نہیں رکھتے، اگر تم نبی ہوتے تو سردارانِ قوم تم پر ایمان لاتے اور تیسرا شبہ یہ تھا کہ تم میں اور تمھارے پیروکاروں میں کوئی ایسی خوبی نظر نہیں آتی جو ہم میں نہ ہو، تو پھر تم نبی کیسے ہو گئے؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس رسول کی پیروی کی ہے یا ضعیف و ناتواں لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہرقل نے کہا، رسولوں کے پیروکار یہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ [بخاری، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ۷۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبي ﷺ إلى هرقل : ۱۷۷۳]

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

”اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بڑی رحمت عطا فرمائی ہو، پھر وہ تم پر مخفی رکھی گئی ہو، تو کیا ہم اسے تم پر زبردستی چپکا دیں گے، جب کہ تم اسے ناپسند کرنے والے ہو۔“

نوح علیہ السلام نے ان کی کافرانہ بات سن کر کہا، اے میری قوم کے لوگو! اللہ نے تو مجھے اپنے نبی ہونے کا برہان قاطع عطا فرمایا ہے۔ صفت بشریت میں میرا تمھارے ساتھ برابر ہونا اس بات سے ہرگز مانع نہیں ہے کہ وہ مجھے مقام نبوت سے نوازے۔ اسی طرح میرے ماننے والوں کا مالی اعتبار سے کمزور ہونا بھی نبوت سے مانع نہیں ہے، کیونکہ بشریت اور عقل و فہم میں وہ تمھاری طرح ہیں اور یہ نبوت تو اللہ کی رحمت اور اس کا فضل ہے جو اس نے مجھے دیا ہے۔ اگر تمھاری بصیرت ختم ہو گئی ہے اور تم حق کو نہیں دیکھ پا رہے ہو تو میں تمھیں اسے قبول کرنے پر مجبور تو نہیں کر سکتا۔ میرا کام تو صرف دعوت دینا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٦٢] ”میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمھاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بقیع غرقد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے، تو آپ نے فرمایا: ”سنو! تم میں سے ہر ایک کی جگہ جنت اور دوزخ میں مقرر کر دی گئی ہے، لکھی ہوئی ہے۔“ لوگوں نے کہا، پھر ہم اس پر بھروسا کر کے بیٹھ کیوں نہ جائیں؟ آپ نے فرمایا: ”عمل کرتے رہو، ہر شخص سے وہی عمل صادر ہوں گے جن کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ فأما من أعطى واتقى ﴾ : ٤٩٤٥]

وَ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾

”اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کسی مال کا سوال نہیں کرتا، میری مزدوری اللہ کے سوا کسی پر نہیں اور میں ان لوگوں کو دور ہٹانے والا نہیں جو ایمان لائے ہیں، یقیناً وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور لیکن میں تمھیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں جو جہالت برتتے ہو۔ اور اے میری قوم! اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا اگر میں انھیں دور ہٹا دوں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟“

نوح علیہ السلام نے ان سے یہ بھی کہا کہ میں دعوت و تبلیغ کے کام پر تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگتا کہ تمھیں شبہ ہو کہ میں دنیا طلبی کے لیے ایسا کر رہا ہوں اور تم جو میرے پیروکاروں کو گھٹیا کہتے ہو اور مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ میں انھیں اپنے پاس سے بھگا دوں تاکہ تم لوگ آ کے میری بات سنو، تو میں ایسا بھی نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ ایمان لانے کے بعد اللہ کے نزدیک ان کا مقام بلند ہو گیا ہے اور جب وہ اللہ سے ملیں گے تو مجھ سے جھگڑیں گے کہ اے رب! انھوں نے ہمیں اپنی مجلس سے نکال دیا تھا۔ اے میری قوم کے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ نہایت ہی نادان ہو، اسی لیے تو یہ سوچتے ہو کہ اگر ایمان لے آؤ گے تو ان کمزور اور ضعیف ایمان والوں کے برابر ہو جاؤ گے۔ اے لوگو! میں تمھیں دوبارہ بتائے دیتا ہوں کہ اگر میں نے ان کمزور مسلمانوں کو اپنی مجلس سے نکال دیا، تو مجھے اللہ کے عقاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اس لیے کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے بعد اللہ کے نزدیک ان کا مقام بلند ہو گیا ہے اور انھیں صرف اس لیے بھگا دینا کہ وہ غریب اور کمزور ہیں، سراسر ظلم ہو گا۔

انھی جیسے لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی کہا تھا کہ آپ کمزور صحابہ کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں اور ان کے ساتھ خصوصی مجلس کریں، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ﴾ [الأنعام : ٥٢] ”اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، مشرکین نے کہا، ان لوگوں کو آپ اپنی مجلس سے نکال دیجیے تا کہ یہ ہم پر جرأت نہ کر سکیں، ان لوگوں میں میں تھا، عبداللہ بن مسعود، ہذیل کا ایک آدمی، بلال اور دو آدمی اور تھے جن کا نام میں نہیں لے رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے دل میں جو خیال اللہ نے چاہا وہ آیا۔ آپ ابھی سوچ ہی رہے تھے (کہ اب کیا کرنا چاہیے) کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ ''اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب في فضل سعد بن أبي وقاص : ٢٤١٣/٤٦]

وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۱

''اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں ایک فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنھیں تمھاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں، یہ کہتا ہوں کہ اللہ انھیں ہرگز کوئی بھلائی نہیں دے گا، اللہ اسے زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے، یقیناً میں تو اس وقت ظالموں سے ہوں گا۔''

اس آیت کریمہ میں نوح علیہ السلام نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اے لوگو! میں تمھاری طرح بشر ہوں، لیکن اللہ نے مجھے رسالت اور وحی سے نوازا ہے۔ میں ایسی باتوں کا دعویٰ نہیں کرتا جو میرے اختیار سے باہر ہیں۔ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ اللہ کی روزی کے خزانوں کا مالک ہوں اور نہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہوں اور نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ جب میں خود ایسا دعویٰ نہیں کرتا تو پھر میرے اندر ان صفات کے مفقود ہونے پر میری نبوت کا انکار کیوں کرتے ہو؟ اور جن غریب مسلمانوں کو تم حقیر جانتے ہو، ان کے بارے میں میں تمھاری طرح یہ نہیں کہتا کہ اللہ انھیں دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے ان کی غربت کی وجہ سے محروم رکھے گا۔ ان کے اندر جو خوبیاں پائی جاتی ہیں انھیں اللہ تعالیٰ مجھ سے اور تم سے زیادہ جانتا ہے، اگر میں ایسا کہوں گا تو میں ان کے حق میں ظالم ہوں گا۔ اس لیے کہ میں نے ان کی قدر و منزلت نہیں پہچانی اور ان کی شان کے خلاف بات کی۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۲ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۳۳ وَ لَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ اِنْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؕ۳۴

”انھوں نے کہا اے نوح! بے شک تو نے ہم سے جھگڑا کیا، پھر ہم سے بہت جھگڑا کیا، پس لے آ ہم پر جس کا تو ہمیں وعدہ دیتا ہے، اگر تو سچوں سے ہے۔ اس نے کہا وہ تو تم پر اللہ ہی لائے گا، اگر اس نے چاہا اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں۔ اور میری نصیحت تمھیں نفع نہ دے گی اگر میں چاہوں کہ تمھیں نصیحت کروں، اگر اللہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمھیں گمراہ کرے، وہی تمھارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

جب قوم نوح کے پاس کفر و عناد پر قائم رہنے کی کوئی دلیل نہیں رہی اور نوح علیہ السلام کے دلائل و براہین کے آگے انھوں نے اپنے آپ کو یکسر عاجز پایا، تو کہنے لگے کہ اے نوح! ہم تمھارے مناظروں سے تنگ آ گئے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا وعدہ کرتے آئے ہو اسے لا کر دکھا دو، تو نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ جب اللہ چاہے گا عذاب لے آئے گا اور اس وقت تم اسے عاجز نہیں کر سکو گے۔ اگلی آیت میں نوح علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ تمھیں گمراہ اور ہلاک کرنا چاہے گا تو میرا توحید کی طرف بلانا اور عذاب سے ڈرانا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ : یعنی قہر و عذاب الٰہی کو نازل کرو، ہمارے بارے میں جو چاہو بد دعا کرو اور جو تم بد دعا کرو وہ اب ہمارے بارے میں قبول ہو ہی جانی چاہیے۔ یہی انداز مشرکین مکہ کے سردار ابو جہل نے اپنایا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل نے کہا تھا: « اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ » ”اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و إذ قالوا اللّٰهم إن كان هذا ...... الخ ﴾ : ٤٦٤٨]

ع ۱۱ ۲
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ؒ۳۵

”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، کہہ دے اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرا جرم مجھی پر ہے اور میں اس سے بری ہوں جو تم جرم کرتے ہو۔“

قوم نوح کے اس قول کی تردید ہے کہ نوح علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ ان کافروں سے کہیے کہ اگر میں نے اللہ پر افترا پردازی کی ہے تو اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں اور اگر میں سچا ہوں اور تم لوگ مجھے جھٹلا رہے ہو تو تم لوگ اس کی تکذیب کی سزا پانے کے لیے تیار رہو اور یہ جان لو کہ میں تمھارے جرائم سے یکسر بری ہوں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶

’’اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیری قوم میں سے کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر جو ایمان لا چکا، پس تو اس پر غمگین نہ ہو جو وہ کرتے رہے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو خبر دے دی کہ جو لوگ اب تک ایمان لا چکے ہیں، ان کے علاوہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ اس کے بعد نوح علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا کر دی کہ اے اللہ! اب کسی کافر کو زمین پر نہ رہنے دے۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝۳۷

’’اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں۔‘‘

جب عذاب کا آنا یقینی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور اس کی تعلیم دی، تاکہ وہ اور ان کے ماننے والے مسلمان طوفان سے بچ سکیں اور کافروں کی نجات کے لیے شفاعت کرنے سے منع فرما دیا، اس لیے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا کہ انھیں طوفان کی نظر ہو جانا ہے۔

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ : سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نوح علیہ السلام اور ان کی امت حاضر ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے میرا پیغام (اپنی امت کو) پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں، یا رب! تو اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھے گا، کیا انھوں نے تم لوگوں کو (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، نہیں، ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تیرا گواہ کون ہے؟ وہ کہیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ تب ہم (مسلمان) گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام پہنچا دیا تھا۔‘‘ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله عزوجل : ﴿ ولقد أرسلنا نوحًا إلى قومه ﴾ …… الخ : ۳۳۳۹]

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۣ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝۳۸ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۳۹

’’اور وہ کشتی بناتا رہا اور جب کبھی اس کے پاس سے اس کی قوم کے کوئی سردار گزرتے اس سے مذاق کرتے۔ وہ کہتا اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو ہم تم سے مذاق کرتے ہیں، جیسے تم مذاق کرتے ہو۔ پس تم جلد ہی جان لو گے کہ وہ کون ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے۔“

نوح علیہ السلام کو کشتی بناتے دیکھ کر کفار کہنے لگے کہ نبی ہونے کے بعد اب بڑھئی ہو گئے؟ اسی لیے کافروں نے ان سے پوچھا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے پہلے سے کشتی نہیں دیکھی تھی۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ یہ ہمیں لے کر پانی پر چلے گی، تو وہ ہنسنے اور مذاق اڑانے لگے۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ اگر آج تم میرا مذاق اڑا رہے ہو تو اڑا لو، کل طوفان میں تمھارے ڈوبنے کا نظارہ ہم سب مسلمان کریں گے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اس وقت تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں رسوا کن عذاب اور آخرت میں دائمی عذابِ جہنم کا کون مستحق ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝۴۰

”یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا اس میں ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو سوار کر لے، سوائے اس کے جس پر پہلے بات ہو چکی اور ان کو بھی جو ایمان لے آئے اور اس کے ہمراہ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔“

جب قوم نوح کی ہلاکت کا وقت آ گیا اور پانی پوری شدت کے ساتھ ابلنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین پر پائے جانے والے تمام جانوروں اور پرندوں کے جوڑے کشتی میں رکھ لیں اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ اپنے صرف ان رشتہ داروں کو سوار کر لیں جو ان پر ایمان لائے ہیں۔ اس خوفناک طوفان کا نقشہ کھینچتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝۱۱ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۲ وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ۝۱۳ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴾ [القمر : ۱۱ تا ۱۴] ”تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے، ایسے پانی کے ساتھ جو زور سے برسنے والا تھا۔ اور زمین کو چشموں کے ساتھ پھاڑ دیا، تو تمام پانی مل (کر ایک ہو) گیا، اس کام کے لیے جو طے ہو چکا تھا۔ اور ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، اس شخص کے بدلے کی خاطر جس کا انکار کیا گیا تھا۔“

وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۴۱

”اور اس نے کہا اس میں سوار ہو جاؤ، اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

نوح علیہ السلام نے جب طوفان کو امڈتے دیکھا تو اپنے مسلمان ساتھیوں سے کہا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ، یہ اللہ کے نام

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے چلے گی اور اس کے نام سے اس کی مرضی کے مطابق رکے گی۔ بے شک میرا رب مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، وہ ہمیں ضرور اس طوفان سے نجات دے گا۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۚ وَنَادٰى نُوْحُ ٌۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

"اور وہ انھیں لے کر پہاڑوں جیسی موج میں چلی جاتی تھی، اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ ایک علیحدہ جگہ میں تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ (شامل) نہ ہو۔ اس نے کہا میں عنقریب کسی پہاڑ کی طرف پناہ لے لوں گا، جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ کہا آج اللہ کے فیصلے سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی تو وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا۔"

جب نوح اور ان کے مسلمان ساتھی "بسم اللہ" کہہ کر سوار ہو گئے تو کشتی پہاڑوں کی مانند اونچی موجوں کے درمیان چلنے لگی۔ اس وقت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا، جو کافر ہونے کی وجہ سے کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا کہ اے میرے بیٹے! اب بھی موقع ہے کہ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دو۔ اس نے جواب دیا کہ میں کسی پہاڑ پر جا کر پناہ لے لوں گا اور ڈوبنے سے بچ جاؤں گا، تو نوح علیہ السلام نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے صرف وہی بچ سکے گا جس پر اللہ اپنا رحم و کرم فرمائے گا اور اس کا رحم آج صرف مومنوں کے ساتھ خاص ہے۔

باپ بیٹے کے درمیان اس گفتگو کے بعد ایک بڑی ہیبت ناک موج اٹھی جس نے 'حام' کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الربع

"اور کہا گیا اے زمین! تو اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تو تھم جا اور پانی نیچے اتار دیا گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور وہ جودی پر جا ٹھہری اور کہا گیا ظالم لوگوں کے لیے دوری ہو۔"

نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے علاوہ جب تمام اہل زمین ڈوب گئے اور کوئی کافر زندہ نہ رہا، تو اللہ تعالیٰ

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے زمین کو حکم دیا کہ جو پانی اوپر ابل آیا تھا اسے اپنے اندر جذب کر لے اور آسمان کو حکم دیا کہ بارش برسانا روک دے، چنانچہ پانی خشک ہو گیا اور اللہ کا فیصلہ پورا ہو گیا۔ جس کو بچانا چاہا بچا لیا اور جسے ہلاک کرنا چاہا ہلاک کر دیا۔ جب پانی کم ہونے لگا اور پہاڑوں کی چوٹیاں ظاہر ہونے لگیں تو کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہر گئی جو موصل شہر کے قریب واقع ہے اور اللہ کی جانب سے اعلان ہو گیا کہ اب ظالموں سے زمین پاک ہو گئی۔

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ : سیدنا مسیّب بن حزن رضی اللہ عنہ (سعید بن مسیّب کے والد) بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابو جہل بھی بیٹھا تھا۔ آپ نے ابو طالب سے کہا: ''چچا ''لا الہ الا اللہ'' کہہ لو، مجھے اپنے پروردگار کے ہاں تمھارے لیے ایک دلیل مل جائے گی۔'' ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، کیا تم عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دو گے؟ دونوں برابر یہی سمجھاتے رہے۔ آخر ابو طالب نے آخری بات جو کہی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب کے دین پر (مرتا) ہوں۔۔ اس وقت آپ نے فرمایا: ''میں تمھارے لیے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا، جب تک اس کام سے منع نہ کر دیا جائے۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب : ۳۸۸٤]

وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَ تَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾

''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا، پس کہا اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ فرمایا اے نوح! بے شک وہ تیرے گھر والوں سے نہیں، بے شک یہ ایسا کام ہے جو اچھا نہیں، پس مجھ سے اس بات کا سوال نہ کر جس کا تجھے کچھ علم نہیں۔ بے شک میں تجھے اس سے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے ہو جائے۔ اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے اس بات کا سوال کروں جس کا مجھے کچھ علم نہیں اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں خسارہ پانے والوں سے ہو جاؤں گا۔''

نوح علیہ السلام نے شفقت پدری سے متاثر ہو کر اپنے رب سے دعا کی اور کہا کہ اے میرے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے، تو نے کہا تھا کہ اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں سوار کر لو، تا کہ سب طوفان سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بچ جائیں، تو آج تو اسے توفیق دے دے کہ ایمان لے آئے اور ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر نوح علیہ السلام کو اپنا حتمی فیصلہ بتا دیا کہ اے نوح! وہ ایمان نہیں لائے گا، اس لیے کہ وہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ آپ کے گھر والے تو دین و شریعت کے پابند اور اہل اصلاح ہیں اور وہ صالح نہیں، اس لیے وہ طوفان سے نہیں بچے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو تنبیہ کی کہ جس مقصد کے لیے پورے طور پر صائب ہونے کا آپ کو علم نہ ہو اس کا اللہ سے سوال نہ کیجیے، اس لیے کہ ایسا کرنا نادانوں کا شیوہ ہے۔ جب نوح علیہ السلام کو اس بات کا علم ہو گیا کہ اللہ سے ان کا سوال شریعت کے مطابق نہیں تھا اور یہ محض ان کا وہم تھا کہ ممکن ہے کہ 'حام' مسلمان بن کر کشتی میں سوار ہو جائے گا، تو اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اللہ سے مغفرت و رحمت طلب کی۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

''کہا گیا اے نوح! اتر جا ہماری طرف سے عظیم سلامتی اور بہت سی برکتوں کے ساتھ، تجھ پر اور ان جماعتوں پر جو ان لوگوں سے ہوں گی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اور کئی جماعتیں ہیں جنھیں ہم عنقریب سازوسامان دیں گے، پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔''

جب کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی، تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے کہا کہ اب آپ سلامتی کے ساتھ کشتی سے زمین پر اتر جایئے۔ آپ پر اور آپ کے ساتھی مسلمانوں پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا سایہ رہے گا۔ البتہ ان میں سے کچھ کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو آگے چل کر کفر کی راہ اختیار کر لیں گے اور ان کا منتہائے مقصود دنیا کا عیش و آرام ہو جائے گا، تو ہم انھیں اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں گے، لیکن انجام کار انھیں دردناک عذاب سے دو چار کر دیں گے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع

''یہ غیب کی خبروں سے ہے جنھیں ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ تو انھیں جانتا تھا اور نہ تیری قوم، پس صبر کر، بے شک اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔''

اس آیت کریمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات کی خبر آپ کو اور آپ کی قوم کو بالکل نہیں تھی۔ یہ ساری تفصیلات آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے نبی اور رسول تھے۔ اس کے بعد اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

www.sirat-e-mustaqeem.com

نصیحت کی کہ دعوت وتبلیغ کی راہ میں آپ کو جو تکلیف پہنچے اس پر نوح علیہ السلام کی طرح صبر کیجیے اور اس یقین کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کیجیے کہ دنیا میں فتح و کامرانی اور آخرت میں نعمت ابدی ہم اپنے انھی بندوں کو دیں گے جو تقویٰ کی راہ اختیار کریں گے۔

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ۝۵۰ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۵۱

”اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو۔ اے میری قوم! میں تم سے اس پر کسی مزدوری کا سوال نہیں کرتا، میری مزدوری اس کے سوا کسی پر نہیں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہدایت کے لیے ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا تھا جو انھی میں سے تھے۔ یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہود علیہ السلام نے ان سے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے اور تم جو اسے چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہو تو یہ بہت بڑی افترا پردازی ہے، اس لیے کہ اللہ نے تمھیں کبھی نہیں کہا کہ اس کے بجائے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرو اور اے میری قوم کے لوگو! اس دعوت وتبلیغ کے کام پر میں تم سے کوئی اجرت بھی نہیں مانگتا کہ تمھیں شبہ ہو کہ میں کسی دنیاوی غرض کی خاطر تمھیں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں۔ میرا اجر تو وہ اللہ دے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تمھیں اتنی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ میری بے لوث دعوت میری صداقت کی دلیل ہے۔

وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ۝۵۲

”اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ، وہ تم پر بادل بھیجے گا، جو خوب برسنے والا ہوگا اور تمھیں تمھاری قوت کے ساتھ اور قوت زیادہ دے گا اور مجرم بنتے ہوئے منہ نہ موڑو۔“

دعوت توحید کے بعد ہود علیہ السلام نے انھیں اللہ کے حضور توبہ و استغفار کی دعوت دی اور کہا کہ اگر تم لوگ شرک سے توبہ کر لو گے اور اللہ کے دین پر عمل پیرا ہو جاؤ گے تو وہ تمھارے کھیتوں اور باغات کے لیے خوب بارش برسائے گا، مال اور اولاد کے ذریعے تمھاری قوت میں مزید اضافہ کرے گا۔ یہ لوگ کھیتوں اور باغات والے تھے اور بڑی زبردست جسمانی قوت کے مالک تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں کثرت باراں اور قوت میں اضافے کا وعدہ کر کے ایمان کی ترغیب

www.sirat-e-mustaqeem.com

دلائی۔ اس کے بعد کہا کہ دیکھو! اگر تم لوگ میری دعوت سے اعراض کرو گے اور اپنے کفر پر اصرار کرو گے تو اللہ کی نگاہ میں تم بڑے مجرموں میں سے ہو جاؤ گے۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ۷۱] ”اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔“

يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۶] ”اور اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے انھیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔“

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾

”انھوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا اور ہم اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے ہرگز چھوڑنے والے نہیں اور نہ کسی طرح تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔ ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تجھے کوئی آفت پہنچا دی ہے۔ اس نے کہا میں تو اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔ اس کے سوا۔ سو تم سب میرے خلاف تدبیر کر لو، پھر مجھے مہلت نہ دو۔ بے شک میں نے اللہ پر بھروسا کیا، جو میرا رب ہے اور تمھارا رب ہے۔ کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر وہ اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔“

لیکن قوم ہود نے کبر و عناد کی وجہ سے تمام دلائل و براہین کا یکسر انکار کر دیا اور دانستہ جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ اے ہود! چونکہ تم اپنی صداقت پر اب تک کوئی دلیل نہیں پیش کر سکے، اس لیے ہم صرف تمھاری باتوں میں آ کر اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور تم پر ایمان نہیں لا سکتے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم جو ہمارے معبودوں کی عیب جوئی کرتے رہتے ہو، اسی لیے ہمارے کسی معبود نے تمھیں جنون میں مبتلا کر دیا ہے، جس کی وجہ سے تم ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ ہود علیہ السلام نے انھیں ایسا جواب دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان کافروں کی باتوں کی کوئی

www.sirat-e-mustaqeem.com

پروا نہیں کی اور کہا کہ ان کا اعتماد صرف اللہ پر ہے، وہی ان کی حفاظت کرے گا اور وہ سب مل کر بھی ان کا بال بیکا نہ کر سکیں گے۔ اس کے بعد کہا، میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم لوگ بھی گواہ رہو کہ میں تمھارے شرک سے بالکل بری ہوں۔ اب تم لوگ اپنی پوری طاقت لگا لو اور میرے خلاف جو سازش کرنا چاہو کر و اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ آخری آیت میں انھوں نے کہا کہ میں نے تو اس اللہ پر بھروسا کر لیا ہے جو میرا اور تمھارا رب ہے۔ اس لیے تم مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکو گے۔ زمین پر پائے جانے والے ہر ذی روح کا وہی مالک ہے۔ وہ ہر ایک پر قدرت رکھتا ہے، جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ میرا رب اپنے ملک و سلطنت میں بڑے عدل و انصاف کے ساتھ تصرف کرتا ہے اور میں نے اس کی جناب میں پناہ لے لی ہے اور وہ ظلم کو گوارا نہیں کرتا ہے اور تم ظالم ہو، اس لیے وہ تمھیں مجھ پر غالب نہیں ہونے دے گا۔

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا : یعنی کائنات کی ہر چیز اسی کے غلبہ و تسلط میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ۙ۬ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ۬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ [الرعد : ۱۶] ”کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ کہہ دے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈمڈ ہوگئی ہے؟ کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴾ [الأنعام : ۱۸] ”اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔“

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾

”پھر اگر تم پھر جاؤ تو بلاشبہ میں تمھیں وہ پیغام پہنچا چکا جسے دے کر مجھے تمھاری طرف بھیجا گیا ہے۔ اور میرا رب تمھارے سوا کسی اور قوم کو تمھاری جگہ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر اچھی طرح نگہبان ہے۔“

ہود علیہ السلام نے ان سے مزید کہا کہ میں نے تمھیں دعوت توحید پہنچا دی ہے، اس لیے اگر تم لوگوں نے اعراض سے کام

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیا تو اب تمھارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ہلاک کر دے گا اور کسی دوسری قوم کو لائے گا جو تمھاری اراضی اور اموال کی مالک بن جائے گی اور تمھارے کفر وعناد، یا تمھاری ہلاکت سے اللہ کی سلطنت یا حکومت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ جو کچھ نقصان ہوگا تمھارا ہوگا اور میرا رب تو ہر چیز کی نگرانی کر رہا ہے۔ کوئی بھی چیز اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ہے۔ اس لیے تمھارے سارے اعمال اس کی نگاہ میں ہیں اور وہ تمھیں ان کی سزا ضرور دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۷۰]

”انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم اس اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور انھیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ تو جس کی دھمکی تو ہمیں دیتا ہے وہ ہم پر لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔“

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع ۱۱

”اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ نجات دی اور انھیں ایک بہت سخت عذاب سے بچالیا۔ اور یہ عاد تھے جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر زبردست جابر، سخت عناد والے کے حکم کی پیروی کی۔ اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ سن لو! بے شک عاد نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! عاد کے لیے ہلاکت ہے، جو ہود کی قوم تھی۔“

اللہ کا عذاب ایک ایسی شدید اور خوفناک آندھی کی شکل میں آیا جس میں کوئی خیر نہیں تھی، جو سات رات اور آٹھ دن تک چلتی رہی اور تمام کفار ہلاک ہو گئے۔ اللہ نے ہود علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو بچا لیا اور انھیں قیامت کے دن عذاب نار سے بھی نجات دے گا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ لوگ قومِ عاد کے نام سے جانے جاتے تھے۔ انھوں نے کفر باللہ کا ارتکاب کیا تھا اور آفاق میں موجود ان نشانیوں کا انکار کر دیا تھا جو اللہ کی وحدانیت پر دلیل تھیں اور مشرکانہ اعمال میں اپنے ان متکبر سرداروں کی پیروی کی تھی جو اللہ کے بندوں کو رسولوں کی تکذیب پر ابھارتے تھے۔ چونکہ انھوں نے اپنے متکبر و مغرور سرداروں کی پیروی میں کفر و شرک کی راہ اختیار کی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بطور سزا ان پر اس دنیا میں لعنت بھیج دی اور آخرت میں بھی دائمی لعنت کے طور پر جہنم کے سپرد کر دیے جائیں گے۔ گویا لعنت اور اللہ کی رحمت

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے دوری ان کے لیے ہر حال میں لازم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت بھیج دینے کا سبب بیان کرتے ہوئے دوبارہ فرمایا کہ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انھوں نے اپنے رب کا انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر ہمیشہ کے لیے ہلاکت و بربادی بھیج دی۔ یہ آیت خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قومِ عاد سے بہت زیادہ غضبناک تھا اور ان سے اس کی نفرت شدید تھی۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ : وہ عذاب اس نامبارک ہوا کی صورت میں تھا جس نے ساری قوم عاد کو ہلاک کر دیا اور اس سخت ترین عذاب سے اللہ کی رحمت سے صرف سیدنا ہود علیہ السلام اور ان کے پیروکار ہی محفوظ رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة : ٦ تا ٨] ”اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کر لے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝۶۱

”اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور تمھیں اس میں آباد کیا، سو اس سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ، یقیناً میرا رب قریب ہے، قبول کرنے والا ہے۔“

اس آیتِ کریمہ سے صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ یہ لوگ مدائن حجر میں رہتے تھے جو تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع تھا۔ ہود علیہ السلام کی طرح انھوں نے بھی اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ صرف اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ جس نے تم سب کو مٹی سے پیدا کیا، (آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور جو

www.sirat-e-mustaqeem.com

قطرۂ منی انسان کی پیدائش کا ذریعہ ہے، اس کے اجزائے ترکیبی میں مٹی ہی بنیادی عنصر ہے) تمھیں زمین میں آباد کیا اور اسے آباد رکھنے کی صلاحیت تمھارے اندر ودیعت کی۔ اس لیے تم لوگ شرک سے توبہ کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو، اللہ بڑا ہی قریب ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ﴾ [البقرة : ۱۸۶] ''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔''

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾

''انھوں نے کہا اے صالح! یقیناً تو ہم میں وہ تھا جس پر اس سے پہلے امیدیں رکھی گئی تھیں، کیا تو ہمیں منع کرتا ہے کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں اور بے شک ہم اس بات کے بارے میں جس کی طرف تو ہمیں دعوت دیتا ہے، یقیناً ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں۔''

صالح علیہ السلام کی دعوتِ توحید کو ان لوگوں نے رد کرتے ہوئے کہا کہ اے صالح! بچپن سے تمھارے عادات واطوار کو دیکھ کر ہم نے امید لگا رکھی تھی کہ تم ہمارے سردار بنو گے اور ہمیں تم سے فائدہ پہنچے گا، اپنے انفرادی و اجتماعی امور میں تم سے مشورہ لیا کریں گے، لیکن تمھاری باتیں سن کر ہماری امیدوں پر پانی پھر گیا اور ہمیں یقین ہو گیا کہ تمھارے اندر کوئی خیر نہیں ہے، اسی لیے تو تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں، تم جس توحید کی دعوت ہمیں دے رہے ہو اس کی صداقت کے بارے میں ہمارے دلوں میں بڑا قوی شک وشبہ پایا جاتا ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾

''اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی جناب سے عظیم رحمت عطا کی ہو تو کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں میری مدد کرے گا، اگر میں اس کی نافرمانی کروں، پھر خسارہ پہنچانے کے سوا تم مجھے کیا زیادہ دو گے؟ اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے، تمھارے لیے عظیم نشانی، پس

www.sirat-e-mustaqeem.com

اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ، ورنہ تمھیں ایک قریب عذاب پکڑ لے گا۔“

صالح علیہ السلام نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! میں اپنے رب کی جانب سے نازل کیے گئے دین حق پر قائم ہوں اور اس نے مجھے نبوت سے نوازا ہے۔ اب ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر تمھیں خوش کرنے کے لیے اس کی نافرمانی کروں، تو مجھے اس کے عذاب سے کون بچائے گا؟ تم جو میری ہمت پست کر رہے ہو اور چاہتے ہو کہ دعوت کا کام چھوڑ دوں، تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ میں خائب و خاسر ہو جاؤں اور اللہ کے عذاب کا مستحق ہو جاؤں؟ صالح علیہ السلام نے جب انھیں دعوت توحید دی، تو انھوں نے کہا کہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو اللہ سے کہو کہ بطور نشانی اس پہاڑ سے ایک اونٹنی نکال دے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور پہاڑ سے اونٹنی نکل آئی۔ تب انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اللہ نے بطور معجزہ تمھارے مطالبہ کے مطابق اونٹنی بھیج دی ہے، تم لوگ اسے نہ چھیڑو، یہ اللہ کی زمین پر جہاں چاہے گی جائے گی، کھائے گی، پیے گی، کوئی اسے نہ چھیڑے اور نہ تکلیف پہنچائے، ورنہ تم پر بہت جلد اللہ کا عذاب آ جائے گا۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ: ارشاد فرمایا: ﴿ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأعراف: ۷۷] ”تو انھوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہو گئے اور انھوں نے کہا اے صالح! لے آ ہم پر جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے، اگر تو رسولوں سے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء: ۱۵۷، ۱۵۸] ”تو انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں، پھر پشیمان ہو گئے۔ تو انھیں عذاب نے پکڑ لیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔“

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝۶۵ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝۶۶ وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۶۷ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝۶۸ ع ۶

”تو انھوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں، تو اس نے کہا اپنے گھروں میں تین دن خوب فائدہ اٹھا لو، یہ وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔ پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے،

www.sirat-e-mustaqeem.com

اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔ بے شک تیرا رب ہی بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ سن لو! بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔"

قوم کے بدبختوں نے صالح علیہ السلام کی ایک نہ سنی اور اس اونٹنی کو قتل کر دیا۔ جب ان کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی تو صالح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ان سے کہا کہ اب تم لوگ تین دن تک اپنے گھروں میں رہ کر اپنے انجام کا انتظار کرو، یہ اللہ کا قطعی اور حتمی فیصلہ ہے، انھوں نے اونٹنی کو بدھ کے دن قتل کیا تھا۔ اس کے بعد (جمعرات، جمعہ اور ہفتہ) تین دن تک زندہ رہے۔ اتوار کے دن صبح کے وقت اللہ کا عذاب ان پر نازل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لیا، یہ عذاب ایک ہیبت ناک اور خطرناک چیخ تھی جو آسمان سے آئی تھی، جس کی شدت تاثیر سے تمام کافروں کے جسموں پر کپکپی طاری ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سبھی موت کے گھاٹ اتر گئے۔ ان کی بستیاں ایسی ویران اور سنسان ہو گئیں کہ جیسے پہلے سے وہاں کوئی رہتا ہی نہیں تھا اور ان کے ساتھ ایسا اس لیے ہوا کہ انھوں نے اپنے رب کا انکار کر دیا تھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر ہمیشہ کے لیے لعنت و بربادی مسلط کر دی۔ یہ آیت خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم عاد کی طرح قوم ثمود سے بھی بہت زیادہ غضبناک تھا اور ان سے اس کی نفرت شدید تھی۔

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۙ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴾ [الشمس : ۱۴، ۱۵] "تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، پس اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں، تو ان کے رب نے انھیں ان کے گناہ کی وجہ سے پیس کر ہلاک کر دیا، پھر اس (بستی) کو برابر کر دیا۔ اور وہ اس (سزا) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر (مقام) پر سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ظالموں کے گھروں میں مت جاؤ، مگر روتے ہوئے اور بچو کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔" پھر آپ نے اپنی سواری کو ڈانٹا اور جلدی چلایا، یہاں تک کہ حجر پیچھے رہ گیا۔ [مسلم، کتاب الزهد، باب النهي عن الدخول ...... الخ : ۳۹/ ۲۹۸۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر یعنی ثمود کے علاقہ میں گئے تو انھوں نے وہاں کے کنوؤں کا پانی پینے کے لیے لیا اور اس پانی سے آٹا گوندھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس پانی کے بہا دینے اور آٹا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ پینے کا پانی اس کنویں سے لیں جس پر صالح علیہ السلام کی اونٹنی آتی

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھی۔[مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن الدخول …… الخ : ۲۹۸۱]

وَ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى قَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَ اَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍ ﴿۷۰﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے، انھوں نے سلام کہا، اس نے کہا سلام ہو، پھر دیر نہیں کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔ تو جب ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس کی طرف نہیں پہنچتے تو انھیں اوپرا جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا، انھوں نے کہا نہ ڈر! بے شک ہم لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ سے لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعہ کا آغاز ہوتا ہے اور یہ واقعہ ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ قوم لوط کی بستیاں شام کے علاقے میں تھیں اور ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں قیام پذیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جن فرشتوں کو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ وہاں جانے سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے، تاکہ انھیں بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب کی خوش خبری دیں۔ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام سے اپنے کلام کا آغاز سلام سے کیا یعنی السلام علیکم کہا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سلام کا بہتر جواب دیا اور انھیں مہمان سمجھ کر بہت خوش ہوئے مہمان نوازی کے طور پر کھانے کے لیے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا، لیکن جب دیکھا کہ وہ کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھا رہے تو دل میں ان کے بارے میں شبہ ہونے لگا اور کسی انجانے خطرے کی آمد سے ڈر گئے۔ اس لیے کہ اس زمانے میں دستور یہ تھا کہ مہمان جب کسی برائی کی نیت سے آتا تو میزبان کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ تب ان فرشتوں نے کہا کہ اے ابراہیم! آپ نہ ڈریے، ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

وَ امۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَ مِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوۡزٌ وَّ هٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ﴿۷۳﴾

’’اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سو ہنس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ اس نے کہا ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی، دونوں ہی مہمانوں کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام بیٹھے تھے اور سارہ کھڑی تھیں، کھانے کی چیزیں مہمانوں کے سامنے لا کر رکھ رہی تھیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہم نے تو مہمانوں کی خاطر اتنا سب کچھ کیا ہے اور یہ کیسے مہمان ہیں کہ ہمارا کھانا نہیں کھا رہے تو وہ بھی ڈر گئیں۔ لیکن جب انھوں نے اپنی حقیقت بتا دی تو ان کے دل سے بھی خوف جاتا رہا اور خوشی اور حیرت کی وجہ سے ہنس پڑیں کہ جنھیں وہ انسان سمجھ رہی تھیں وہ فرشتے نکلے اور خوش ہوئیں کہ یہ لوگ کسی شر کی نیت سے ان کے پاس نہیں آئے۔ جب ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ اللہ کے فرشتے ہیں تو تب اللہ نے ان فرشتوں کے ذریعے سارہ کو اسحاق اور اسحاق کے بیٹے یعقوب کی خوش خبری دی۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہاجرہ کو اسماعیل عطا کیا تو سارہ نے تمنا کی، کاش ان کا بھی بیٹا ہوتا، لیکن اپنی کبر سنی کی وجہ سے ناامید تھیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور انھیں بیٹے کی خوش خبری دی، تو سارہ نے بڑا تعجب کرتے ہوئے ان فرشتوں سے کہا کہ مجھے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے، میں تو اتنی بوڑھی ہوں کہ اولاد سے بالکل ناامید ہو چکی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب و غریب بات ہوگی کہ بوڑھے اور بوڑھی سے لڑکا پیدا ہوا۔ فرشتوں نے سارہ کا حیرت واستعجاب دیکھ کر کہا کہ تم تو نبی کی بیوی ہو، تم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، تو پھر یہ تعجب کیسا؟ اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ اور یہی حکم ہے۔ تم لوگ نبی کے گھرانے والے ہو، تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور اللہ تو ہمیشہ اپنے بندوں پر نعمتوں کی بارش کرتا رہتا ہے، تاکہ وہ اس کی تعریف بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں اور وہ ہمیشہ ہی اپنے بندوں پر احسان کرتا رہتا ہے۔

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ : یعنی وہ اپنے تمام افعال و اقوال میں قابل تعریف اور اپنی ذات و صفات میں قابل ستائش و تعظیم ہے، جیسا کہ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ پر اور اہل بیت پر درود کس طرح پڑھیں؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تو سکھلا دیا ہے کہ ہم سلام کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: ''اس طرح کہو: « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ » ''اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم کو برکتوں سے نوازا ہے، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بزرگی کا مالک ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۳۷۰۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشهد : ۴۰۶]

www.sirat-e-mustaqeem.com

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

’’پھر جب ابراہیم سے گھبراہٹ دور ہوئی اور اس کے پاس خوش خبری آ گئی تو وہ ہم سے لوط کی قوم کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ بے شک ابراہیم تو نہایت بردبار، بہت آہ وزاری کرنے والا، رجوع کرنے والا ہے۔‘‘

جب ابراہیم علیہ السلام کے دل سے ڈر نکل گیا اور انھیں بیٹے اور پوتے کی خوش خبری مل گئی تو قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں فرشتوں سے کہنے لگے کہ وہاں لوط اور کچھ دیگر مسلمان بھی ہیں، ان کا کیا حال ہوگا؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ اسی بہانے اللہ قوم لوط سے عذاب کو ٹال دے۔ فرشتوں نے جواب دیا: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ﴾ [العنكبوت : ۳۲] ’’ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو اس میں ہے، یقیناً ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو ضرور بچا لیں گے، مگر اس کی بیوی۔‘‘

اگلی آیت میں فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام بڑے ہی بردبار اور بڑے ہی رحم دل تھے۔ برا کرنے والوں سے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتے تھے اور ہر دم اللہ سے لو لگائے رہتے تھے۔

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

’’اے ابراہیم! اسے رہنے دے، بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا حکم آ چکا اور یقیناً یہ لوگ! ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں۔‘‘

فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اب آپ اس موضوع پر کوئی بات نہ کیجیے، اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے اور ان پر عذاب آ کر رہے گا۔ کوئی دعا اور کوئی سفارش اسے ٹال نہیں سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [ق : ۲۹] ’’میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ہرگز کوئی ظلم ڈھانے والا نہیں۔‘‘

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرىٰ ﴾ : ۴۶۸۶۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۳]

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ

www.sirat-e-mustaqeem.com

بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾

''اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے، وہ ان کی وجہ سے مغموم ہوا اور ان سے دل تنگ ہوا اور اس نے کہا یہ بہت سخت دن ہے۔ اور اس کی قوم (کے لوگ) اس کی طرف بے اختیار دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے اور وہ پہلے سے برے کام کیا کرتے تھے۔ اس نے کہا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں، تو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں؟''

جب وہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہو کر لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ خوبصورت کم عمر نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ لوط علیہ السلام انھیں اس حال میں دیکھ کر پریشانِ خاطر ہوئے اور دل میں سوچا کہ آج کا دن تو بڑا ہی مشکل دن ہے۔ میں ان مہمانوں کو بدمعاشوں سے کیسے بچا سکوں گا؟ قوم لوط کو ان خوبصورت مہمانوں کے آنے کی اطلاع ملی تو ان کے ساتھ بدفعلی کی نیت سے بہت ہی تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ اس لیے کہ پہلے ہی سے مردوں کے ساتھ بدفعلی کرنا ان کی خبیث عادت چلی آ رہی تھی اور شرم و حیا نام کی کوئی چیز ان میں باقی نہیں رہ گئی تھی۔ جب انھوں نے مہمانوں کی طرف دست درازی کرنا چاہی تو لوط علیہ السلام نے مہمانوں کا دفاع کرتے ہوئے اور بدمعاشوں کو خیر کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! یہ میری بیٹیاں یعنی قوم کی بچیاں موجود ہیں، تم لوگ ان سے شادی کر لو، دنیاوی اور اخروی ہر اعتبار سے یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ اور اچھی رہیں گی۔ دیکھو! اللہ سے ڈرو اور زنا چھوڑ دو۔ بدفعلی کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اور مہمانوں پر دست درازی کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو اس فعل قبیح سے باز آ جائے اور نیکی کی راہ اختیار کرے؟

قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ : یعنی آپ نے ان کی رہنمائی ان کی بیویوں کی طرف کی، انھیں اپنی بیٹیاں اس لیے قرار دیا کہ نبی اپنی امت کے لیے والد کی طرح ہوتا ہے، آپ نے ایک ایسے کام کی طرف رہنمائی فرمائی جو ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں اعتبار سے مفید تھا، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا: ﴿ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۶۵، ۱۶۶] ''کیا سارے جہانوں میں سے تم مردوں کے پاس آتے ہو۔ اور انھیں چھوڑ دیتے ہو جو تمھارے رب نے تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔'' اس کے جواب میں انھوں نے کہا: ﴿ اَوَ لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴾ [الحجر : ۷۰ تا ۷۲] ''اور کیا ہم نے تجھے سارے جہانوں سے منع نہیں کیا۔ اس نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں، اگر تم کرنے والے ہو۔ تیری عمر کی قسم! بے شک وہ یقیناً اپنی مدہوشی میں بھٹکے پھرتے تھے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾

’’انھوں نے کہا بلاشبہ یقیناً تو جانتا ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور بلاشبہ یقیناً تو جانتا ہے ہم کیا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کاش! واقعی میرے پاس تمھارے مقابلہ کی کچھ طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا۔‘‘

ان بدبختوں نے لوط علیہ السلام کی نصیحت پر کوئی دھیان نہیں دیا اور انتہائی بے حیائی کے ساتھ اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اے لوط! تم پہلے سے جانتے ہو کہ ہم عورتوں کی خواہش نہیں رکھتے، تمھیں خوب معلوم ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہمیں اپنی شہوت کی آگ بجھانے کے لیے وہ کم عمر خوبصورت لڑکے چاہییں جو تمھارے پاس موجود ہیں۔ جب لوط علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ وہ بدبخت ان کے مہمانوں پر دست درازی کریں گے تو کہا، کاش! مجھ میں قوت ہوتی یا میرے خاندان کے لوگ یہاں موجود ہوتے تو میں ضرور تمھیں مار بھگاتا اور اپنے مہمانوں کی حفاظت کرتا۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ وہ زبردست رکن (یعنی اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں گئے تھے۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿ ولوطا إذ قال لقومه أتأتون الفاحشة ...... الخ ﴾ : ۳۳۷۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لوط علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ وہ مضبوط سہارے کو پکڑنا چاہتے تھے (یعنی اللہ تعالیٰ کا سہارا اختیار کیے ہوئے تھے)، جب انھوں نے کہا: ﴿ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴾ [هود : ۸۰]، تو ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اپنی قوم کے صاحب حیثیت لوگوں میں سے مبعوث فرمایا۔‘‘ [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة يوسف : ۳۱۱٦۔ بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قوله : ﴿ و نبئهم عن ضيف ...... ﴾ : ۳۳۷۲۔ ابن حبان : ٦۲۰٦، ٦۲۰۷]

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾

’’انھوں نے کہا اے لوط! بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، یہ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچ پائیں گے، سو اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر چل نکل اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری بیوی۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس پر وہی مصیبت آنے والی ہے جو ان پر آئے گی۔ بے شک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے، کیا صبح واقعی قریب

www.sirat-e-mustaqeem.com

نہیں۔“

جب فرشتوں نے ان کی یہ درد بھری بات سنی اور دیکھا کہ ان کی قوم کے بدمعاش لوگ ان پر چڑھ آئے ہیں اور وہ مہمانوں کا دفاع کرنے سے عاجز ہو گئے ہیں تو اپنی حقیقت ظاہر کر دی اور کہا کہ اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرشتے ہیں، یہ لوگ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ آپ رات کے آخری پہر، جب لوگ خوابِ غفلت میں مبتلا ہوں، اپنے مسلمان ساتھیوں کو لے کر یہاں سے نکل جائیے، تاکہ کوئی کافر آپ کو یہاں سے نکل جانے سے روک نہ سکے۔ جب ان پر عذاب نازل ہو رہا ہو اور آپ لوگ ان کی چیخ پکار سنیں تو مڑ کر نہ دیکھیے، تاکہ کہیں اس عذاب کا اثر آپ تک نہ پہنچ جائے، لیکن آپ کی بیوی پر وہ عذاب ضرور نازل ہوگا، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صبح کے وقت روانہ ہونے والے مسلمانوں کے ساتھ وہ بھی تھی، لیکن جب اس نے چیخ پکار سنی تو مڑ کر دیکھنے لگی۔ اچانک آسمان سے ایک پتھر آیا اور اسے ہلاک کر دیا۔

اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴾ [القمر : ٣٤] ”بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب کسی قوم پر حملہ کرنے کے لیے رات کے وقت پہنچتے تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے، بلکہ جب صبح ہو جاتی تو پھر کرتے۔ چنانچہ صبح کے وقت یہودی اپنے کلہاڑے اور ٹوکرے لے کر باہر نکلے، لیکن جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور کرنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر لے کر آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خیبر برباد ہوا، ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر : ٤١٩٧]

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ۙ﴿۸۲﴾
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع

”پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو اس کا نیچا کر دیا اور ان پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے۔ جو تیرے رب کے ہاں سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے ہرگز کچھ دور نہیں۔“

جب عذاب کا وقت موعود آ گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے اپنا پَر قوم لوط کی پانچوں بستیوں کے نیچے داخل کر کے انھیں زمین کی سطح سے بہت ہی اوپر اٹھا دیا اور پھر انھیں الٹ کر زمین پر دے مارا۔ اس کے بعد ان پر لگاتار

www.sirat-e-mustaqeem.com

پتھروں کی بارش کر دی۔ جس پر اللہ کی جانب سے ہر کافر کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بستیاں مکہ کے مشرکین سے کچھ زیادہ دور نہیں ہیں۔ جب وہ شام کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں تو ان بستیوں کے بھولے بسرے آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں کہ کہیں انھیں بھی قومِ لوط کی طرح اللہ کا عذاب نہ پکڑ لے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ۝ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۴۰] ''اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴾ [الحج : ۴۵، ۴۶] ''سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ : اس کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ عبرت ناک سزا جو ان ظالموں کو دی گئی، اس طرح کے ظلم کا ارتکاب کرنے والوں کو بھی دی جا سکتی ہے اور یہ کچھ محال بھی نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم کسی کو پاؤ کہ وہ قوم لوط کا سا عمل کرتے ہیں تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' [أبو داوٗد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط : ۴۴۶۲۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی : ۱۴۵۶]

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا

www.sirat-e-mustaqeem.com

الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾

’’اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں اور ماپ اور تول کم نہ کرو، بے شک میں تمھیں اچھی حالت میں دیکھتا ہوں اور بے شک میں تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔‘‘

اس آیت کریمہ سے شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم اہل مدین کے واقعہ کا آغاز ہوتا ہے۔ شعیب علیہ السلام اپنے حسن خطابت کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہلاتے تھے۔ انھوں نے پہلے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ اس کے بعد ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا، جو کفر کے بعد ان کی دوسری بری صفت تھی۔ جب کسی سے کوئی چیز خریدتے تو بڑا پیمانہ اور بڑا سیر استعمال کرتے اور جب کوئی چیز بیچتے تو چھوٹا پیمانہ اور سیر استعمال کرتے۔ پھر کہا کہ تمھیں اللہ تعالیٰ نے گونا گوں نعمتوں سے نواز رکھا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے گناہوں کی وجہ سے یہ نعمتیں تم سے چھن جائیں اور کوئی مہلک اور دردناک عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴾ [المطففين : ۱ تا ۳] ’’بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴾ [الدھر : ۷] ’’جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۹۳ تا ۹۵] ’’آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم و ستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔‘‘ [مستدرک حاکم : ۵۴۰/۴، ح : ۸۶۲۳۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۱۹]

وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

www.sirat-e-mustaqeem.com

مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۸۵﴾

’’اور اے میری قوم! ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔‘‘

پہلے ماپ تول میں کمی سے منع فرمایا، اب اسی کی تاکید کے طور پر کہا کہ جب لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرو تو عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے ماپ تول میں کمی بیشی مت کرو۔ اس کے بعد مزید تاکید کے طور پر کہا کہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ کرو، چاہے وہ ماپ تول میں ہو یا کوئی اور معاملہ ہو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ ’’فساد‘‘ میں ہر وہ عمل داخل ہے جس سے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو، جیسے شرک باللہ کا ارتکاب کرنا اور اللہ کے دین سے لوگوں کو روکنا، یا بندوں کے حقوق پامال ہو رہے ہوں، جیسے چوری کرنا، ڈاکا ڈالنا اور ماپ تول میں کمی کرنا وغیرہ۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَـكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ‌ ۚ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا ﴾ [النساء : ٢٩] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضا مندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘ [مسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ : من غش فليس منا : ١٠١]

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ ﴿۸۶﴾

’’اللہ کا باقی بچا ہوا تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو اور میں ہرگز تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں۔‘‘

اس آیت میں شعیب علیہ السلام نے انھیں نہایت مخلصانہ نصیحت کی کہ لوگوں کے حقوق عدل و انصاف کے ساتھ ادا کرنے کے بعد تمھارے پاس اللہ کا دیا ہوا جو حلال مال بچ جائے، وہ اس مال سے زیادہ بابرکت ہے جو ماپ تول میں کمی، لوگوں کے حقوق مار کر اور چوری اور ڈاکا زنی کے ذریعے حاصل کیا جائے۔ اس کے بعد ان سے کہا کہ میں تو اللہ کے دین کا مبلغ ہوں، اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں، تم پر نگران مقرر نہیں کیا گیا کہ تمھیں زبردستی برے اعمال سے روک دوں۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ : یعنی لوگوں کو پورا پورا ناپ تول دینے کے بعد جو خالص نفع بچ جائے، وہ لوگوں کے مال لینے کی نسبت زیادہ بہتر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ ﴾ [البقرة : ٢٧٦] ’’اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیچنے والا اور خریدنے والا (بیع قائم رکھنے یا ختم کرنے کا) اختیار رکھتے ہیں، جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ اگر وہ سچ بولیں اور (سودے کی حقیقت کو واضح کریں، تو دونوں کو ان کے سودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ (کوئی عیب وغیرہ) چھپا لیں (اور ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش کریں) اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹ جاتی ہے۔“ [بخاری، کتاب البیوع، باب إذا کان البائع بالخیار ...... الخ : ۲۱۱۴۔ مسلم، کتاب البیوع، باب الصدق فی البیع و البیان : ۱۵۳۲]

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

”انھوں نے کہا اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم انھیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں کریں جو چاہیں، یقیناً تو تو نہایت بردبار، بڑا سمجھ دار ہے۔“

شعیب علیہ السلام کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے، اسی لیے کافروں نے ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا کہ اے شعیب! کیا تمھاری نمازیں تمھیں حکم دیتی ہیں کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے؟ یا اپنے مال کے بڑھاوے کے لیے جو کچھ ہم کرتے آئے ہیں اسے چھوڑ دیں؟ تم تو خاندان اور قوم میں بہت ہی سوجھ بوجھ والے سمجھے جاتے تھے، پھر یہ بہکی بہکی باتیں کیوں کرتے ہو؟

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

”اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے اچھا رزق عطا کیا ہو۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تمھاری بجائے میں (خود) اس کا ارتکاب کروں جس سے تمھیں منع کرتا ہوں، میں تو اصلاح کے سوا کچھ نہیں چاہتا، جتنی کر سکوں اور میری توفیق اللہ کے سوا کسی سے نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“

شعیب علیہ السلام نے ان کے کفر و عناد اور استہزا کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ لوگو! اللہ نے مجھے علم و نبوت کی نعمت سے نوازا ہے اور میری حلال روزی میں خوب وسعت عطا فرمائی ہے، تو کیا میرے لیے یہ مناسب ہے کہ صرف تمھیں خوش رکھنے کے لیے اللہ کی وحی میں خیانت کروں؟ کیا لوگوں کو شرک و ظلم سے روکنا اور اصلاح نفس کی دعوت دینا چھوڑ دوں؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور میں نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے تمھیں روکتا ہوں وہی کام میں خود کروں، تمھیں تو بتوں کی عبادت سے منع کروں اور خود اس پر عمل نہ کروں اور میں نے جو تمھیں خیر کے کام کرنے کی دعوت دی ہے اور برائی سے روکا ہے تو میرا مقصود تمھاری اصلاح ہے اور مجھے ہر خیر کی توفیق دینے والا اللہ ہے۔ میرا اعتماد صرف اسی پر ہے اور خوشی اور غم ہر حال میں میرا ملجا و ماویٰ صرف وہی ہے۔

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ۲، ۳] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔“

یحییٰ نے کہا کہ مجھ سے میرے بعض بھائیوں نے حدیث بیان کی کہ جب مؤذن نے « حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ » کہا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: « لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ » ”نہ (کسی کو) نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی قوت مگر اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے“ اور پھر کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادى : ٦١٣۔ مسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن ...... الخ : ٣٨٥]

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم میں پھینکا جائے گا، اس کی انتڑیاں آگ میں باہر نکل آئیں گی، تو وہ (ان کے ارد گرد تکلیف کی شدت سے) چکر کاٹنا شروع کر دے گا، جس طرح (چکی چلانے والا) گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے، پھر جہنمی اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے، وہ کہیں گے، فلاں! تجھے کیا ہوا؟ کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیا کرتے تھے اور برے کاموں سے منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ کہے گا، ہاں! میں تمھیں نیکی کی تلقین تو کرتا تھا، لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا، برائی سے تمھیں تو منع کرتا تھا، لیکن خود اس کا ارتکاب کر لیا کرتا تھا۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٧۔ مسلم، كتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله : ٢٩٨٩]

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝۸۹ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝۹۰

”اور اے میری قوم! میری مخالفت تمھیں اس کا مستحق ہرگز نہ بنا دے کہ تمھیں اس جیسی مصیبت آ پہنچے جو نوح کی قوم یا ہود

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی قوم یا صالح کی قوم کو پہنچی اور لوط کی قوم (بھی) ہرگز تم سے کچھ دور نہیں ہے۔ اور اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ، بے شک میرا رب نہایت رحم والا، بہت محبت والا ہے۔“

شعیب علیہ السلام نے انھیں کفر و عناد سے ڈراتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! میری دشمنی اور مخالفت کی وجہ سے اپنے کفر و فساد پر اصرار نہ کرو، ورنہ تم پر بھی اللہ کا عذاب اسی طرح نازل ہو جائے گا جس طرح قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح اور قوم لوط پر تم سے پہلے نازل ہو چکا ہے اور قوم لوط کا زمانہ اور ان کا علاقہ تم سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ ان پر جو اللہ کا عذاب آیا وہ تمھیں معلوم ہے اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ انھوں نے کفر و عناد پر اصرار کیا اور لوط کی بات کو ٹھکرا دیا تھا۔ اگلی آیت میں عذاب سے ڈرانے کے بعد انھیں نصیحت کی کہ وہ بتوں کی عبادت سے تائب ہو جائیں، اللہ سے مغفرت طلب کریں، توحید باری تعالیٰ پر عمل پیرا ہو جائیں اور ناپ تول میں کمی کرنے سے باز آ جائیں، تو اللہ بڑا ہی مہربان ہے اور اپنے بندوں سے بڑا ہی محبت کرنے والا ہے، وہ یقیناً انھیں معاف کر دے گا اور ان پر رحم کرے گا۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور (تمھاری جگہ) ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔“ [مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة : ۲۷۴۹]

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝۹۱ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۹۲ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝۹۳

”انھوں نے کہا اے شعیب! ہم اس میں سے بہت سی باتیں نہیں سمجھتے جو تو کہتا ہے اور بے شک ہم تو تجھے اپنے درمیان بہت کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تیری برادری نہ ہوتی تو ہم ضرور تجھے سنگسار کر دیتے اور تو ہم پر ہرگز کسی طرح غالب نہیں۔ اس نے کہا اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ سے زیادہ غالب ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ پیچھے پھینکا ہوا بنا رکھا ہے، بے شک میرا رب جو کچھ تم کر رہے ہو، اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں۔ تم جلد ہی جان لو گے کہ کون ہے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کون ہے جو جھوٹا ہے اور انتظار کرو، بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

انھوں نے حقارت آمیز انداز میں کہا کہ اے شعیب! تمھاری باتیں تو ہمیں سمجھ میں نہیں آتیں، تم غیبی امور کی باتیں کرتے ہو۔ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، توحید باری تعالیٰ اور مال میں حلال وحرام کی باتیں کرتے ہو، یہ سب باتیں قابل قبول نہیں ہیں اور تم اپنی انھی باتوں کی وجہ سے سب سے کٹ کر تنہا رہ گئے ہو، تمھاری کوئی حیثیت نہیں رہی۔ اگر تمھاری قوم کا خیال نہ ہوتا تو ہم تمھیں پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیتے اور تم ہماری نظر میں کسی حیثیت سے بھی معزز نہیں ہو کہ تمھیں رجم نہ کرتے، صرف تمھاری قوم کا خیال آتا ہے کہ تمھیں اب تک چھوڑ رکھا ہے، اس لیے کہ وہ لوگ ہمارے دین پر ہیں۔ شعیب علیہ السلام نے کہا کہ میرا خاندان تمھاری نظر میں اللہ سے زیادہ معزز ہے، تم لوگوں نے اس کے دین، اس کے حکم اور اس کی وحی کو ٹھکرا دیا ہے اور میرے خاندان کے کافروں کا لحاظ کر کے مجھ پر احسان جتا رہے ہو، بے شک میرا رب تمھارے تمام کرتوتوں کو خوب جانتا ہے اور وہ تمھیں اس کی سزا ضرور دے گا۔ پھر جب شعیب علیہ السلام ان کی طرف سے بالکل ناامید ہو گئے تو کہا اے میری قوم کے لوگو! تم لوگ اپنے کفر و سرکشی کی راہ پر چلتے جاؤ اور جو کرنا چاہو کیے جاؤ، میں بھی صبر و استقامت کے ساتھ اپنی راہ پر گامزن رہتا ہوں۔ تم لوگ عنقریب ہی جان لو گے کہ اللہ کا رسوا کن عذاب کسے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور اب تم لوگ اپنی ہلاکت اور بربادی کا انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔“

[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳٤]

وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

ع ۸

”اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا، چیخ نے پکڑ لیا تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں نہیں رہے تھے۔ سن لو! مدین کے لیے ہلاکت ہے، جیسے ثمود ہلاک ہوئے۔“

جب اللہ کا عذاب قوم شعیب پر نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو اپنے فضل خاص سے ان کے ایمان کی بدولت اس عذاب سے بچا لیا اور جن لوگوں نے کفر و عناد کی وجہ سے اپنے آپ پر اور لوگوں کا مال

www.sirat-e-mustaqeem.com

ناجائز طور پر لے کر دوسروں پر ظلم کیا تھا، انھیں اللہ کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ عذاب جبرائیل علیہ السلام کی ایک شدید چیخ تھی، جس کے اثر سے ان کی روحیں ان کے جسموں سے پرواز کر گئیں۔ سورۃ الاعراف اور سورۃ العنکبوت میں آیا ہے کہ شدید زلزلہ آیا جس سے تمام لوگ ہلاک ہو گئے۔ یہ زلزلہ جبرائیل علیہ السلام کی شدید چیخ ہی کا نتیجہ تھا اور یہ عذاب شعیب علیہ السلام کی بستی والوں پر آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو اَیکہ والوں کی طرف بھی نبی بنا کر بھیجا تھا، انھوں نے بھی نافرمانی کی تو اللہ نے انھیں ایک آگ کے ذریعے ہلاک کر دیا تھا جو آسمان سے آئی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام کی چیخ کا یہ اثر ہوا کہ وہ تمام لوگ اپنے گھروں ہی میں مر گئے اور اس طرح ختم ہو گئے جیسے وہاں کبھی وہ لوگ آباد تھے ہی نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر ہمیشہ کے لیے ہلاکت و بربادی مسلط کر دی جس طرح قوم ثمود پر اس سے پہلے مسلط کر دی تھی۔ اس لیے کہ ان کے علاقے ایک دوسرے کے قریب تھے۔ کفر و سرکشی اور ڈاکا زنی میں بھی ایک جیسے تھے اور دونوں ہی قومیں دیہات میں رہتی تھیں۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ مَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف۔ تو انھوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا حکم ہرگز کسی طرح درست نہ تھا۔ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا، پس انھیں پینے کے لیے آگ پر لے آئے گا اور وہ پینے کی بری جگہ ہے، جس پر پینے کے لیے آیا جائے۔ اور ان کے پیچھے اس (دنیا) میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ برا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے۔“

ان آیات میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بہت ہی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ”آیات“ سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں اور ”سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ“ سے مراد عصائے موسوی ہے، جو اگرچہ نو نشانیوں میں شامل ہے، لیکن چونکہ اس کی ایک خاص حیثیت تھی اس لیے اس کا ذکر مستقل طور پر کیا گیا ہے۔ فرعون کے ساتھ سرداران قوم کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ عوام اپنے تمام امور میں انھی سرداروں کی پیروی کرتے تھے اور سردار اپنے کفر و عناد میں فرعون کی پیروی کرتے تھے، جس کا ہر معاملہ ضلالت و گمراہی لیے ہوئے تھا۔ قیامت کے دن فرعون جہنم کی طرف جاتے ہوئے اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا، جس طرح دنیا میں ضلالت و گمراہی کی راہوں پر چلنے میں ان کے پیش پیش رہتا تھا، یہاں تک کہ ان سب کو جہنم میں پہنچا دے گا۔ آیت میں فرعون کو اس پہلے جانور سے تشبیہ دی گئی ہے جو تالاب سے پانی پینے کے لیے جاتے وقت سب جانوروں سے آگے ہوتا ہے اور اس کے پیروکاروں کو پیچھے آنے والے باقی جانوروں سے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

جہنم کی آگ کو تالاب کے پانی سے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ جہنم کی آگ بڑا ہی برا گھاٹ ہوگا جہاں وہ لوگ پہنچیں گے، اس لیے کہ پانی سے پیاس بجھتی ہے، کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور آگ تو سینہ کو جلا دیتی ہے اور انتڑیوں اور جگر کو کاٹ کر باہر نکال دیتی ہے۔ العیاذ باللہ !

جہنم جیسے بدترین ٹھکانے کا حال بیان کرنے کے بعد بدقسمت فرعونیوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی لعنت ان پر اس دنیا میں تو بھیج ہی دی گئی تھی، آخرت میں بھی ان پر لعنت برسے گی، یعنی وہ جہاں بھی ہوں گے اللہ کی رحمت سے دور ہوں گے۔ " رِفْدٌ " انعام اور عطیے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں لعنت کو رفد کہا گیا ہے، جس سے فرعونیوں کی غایت درجہ کی اہانت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ "مَرْفُوْدٌ " سے مراد وہ انعام ہے جو کسی کو دیا جائے۔ یہ "الرِّفْدُ" کی تاکید ہے۔

وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ : یعنی فرعون کے کسی حکم میں رشد و بھلائی اور ہدایت نہ تھی بلکہ وہ جہالت، ضلالت، کفر اور سرکشی پر مبنی تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى فَحَشَرَ فَنَادٰى فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾ [النازعات : ۲۱ تا ۲٦] "تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی۔ پھر واپس پلٹا، دوڑ بھاگ کرتا تھا۔ پھر اس نے اکٹھا کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا میں تمھارا سب سے اونچا رب ہوں۔ تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔"

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴾ [القصص : ٤١، ٤٢] "اور ہم نے انھیں ایسے پیشوا بنایا جو آگ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ دور دفع کیے گئے لوگوں سے ہوں گے۔"

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بعض لوگوں کو آگ ٹخنوں تک جلائے گی، بعض لوگوں کو کمر تک جلائے گی اور بعض لوگوں کو گردن تک جلائے گی۔" [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸٤٥]

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

"یہ ان بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم تجھے بیان کرتے ہیں، ان میں سے کچھ کھڑی ہیں اور کچھ کٹ چکی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے سات انبیائے کرام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم یہ واقعات اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ آپ کفار مکہ کو سنا دیں، شاید کہ وہ ان کے انجام سے عبرت پکڑیں۔ ان بستیوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں سے بعض تو اب بھی موجود ہیں جن کے آثار و کھنڈرات نشانِ عبرت ہیں اور بعض بالکل ہی صفحۂ ہستی سے معدوم ہو گئیں اور ان کا وجود صرف تاریخ کے صفحات پر باقی رہ گیا ہے۔ ”قَآئِمٌ“ سے مراد وہ بستیاں، جو اپنی چھتوں پر قائم ہیں اور ”حَصِيْدٌ“ بمعنی ”محصود“ سے مراد وہ بستیاں جو کٹی ہوئی کھیتیوں کی طرح نابود ہو گئیں۔

وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

”اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، پھر ان کے وہ معبود ان کے کچھ کام نہ آئے جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے، جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور انھوں نے ہلاک کرنے کے سوا انھیں کچھ زیادہ نہ دیا۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو عذاب اور ہلاکت سے دوچار کر کے ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا؟ بلکہ کفر و معاصی کا ارتکاب کر کے انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر جو قابل غور بات ہے وہ یہ ہے کہ انھی معبودوں کی وجہ سے تو پیروکاروں پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ جبکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ انھیں نقصان سے بچائیں گے اور فائدہ پہنچائیں گے، لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو واضح ہو گیا کہ ان کا یہ عقیدہ فاسد تھا اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ؀ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٤، ٥] ”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔ پھر ان کی پکار، جب ان پر ہمارا عذاب آیا، اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔“

فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [فاطر : ٢]
”جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾

”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

یعنی اللہ ظالم لوگوں کو مہلت دیے جاتا ہے اور مہلت سے مقصود تنبیہ بھی ہوتی ہے اور اتمام حجت بھی۔ لیکن جس قوم پر اتمام حجت ہو چکے اور تنبیہات بھی سود مند ثابت نہ ہوں اور ان لوگوں میں خیر اور بھلائی کو قبول کرنے کی استعداد ہی باقی نہ رہے تو پھر اس وقت ان پر ایسا قہر الٰہی نازل ہوتا ہے جو ان کے لیے سخت تکلیف دہ بھی ہوتا ہے اور جان لیوا بھی اور اس عذاب سے بعض اوقات اس قوم کا نام و نشان ہی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴾ [البروج : ۱۲] ”بے شک تیرے رب کی پکڑ یقیناً بہت سخت ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے، مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔“ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ١ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ ”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٨٣]

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ١ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ١ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ۱۰۳

”بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔“

یعنی جو واقعات اقوام و امم اور ان کا دردناک انجام اس سورت میں بیان کیا گیا ہے، ان میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے جو عذاب آخرت سے ڈرتے ہیں، کیونکہ ان سے فائدہ وہی اٹھائیں گے اور وہ دن ایسا ہوگا جب تمام بنی نوع انسان میدان محشر میں جمع کیے جائیں گے اور حساب کتاب کے بعد اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا یا سزا دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾ [النازعات: ٢٦] ”بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔“

وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ۱۰۴ؕ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ١ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ۱۰۵

”اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے، مگر ایک گنے ہوئے وقت کے لیے۔ جس دن وہ (وقت) آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا بات نہیں کرے گا، پھر ان میں سے کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی خوش قسمت۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

یعنی قیامت کے دن میں تاخیر کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک وقت معین کیا ہوا ہے، جب وہ وقت مقرر آ جائے گا، تو ایک لمحے کی تاخیر نہیں ہوگی۔

لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ : یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ سے کسی طرح کی بات کرنے یا شفاعت کرنے کی ہمت نہیں ہوگی، الا یہ کہ وہ اجازت دے دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴾ [النبا : ۳۸] ''وہ کلام نہیں کریں گے، مگر وہی جسے رحمان اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس دن انبیاء کے علاوہ کسی کو گفتگو کی ہمت نہیں ہو گی اور انبیاء کی زبان پر بھی اس دن صرف یہی ہو گا کہ یا اللہ! ہمیں بچا لے، ہمیں بچا لے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة ﴾ : ۷۴۳۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۲]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾

''تو وہ جو بد بخت ہوئے سو وہ آگ میں ہوں گے، ان کے لیے اس میں گدھے کی طرح آواز کھینچنا اور نکالنا ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ بے شک تیرا رب کر گزرنے والا ہے جو چاہتا ہے۔''

قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے بد بخت ہوں گے، جن کا ٹھکانا جہنم ہو گا اور کرب و غم کے مارے ان کے سینوں سے آہیں اٹھ رہی ہوں گی۔ وہاں ہمیشہ کے لیے رہیں گے، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو محض اپنے فضل و کرم سے اس میں نہ ڈالے، یا یہ کہ نافرمان اہل توحید کو ایک مدت کے بعد جہنم سے نکال دے۔ ایسی صورت میں '' **فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا** '' کی عبارت کافروں اور مسلمان گناہ گاروں سب کو شامل ہو گی اور یہ بات تو متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ اہل توحید جہنم سے بالآخر نکال دیے جائیں گے۔

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو پختگی کے ساتھ مانگے، یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے دے دے، اس لیے کہ اللہ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب ليعزم المسئلة فإنه لا مكره له : ۶۳۳۸۔ مسلم، كتاب الذكر، باب العزم بالدعاء ولا يقل إن شئت : ۲۶۷۸]

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ١٠٨

”اور رہ گئے وہ جو خوش قسمت بنائے گئے تو وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ ایسا عطیہ جو قطع کیا جانے والا نہیں۔“

اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ : یہ استثنا بھی گناہ گار اہل ایمان کے لیے ہے، یعنی دیگر جنتیوں کی طرح یہ گناہ گار مومن ہمیشہ سے جنت میں نہیں رہے ہوں گے، بلکہ ابتدا میں ان کا کچھ عرصہ جہنم میں گزرے گا اور پھر انبیاء اور اہل ایمان کی سفارش سے ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا، پھر اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک پکارنے والا پکار لگائے گا کہ اے جنت والو! (اب) موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والو! (اب) موت نہیں آئے گی۔ اس اعلان سے جنت والوں کی خوشی میں اضافہ ہو جائے گا اور دوزخ والوں کا غم بڑھ جائے گا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة : ٦٥٤٨۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون...... الخ : ٢٨٥٠/٤٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو جنت میں چلا جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا، پھر اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اس کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے اور اس کا شباب کبھی بنا نہیں ہوگا۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٦]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان کھڑا ہو کر یہ اعلان کرے گا کہ اے اہل دوزخ! اب کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل جنت! اب کبھی موت نہیں آئے گی، بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہوگا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب : ٦٥٤٤]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک منادی ندا دے گا، اے اہل جنت! تمھارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے، زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، راحت میں رہو گے کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔“ یہی مطلب ہے اللہ عزوجل کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٣] ”اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٧]

www.sirat-e-mustaqeem.com

عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ : اس کے معنی ہیں ''غَیۡرَ مَقۡطُوۡعٍ '' یعنی نہ ختم ہونے والی عطا۔ اس جملے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جن گناہ گاروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا ان کا یہ دخول عارضی نہیں، ہمیشہ کے لیے ہوگا اور تمام جنتی ہمیشہ اللہ کی عطا اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے، اس میں کبھی انقطاع نہیں ہوگا۔

فَلَا تَكُ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّمَّا یَعۡبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا كَمَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوۡهُمۡ نَصِیۡبَهُمۡ غَیۡرَ مَنۡقُوۡصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع

''پس تو اس کے بارے میں جس کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں، کسی شک میں نہ رہ، یہ لوگ عبادت نہیں کرتے مگر جیسے ان سے پہلے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور بے شک ہم یقیناً انھیں ان کا حصہ پورا پورا دینے والے ہیں، جس میں کوئی کمی نہ کی گئی ہوگی۔''

آیت میں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے، لیکن مقصود دوسرے لوگ ہیں، جن کے دل و دماغ میں بتوں اور اللہ کے علاوہ دیگر معبودوں کے جھوٹے ہونے میں کسی قسم کا شک ہو، اس لیے کہ آپ ﷺ اس قسم کے شک سے قطعی طور پر پاک تھے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کفار کے معبودوں کے باطل ہونے میں بالکل شبہ نہ کریں۔ ان کے معبود بھی ان کے باپ دادا کے معبودوں کے مانند جھوٹے اور باطل ہیں، ہم ان کے باپ دادا کی طرح انھیں بھی عذاب دیں گے اور اس میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡكِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِیۡهِ ؕ وَ لَوۡ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ ؕ وَ اِنَّهُمۡ لَفِیۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِیۡبٍ ﴿۱۱۰﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پھر اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہو چکی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک یہ لوگ یقیناً اس کے بارے میں ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو تورات دی تھی تو لوگ اس کے بارے میں دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ کچھ لوگ اس پر ایمان لائے اور کچھ لوگوں نے اس کا انکار کر دیا، اسی طرح کچھ لوگوں نے اس میں موجود احکام پر عمل کیا اور کچھ لوگوں نے عمل نہیں کیا۔ تو اے میرے نبی (ﷺ)! قرآن کریم کے سلسلے میں بھی کفار کا رویہ دیکھ کر آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ اگر پہلے سے اللہ کا فیصلہ نہ ہوتا کہ قیامت کے دن تک کے لیے عذاب کو ان سے مؤخر کر دیا جائے، تو فوراً ہی ان کا فیصلہ کر دیا جاتا، حقیقت یہ ہے کہ کفار قرآن کریم کے بارے میں بہت ہی گہرے شک میں مبتلا ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۰۵] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قراءت کے علاوہ دوسری قراءت میں پڑھتے ہوئے سن چکا تھا تو میں اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دونوں درست ہو، اختلاف نہ کیا کرو کہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا، سو وہ ہلاک ہو گئے۔'' [بخاری، کتاب الخصومات، باب ما یذکر فی الاشخاص ...... الخ : ۲۴۱۰]

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

''اور بے شک ان سب کو جب (وقت آئے گا) تو تیرا رب انھیں ان کے اعمال یقیناً پورے پورے دے گا، بے شک وہ اس سے جو وہ کر رہے ہیں، پوری طرح باخبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اگلی اور پچھلی تمام امتوں کو جمع کرے گا۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھا بدلہ دے گا اور اگر برا عمل ہوگا تو برا بدلہ دے گا، ان کا کوئی عمل بھی اللہ سے مخفی نہیں ہے، چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، اچھا ہو یا برا۔ آیت کے اس حصہ میں نیک عمل کرنے والوں کے لیے جنت کا وعدہ اور برا عمل کرنے والوں کے لیے جہنم کی دھمکی ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

''پس تو ثابت قدم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنھوں نے تیرے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ جو کچھ تم کرتے ہو، اسے خوب دیکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو ایک تو استقامت کی تلقین کی جا رہی ہے، جو دشمن کے مقابلے میں ایک بہت بڑا ہتھیار ہے، دوسرے ''طُغْيَانٌ'' یعنی بَغْيٌ (حد سے بڑھ جانے) سے روکا گیا ہے، جو اہل ایمان کی اخلاقی قوت اور رفعت کردار کے لیے بہت ضروری ہے، حتیٰ کہ تجاوز دشمن کے ساتھ معاملہ کرتے وقت بھی جائز نہیں ہے۔ ''وَلَا تَطْغَوْا'' سے مراد ظلم و زیادتی، اللہ نے جو حدود مقرر کیے ہیں ان سے تجاوز کرنا، عبادتوں میں غلو کرنا اور گناہوں کا ارتکاب ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۰] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔“

سیدنا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اے اللہ کے رسول ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتلائیں کہ مجھے آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے؟ آپ نے فرمایا: ”کہہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر استقامت اختیار کر۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب جامع أوصاف الإسلام : ۳۸]

سیدنا عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قریش کے لوگ میرے باپ ابو طالب کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا، تیرے بھائی کے بیٹے نے ہماری مجلسوں اور کعبہ میں ہمارا جینا حرام کر دیا ہے، لہٰذا وہ ہمیں جو دعوت دیتا ہے اسے اس سے روک لو۔ ابو طالب نے اپنے بیٹے (یعنی مجھ) سے کہا، اے عقیل! جاؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر لاؤ۔ اب میں وہاں سے نکلا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سخت گرمی میں ظہر کے وقت لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے آئے تو ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا، اے میرے بھتیجے! تیرے ان چچا زاد بھائیوں کا خیال ہے کہ آپ انھیں ان کی مجلسوں اور ان کی عبادت گاہوں میں تکلیف پہنچاتے ہیں، لہٰذا آپ اس کام سے رک جائیں۔ اس پر اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور فرمایا: ”اس سورج کو دیکھ رہے ہو؟“ قریش نے کہا، ہاں! تب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دیا: ”میں تمھیں یہ دعوت دینے سے رک جاؤں، اس کا تو مجھے اختیار ہی نہیں، خواہ تم میرے لیے سورج کا ایک شعلہ روشن کر دو۔“ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دوٹوک اعلان پر ابو طالب قریش مکہ سے کہنے لگے، ہم اپنے بھتیجے کو نہیں چھوڑیں گے، لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ [مسند أبي يعلى : ۳۹/۶، ح : ۶۷۷۱۔ طبراني كبير : ۱۷۴/۱۷، ح : ۵۱۱۔ طبراني أوسط : ۲۵۲/۸، ۲۵۳، ح : ۸۵۵۳]

وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

”اور ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہونا جنھوں نے ظلم کیا، ورنہ تمھیں آگ آ لپٹے گی اور تمھارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست نہیں ہوں گے، پھر تمھیں مدد نہ دی جائے گی۔“

اس کا مطلب ہے کہ ظالموں کے ساتھ نرمی اور مداہنت کرتے ہوئے ان سے مدد حاصل مت کرو۔ اس سے ان کو یہ تاثر ملے گا کہ گویا تم ان کی دوسری باتوں کو بھی پسند کرتے ہو۔ اس طرح یہ تمھارا ایک بڑا جرم بن جائے گا جو تمھیں بھی ان کے ساتھ نار جہنم کا مستحق بنا سکتا ہے۔ اس سے ظالم حکمرانوں کے ساتھ ربط و تعلق کی بھی ممانعت نکلتی ہے، الا یہ کہ مصلحت عامہ یا دینی منافع متقاضی ہوں۔ ایسی صورت میں دل سے نفرت رکھتے ہوئے ان سے ربط و تعلق کی اجازت ہو

www.sirat-e-mustaqeem.com

گی ، جیسا کہ بعض احادیث سے واضح ہے۔

وَلَا تَرۡكَنُوۡۤا اِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا : اس آیت میں ظلم کرنے والوں سے مراد مشرک اور غیر مشرک سبھی ہیں، گویا کہ آیت کا مفہوم عام ہے اور مشرک اور غیر مشرک سب کو شامل ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر یہ آیت بہت گراں گزری، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! ہم میں سے کون ہے جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے جیسا کہ تم خیال کر بیٹھے ہو، بلکہ یہاں ظلم سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا : ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب صدق الإيمان و إخلاصه : ۱۲٤]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے اسے تمھارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہیں اور بخیلی سے بچو، کیونکہ بخیلی ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، انھیں اس بات پر ابھارا کہ وہ لوگوں کا خون بہائیں اور ان کی محارم کو حلال بنالیں۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۸]

وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـئًا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴾ [البقرة : ٤٨] ”اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾

”اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ دن کے شروع اور آخر میں اور رات کے آخری پہر میں نماز پڑھا کریں۔ ممکن ہے یہ آیت پنجگانہ نمازوں سے پہلے نازل ہوئی ہو، جب طلوع شمس اور غروب شمس سے قبل صرف دو نمازیں واجب تھیں اور قیام اللیل آپ ﷺ اور تمام مسلمانوں پر واجب تھا، اس کے بعد عام مسلمانوں سے قیام اللیل کا وجوب ساقط ہو گیا اور آپ ﷺ کے لیے اس کا وجوب باقی رہا۔ (واللہ اعلم) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں اور نیکیوں میں نماز کا درجہ بہت ہی اونچا ہے، اس لیے کہ یہ یقیناً برائیوں کو مٹا دیتی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! مدینہ کے ایک کنارے پر مجھے ایک عورت ملی، میں اس سے لطف اندوز ہوا، میں نے اس سے سب کچھ کیا سوائے جماع کے، تو اب میں حاضر ہوں، میرے معاملہ میں آپ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں (گویا وہ ان کاموں کا کفارہ دریافت کر رہا تھا)۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، اللہ نے تیری عیب پوشی کی، کاش! تو خود بھی اپنی عیب پوشی کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ شخص کھڑا ہوا اور چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے پیچھے ایک آدمی کو بھیجا، وہ اسے بلا کر لایا اور آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر اسے سنائی: ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ ”اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔“ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم صرف اس کے لیے خاص ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ میری امت میں سے ہر اس شخص کے لیے ہے، جو ایسا کر بیٹھے۔“ [مسلم، كتاب التوبة، باب قوله تعالى : ﴿ إن الحسنات يذهبن السيئات ﴾ : ٢٧٦٣/٤٢۔ بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و أقم الصلوة طرفي النهار ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٧]

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور (اس وقت تک رہتا ہے) جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے، یعنی عصر کے وقت تک اور نماز عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور نماز مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غائب نہ ہو جائے اور نماز عشاء کا وقت ٹھیک آدھی رات تک ہے اور نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر اس وقت تک ہے جب تک آفتاب طلوع نہ ہو جائے۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٢/١٧٣]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر پڑھاتے اور عورتیں (مسجد سے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر) اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔ [بخاري، كتاب الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم : ٨٦٧۔ مسلم ، كتاب المساجد ، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها : ٦٤٥]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی نماز یہ ہے کہ وہ بیٹھا آفتاب (کے زرد ہونے) کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے اور چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ کو نہیں یاد کرتا مگر تھوڑا۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر : ٦٢٢]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات نماز عشاء کے لیے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے، جب تہائی رات گزر گئی تو تب آپ تشریف لائے اور فرمایا: ”بے شک تم نماز کا انتظار کر رہے ہو کہ جس کا انتظار تمھارے علاوہ دوسرے ادیان والوں نے نہیں کیا۔ اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں اس وقت عشاء کی نماز پڑھاتا۔“ پھر مؤذن نے تکبیر کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ [مسلم، كتاب المساجد، باب وقت العشاء و تأخيرها : ٦٣٩]

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ : سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کی آزمائش اس کی بیوی، اس کے مال، اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں ہوتی ہے۔ (اور اس آزمائش میں اگر ناکامی ہو جائے تو) اس کا کفارہ نماز کرتی ہے، روزہ کرتا ہے، صدقہ کرتا ہے، نیک بات کا حکم کرنا اور بری بات سے روکنا کرتا ہے۔“ [بخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الصلاة كفارة : ٥٢٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بتاؤ کہ اگر کسی کے دروازے کے سامنے کوئی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو تم کیا کہتے ہو کہ یہ (نہانا) اس کے میل کو باقی رہنے دے گا؟“ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! (اتنا نہانا تو) اس کے میل کو ذرا سا بھی باقی نہیں چھوڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“ [بخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة : ٥٢٨۔ مسلم، كتاب المساجد، باب المشي إلى الصلوة تمحى به الخطايا: ٦٦٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پانچوں نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، یہ اعمال درمیانی گناہوں کو مٹا دیتے ہیں، بشرطیکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔“ [مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ...... الخ : ٢٣٣/١٦]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس مسلمان کو فرض نماز کا وقت پالے اور وہ اچھی طرح وضو کر کے نماز کو خشوع کے ساتھ پڑھے اور اس کے رکوع (و سجود) اچھی طرح ادا کرے تو یہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، جب تک کہ وہ کبائر کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ ہر زمانے میں جاری رہتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه : ٢٢٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

دھوتا ہے تو اس نے آنکھوں سے گناہ کی جن چیزوں کی طرف دیکھا ہوتا ہے وہ گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ چہرے سے خارج ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو جو گناہ اس کے ہاتھوں نے کیے تھے وہ بھی پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ پیر دھوتا ہے تو جن گناہوں کی طرف وہ پیروں سے چل کر گیا تھا، وہ گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ سب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء : ٢٤٤]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھ سے حد واجب کر دینے والا گناہ ہو گیا ہے، تو آپ مجھ پر حد قائم کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اس شخص نے دوبارہ عرض کی، یا رسول اللہ! مجھ سے حد واجب کر دینے والا گناہ ہو گیا ہے، آپ مجھ پر حد نافذ فرما دیجیے۔ آپ پھر خاموش رہے۔ اس نے اپنی بات کو تیسری مرتبہ دہرایا اور اتنے میں نماز کے لیے اقامت ہو گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کے پیچھے چلا۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا، تاکہ معلوم کروں کہ آپ اسے کیا جواب دیتے ہیں۔ غرض یہ کہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر ملا اور عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ! مجھ سے واجب الحد گناہ ہو گیا ہے، آپ مجھ پر حد نافذ فرما دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''جس وقت تم اپنے گھر سے نکلے تو کیا تم نے اچھی طرح وضو نہیں کیا تھا؟'' اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جی ہاں! کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تم ہمارے ساتھ نماز میں بھی موجود تھے؟'' اس شخص نے عرض کی، جی ہاں یا رسول اللہ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''تو اللہ تعالیٰ نے تمھاری حد یا (فرمایا) تمھارا گناہ معاف فرما دیا۔'' [مسلم، كتاب التوبة، باب قوله تعالى : ﴿ إن الحسنات يذهبن السيئات ﴾ : ٢٧٦٥]

وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

''اور صبر کر کہ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام مشقتوں پر صبر کی بالعموم تلقین کی گئی ہے جو دعوت و تبلیغ کی راہ میں پیش آئیں اور بالخصوص ان مشقتوں پر جو نمازوں کی پابندی اور محدود اوقات میں ان کی ادائیگی کے لیے اٹھانا پڑیں۔

الْمُحْسِنِيْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہاں آپ کے سامنے ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے (دیگر سوالوں کے علاوہ یہ بھی) پوچھا: ''احسان کیا چیز ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت (اس خشوع و خضوع اور خلوص سے) کرو، گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نصیب نہ ہو کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمھیں دیکھتا ہے۔'' [بخاري،

www.sirat-e-mustaqeem.com

کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان والإسلام والإحسان و علم الساعۃ : ٥٠]

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

''پھر ان امتوں میں سے جو تم سے پہلے تھیں، کچھ بچی کھچی بھلائی والے لوگ کیوں نہ ہوئے، جو زمین میں فساد سے منع کرتے، سوائے تھوڑے سے لوگوں کے جنھیں ہم نے ان میں سے نجات دی اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، وہ ان چیزوں کے پیچھے پڑ گئے جن میں انھیں عیش و آرام دیا گیا تھا اور وہ مجرم تھے۔''

یعنی جب تک کسی قوم کے اصحاب عقل و خرد نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکنے والے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ عام لوگوں کے شرک کی وجہ سے اس قوم کو ہلاک نہیں کرتے۔ اس لیے کہ کسی قوم میں تمام برائیوں کی جڑ یہ ہے کہ اس کے اصحابِ عقل و خرد لوگوں کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بند کر دیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰٤] ''اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو عنقریب اللہ ان سب کو عذاب میں شریک کرے گا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب فی الأمر والنھی : ٤٣٣٨]

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

''اور تیرا رب ایسا نہ تھا کہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کر دے، اس حال میں کہ اس کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں۔''

یعنی ایسی صورت میں کبھی عذاب نہیں آتا کہ اس قوم میں اہل خیر موجود ہوں اور وہ اصلاح کی کوشش میں بھی لگے ہوں، خواہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے مجرم بھی اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں۔ عذاب تو صرف اس وقت آتا ہے جب سر تا پا برائی پھیل جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر خواہ مخواہ لوگوں کو عذاب نہیں دینا چاہتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ [الفجر : ٦ تا ١٤] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا۔ (وہ عاد) جو ارم (قبیلہ کے لوگ) تھے، ستونوں والے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ اور ثمود کے ساتھ (کس طرح کیا) جنھوں نے وادی میں چٹانوں کو تراشا۔ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا)۔ وہ لوگ جو شہروں میں حد سے بڑھ گئے۔ پس انھوں نے ان میں بہت زیادہ فساد پھیلا دیا۔ تو تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ بے شک تیرا رب یقیناً گھات میں ہے۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٧٧]

سیدنا مرداس الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نیک لوگ یکے بعد دیگرے گزر جائیں گے، پھر ان کے بعد جو کے بھوسے یا کھجور کے کچرے کی طرح کے کچھ لوگ باقی رہ جائیں گے، تو اللہ ان کی کچھ بھی پروا نہیں کرے گا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب ذهاب الصالحين : ٦٤٣٤]

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝۱۱۸ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۱۹

”اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا اور تیرے رب کی بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اس بات پر کامل قدرت رکھتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو کفر یا ایمان کی صرف ایک راہ پر اکٹھا کر دے، سب کو کفر پر جمع کر دے یا سب کو اسلام پر جمع کر دے، لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا۔ اس لیے ایسا نہیں ہوا اور لوگ ہمیشہ ہی آپس میں عقیدہ و دین کے بارے میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ کوئی یہودی ہو گا تو کوئی نصرانی، کوئی مجوسی و مشرک ہو گا تو کوئی مسلمان، یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ البتہ ان میں سے جن کے حال پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا، وہ اپنے عہد کے نبی کے صحیح دین پر قائم رہے اور نسل در نسل اسی پر عمل پیرا رہے۔ یہاں تک کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا آخری دین لے کر دنیا میں تشریف لائے تو انھوں نے ان کی پیروی کی، ان پر ایمان لے آئے اور ان کا ساتھ دیا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت کی سعادتوں سے نوازا۔ اس

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ عقائد و ادیان کے اختلاف کے نتیجہ میں ان کی ایک جماعت جنت میں جائے اور ایک جہنم میں۔ اس لیے کہ اللہ کا یہ فیصلہ قطعی ہے کہ وہ نافرمان جنوں اور انسانوں کے ذریعے جہنم کو ضرور بھرے گا۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ وَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [يٰسٓ : ۷ تا ۱۱] ”بے شک ان کے اکثر پر بات ثابت ہو چکی، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اوپر کو اٹھا دیے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے سے ایک دیوار کر دی اور ان کے پیچھے سے ایک دیوار، پھر ہم نے انھیں ڈھانپ دیا تو وہ نہیں دیکھتے۔ اور ان پر برابر ہے، خواہ تو انھیں ڈرائے یا انھیں نہ ڈرائے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرة : ٦] ”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔“

وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] ”اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٦٥] ”کہہ دے وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیج دے یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے یا تمھیں مختلف گروہ بنا کر گتھم گتھا کر دے اور تمھارے بعض کو بعض کی لڑائی (کا مزہ) چکھائے، دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٨] ”اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس

www.sirat-e-mustaqeem.com

حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اختلاف نہ کرو، اس لیے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے انھوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔“ [بخاری، کتاب الخصومات، باب ما یذکر فی الإشخاص …… الخ : ۲٤۱۰]

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ”یقیناً تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور بے شک یہ امت عنقریب تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹے گی۔ سنو! بہتر (۷۲) دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی، اور یہی الجماعۃ ہوگا۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ : ٤٥٩٧۔ مسند أحمد : ۱۰۲/٤، ح : ۱٦۹٤۰۔ مستدرك حاکم : ۱۲۸/۱، ح : ٤٤۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہودی اکہتر (۷۱) یا بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹے اور اسی طرح نصاریٰ اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹے گی۔“ [ترمذی، کتاب الإیمان، باب افتراق ہذہ الأمۃ : ۲٦٤۰۔ أبو داوٗد، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ : ٤٥۹٦]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سے پہلے جو لوگ تھے، وہ کتاب میں اختلاف کرنے کے باعث ہی ہلاک ہوئے۔“ [مسلم، کتاب العلم، باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن …… الخ : ۲٦٦٦]

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ : یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں علم و حکمت اور قضا و قدر کے مطابق یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جنت کا مستحق کون ہے اور جہنم کا مستحق کون؟ اور وہ جہنم کو بھی جنوں اور انسانوں سے ضرور بھرے گا اور اس میں بھی اس کی حجت بالغہ اور حکمت کاملہ کارفرما ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الحجر : ٤۲، ٤۳] ”بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸] ”فرمایا اس سے نکل جا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، بے شک

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور ہی جہنم کو تم سب سے بھروں گا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت اور دوزخ کی آپس میں گفتگو ہوئی، جہنم نے کہا، میں تکبر اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ جنت نے کہا، مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر صرف کمزور اور کم رتبہ لوگ ہی داخل ہوں گے۔ اس پر اللہ عزوجل نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے سے رحم کروں گا اور جہنم سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا تیرے ذریعے سے عذاب دوں گا اور تم دونوں کو بھر دیا جائے گا۔ دوزخ تو اس وقت تک نہیں بھرے گی، جب تک اللہ رب العزت اپنا قدم اس پر نہیں رکھے گا، تو اس وقت وہ بولے گی کہ بس بس بس! اس وقت دوزخ بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ بعض حصے پر چڑھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جنت (کو بھرنے) کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ وتقول هل من مزيد ﴾ : ٤٨٤٩، ٤٨٥٠۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون...... الخ : ٢٨٤٦/٣٥]

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

”اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے ہر وہ چیز تجھ سے بیان کرتے ہیں جس کے ساتھ ہم تیرے دل کو ثابت رکھتے ہیں اور تیرے پاس ان میں حق اور مومنوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی آئی ہے۔“

گزشتہ انبیائے کرام اور ان کی قوموں کے حالات بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت افزائی کی جائے اور انھیں بتایا جائے کہ کفار مکہ آپ کے ساتھ جیسا برتاؤ کر رہے ہیں اس پر آپ دل برداشتہ نہ ہوں۔ گزشتہ امتوں نے بھی اپنے انبیاء کے ساتھ ایسا ہی کچھ کیا، لیکن بالآخر اللہ نے اپنے رسول کی مدد کی اور ان کو کافروں پر غالب بنایا تو آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا، کفار مکہ کو منہ کی کھانا پڑے گی اور آپ کو اللہ معزز و مکرم بنائے گا اور دین اسلام غالب ہو کر رہے گا۔

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴾ [آل عمران : ١٨٤] ”پھر اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک کئی رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے، جو واضح دلیلیں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٤٤]

www.sirat-e-mustaqeem.com

''پھر ہم نے اپنے رسول پے درپے بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انھوں نے اسے جھٹلا دیا، تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور انھیں کہانیاں بنا دیا۔ سو دوری ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے۔''

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾

''اور ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے، کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو، یقیناً ہم (بھی) عمل کرنے والے ہیں۔ اور انتظار کرو، یقیناً ہم (بھی) انتظار کرنے والے ہیں۔''

ان آیات میں مشرکین مکہ کو سخت دھمکی دی جا رہی ہے کہ اگر تم دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتے اور اپنے کفر پر تمھیں اصرار ہے تو ٹھیک ہے، پھر تم اپنی جگہ جو چاہو کیے جاؤ، ہم بھی اپنی جگہ اسلام پر کاربند رہتے ہیں۔ تم بھی اپنے انجام بد کا انتظار کر لو، ہم بھی اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کا انتظار کر لیتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کیے ہوئے تمام وعدوں کو پورا فرما دیا، آپ کو اپنی تائید و نصرت سے نوازا، اپنے کلمے کو سر بلند کیا، کافروں کی بات کو پست کر دیا اور اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾ ع

''اور اللہ ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور سب کے سب کام اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ سو اس کی عبادت کر اور اس پر بھروسا کر اور تیرا رب اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔''

اس آیت کریمہ میں بھی نبی کریم ﷺ کو تسلی اور کفار مکہ کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے، اس لیے اے میرے نبی! آپ اللہ پر بھروسا کیجیے اور اس کی عبادت میں لگے رہیے اور کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے، اللہ ان کے تمام کرتوتوں کو دیکھ رہا ہے اور ان کی انھیں سزا دے کر رہے گا۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ : ارشاد فرمایا: ﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۞ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [السجدۃ: ٥، ٦] ''وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔ وہی غائب اور حاضر کو جاننے والا، سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورۃ یوسف مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے۔ اسے سورۂ ہود کا تتمہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ سورۂ ہود میں مذکور سات انبیائے کرام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان کیے جانے کے بعد اس سورت میں یوسف علیہ السلام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مرکزی مضامین تقریباً وہی ہیں جو مکی سورتوں کا خاصہ ہیں، یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دینا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت افزائی کرنا اور انھیں تسلی دینا کہ انبیائے کرام ہمیشہ ہی آزمائشوں سے گزر کر اپنی دعوت میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے رہے ہیں اور یہ کہ جس طرح یوسف علیہ السلام قید و بند اور عزت و ناموس میں شدید آزمائشوں سے گزرنے کے بعد غریب الدیار ہونے کے باوجود بالآخر مصر کی حکومت کے مالک بن بیٹھے اور ان کے بھائیوں کو انھی کی جناب میں پناہ لینا پڑی، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بالآخر کفار قریش پر غلبہ دے گا اور انھیں آپ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ فتح مکہ کے بعد کفارِ قریش آپ کے سامنے جمع کیے گئے تو آپ نے ان سے سوال کیا کہ تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو؟ میں تمھارے ساتھ کیسا برتاؤ کروں؟ انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے کریم النفس بھائی ہیں اور کریم النفس بھائی کے بیٹے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں آج تمھیں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی پابندی نہیں، جاؤ! تم سب آزاد ہو۔

الٓرٰ ۚ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۱﴾

’’الٓرٰ ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔‘‘

الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ : سے مراد قرآن کریم ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو حلال و حرام، شریعت کی حدود اور ان تمام امور کو بیان کرتی ہے جو بنی نوع انسان کو زندگی میں پیش آتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ الٓرٰ ۚ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴾ [الحجر : ۱] ’’الٓرٰ ۔ یہ کامل کتاب اور واضح قرآن کی آیات ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ [النور : ٦١] ’’اسی طرح اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھ جاؤ۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝٢

بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے، تا کہ تم سمجھو۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مبین یعنی قرآن کریم کو عربی زبان میں اس لیے نازل فرمایا کہ اس کے مخاطب اول عرب تھے۔ اگر کسی دوسری زبان میں نازل ہوا ہوتا تو حجت تمام نہ ہوتی اور عرب کہتے کہ یہ ہماری زبان میں نہیں ہے، اس لیے ہم اس کے مخاطب نہیں ہیں۔ پھر اس لیے بھی یہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا کہ یہ دنیا کی وہ فصیح ترین زبان ہے جو اپنے اندر گہرائی اور گیرائی لیے ہوئے ہے۔ اس کے دامن میں ان تمام افکار و معانی کے لیے وسعت ہے جو انسانی دل و دماغ میں پائے جا سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ﴾ [الشعراء : ۱۹۲، ۱۹۳] ”اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ ٱلْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِۦ قَوْمًا لُّدًّا﴾ [مریم : ۹۷] ”سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تا کہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔“

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ ٱلْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلْغَٰفِلِينَ ۝٣

”ہم تجھے سب سے اچھا بیان سناتے ہیں، اس واسطے سے کہ ہم نے تیری طرف یہ قرآن وحی کیا ہے اور بے شک تو اس سے پہلے یقیناً بے خبروں سے تھا۔“

قرآن کریم کی اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے جو واقعہ بیان کیا ہے اسے ”أَحْسَنَ ٱلْقَصَصِ“ اس لیے کہا ہے کہ اس کا انداز نہایت ہی بلیغ اور اس کا اسلوب غایت درجہ فصیح ہے اور اس مضمون میں جو خبریں بیان کی گئی ہیں وہ بالکل سچی ہیں اور جو نصیحتیں اور علم و حکمت کے موتی اس میں بکھرے پڑے ہیں وہ بڑے کام کے اور بڑے ہی قیمتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ اس واقعہ سے متعلق وحی نازل ہونے سے پہلے کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اسی عدم علم کو یہاں آپ کی عظمت شان کے پیش نظر ”غفلت“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ إِنِّى رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِى سَٰجِدِينَ ۝٤

”جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے،

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں نے انھیں دیکھا کہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں۔“

یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے اپنا خواب اس لیے بیان کیا کہ وہ ان کے کمال علم کے معتقد تھے اور ان کی شفقت پدری اپنے لیے عیاں پاتے تھے، تو انھیں اپنا سب سے زیادہ خیر خواہ سمجھتے ہوئے ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی اور شمس وقمر سے مراد ان کے ماں باپ ہیں۔ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا کہ اس خواب کے چالیس سال بعد جب اللہ تعالیٰ نے ملک مصر میں ان کے والدین اور بھائیوں کو جمع کیا تو یوسف علیہ السلام کی تعظیم میں سب نے ان کے سامنے سجدہ کیا، جو یعقوب علیہ السلام کے دین میں جائز تھا۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۵

”اس نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، ورنہ وہ تیرے لیے تدبیر کریں گے، کوئی بری تدبیر۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

یعقوب علیہ السلام نے خواب سے اندازہ لگا لیا کہ ان کا یہ بیٹا عظیم شان وشوکت کا حامل ہوگا، اس لیے انھیں اندیشہ ہوا کہ یہ خواب سن کر اس کے دوسرے بھائی بھی اس کی عظمت کا اندازہ کر کے کہیں اسے نقصان نہ پہنچائیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے یہ خواب بیان کرنے سے منع فرما دیا، کیونکہ شیطان انسان کا بڑا کھلا دشمن ہے، اس کی پوری کوشش ہوگی کہ ان کے بھائیوں کو ان کے خلاف اکسائے اور انھیں کسی ایسی بات پر آمادہ کرے جو یوسف علیہ السلام کے لیے نقصان دہ ہو۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا : یعقوب علیہ السلام نے اس لیے خواب بیان کرنے سے منع فرمایا تھا کہ کہیں حسد کی وجہ سے اس کے بھائی اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں اور یعقوب علیہ السلام کا یہ اندیشہ بعد میں صحیح ثابت ہوا، ورنہ اچھا خواب بیان کرنا منع نہیں ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خواب صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان فرمائے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسندیدہ اور ناپسندیدہ خوابوں سے متعلق احکام ومسائل بیان فرما دیے ہیں، سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے، وہ (گویا) پرندے کے پاؤں پر ہے، ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہو جائے تو پھر وہ واقع ہو جاتا ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الرؤیا : ۵۰۲۰۔ ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ما جاء فی تعبیر الرؤیا : ۲۲۷۸]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، سو وہ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بیان کر دینا چاہیے، لیکن اگر کوئی اس کے برعکس کوئی ایسا خواب دیکھتا ہے جو اسے ناپسند ہے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، سو وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے ایسے خواب کا ذکر نہ کرے، تو یہ خواب اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب التعبیر ، باب الرؤیا من اللہ : ٦٩٨٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ دو رکعتیں ادا کرے اور کسی کو خواب کے متعلق نہ بتائے تو یہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔‘‘ [مسند الحمیدی : ٤٨٤/٢، ح : ١١٤٥]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التعبیر ، باب الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ و أربعین جزءا من النبوۃ : ٦٩٨٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ’’نبوت میں سے صرف اب مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔‘‘ صحابہ نے پوچھا، مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’اچھے خواب۔‘‘ [بخاری، کتاب التعبیر ، باب المبشرات : ٦٩٩٠]

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [فاطر : ٦] ’’یقیناً شیطان تمھارا دشمن ہے، سو تم اسے دشمن جانو، یہ اپنی جماعت کو پکارتا ہے تا کہ انھیں اہل جہنم میں سے کر دے۔‘‘

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو (عالم میں فساد کرنے کے لیے) بھیجتا ہے اور از روئے مرتبہ اس کے زیادہ قریب وہ شیطان ہوتا ہے جو بڑا فساد بپا کرے۔ کوئی شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیے، تو شیطان کہتا ہے، تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کروا دی، تو شیطان اسے قریب کرتے ہوئے کہتا ہے، ہاں، تو نے بڑا کام کیا ہے۔‘‘ راویٔ حدیث اعمش کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ’’بلکہ وہ اسے سینے سے لگا لیتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین ، باب تحریش الشیطان ...... الخ : ٦٧/٢٨١٣]

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (6) ع ۱۱

’’اور اسی طرح تیرا رب تجھے چنے گا اور تجھے باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھ پر اور آل یعقوب پر پوری کرے گا، جیسے اس نے اس سے پہلے وہ تیرے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی۔ بے شک تیرا رب سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

یعنی تمھارے اس عظیم خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنا نبی بنائے گا اور تمھیں تمھارے عہد کے تمام لوگوں پر فوقیت دے گا، انھیں تمھارے لیے اس طرح مسخر کر دے گا جس طرح تم نے ستاروں اور شمس و قمر کو اپنے سامنے سجدہ کرتے دیکھا ہے اور تمھیں تعبیر رؤیا کا علم عطا فرمائے گا اور تمھیں بادشاہت کے ساتھ علم نبوت بھی دے گا اور ملک و نبوت کی نعمتیں تمھارے بھائیوں، تمھاری اولاد اور بعد میں آنے والی نسلوں کو بھی دے گا، جس طرح اس نے اس سے پہلے تمھارے دادا اسحاق اور پردادا ابراہیم علیہما السلام کو نبوت و رسالت اور دوسری بیش بہا نعمتوں سے نوازا تھا۔ اسحاق علیہ السلام کو نبوت دی اور یعقوب علیہ السلام جیسا بیٹا اور یوسف علیہ السلام جیسا پوتا عطا کیا اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور آگ سے نجات دی۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ : یعنی نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٥٤] ”تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾ [یوسف : ٢٢] ”اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے بڑا حکم اور بڑا علم عطا کیا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”معزز، معزز کے بیٹے، معزز کے پوتے اور معزز ہی کے پڑپوتے یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ﴿ أم كنتم شهداء إذ حضر يعقوب الموت ﴾ : ٣٣٨٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن دیا گیا تھا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی السموات و فرض الصلوات : ١٦٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ کو نصف حسن عطا کیا گیا تھا۔“ [مستدرك حاكم : ٥٧٠/٢، ح : ٤٠٨٢]

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تو بتا دیا ہے کہ (آپ پر) سلام کیسے بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: ”اس طرح کہا کرو: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) ”اے اللہ! درود بھیج محمد پر اور محمد کی آل پر، جس طرح تو نے درود بھیجا ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، یقیناً تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور محمد کی آل پر، جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، یقیناً تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ٣٣٧٠۔ مسلم، کتاب الصلوٰة، باب الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشهد : ٤٠٦]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو۔'' انھوں نے کہا، ہمارا مقصود یہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ یوسف علیہ السلام ہیں، جو خود نبی تھے، جن کے والد نبی تھے، جن کے دادا نبی تھے، جن کے پڑدادا نبی خلیل اللہ تھے۔'' انھوں نے کہا، ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟'' انھوں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''سنو! جاہلیت کے زمانے میں جو ممتاز اور شریف تھے، وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں، جب کہ انھوں نے دین میں سمجھ حاصل کر لی ہو۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿ أم كنتم شهداء إذ حضر يعقوب الموت ﴾ : ٣٣٧٤۔ مسلم ، كتاب الفضائل ، باب من فضائل يوسف : ٢٣٧٨]

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚ ﴿۸﴾

''بلاشبہ یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں سوال کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں تھیں۔ جب انھوں نے کہا یقیناً یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے ہاں ہم سے زیادہ پیارے ہیں، حالانکہ ہم ایک قوی جماعت ہیں۔ بے شک ہمارا باپ یقیناً کھلی غلطی میں ہے۔''

یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے اس قصہ کے بارے میں اہل مکہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کوئی خبر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دینے کے لیے قرآن میں یہ سورت نازل فرمائی اور آپ نے پھر اہل مکہ کے سامنے اس کی تلاوت کی تو وہاں کے لوگوں کو اس کا علم ہوا۔ برادرانِ یوسف نے آپس میں کہا کہ یوسف اور اس کا سگا بھائی بنیامین ہمارے باپ کی نگاہ میں ہم سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہماری تعداد زیادہ ہے، ہم زیادہ طاقتور ہیں اور باپ کی زیادہ خدمت کر سکتے ہیں، اس لیے ہم ان دو چھوٹے بچوں سے زیادہ محبت کے حق دار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے باپ کی رائے بالکل ہی غلط اور بعید از عقل ہے۔ لفظ ''ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ'' کا دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ ان حقائق کے باوجود ہمارا باپ ان دونوں کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ بھائیوں کو حسد کی وجہ سے یہ سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی کہ یوسف سے اس درجہ محبت کا سبب نجابت و سعادت مندی کے وہ آثار تھے جو ان میں نمایاں تھے اور وہ خواب تھا جو یوسف نے دیکھا تھا، جس کی خبر بھائیوں کو ہو گئی اور ان کی حسد کی آگ بھڑک اٹھی تو وہ ان کے خلاف سازش کرنے لگے۔ ان کا گمان تھا کہ جب وہ یوسف کو قتل کر دیں گے، یا کسی ایسی نامعلوم جگہ میں اسے ڈال دیں گے جس کا علم ان کے باپ کو نہیں ہو گا اور نہ یوسف وہاں سے خود واپس آ سکے گا تو ان کا باپ یوسف کے بجائے انھیں اپنی پوری محبت دینے لگے گا اور وہ لوگ بعد میں اپنے گناہ سے اللہ کے سامنے تائب ہو جائیں گے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صٰلِحِينَ ﴿۹﴾ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِينَ ﴿۱۰﴾

"یوسف کو قتل کر دو، یا اسے کسی زمین میں پھینک دو، تمھارے باپ کا چہرہ تمھارے لیے اکیلا رہ جائے گا اور اس کے بعد تم نیک لوگ بن جانا۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کسی اندھے کنویں میں پھینک دو، کوئی راہ چلتا قافلہ اسے اٹھا لے گا، اگر تم کرنے ہی والے ہو۔"

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ : یوسف کا نام اس نے اس لیے لیا تھا کہ بھائیوں کو ان پر کچھ رحم آئے اور انھیں قتل نہ کریں۔ اس نے کہا کہ اگر تمھیں یوسف کو اس کے باپ سے جدا کرنے پر اصرار ہے تو تم لوگ اسے کسی اندھے کنویں میں پھینک دو، کوئی قافلہ وہاں سے گزرے گا اور پانی کے لیے جائے گا تو انھیں یوسف مل جائے گا، جسے وہ غلام بنا لیں گے اور اپنے ساتھ لے جائیں گے، اس طرح تمھارا مقصد حل ہو جائے گا کہ یوسف اپنے باپ کے پاس دوبارہ نہیں آ سکے گا۔ حسد کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، قرآن میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے حسد کا تذکرہ کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾ [الفلق : ٥] "اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔" اور فرمایا: ﴿ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلٰى مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴾ [النساء : ٥٤] "یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ ﴾ [البقرة : ١٠٩] "بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو اور پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔" [بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر ...... الخ : ٦٠٦٥]

قَالُوا يٰأَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلٰى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنٰصِحُونَ ﴿۱۱﴾

"انھوں نے کہا اے ہمارے باپ! تجھے کیا ہے کہ تو یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتا، حالانکہ بے شک ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس سے قبل بھی برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی ہوگی اور باپ نے انکار کر دیا ہوگا۔ یہ بھی پتا چلا کہ یعقوب علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں شر دیکھ لیا تھا اور بھانپ گئے تھے کہ وہ لوگ یوسف کے بارے میں کچھ اچھا نہیں سوچ رہے۔

اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا یَّرۡتَعۡ وَ یَلۡعَبۡ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّیۡ لَیَحۡزُنُنِیۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنۡ یَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَ اَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ ﴿۱۳﴾

''اسے کل ہمارے ساتھ بھیج کہ چرے چگے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا بے شک میں، یقیناً مجھے یہ بات غمگین کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو۔''

کھیل اور تفریح کا رجحان انسان کی فطرت میں داخل ہے، اسی لیے جائز کھیل اور تفریح پر اللہ تعالیٰ نے کسی بھی زمانے میں پابندی عائد نہیں کی۔ اسلام میں بھی کھیلوں کی اجازت ہے، لیکن مشروط، یعنی ایسے کھیل اور تفریح جائز ہیں جن میں شرعی قباحت نہ ہو، یا محرمات تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بنیں۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے بھی کھیل کود کی حد تک کوئی اعتراض نہیں کیا، البتہ یہ خدشہ ظاہر کیا کہ تم کھیل کود میں مدہوش ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے، کیونکہ وہاں کھلے میدانوں اور صحراؤں میں بھیڑیے عام تھے۔

قَالُوۡا لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾

''انھوں نے کہا واقعی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تو بلاشبہ ہم اس وقت یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔''

باپ کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اتنے بھائیوں کی موجودگی میں بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو کھا جائے۔ الغرض! برادران یوسف کی ساری منصوبہ سازی دھوکا دہی اور دغا بازی پر مشتمل تھی، جس کی دین اور اخلاق نفی کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو ہم سے دغا بازی کرے وہ بھی ہم میں سے نہیں۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : من غشنا فلیس منا : ۱۰۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، اس میں اپنا دست مبارک ڈالا تو انگلیوں کو کچھ تری محسوس ہوئی۔ آپ نے غلہ کے مالک سے دریافت فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! بارش کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو پھر اس بھیگے ہوئے کو اوپر کیوں نہ کر دیا کہ لوگ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اسے دیکھ لیتے، جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبی ﷺ : من غشنا فلیس منا : ۱۰۲]

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۵

"پھر جب وہ اسے لے گئے اور انھوں نے طے کرلیا کہ اسے اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تو ضرور ہی انھیں ان کے اس کام کی خبر دے گا، اس حال میں کہ وہ سوچتے نہ ہوں گے۔"

مطلب یہ ہے کہ جب اپنے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق انھوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی تسلی اور حوصلے کے لیے وحی کی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم تیری حفاظت ہی نہیں کریں گے، بلکہ تجھے ایسے بلند مقام پر فائز کریں گے کہ یہ بھائی بھیک مانگتے ہوئے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ پھر تو انھیں بتائے گا کہ تم نے اپنے ایک بھائی کے ساتھ اس طرح کا سنگ دلانہ معاملہ کیا تھا جس کو سن کر وہ حیران اور پشیمان ہو جائیں گے۔ یوسف علیہ السلام اس وقت اگرچہ بچے تھے، لیکن جو بچے نبوت پر سرفراز ہونے والے ہوں، ان پر بچپن ہی میں وحی آ جاتی ہے، جیسے عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام وغیرہ پر آئی، یا وحی سے مراد الہام ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ﴾ [القصص : ۷] "اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا۔"

وَ جَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝۱۶ ط

"اور وہ اپنے باپ کے پاس اندھیرا پڑے روتے ہوئے آئے۔"

انھوں نے اپنے باپ کو دھوکا دینے کے لیے یہ عذر پیش کیا تھا، تاکہ انھیں یقین ہو جائے کہ یوسف اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور آہستہ آہستہ ان کے دل سے یوسف کی محبت نکل جائے اور ان کے بھائیوں کو پوری محبت دینے لگیں۔ رات کے وقت یعقوب علیہ السلام کے پاس اس لیے آئے کہ دن کی روشنی میں ان کی جھوٹی معذرت کا بھرم نہ کھل جائے اور ان کی آنکھوں میں جھوٹ کو نہ پڑھ لیں اور رو کر انھوں نے یہ باور کرانا چاہا کہ یوسف سے انھیں بے حد محبت تھی، تاکہ یعقوب علیہ السلام کے دل میں ان کے بارے میں کوئی شبہ نہ گزرے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝۱۷

"کہا اے ہمارے باپ! بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے پاس چھوڑ دیا تو اسے کوئی بھیڑیا کھا گیا اور تو ہرگز ہمارا اعتبار کرنے والا نہیں، خواہ ہم سچے ہوں۔‘‘

یعنی جیسا کہ آپ ڈر رہے تھے، جب ہم آپس میں دوڑ کا مقابلہ کر رہے تھے اور یوسف ہمارے کپڑوں اور کھانے پینے کے سامان کے پاس بیٹھا تھا، واقعی بھیڑیا آیا اور اسے کھا گیا اور ہم جانتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے نزدیک ثقہ اور اہل صدق ہوتے، تب بھی یوسف کے معاملے میں آپ ہماری بات کی تصدیق نہ کرتے، اب تو ویسے ہی ہماری حیثیت متہم اور مشکوک افراد کی سی ہے، اب آپ کس طرح ہماری بات کی تصدیق کریں گے؟

وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

’’اور وہ اس کی قمیص پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔ اس نے کہا بلکہ تمھارے لیے تمھارے دلوں نے ایک کام مزین بنا دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔‘‘

انھوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیص کو ایک بکرے کے خون سے لت پت کر دیا اور اسے اپنے باپ کے سامنے رکھ کر کہا کہ یہ دیکھیے یوسف کی قمیص، جو اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد ہمیں ملی ہے، لیکن یعقوب نے ان کی بات نہ مانی اور کہا کہ یہ کہانی تم نے اپنی طرف سے گھڑی ہے۔ تمھارے کہنے کے مطابق تو بھیڑیا بڑا ہی عقل مند تھا کہ یوسف کو کھا گیا اور اس کی قمیص کو نہیں پھاڑا۔ اب میرے لیے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ اللہ کی تقدیر پر صبر جمیل سے کام لوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں کہ وہ تمھارے جھوٹ کا پردہ فاش کر دے اور یوسف علیہ السلام کا صحیح سالم زندہ پایا جانا ظاہر کر دے۔

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ : یعنی جھوٹ موٹ کا خون، جو یوسف کا خون نہیں تھا۔ اپنے مکر و فریب اور سازش کو سچ ثابت کرنے کے لیے انھوں نے یہ ایک تدبیر کی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو نفاق کی علامتوں میں شمار کیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرے۔‘‘ [بخاری، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ۵۹]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بد زبانی کرے۔‘‘ [بخاری، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ۳۴۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب قول الله تعالٰى : ﴿ يأيها الذين امنوا اتقوا الله ...... الخ ﴾ : ٦٠٩٤ـ مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق : ١٠٥ / ٢٦٠٧]

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ : یعنی میں تمھاری اس سازش پر، جس پر تم سب متفق ہو گئے ہو، صبر جمیل کا مظاہرہ کروں گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے میرے اس غم و اندوہ کو دور فرما دے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعۂ افک بیان کرتے ہوئے فرمایا، اگر میں تمھیں کہوں کہ میں اس جرم سے بری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں واقعی بری ہوں، تو تم نہیں مانو گے اور اگر میں اس معاملے کا اعتراف کر لوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس اعتراف کو سچ جانو گے۔ واللہ! میری اور تمھاری مثال یوسف علیہ السلام کے باپ کی سی ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا: ﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴾ سو (میرا کام) ”اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔“ [بخاري، كتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضًا : ٢٦٦١ـ مسلم ، كتاب التوبة، باب في حديث الإفك : ٢٧٧٠]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کے لیے اس کے ہر معاملہ میں خیر ہی ہے اور مومن کے سوا کسی دوسرے شخص کو یہ سعادت حاصل نہیں۔ (وہ اس طرح کہ) اگر اسے خوشی نصیب ہو تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير : ٢٩٩٩]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے ہاتھ پھیلانے سے بچا لیتے ہیں اور جو شخص بے نیازی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے غنی عطا فرما دیتے ہیں اور جو شخص صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی (یعنی یہ سب سے بڑی نعمت ہے)۔“ [بخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة : ١٤٦٩ـ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل التعفف : ١٠٥٣]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک مومن جو لوگوں سے گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے میل جول ہی نہیں رکھتا اور ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر نہیں کرتا۔“ [الأدب المفرد للبخاري : ٣٨٨ـ السلسلة الصحيحة : ٩٢٩ـ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء : ٤٠٣٢]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے (فوت شدہ)

www.sirat-e-mustaqeem.com

بچے پر رو رہی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر۔'' تو وہ عورت کہنے لگی کہ آپ کو میری سی مصیبت نہیں پہنچی (اس لیے آپ یہ کہہ رہے ہیں)، تو جب آپ چلے گئے تو عورت سے کہا گیا کہ بے شک وہ (کہنے والے) اللہ کے رسول ﷺ تھے تو اسے موت کے برابر صدمے نے آلیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر گئی اور کہنے لگی، اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا: ''بے شک صبر تو صدمے کی ابتدا کے وقت ہوتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب فی الصبر علی المصیبة عند صدمة الأولى : ۹۲۶/۱۵۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور : ۱۲۸۳]

وَ جَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا تو انھوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا، سو اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔ کہا، اوہ! خوشخبری ہو! یہ ایک لڑکا ہے۔ اور انھوں نے اسے سامان تجارت بنا کر چھپا لیا اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے تھے۔''

ایک قافلہ جو شام سے مصر کی طرف جا رہا تھا، وہ وہاں سے گزرا اور کنویں کے آس پاس پڑاؤ ڈالا۔ قافلہ والوں کے لیے پانی مہیا کرنا جن افراد کی ذمہ داری تھی، انھوں نے جب اپنا ڈول کنویں میں ڈالا، تو یوسف علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا۔ انھوں نے جھانک کر دیکھا تو وہ ایک لڑکا تھا۔ بہت خوش ہوئے اور یوسف کو سامانِ تجارت بنا لیا اور قافلہ والوں سے کہا کہ ہم نے کنویں والوں سے اسے خریدا ہے۔ انھی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ نے آیت کے آخر میں دھمکی کے طور پر فرمایا کہ یوسف کے ان تمام حالات سے گزرنے کا جو لوگ سبب تھے، اللہ انھیں خوب جانتا ہے کہ کس طرح انھوں نے کریم بن کریم بن کریم بن کریم کو طوق غلامی پہنا دیا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسول محمد کریم ﷺ کو بھی یہ تسلی دے رہا ہے کہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کی قوم آپ کے درپے آزار ہے اور میں ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دینے پر قادر ہوں، لیکن میں نے کچھ وقت کے لیے انھیں مہلت دے رکھی ہے، جبکہ انجام کار آپ کو ان کے مقابلے میں اسی طرح کامیابی و کامرانی اور حکومت نصیب ہو گی کہ جس طرح میں نے یوسف کو ان کے بھائیوں کے مقابلے میں کامیابی و کامرانی اور حکومت سے سرفراز کیا تھا۔

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲ / ۱۲

''اور انھوں نے اسے تھوڑی قیمت، چند گنے ہوئے درہموں میں بیچ دیا اور وہ اس میں رغبت نہ رکھنے والوں سے تھے۔''

کہتے ہیں کہ تاجروں کا وہ قافلہ مدین سے آیا تھا۔ ان کی ملاقات ایک دوسرے قافلے سے ہوئی جو مصر جا رہا تھا۔ انھوں نے یوسف کو اس قافلہ والوں کے ہاتھ صرف بیس درہم میں بیچ دیا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ مستقبل کے کس عظیم

www.sirat-e-mustaqeem.com

نسان کو وہ بیچ رہے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے قیمت کی پروا کیے بغیر چند ٹکوں میں بیچ دیا۔

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ
وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ٘ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى
اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾

"اور جس شخص نے اسے مصر سے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا اس کی رہائش باعزت رکھ، ہوسکتا ہے کہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔ اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ دی اور تاکہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے بڑا حکم اور بڑا علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔"

اللہ کا لطف و کرم ہر وقت یوسف علیہ السلام کے شامل حال رہا۔ پہلے بے رحم بھائیوں کے پنجے سے نکالا، پھر کنویں سے نکال کر نئی زندگی دی اور اب اس کا لطف خاص دیکھیے کہ مصر کے خزانوں کا وزیر (عزیز مصر) انھیں خرید کر اپنے گھر لایا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اس کے کھانے پینے اور اس کی رہائش کا اچھا انتظام کرو، تاکہ ہم سے جلدی مانوس ہو جائے اور اپنے آپ کو اپنوں کے درمیان محسوس کرنے لگے، کیونکہ مجھے امید ہے کہ یہ ہمارے کام آئے گا، یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں گے۔ یوسف کے ساتھ شروع سے لے کر اب تک جو کچھ ہوا، اللہ کی مرضی سے ہوا اور اس لیے ہوا کہ اللہ انھیں عزیز مصر کے گھر پہنچا دے۔ پھر وہ کچھ واقع ہوا جو عزیز مصر کی بیوی کی جانب سے ہوا۔ یوسف جیل جائیں اور اللہ انھیں خواب کی تعبیر سکھائے اور پھر وہ بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتا کر وزارت کی کرسی پر پہنچ جائیں، یہ اللہ کا فیصلہ تھا جسے بہرحال ہونا تھا، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت پر یقین نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے میں کوئی دخل انداز نہیں ہوسکتا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ یوسف جب جوان ہو گئے تو اللہ نے انھیں حاکم مصر بنا دیا اور عقل و فہم اور فقہ و نبوت سے نوازا۔ آیت کے آخری حصے ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾ میں اگرچہ ہر بھلائی کرنے والے کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ انھیں اچھا بدلا دے گا، لیکن یہاں مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ انھیں اللہ مشرکین مکہ سے نجات دے گا اور ان پر غلبہ عطا کرے گا۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ
مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

"اور اس عورت نے، جس کے گھر میں وہ تھا، اسے اس کے نفس سے پھسلایا اور دروازے اچھی طرح بند کر لیے اور کہنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لگی جلدی آ۔ اس نے کہا اللہ کی پناہ، بے شک وہ میرا مالک ہے، اس نے میرا ٹھکانا اچھا بنایا۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔“

اس آیت میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ عزیز مصر کے گھر میں جو کچھ پیش آیا اسے بیان کیا جا رہا ہے۔ عزیز مصر کی بیوی نے یوسف سے فعل بد کا مطالبہ کیا۔ اس عورت کے نام کی صراحت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں موجود نہیں ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کی بیوی کہنے کے بجائے یہ فرمایا کہ یوسف کو گناہ پر اس عورت نے اکسایا جس کے گھر میں وہ رہتے تھے، تاکہ اندازہ لگایا جا سکے کہ یوسف کے لیے وہ کتنی مشکل گھڑی تھی اور وہ عفت و پاکدامنی کی کس بلندی کو چھو رہے تھے کہ اس گھر میں رہنے کی وجہ سے عزیز مصر کی بیوی کا بار بار سامنا ہوتا رہا ہوگا اور وہ اپنے حسن و جمال کا مظاہرہ کرتی رہی ہوگی، تاکہ انھیں اپنی ذات میں دلچسپی لینے پر اکسائے، لیکن یوسف علیہ السلام پر ان تمام ہتھکنڈوں کا رائی کے دانے کے برابر بھی اثر نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ایسا کرنے سے پہلے شدت خوف اور حد درجہ احتیاط کی وجہ سے سات دروازے بند کیے، تاکہ وہاں تک کسی کے پہنچنے کا گمان بھی نہ ہو سکے۔ یوسف کی پاکدامنی کی یہ بھی ایک عظیم دلیل ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے انسانوں سے خوف کھانے کا ایک بھی عذر باقی نہیں رکھا تھا، اس کے باوجود ان کے دل میں گناہ کا خیال تک نہیں گزرا۔ یوسف نے اس کے جواب میں کہا کہ میں تمھاری اس دعوت گناہ سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس لیے کہ یہ تو زنا، جرم عظیم، امانت میں خیانت اور محسن کشی ہے اور اس عورت کو اس گناہ عظیم سے باز رکھنے کے لیے اس خیانت کی شدید ترین قباحت بیان کرتے ہوئے کہا کہ تمھیں معلوم ہے کہ مجھے کس کی خیانت پر ابھار رہی ہو؟ وہ میرا آقا عزیز مصر ہے جس نے ہر طرح میرا خیال کیا ہے، تو اب میرے لیے یہ کس طرح مناسب ہے کہ اس کی عزت سے کھیلوں۔ ایک دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ ” اِنَّهٗ “ کی ضمیر اللہ کے لیے ہے۔ یعنی میرے رب نے تو مجھ پر بڑا احسان کیا ہے، مجھے نئی زندگی دی اور عزیز مصر کے پاس پہنچا کر میری تمام پریشانیوں کو دور کر دیا ہے، اگر میں نے ایسا کیا تو ظالم ہوں گا اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے اسی وصف کو بیان کرتے ہوئے عورتوں سے فرمایا: ”میں نے تم سے زیادہ ناقص عقل اور ناقص دین ہونے کے باوجود کسی عقل مند شخص کی عقل کو گم کر دینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔“ [مسند أحمد : ۲/ ۶۶، ۶۷، ح : ۵۳۴۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے، سوائے محرم کے۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم : ۵۲۳۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب بھی کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

خلوت اختیار کرتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔" [مسند أحمد : ۱/ ۲٦، ح : ۱۷۸۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة : ۲۱٦۵۔ ابن حبان : ٤۵۷٦]

وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ : امام بخاری رحمہ اللہ نے عکرمہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ ﴿ هَيْتَ لَكَ ﴾ حورانی زبان کے الفاظ ہیں، جو "هَلُمَّ" یعنی آیئے کے معنی میں ہیں، سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ وراودته التي هو......الخ ﴾، قبل الحدیث : ٤٦۹۲]

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ (اس دن) اپنے سائے تلے جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا ① عادل بادشاہ۔ ② وہ جوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔ ③ وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا رہتا ہے (کہ کب اذان ہو اور وہ پھر مسجد میں جائے)۔ ④ وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے لیے محبت رکھتے ہوں، اسی پر ملتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ ⑤ وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے اور اسے اس قدر پوشیدہ رکھتا ہے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی۔ ⑥ وہ شخص جسے کوئی جاہ و منصب والی اور صاحب حسن و جمال عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ⑦ وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور پھر اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔" [بخاری، کتاب الأذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰة و فضل المساجد : ٦٦۰۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

"اور بلاشبہ یقیناً وہ اس کے ساتھ ارادہ کر چکی تھی اور وہ بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ کر لیتا اگر یہ نہ ہوتا کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی۔ اسی طرح ہوا تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیں۔ بے شک وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں سے تھا۔"

اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے جب دروازے بند کر کے یوسف کو دعوت گناہ دی، تو اس نے یوسف کے ساتھ بدکاری کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اور اگر یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے رب کے برہان کا ایمانی مشاہدہ نہ کیا ہوتا اور زنا کی قباحت و شناعت ان کے دل و دماغ میں اس حد تک نہ بیٹھی ہوتی کہ گویا وہ اس کی بدترین شکل کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے تھے تو وہ بھی ایسا ہی ارادہ کر لیتے، لیکن ان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہی نہیں۔

عربی زبان میں "هَمّ" دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے، ایک ایسا قصد و ارادہ جس کے ساتھ گناہ کے کر گزرنے کا

www.sirat-e-mustaqeem.com

عزم ہو اور دل سے ایسا کرنا چاہتا ہو اور دوسرا وہ خیال جو انسان کے ذہن میں پیدا تو ہو، لیکن اس کے کر گزرنے کا عزم نہ پایا جائے، ایسے خیال پر انسان کا مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ لیتا ہوں، اگر وہ اس پر عمل نہ کرے، جب وہ عملاً نیکی کر لیتا ہے تو میں اسے دس گنا لکھتا ہوں اور جب کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو میں اس سے درگزر فرماتا ہوں اور جب وہ عملاً برائی کر لیتا ہے تو میں ایک ہی برائی کا گناہ لکھتا ہوں۔'' [مسند أحمد : ۳۱۵/۲، ح : ۸۱۸۶۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یریدون أن یبدلوا کلم اللہ ﴾ : ۷۵۰۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب إذا هم العبد بحسنة کتبت : ۱۲۹]

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے اس کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں نے اس کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا، اس عورت نے کہا کیا جزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو۔''

جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ عورت برائی کے ارتکاب پر مصر ہے، تو وہ باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف دوڑے، یوسف علیہ السلام کے پیچھے انھیں پکڑنے کے لیے عورت بھی دوڑی۔ یوں دونوں دروازے کی طرف لپکے اور دوڑے۔ یوسف جب بھاگ رہے تھے تو عزیز مصر کی بیوی نے پیچھے سے ان کی قمیص پکڑ لی اور کھینچنے کی وجہ سے قمیص پھٹ گئی۔ جب دونوں دروازے پر پہنچے تو عزیز مصر کو آتا دیکھا، عورت نے فوراً پینترا بدلا اور کہا کہ جو آدمی تمھاری بیوی کے ساتھ برائی کی نیت کرے اسے یا تو جیل میں ڈال دینا چاہیے، یا کوئی اور سخت سزا دینی چاہیے۔

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

''اس (یوسف) نے کہا اسی نے مجھے میرے نفس سے پھسلایا ہے اور اس عورت کے گھر والوں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر اس کی قمیص آگے سے پھاڑی گئی ہو تو عورت نے سچ کہا اور یہ جھوٹوں سے ہے۔ اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

پھاڑی گئی ہو تو عورت نے جھوٹ کہا اور یہ سچوں سے ہے۔ تو جب اس نے اس کی قمیص دیکھی کہ پیچھے سے پھاڑی گئی ہے تو اس نے کہا یقیناً یہ تم عورتوں کے فریب سے ہے، بے شک تم عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے۔‘‘

یوسف علیہ السلام نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے کہا کہ اسی نے مجھ سے گناہ کا مطالبہ کیا تھا، میں نے تو انکار کر دیا اور بھاگ پڑا۔ عزیز مصر کے لیے معاملہ کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہو گیا تو یوسف کی براءت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے ایک رشتہ دار بچے کو جو ابھی گود میں تھا، قوت گویائی دی۔ اس نے کہا کہ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے، لیکن اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچا ہے۔ جب عزیز مصر نے دیکھا کہ قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو معاملے کی تہ تک پہنچ گیا کہ اس کی بیوی ہی نے یوسف کو گناہ پر مجبور کرنا چاہا تھا۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’چار بچے چھوٹی عمر میں بولے ہیں، ایک یہ (یعنی فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی عورت کا بچہ)، دوسرا یوسف علیہ السلام کا گواہ، تیسرا جریج کا گواہ اور چوتھے بچے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہیں۔‘‘ [مستدرك حاكم : ۲/ ٤٩٦، ٤٩٧، ح : ۳۸۳٥]

اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ : سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے کوئی فتنہ ایسا نہیں چھوڑا جو عورتوں کے فتنہ سے زیادہ ضرر رساں ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة ...... الخ : ٥٠٩٦]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے عورتو کی جماعت! میں نے تم سے زیادہ ناقص عقل اور ناقص دین ہونے کے باوجود کوئی نہیں دیکھا جو ذی عقل وشعور مرد کی عقل کو مار کر رکھ دے۔‘‘ [بخاري، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الأقارب : ١٤٦٢]

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے امور کسی عورت کے سپرد کر دیے۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي ﷺ إلى كسرٰى و قيصر : ٤٤٢٥]

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۳ ۱۲

’’یوسف! اس معاملے سے درگزر کر اور (اے عورت!) تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، یقیناً تو ہی خطا کاروں سے تھی۔‘‘

عزیز مصر چونکہ معاملے کو پوری طرح سمجھ چکا تھا، اس لیے یوسف کے ساتھ نہایت نرمی کا اسلوب اختیار کیا اور کہا کہ اے یوسف! تمھارے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اسے نظر انداز کر دو اور اس واقعے پر پردہ ڈال دو اور کسی سے بیان نہ کرو۔ اس کے بعد اپنی بیوی سے مخاطب ہوا اور کہا کہ ساری غلطی تمھاری ہے، تم نے اس نوجوان کو ورغلانا چاہا تھا اور اب اس نوجوان پر تہمت دھرنے کی کوشش کر رہی ہو، اس لیے اپنے گناہ کی معافی مانگو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

’’اور شہر میں کچھ عورتوں نے کہا عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے نفس سے پھسلاتی ہے، بلاشبہ وہ محبت کی رو سے اس کے دل کے اندر داخل ہو چکا ہے۔ بے شک ہم تو اسے صریح غلطی پر دیکھتی ہیں۔‘‘

یوسف اور عزیز مصر کی بیوی کا واقعہ کسی طرح شہر میں پھیل گیا، عورتیں کہنے لگیں کہ وہ یوسف کو گناہ پر اکساتی ہے، وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی ہے اور ہوش و حواس کھو بیٹھی ہے۔ عشق کرنا ہی تھا تو کسی پیکر حسن و جمال سے کیا جاتا، یہ کیا کہ اپنے ہی غلام پر فریفتہ ہوگئی، یہ تو اس کی بہت بڑی نادانی ہے۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

’’تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو ان کی طرف پیغام بھیجا اور ان کے لیے ایک تکیہ دار مجلس تیار کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دے دی اور کہا ان کے سامنے نکل۔ پھر جب انھوں نے اسے دیکھا تو اسے بہت بڑا پایا اور انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہا اللہ کی پناہ! یہ کوئی آدمی نہیں ہے، یہ نہیں ہے مگر کوئی نہایت معزز فرشتہ۔‘‘

عزیز مصر کی بیوی کو جب معلوم ہوا کہ شہر کی کچھ عورتیں اپنی مجلسوں میں یوسف پر اس کی فریفتگی کو موضوع سخن بنا رہی ہیں، تو اس نے شہر کی ان عورتوں کو اپنے گھر میں دعوت دی، انھیں ایک ایسی مجلس میں بٹھایا جس میں گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری دے دی، تاکہ اپنے سامنے رکھے ہوئے گوشت اور پھل کاٹ کر کھائیں۔ اس کے بعد یوسف سے ان کے سامنے آنے کو کہا۔ عورتیں انھیں دیکھ کر ان کے غیر معمولی حسن و جمال سے ایسا متاثر ہوئیں کہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے اور یوسف علیہ السلام کی عظمت و جلالت شان کا اعتراف کرتے ہوئے پکار اٹھیں کہ یہ انسان کی شکل میں کوئی فرشتہ ہے، یہ کیسا عظیم انسان ہے کہ عالم شباب میں ہونے کے باوجود اور اپنی صاحب حیثیت مالکہ کے تقاضے کے باوصف آمادۂ گناہ نہیں ہوا، جنسی خواہشات سے مبرا تو فرشتے ہوتے ہیں، لہٰذا یہ بھی کوئی معزز فرشتہ ہے انسان نہیں۔

مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعۂ معراج بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’جب تیسرے آسمان کا دروازہ کھولا گیا تو وہاں یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اللہ نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

حسن کا آدھا حصہ انھیں عطا کیا تھا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات و فرض الصلوات : ١٦٣]

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

''اس عورت نے کہا تو وہ یہی ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی اور بلاشبہ یقیناً میں نے اسے اس کے نفس سے پھسلایا، مگر یہ صاف بچ گیا اور واقعی اگر اس نے وہ نہ کیا جو میں اسے حکم دیتی ہوں تو اسے ضرور ہی قید کیا جائے گا اور یہ ضرور ہی ذلیل ہونے والوں سے ہوگا۔''

عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں سے کہا کہ یہی وہ پیکر حسن ہے جس کے بارے میں تم عورتیں مجھے کوستی تھیں اور جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ تمام عورتیں یوسف کے حسن سے مسحور ہو گئی ہیں اور اسے معذور سمجھنے لگی ہیں تو اپنا دل کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ ہاں، میں نے اسے ورغلایا تھا، لیکن اس نے قطعی طور پر انکار کر دیا ہے اور ذرا سی بھی لچک نہیں دکھائی۔ اس کے بعد اس نے شرم و حیا کی چادر ایک طرف پھینک دی اور عشق و مستی کی آخری حدوں کو چھوتی ہوئی کہنے لگی کہ میرا اس سے جو مطالبہ ہے اگر اس نے پورا نہ کیا تو اسے جیل میں ڈال دیا جائے گا اور اسے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

''اس نے کہا اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ سب مجھے دعوت دے رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں سے ہو جاؤں گا۔ تو اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اس سے ان (عورتوں) کا فریب ہٹا دیا۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

جب یوسف علیہ السلام نے اس کی یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ اس نے ایسا کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور اس کا شوہر اس کی ہر بات مانتا ہے، اسی لیے اپنے رب سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے اللہ! جس قید و بند کی یہ عورت مجھے دھمکی دے رہی ہے وہ میرے نزدیک اس بدکاری سے زیادہ قابل قبول ہے، جس کی یہ مجھے دعوت دے رہی ہے۔ اس لیے کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

www.KitaboSunnat.com

جیل کی مصیبت عارضی اور ختم ہو جانے والی ہے، لیکن یہ گناہ عظیم تو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کا خاتمہ کر دے گا۔ اس کے بعد اللہ کی جناب میں پناہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! اگر تو نے ان عورتوں کی سازشوں سے مجھے نہیں بچایا تو بشری تقاضے کے تحت میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور اس فعل قبیح کا مرتکب ہو کر جاہل و نادان بن جاؤں گا۔

ع ۱۴ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝٣٥

''پھر اس کے بعد کہ وہ کئی نشانیاں دیکھ چکے، ان کے سامنے یہ بات آئی کہ اسے ایک وقت تک ضرور ہی قید کر دیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور انھیں گناہ میں پڑنے سے بچا لیا۔ اس آیت کریمہ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ کی حفاظت اور اس کے لطف و کرم کے بغیر کوئی شخص گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو عظیم الشان عصمت سے نوازا اور آپ کی حفاظت بھی فرمائی۔ آپ نے بے حیائی کے اس کام کو نہایت سختی کے ساتھ رد کر دیا اور اس کے بجائے جیل جانے کو ترجیح دی۔ یہ مقاماتِ کمال میں سے نہایت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام ہے کہ شباب، جمال اور کمال کے باوجود محض اللہ کے خوف اور اس سے ثواب کی امید کے باعث برائی کی اس دعوت کو رد کر کے قید کو پسند فرما لیا، جبکہ دعوت بھی ایک ایسی عورت کی طرف سے تھی جو آپ کی مالکہ تھی، عزیز مصر کی بیوی تھی، خوبصورت تھی اور مال و دولت اور حکمرانی سے بہرہ ور تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے (سعادت مند) انسان ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا: ① عدل کرنے والا حکمران۔ ② وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشو و نما پائی۔ ③ وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق ہو۔ ④ وہ دو شخص جو اللہ ہی کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں اور حب الٰہی کے باعث جمع اور جدا ہوتے ہیں۔ ⑤ وہ شخص جسے کسی صاحب منصب و جمال عورت نے (برائی کی) دعوت دی اور اس نے (اسے رد کرتے ہوئے) کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ ⑥ وہ شخص جو اس طرح خفیہ صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں ہوتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ ⑦ اور وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ ...... الخ : ٦٦٠، ١٤٢٣، ٦٨٠٦۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١]

عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کے تمام شواہد و دلائل کے باوجود مشیروں اور اپنی بیوی سے مشورہ کرنے کے بعد مصلحت اسی میں سمجھی کہ انھیں ایک مدت کے لیے جیل میں ڈال دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یوسف کو جیل میں بند کر دیا گیا۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

أَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

”اور قید خانے میں اس کے ساتھ دو جوان داخل ہوئے، دونوں سے ایک نے کہا بے شک میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ کچھ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا بے شک میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹی اٹھائے ہوئے ہوں، جس سے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتا۔ بے شک ہم تجھے احسان کرنے والوں سے دیکھتے ہیں۔“

انھی دنوں سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل میں دو نوجوان بھی داخل کیے گئے، ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا نان بائی۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں نے بادشاہ کے کھانے میں زہر ڈالا تھا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک دن ان دونوں کو مغموم دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم دونوں نے الگ الگ خواب دیکھا ہے، جس نے ہمیں مغموم بنا دیا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا تم دونوں اپنا اپنا خواب بیان کرو۔ ساقی نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ انگور نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ سر پر روٹی ہے جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ اس کے بعد دونوں نے کہا کہ ہم میں سے دونوں کے خواب کی تعبیر بتا دو، ہم سمجھتے ہیں کہ تم خواب کی تعبیر کا علم رکھتے ہو۔

www.KitaboSunnat.com

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

”اس نے کہا تمھارے پاس وہ کھانا نہیں آئے گا جو تمھیں دیا جاتا ہے، مگر میں تمھیں اس کی تعبیر اس سے پہلے بتا دوں گا کہ وہ تمھارے پاس آئے۔ یہ اس میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا۔ بے شک میں نے اس قوم کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے ساتھ بھی کفر کرنے والے ہیں۔“

سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بتانے سے پہلے انھیں یہ بتانا چاہا کہ وہ ان عام لوگوں میں سے نہیں ہیں جو محض اپنے گمان سے خواب کی تعبیر بتاتے ہیں، جو بسا اوقات غلط ہوتی ہے۔ اپنی بات میں مزید زور پیدا کرنے کے لیے کہا کہ میں تم دونوں کا کھانا آنے سے پہلے بتا دوں گا کہ ان خوابوں کی تعبیر کیا ہے اور یہ علم مجھے اللہ کی طرف سے بذریعہ الہام ملا ہے، اس میں کہانت اور علم نجوم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ بات یوسف علیہ السلام نے اس لیے کہی کہ آئندہ جو دعوت توحید ان کے سامنے پیش کرنے والے تھے اسے دونوں آسانی سے قبول کر لیں۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

’’اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے، ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کے فضل سے ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔‘‘

یوسف علیہ السلام نے اپنے دونوں قید کے ساتھیوں کو یہ بھی بتانا چاہا کہ مجھے جو یہ رتبۂ بلند ملا ہے اور یہ الہامی علم حاصل ہوا ہے، تو اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں کے دین کو اختیار نہیں کیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ میں اپنے آبا و اجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین پر ایمان لے آیا جو اللہ کے انبیاء تھے اور اس تفصیل سے ان کا مقصد انھیں یہ بھی بتانا تھا کہ میں خانوادۂ نبوت کا چشم و چراغ ہوں، تاکہ جب ان کے سامنے اپنی دعوت رکھیں تو وہ غور سے سنیں۔ ﴿ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ میں ’’مِنْ شَيْءٍ‘‘ شرک کے عموم کی نفی کی تاکید کے لیے لایا گیا ہے کہ چاہے کوئی چھوٹی چیز ہو یا کوئی حقیر شے، بت ہو یا فرشتہ، کوئی جن ہو یا کوئی اور چیز، اسے اللہ کا شریک بنانا حرام ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اس کی وحدانیت کا اقرار اور کسی کو اس کا شریک نہ بنانا موحد مسلمانوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، لیکن اکثر لوگ اللہ کے ناشکرے بندے ہوتے ہیں۔ اسی لیے نہ اس پر ایمان لاتے ہیں، نہ اس کی توحید کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور نہ اس کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔

مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ : سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، تو جب بندے یہ کام کریں تو ان کا حق اللہ پر یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب اسم الفرس والحمار : ۲۸۵۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات ...... الخ : ۳۰]

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

’’اے قید خانے کے دو ساتھیو! کیا الگ الگ رب بہتر ہیں یا اللہ، جو اکیلا ہے، نہایت زبردست ہے؟ تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند ناموں کی، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، یہی سیدھا

www.sirat-e-mustaqeem.com

دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

دونوں کے سامنے اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اب نہایت ہی حکمت و دانائی کے ساتھ ان کی قوم کے مشرکانہ عقائد کی خرابی بیان کرنے کے لیے انھی سے سوال کیا کہ اے جیل کے میرے دونوں ساتھیو! انسانوں کے لیے کئی معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا؟ تم لوگ اللہ کے سوا جن بتوں کی پوجا کرتے ہو، تم نے اور تمھارے باپ دادا نے بغیر کسی حجت و برہان کے انھیں معبود مان لیا ہے، حالانکہ مالک اور حاکم تو صرف اللہ ہے، دین و عبادت کے معاملے میں اسی کا حکم چلتا ہے اور اس نے تو تمھیں یہ حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس لیے کہ عبادت غایت خشوع و خضوع کو کہتے ہیں جس کا حق دار وہ اللہ ہے جو حقیقی عظمت والا ہے اور یہی توحید باری تعالیٰ، جو اس کی کمال عظمت پر دلالت کرتی ہے، صحیح اور برحق دین ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم میں سے چند نیک لوگ جب مر گئے تو شیطان نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ جہاں یہ لوگ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے بنا کر (یادگار کے طور پر) نصب کر دو اور ان کے وہی نام رکھو جو ان بزرگوں کے تھے۔ انھوں نے ایسے ہی کیا، اس وقت ان کی عبادت نہیں کی جاتی تھی، لیکن جب وہ لوگ گزر گئے تو بعد والوں کو یہ شعور نہ رہا اور وہ ان کی پرستش کرنے لگے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ودًا ولا سواعًا ولا يغوث و يعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۱] ’’کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱

’’اے قید خانے کے دو ساتھیو! تم میں سے جو ایک ہے سو وہ اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے سو اسے سولی دی جائے گی، پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے۔ اس کام کا فیصلہ کر دیا گیا جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو۔‘‘

جب یوسف علیہ السلام نے اپنا علمی مقام بتا دیا اور توحید کی دعوت ان کے سامنے پیش کر دی تو اب ان کے خوابوں کی تعبیر بتانا شروع کی اور چونکہ ان کے سوال کے بعد یوسف علیہ السلام کی دعوتی گفتگو طویل ہو گئی تھی، اس لیے انھوں نے دوبارہ ان

www.sirat-e-mustaqeem.com

دونوں کو مخاطب کیا اور کہا کہ اے جیل کے میرے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک جیل سے نکل کر پہلے کی طرح بادشاہ کا ساقی بن جائے گا، جبکہ دوسرا سولی پر لٹکا دیا جائے گا اور پرندے اس کے سر کا گوشت کھائیں گے۔ جو سوال تم دونوں نے کیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ ہو چکا ہے۔

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ : سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک خواب کی تعبیر نہ کی جائے، تو (گویا) وہ پرندے کے پاؤں پر ہے (اس کا واقع ہونا اور نہ ہونا دونوں ممکن ہیں، جیسے پرندے کے پیر میں پکڑی ہوئی چیز کا گرنا اور نہ گرنا دونوں ممکن ہیں) مگر جب تعبیر کر دی جائے تو وہ واقع ہو جاتی ہے۔''
[ابو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الرؤیا : ۵۰۲۰]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اچھا خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اسے بیان کرے اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، لہٰذا اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے بیان نہ کرے، کیونکہ وہ اسے نقصان نہیں دے گا۔''
[بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من اللہ : ۶۹۸۵۔ مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ...... الخ : ۴/ ۲۲۶۱]

وَ قَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۵ ۱۵

''اور اس نے اس سے کہا جس کے متعلق اس نے سمجھا تھا کہ بے شک وہ دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے کہ اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کرنا۔ تو شیطان نے اسے اس کے مالک سے ذکر کرنا بھلا دیا تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا۔''

جس آدمی کو یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ وہ جیل سے نکل جائے گا اور قتل نہیں ہوگا، اس سے کہا کہ جب تمھاری ملاقات تمھارے آقا سے ہو، تو اس سے میرا حال بیان کرنا اور بتانا کہ مجھے اللہ نے خواب کی تعبیر کا علم دیا ہے اور یہ کہ میں بے گناہ ہوں، مجھے جیل میں ڈال کر مجھ پر زیادتی کی گئی ہے، لیکن جیل سے نکلنے کے بعد شیطان نے اس کی یادداشت سے یہ بات نکال دی، تاکہ یوسف علیہ السلام جیل سے نہ نکل سکیں۔

وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

''اور بادشاہ نے کہا بے شک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں، جنھیں سات دبلی کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے اور کچھ

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسرے خشک (دیکھتا ہوں)، اے سردارو! مجھے میرے خواب کے بارے بتاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر کیا کرتے ہو۔ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں۔''

جب یوسف علیہ السلام کی رہائی کا دن قریب آیا تو مصر کے بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی گائیں، جو موٹی گائیوں کو کھا رہی ہیں۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ سات ہری بالیوں کو سات خشک بالیوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور انھیں کھا گئیں۔ اس نے سرداران قوم سے اس کی تعبیر معلوم کرنا چاہی اور مصر کے تمام جادوگروں اور داناؤں کو بلا کر ان سے بھی اس کی تعبیر سے متعلق پوچھا، لیکن سب نے یہی جواب دیا کہ اس خواب کی کوئی حیثیت نہیں ہے، محض وہم اور شیطان کا وسوسہ ہے اور ہم لوگ ایسے پراگندہ خیالات کی تعبیر نہیں جانتے، کیونکہ تعبیر تو سچے خوابوں کی ہوتی ہے۔

وَ قَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَ ادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

''اور ان دونوں میں سے جو رہا ہوا تھا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا، اس نے کہا میں تمھیں اس کی تعبیر بتاتا ہوں، سو مجھے بھیجو۔''

اب ساقی کو یوسف علیہ السلام کی بات یاد آئی۔ کہتے ہیں کہ اسے جیل سے نکلے ہوئے دو سال کا عرصہ گزر چکا تھا، اس نے بادشاہ سے کہا کہ اس خواب کی تعبیر میں آپ کو بتاؤں گا لیکن اس شخص سے پوچھ کر جس کے پاس اس کا علم ہے، آپ مجھے حکم دیجیے اور جیل میں یوسف (علیہ السلام) کے پاس جانے دیجیے۔ چنانچہ وہ جیل میں ان کے پاس پہنچا۔

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

''یوسف! اے نہایت سچے! ہمیں سات موٹی گائیوں کی تعبیر بتا، جنھیں سات دبلی کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشوں اور دوسرے خشک خوشوں کی بھی، تاکہ میں لوگوں کے پاس واپس جاؤں، تاکہ وہ جان لیں۔''

انھیں صدیق کے نام سے خطاب کیا، اس لیے کہ جیل میں ان کے ساتھ تھا تو ان کی سچائی، پاکیزگیٔ اخلاق اور طہارت طبع کا تجربہ کر چکا تھا اور خواب کی جو تعبیر انھوں نے اسے اور اس کے مقتول ساتھی کو بتائی تھی وہ بالکل سچ ثابت ہوئی تھی۔ اس کے بعد بادشاہ کا خواب اسی کے الفاظ میں بیان کیا اور اس کی تعبیر پوچھی۔ ﴿لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ بادشاہ جب آپ کے علم و فضل کو جانے گا، تو ممکن ہے کہ جیل سے آپ کو رہائی دے دے گا۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا

www.sirat-e-mustaqeem.com

تَاْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا
قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ فِيْهِ
يَعْصِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ ع ٦/١٢

"اس نے کہا تم سات سال پے در پے کاشت کرو گے تو جو کاٹو اسے اس کے خوشے میں رہنے دو، مگر تھوڑا سا وہ جو تم کھالو۔ پھر اس کے بعد بہت سخت سات برس آئیں گے، جو کھا جائیں گے جو کچھ تم نے ان کے لیے پہلے رکھا ہوگا مگر تھوڑا سا وہ جو تم محفوظ رکھو گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور وہ اس میں نچوڑیں گے۔"

یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بتاتے ہوئے سات موٹی گائیوں اور سات ہری بالیوں کو سات زرخیز سالوں سے اور سات دبلی گائیوں اور سات خشک بالیوں کو سات خشک سالوں سے تعبیر کیا۔ یعنی سات زرخیز سالوں کے بعد سات خشک سال آئیں گے اور پھر انھیں تعلیم بھی دی کہ انھیں کیا کرنا ہوگا، تا کہ قحط سالی کے زمانے کے لیے غلہ فراہم کیا جا سکے۔ اس کے بعد انھیں خوش خبری دی کہ سات خشک سالوں کے بعد خوب بارش ہوگی۔ اللہ کی رحمت کا نزول ہوگا اور ملک میں پھل، انگور، زیتون اور دودھ وغیرہ کی کثرت ہوگی۔

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ : قحط سالی کے سات سالوں کا تذکرہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے خلاف بد دعا کی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش (دین اسلام کی طرف) توجہ نہیں کر رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بد دعا کی: « اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ » "اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد فرما، یوسف (علیہ السلام) کے قحط کی مانند قحط بھیج کر۔" چنانچہ ایسے قحط نے ان کو پکڑ لیا کہ کوئی چیز نہیں ملتی تھی، حتیٰ کہ وہ بھوک کی وجہ سے مردار، ہڈیاں اور کھالیں کھانے پر مجبور ہو گئے، حتیٰ کہ جب ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو (فاقہ کی وجہ سے) اسے دھواں نظر آتا۔ ان حالات میں ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، اے محمد! آپ اللہ کی فرماں برداری اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم (فاقوں سے) ہلاک ہوئی جا رہی ہے، آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کیجیے۔ پھر (ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے) یہ آیات پڑھیں: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴾ [الدخان : ١٠ تا ١٥] "سو انتظار کر جس دن آسمان ظاہر دھواں لائے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کر دے، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔ ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔ بے شک ہم یہ عذاب تھوڑی دیر کے لیے دور کرنے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کچھ کرنے والے ہو۔'' (رسول اللہ ﷺ نے بارش کے لیے دعا کی) تو بارش ہوگئی، مگر جب فارغ البالی حاصل ہوگئی تو وہ لوگ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و راودته التي هو في بيتها عن نفسه ...... الخ ﴾ : ٤٦٩٣۔ مسلم ، كتاب صفات المنافقين ، باب الدخان : ٤٠، ٢٧٩٨/٣٩]

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱

''اور بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ، تو جب قاصد اس کے پاس آیا تو اس نے کہا اپنے مالک کے پاس واپس جا، پھر اس سے پوچھ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، یقیناً میرا رب ان کے فریب کو خوب جاننے والا ہے۔ اس نے کہا تمھارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے پھسلایا؟ انھوں نے کہا اللہ کی پناہ! ہم نے اس پر کوئی برائی معلوم نہیں کی۔ عزیز کی بیوی نے کہا اب حق خوب ظاہر ہوگیا، میں نے ہی اسے اس کے نفس سے پھسلایا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً سچوں سے ہے۔''

جب ساقی خواب کی تعبیر لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا، تو سن کر اسے بڑا تعجب ہوا اور اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اس کے خواب کی یہی تعبیر ہے۔ اسے اس بات کا بھی یقین ہوگیا کہ یوسف علیہ السلام کوئی معمولی انسان نہیں، بلکہ وہ نہایت ہی اخلاق منداور انسان دوست آدمی ہیں کہ جیل کی مصیبتوں سے دو چار ہونے کے باوجود خواب کی تعبیر کے ساتھ قحط سالی کے برے آثار سے بچنے کی تدبیر بھی بتائی ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اسے جیل سے فوراً نکال کر اس کے پاس لایا جائے۔ جب بادشاہ کا پیغامبر ان کے پاس آیا تو انھوں نے جیل سے نکلنے میں جلدی نہیں کی اور کہا کہ تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ جن عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، ان کے بارے میں ان کے پاس کیا خبر ہے؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ پہلے ان کی سچائی اور گناہ سے براءت کا اعلان ہو جائے، پھر جیل سے باہر جائیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام میں غایت درجے کا تحمل اور حلم و بردباری پائی جاتی تھی، جو عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں یوسف (علیہ السلام) کے عرصۂ جیل کے برابر جیل بھگتے ہوئے ہوتا (اور پھر قاصد میری رہائی کا پیغام لاتا) تو میں اسی وقت جیل خانہ سے آزاد ہونا منظور کر

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیتا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قوله : ﴿ ونبئهم عن ضیف إبراهیم ﴾ : ۳۳۷۲۔ مسلم ، کتاب الإیمان، باب زیادة طمأنینة القلب بتظاهر الأدلة : ۱۵۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ : ﴿ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴾ ”پھر اس سے پوچھ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، یقیناً میرا رب ان کے فریب کو خوب جاننے والا ہے“ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر میں ہوتا تو جلدی سے اس پیش کش کو قبول کر لیتا اور عذر تلاش نہ کرتا۔“ [مسند أحمد : ۳۴۶/۲، ۳۸۹، ح : ۸۵۳۵، ۹۰۴۸]

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

”یہ اس لیے کہ وہ جان لے کہ بے شک میں نے عدم موجودگی میں اس کی خیانت نہیں کی اور یہ کہ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کی چال کو کامیاب نہیں کرتا۔“

یہ یوسف علیہ السلام کا قول ہے، یعنی جیل سے نکلنے سے پہلے انھوں نے عورتوں سے اور عزیز کی بیوی سے اس لیے ان کی غلطیوں کا اعتراف کروانا چاہا کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ انھوں نے پوشیدہ طور پر اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ آخر میں اس طرف اشارہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی کا مکر و فریب اس کے کام نہ آیا اور اپنے شوہر کے ساتھ اس کی خیانت اس کی ذلت و رسوائی کا سامان بن گئی اور خود عزیز مصر کی طرف اشارہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی براءت اس کے سامنے ظاہر ہو جانے کے باوجود اپنی بیوی کے اشارے پر اس صدق و صفا اور امانت و دیانت کے پیکر کو جیل میں ڈال دیا۔

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں تھے، میں ایک رات آپ سے ملاقات کے لیے آئی، میں نے کچھ دیر گفتگو کی اور پھر گھر جانے کے لیے کھڑی ہوئی، (یہ رات کا وقت تھا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہو گئے، تا کہ مجھے گھر تک پہنچا آئیں۔ میرا گھر (مدینہ کے ایک طرف) دار اسامہ بن زید میں تھا۔ راستے میں دو انصاری ملے، جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی رفتار تیز کر دی (ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کی وجہ سے چھپ گئے، کیونکہ آپ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ تھے) آپ نے ان دونوں سے فرمایا: ”ذرا رک جاؤ! دیکھو! یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی تیز نہ چلو اور جان لو کہ اس وقت میرے ساتھ میری بیوی صفیہ ہے)۔“ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! سبحان اللہ! (کیا آپ کے بارے میں ہم کوئی برا سوچیں گے) آپ نے فرمایا: ”شیطان انسان کے جسم میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون، لہٰذا مجھے یہ ڈر لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں کوئی بات نہ ڈال دے۔“ [مسلم، کتاب السلام، باب بیان أنه یستحب لمن رؤی خالیا بامرأة ...... الخ : ۲۱۷۵۔ بخاری، کتاب الاعتکاف، باب زیارة المرأة زوجها فی اعتکافه : ۲۰۳۸]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾

”اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، بے شک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اس آیت میں یوسف علیہ السلام نے اللہ کے لیے اپنے غایت درجہ خشوع وخضوع کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتا، کیونکہ انسان کا نفس تو برائی پر اکساتا ہی رہتا ہے، سوائے ان نفوسِ قدسیہ کے جن پر اللہ کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے اور میرا رب تو بڑا معاف کرنے والا اور بے حد مہربان ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ ﴾ [يوسف : ۵۲] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب یوسف علیہ السلام نے یہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام نے کہا، اے یوسف! اس وقت کو یاد کر جب تو بھی ارادہ کر لیتا (اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھتا)، تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ﴾

[الفصل فی الملل والأهواء والنحل لابن حزم الظاهری : ۲۸۱/۴، وإسناده حسن لذاته]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کے قول کا حصہ ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ نے بھی ترجمہ میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔

<u>وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ</u> : اپنے آپ کی بڑائی یا پاکیزگی بیان کرنا اہل علم اور اہل مراتب کا شیوہ نہیں ہوتا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو تو تمام انسانوں سے بڑھ کر منشائے الٰہی معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں منشائے الٰہی کیا ہے؟ قرآن مجید سے دو آیات دیکھیے : ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ﴾ [النساء : ۴۹] ”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں، بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴾ [النجم : ۳۲] ”سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون بچا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جسے میں صبح وشام پڑھا کروں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ دعا پڑھا کرو: ((اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَ مَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهٖ)) ”اے اللہ! اے غیب اور حاضر کو جاننے والے! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه [دعاء: اللهم عالم الغيب ...... الخ] : ۳۳۹۲۔ أبو داؤد، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح : ۵۰۶۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے برہ (بمعنی نیکی واحسان) تھا، تو

www.sirat-e-mustaqeem.com

رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام جویریہ رکھ دیا۔ کیونکہ آپ ﷺ برا جانتے تھے کہ یہ کہا جائے کہ وہ برہ کے پاس سے (یعنی نیکی کو چھوڑ کر) چلے گئے۔ [مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن …… الخ : ۲۱٤٠]

محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا، تو سیدہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع کیا ہے، میرا نام بھی برہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی تعریف مت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں بہتر کون ہے۔'' لوگوں نے عرض کی کہ پھر ہم اس کا نام کیا رکھیں؟ آپ نے فرمایا: ''زینب رکھو۔'' [مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن …… الخ : ۲۱٤۲/۱۹]

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ : زبان کی حفاظت نہایت ضروری ہے، یہ منہ سے نکلنے والے الفاظ ہی ہیں کہ جن کو کبھی انسان بہت کم اہمیت دیتا ہے، مگر وہ اس کے جنتی یا جہنمی ہونے میں حرفِ مفصل ثابت ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک انسان اللہ کی رضا مندی کا کوئی کلمہ کہتا ہے، مگر اسے اس کی اہمیت کا احساس بھی نہیں ہوتا، تاہم اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے اور اسی طرح انسان اللہ کی ناراضی پر مبنی کوئی کلمہ کہتا ہے اور اسے اس کی پروا تک نہیں ہوتی، مگر اللہ تعالیٰ اسے اس کلمے کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان : ٦٤٧٨]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک جن (یعنی شیطان) اور ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی (شیطان ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے، چنانچہ وہ مجھے نیکی کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحريش الشيطان …… الخ : ۲۸۱٤]

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝۵۴

''اور بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خاص کر لوں، پھر جب اس نے اس سے بات کی تو کہا بلاشبہ تو آج ہمارے ہاں صاحب اقتدار، امانتدار ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو ان کے صبر و استقامت اور عفت و طہارت کی وجہ سے بہت ہی اونچا مقام عطا فرمایا، مقام نبوت سے سرفراز فرمایا اور شاہِ مصر کا خلیفہ اور نائب بنا دیا۔ جب بادشاہ کو ان کی عفت، طہارت نفس اور وسعت علم کی خبر ہوئی تو انھیں اپنے پاس لے آنے کا حکم دیا، تاکہ انھیں اپنا خاص مشیر کار بنا لے اور جب ان سے بات کرنے کے بعد اسے تمام باتوں کا یقین ہو گیا اور جان گیا کہ یہ تو وہ گوہر نایاب ہے جو کسی کو قسمت سے ملا کرتا ہے تو فوراً یوسف علیہ السلام

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے کہا کہ میں تمھیں اپنی حکومت میں اعلیٰ منصب پر متعین کرتا ہوں اور اپنی طرف سے ہر چیز کا ذمہ دار اور امانت دار بناتا ہوں۔

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾

''اس نے کہا مجھے اس زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے، بے شک میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں۔''

جب بادشاہ نے انھیں اپنا نائب بنا لیا تو انھوں نے اپنی اہلیت و قابلیت اور ملک کی ضرورت کے پیش نظر بادشاہ سے کہا کہ مجھے سرزمین مصر کے خزانے کا ذمہ دار بنا دیا جائے، تاکہ اپنے علم و امانت کی روشنی میں قحط سالی کے زمانے میں عوام کو غذا بہم پہنچانے کے لیے ابھی سے تیاری شروع کر دوں، جو خوشحالی کے سات سالوں کے بعد آنے والا ہے۔

یہاں یہ مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ یوسف علیہ السلام خود عہدہ نہیں مانگ رہے، بلکہ شاہ مصر کے فیصلہ کر لینے کے بعد محض تجویز پیش کر رہے ہیں۔ عہدے تو اسلام میں ہوتے ہی نہیں، بلکہ ذمہ داری ہوتی ہے اور جو خود ذمہ داری مانگے اسے نہیں ملتی، بلکہ اس کا جو اہل ہو اس کے سپرد کی جاتی ہے اور یہ ذمہ داریاں بہت بھاری اور ڈرا دینے والی ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو ذر! تم کمزور ہو اور امارت ایک امانت ہے اور بے شک قیامت کے روز یہ (بہت سے لوگوں کے لیے) باعث رسوائی اور ندامت ہوگی، سوائے اس شخص کے جس نے اہلیت کی بنا پر اسے حاصل کیا اور پھر اس کے حقوق پوری طرح ادا کیے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب کراهة الإمارة بغیر ضرورة : ۱۸۲۵]

سیدنا عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے عبد الرحمٰن بن سمرہ! کبھی کوئی امارت مت مانگو، کیونکہ خود سوال کر کے عہدۂ امارت حاصل کرو گے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی تائید نہیں ہوگی (کہ جس کے ذریعے تم لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ رہ سکو) اور اگر بغیر درخواست اور طلب کے تمھیں کوئی عہدہ مل گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و اعانت ہوگی (جس کے باعث تم اس کے حقوق ادا کر سکو گے)۔'' [مسلم، کتاب الأیمان، باب ندب من حلف یمینًا ...... الخ : ۱۶۵۲]

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

ع ۷

''اور اسی طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار عطا فرمایا، اس میں سے جہاں چاہتا جگہ پکڑتا تھا۔ ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں پہنچا دیتے ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اور یقیناً آخرت کا اجر ان لوگوں کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔‘‘

اس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو سرزمین مصر کا مالک بنا دیا، جس طرح چاہتے تھے اس میں تصرف کرتے تھے، جہاں چاہتے تھے جاتے تھے، بستی ہو یا شہر، ہر جگہ انھی کا حکم چلتا تھا۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت کا ثواب دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کو آخرت کی کامیابی کے لیے اصل کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ دنیا کا جاہ و جلال اور عزت و شہرت سب عارضی ہے اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔

نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ : آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے بے انتہا محبت، عدل اور اس کے کرم کی ایک جھلک نظر آتی ہے، وہ محسنین کی محنت رائگاں نہیں جانے دیتا۔ اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرے تو ساری دنیا سے اس کی عزت کرواتا ہے، یہ اس کا طریقہ اور سنت ہے۔ درج ذیل حدیث میں اس مسئلے کو نہایت حسن و خوبی سے بیان کیا گیا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں، میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، تب جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور تمام آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتے ہیں، اس لیے تم لوگ بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کو زمین والوں میں مقبول بنا دیا جاتا ہے۔ (اسی طرح) اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند فرماتے ہیں تو جبریل علیہ السلام کو بلاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں، میں فلاں سے نفرت کرتا ہوں، اس لیے تم بھی اس سے نفرت کرو تو جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ فلاں بندے سے نفرت کرتے ہیں، اس لیے تم بھی اس سے نفرت کرو، تو اہل آسمان اس سے نفرت کرنا شروع ہو جاتے ہیں، پھر اس کو زمین والوں میں بھی ناپسندیدہ بنا دیا جاتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب إذا أحب الله عبدًا......الخ : ۲٦۳۷]

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ : اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے نبی یوسف علیہ السلام کے لیے آخرت میں جو بے پایاں اور عظیم الشان اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے، وہ دنیا کی اس حکومت و اقتدار سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے، جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴾ [ص : ۳۹، ۴۰] ’’یہ ہماری عطا ہے، سو احسان کر، یا روک رکھ، کسی حساب کے بغیر۔ اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے ہاں یقیناً بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔‘‘

وَ جَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝۵۸

’’اور یوسف کے بھائی آئے، پھر اس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے انھیں پہچان لیا اور وہ اسے نہ پہچاننے والے تھے۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب خوش حالی کے سات سال گزرنے کے بعد قحط سالی شروع ہو گئی تھی اور جس نے ملک مصر کے تمام علاقوں اور شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، حتیٰ کہ کنعان تک بھی اس کے اثرات جا پہنچے، جہاں سیدنا یعقوب علیہ السلام مع اہل و عیال قیام پذیر تھے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے حسن تدبیر سے اس قحط سالی سے نمٹنے کے جو انتظامات کیے تھے، وہ کام آئے اور ہر طرف سے لوگ یوسف علیہ السلام کے پاس غلہ لینے کے لیے آ رہے تھے۔ یوسف علیہ السلام کی یہ شہرت کنعان تک بھی پہنچی کہ مصر کا بادشاہ اس طرح غلہ فروخت کر رہا ہے۔ چنانچہ باپ کے حکم پر برادران یوسف بھی گھر کی پونجی لے کر غلہ کے حصول کے لیے دربار شاہی میں پہنچ گئے، جہاں سیدنا یوسف علیہ السلام تشریف فرما تھے، جنھیں یہ بھائی تو نہ پہچان سکے، لیکن یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔

وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَ أَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَ إِنَّا لَفٰعِلُونَ ﴿۶۱﴾

’’اور جب اس نے انھیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو کہا میرے پاس اپنے اس بھائی کو لے کر آنا جو تمھارے باپ سے ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ بے شک میں ماپ پورا دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔ پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو تمھارے لیے میرے پاس نہ کوئی ماپ ہوگا اور نہ میرے قریب آنا۔ انھوں نے کہا ہم اس کے باپ کو اس کے بارے میں ضرور آمادہ کریں گے اور بے شک ہم ضرور کرنے والے ہیں۔‘‘

سیدنا یوسف علیہ السلام نے انجان بن کر جب اپنے بھائیوں سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا کنعان سے اور پھر انھوں نے جہاں دوسری معلومات دیں وہاں یہ بھی بتا دیا کہ ہم دس بھائی اس وقت یہاں موجود ہیں، لیکن ہمارے دو علاتی بھائی (یعنی دوسری ماں سے) اور بھی ہیں، ان میں سے ایک تو جنگل میں ہلاک ہو گیا اور اس کے دوسرے بھائی کو والد نے اپنی تسلی کے لیے اپنے پاس رکھا ہے، اسے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا۔ جس پر یوسف علیہ السلام نے کہا کہ آئندہ اسے بھی ساتھ لے کر آنا۔ دیکھتے نہیں کہ میں ماپ بھی پورا دیتا ہوں اور مہمان نوازی اور خاطر مدارت بھی خوب کرتا ہوں۔ ترغیب کے ساتھ یہ دھمکی بھی ہے کہ اگر گیارھویں بھائی کو ساتھ نہ لائے تو نہ تمھیں غلہ ملے گا اور نہ میری طرف سے اس خاطر مدارت کا اہتمام ہوگا۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے خازن مصر کی دھمکی سن کر کہا کہ ہم اپنی طرف سے اس کے باپ کو راضی کرنے کی پوری کوشش کریں گے اور مزید تاکید کے طور پر کہا کہ ہم یقیناً اسے لے کر آئیں گے۔

أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو قوم ناپ تول

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، سخت محنت (یعنی روزگار میں تنگی) اور حکمرانوں کا ظلم و ستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔“ [ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۱۹۔ مستدرک حاکم : ۵۴۰/۴، ح : ۸۶۲۳]

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

”اور اس نے اپنے جوانوں سے کہا ان کا مال ان کے کجاووں میں رکھ دو، تاکہ وہ اسے پہچان لیں جب اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں، شاید وہ پھر آجائیں۔“

یوسف علیہ السلام نے تولنے والوں سے کہا کہ جو رقم انھوں نے ادا کی ہے اسے ان کے سامان میں رکھ دو، تاکہ واپسی کے بعد جب اپنے بوڑھے باپ کے سامنے مارے خوشی کے غلہ ڈھیر کریں گے تو انھیں ایک مزید خوشی بھی میسر آجائے گی، یعنی اپنے روپے واپس پالینے کی خوشی، اس طرح وہ پھر دوبارہ آئیں گے۔ بہرحال یہ یوسف علیہ السلام کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ ایک نہایت مشفقانہ سلوک تھا اور انبیاء ایسے ہی فراخ دل ہوتے ہیں۔ یہاں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معاملہ یاد آیا ہے جو انھوں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، ایک جہادی سفر میں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آرہا تھا، میرا اونٹ تھک گیا اور سست ہو گیا (تو میں نے اتر کر پیدل چلنا شروع کر دیا) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب آئے اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے: ”جابر!“ میں نے کہا، جی حاضر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیا ہوا؟“ میں نے عرض کی، اونٹ تھک گیا اور سست ہو گیا ہے، اس لیے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو اپنی سواری سے نیچے اترے اور لاٹھی کے ساتھ میرے اونٹ کو ہانکنے لگے اور پھر مجھے کہا: ”اب سوار ہو جا۔“ میں اس پر سوار ہوا، اب تو یہ حال ہوا کہ مجھے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پہنچنے پر روکنا پڑ جاتا تھا۔ اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”شادی کر لی؟“ میں نے کہا، جی ہاں! آپ نے پوچھا: ”کنواری سے کی یا بیوہ سے؟“ میں نے کہا، بیوہ سے کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کسی کنواری لڑکی سے کیوں نہیں کی کہ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمھارے ساتھ کھیلتی؟“ میں نے کہا، میری بہنیں زیادہ ہیں (ماں فوت ہو گئی ہے) لہٰذا سوچا کہ ایسی خاتون سے شادی کروں جو ان کو باہم جوڑے رکھے، ان کی کنگھی کرے اور ان پر پوری پوری نگرانی کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اچھا! اب گھر پہنچنے والے ہو، وہاں خوب مزے اڑانا۔“ پھر فرمایا: ”اونٹ بیچو گے؟“ میں نے کہا، جی ہاں! اور پھر ایک اوقیہ چاندی کے بدلے میں آپ نے مجھ سے خرید لیا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے اور میں اگلے دن صبح کو پہنچا۔ پھر ہم مسجد آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے پر ملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: ”ابھی پہنچے ہو؟“ میں نے کہا، جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنا اونٹ چھوڑ دو، مسجد میں داخل ہو جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ لو۔“ میں مسجد میں داخل ہوا، دو

www.sirat-e-mustaqeem.com

رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مجھے ایک اوقیہ چاندی تول دیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے چاندی تولی تو جھکتی ہوئی تول کر دی۔ اب میں چاندی پکڑ کر چل دیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جابر کو میرے پاس بلاؤ۔'' میں نے (دل میں) کہا، اب میرا اونٹ مجھے واپس ہوگا اور واپسی مجھے سخت ناگوار تھی۔ چنانچہ جب میں آپ ﷺ کے پاس گیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اونٹ بھی لے جاؤ اور اس کی قیمت (چاندی) بھی پاس ہی رکھو۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب شراء الحوائج بنفسه : ۲۰۹۷۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نكاح البكر : ۳٦٤۱/ ۱٤٦٦]

فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

''تو جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انھوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہم سے ماپ روک لیا گیا ہے، سو تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج کہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا میں اس پر اس کے سوا تمھارا کیا اعتبار کروں جس طرح میں نے اس کے بھائی پر اس سے پہلے تمھارا اعتبار کیا، سو اللہ بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

واپس جا کر اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اگر ہم اپنے بھائی بنیامین کو لے کر نہیں جائیں گے تو ہمیں غلہ نہیں ملے گا، اس لیے اسے ہمارے ساتھ جانے دیجیے، تاکہ ہمیں غلہ مل سکے اور یقین کیجیے کہ ہم اس کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ جو عہد و پیمان میں نے تم سے یوسف کی حفاظت کے لیے لیا تھا، کیا اس سے بھی زیادہ کوئی سخت عہد و پیمان ہوتا ہے جو میں تم لوگوں سے بنیامین کے لیے لوں؟ اس کے باوجود تم نے یوسف کے بارے میں مجھ سے خیانت کی، اس لیے اب میں تم لوگوں پر بھروسا نہیں کر سکتا۔ میں اس کی حفاظت کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں کہ جو سب سے بڑا محافظ ہے اور والدین اور بھائیوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ یہ یعقوب علیہ السلام کی طرف سے اشارہ تھا کہ وہ بنیامین کو لے جانے کی اجازت دے دیں گے۔

وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

''اور جب انھوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنے مال کو پایا کہ ان کی طرف واپس کر دیا گیا ہے، کہا اے ہمارے باپ! ہم کیا

www.sirat-e-mustaqeem.com

چاہتے ہیں، یہ ہمارا مال ہماری طرف واپس کر دیا گیا ہے اور ہم گھر والوں کے لیے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ ماپ زیادہ لائیں گے، یہ بہت تھوڑا ماپ ہے۔"

کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک نے راستے میں اپنی سواری کے جانور کو چارہ دینے کے لیے اپنا سامان کھولا تو اسے اپنی رقم بوری کے منہ ہی پر مل گئی۔ اس نے یہ بات اپنے بھائیوں سے کہی اور جب کنعان پہنچ کر سب نے غلے کی اپنی اپنی بوری کھولی تو ہر ایک کو اس کی رقم بوری کے منہ ہی پر ملی، سبھی بہت خوش ہوئے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سب نے بیک زبان اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اب ہمیں کیا چاہیے؟ عزیز مصر نے ہماری بے حد تکریم کی، غلہ دیا، زادِ سفر دیا اور ہمارے پیسے بھی واپس کر دیے۔ ان کا مقصود اس گفتگو سے یہ تھا کہ یعقوب علیہ السلام بنیامین کو لے جانے کی اجازت دے دیں اور ہم اپنے بھائی بنیامین کو ساتھ لے جائیں گے تو اپنے اہل و عیال کے لیے مزید غلہ لائیں گے، اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا غلہ زیادہ لائیں گے۔

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

"اس نے کہا میں اسے تمھارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا، یہاں تک کہ تم مجھے اللہ کا پختہ عہد دو گے کہ تم ہر صورت اسے میرے پاس لاؤ گے، مگر یہ کہ تمھیں گھیر لیا جائے۔ پھر جب انھوں نے اسے اپنا پختہ عہد دے دیا تو اس نے کہا اللہ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں، ضامن ہے۔"

یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں اسے تمھارے ساتھ اسی صورت میں بھیج سکتا ہوں کہ تم لوگ اللہ کی قسم کھا کر مجھ سے اس بات کا عہد کرو کہ تم لوگ ہر حال میں اسے واپس لاؤ گے، الا یہ کہ دشمن تم سب کو چاروں طرف سے گھیر لے اور تم مغلوب ہو جاؤ اور اس کی جان نہ بچا سکو۔ جب ان لوگوں نے پختہ عہد کر لیا، تو یعقوب علیہ السلام نے انھیں ان کا عہد یاد دلاتے ہوئے اور نقضِ عہد کے انجامِ بد سے ڈراتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی اس بات پر اللہ کو گواہ بناتے ہیں۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

"اور اس نے کہا اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم سے اللہ کی طرف سے (آنے والی) کوئی چیز نہیں ہٹا سکتا، حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی پر پس لازم ہے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کریں۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اجازت دے دی کہ بنیامین کو اپنے ساتھ مصر لے جائیں، چونکہ یعقوب علیہ السلام کے سبھی بیٹے صحت مند اور خوبصورت تھے، اس لیے انھیں ڈر ہوا کہ اگر سبھی ایک ہی دروازے سے داخل ہوں گے تو کہیں کسی کی نظر بد نہ لگ جائے۔ اس لیے انھیں نصیحت کی کہ سب ایک دروازے سے شہر میں داخل نہ ہوں، بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہوں۔ لیکن اس کے فوراً بعد ہی یہ کہا کہ میں اپنی اس تدبیر کے ذریعے اللہ کی قضا و قدر کو نہیں ٹال سکتا، اس لیے کہ احتیاط تقدیر کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ تمام فیصلے اللہ کے اختیار میں ہیں، ان میں کسی اور کا دخل نہیں ہے، اس لیے میں نے اسی پر بھروسا کیا ہے اور تمام لوگوں کو صرف اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ...... اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ : مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے اس آیت سے نظر بد ہی مراد لیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نظر کا لگ جانا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس کا برحق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نظر لگنا برحق ہے۔“ [بخاری، كتاب الطب ، باب العين حق : ٥٧٤٠۔ مسلم ، كتاب السلام ، باب الطب والمرض والرقى : ٢١٨٧]

سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نہا رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ میں نے آج تک اتنا حسین جسم کبھی نہیں دیکھا، یہ تو پردہ نشین لڑکی سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ سہل بے ہوش ہو کر گر گئے۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور درخواست کی گئی کہ اے اللہ کے رسول! سہل کے معاملہ میں کچھ کیجیے، اللہ کی قسم! وہ تو سر تک نہیں اٹھاتے ہیں (بے ہوش ہیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم کسی پر نظر لگانے کی تہمت لگاتے ہو؟“ لوگوں نے کہا، عامر بن ربیعہ نے انھیں دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو بلوایا اور ان پر خفگی کا اظہار کیا، آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کیوں کوئی (نظر کی وجہ سے) اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ (جب تم نے دیکھا کہ وہ تمھیں بہت اچھے لگے تھے تو) تم نے ان کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟“ پھر آپ نے فرمایا: ”اب اس کے لیے غسل کرو۔“ چنانچہ عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ، اپنے دونوں ہاتھ، اپنی کہنیاں، اپنے دونوں گھٹنے، اپنے پیروں کی انگلیاں اور ازار کے اندر کا حصہ ایک بڑے پیالہ میں دھویا اور پھر یہ پیالہ مریض کے سر پر اور اس کے پیچھے الٹ دیا گیا۔ جب یہ کام ہو چکا تو سہل رضی اللہ عنہ (ٹھیک ہو گئے اور) لوگوں کے ساتھ اٹھ کر چلنے پھرنے لگے، جب انھیں کوئی تکلیف نہ رہی تھی۔ [الموطأ امام مالك، كتاب العين ، باب الوضوء من العين : ٢۔ مسند أحمد : ٣/ ٤٤٧، ح : ١٥٧٠٦]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نظر لگنا حق ہے اور کوئی چیز تقدیر پر

www.sirat-e-mustaqeem.com

سبقت کرتی تو نظر کرتی اور جب تم سے (نظر کی وجہ سے) نہانے کے لیے کہا جائے تو نہا لیا کرو۔" [مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی : ۲۱۸۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین رضی اللہ عنہما پر (ان کلمات کے ذریعے) دم کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام بھی اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام پر یہ کلمات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے: « اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ » "میں پناہ طلب کرتا ہوں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ ہر شیطان سے، ہر زہریلے مہلک جانور سے اور ہر اس آنکھ سے جو نظر لگانے والی ہو۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، بابٌ : ۳۳۷۱]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ایک لڑکی کے چہرے پر چھائیاں دیکھیں تو فرمایا: "اس کو دم کرواؤ، کیونکہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔" [بخاری، کتاب الطب، باب رقیة العین : ۵۷۳۹۔ مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین : ۲۱۹۷]

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسے دموں میں کوئی حرج نہیں جن میں شرک نہ ہو۔" [مسلم، کتاب السلام، باب لا بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرك : ۲۲۰۰]

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے سامنے پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں۔ کوئی پیغمبر ایسا تھا کہ اس کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور کسی پیغمبر کے ساتھ ایک یا دو ہی آدمی تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا، اتنے میں ایک بڑی امت آئی، میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے۔ (لیکن) مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے، تم آسمان کے کنارے کی طرف دیکھو، میں نے دیکھا تو ایک بڑا گروہ ہے۔ مجھ سے کہا گیا، دوسرے کنارے کی طرف بھی دیکھو، میں نے دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمھاری امت ہے اور ان لوگوں میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں کہ جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔" آپ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرتے ہیں اور نہ دم کرواتے ہیں اور نہ بدشگون لیتے ہیں، بلکہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب : ۲۲۰]

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً
فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع ۸

"اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے انھیں حکم دیا تھا، وہ ان سے اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو ہٹا نہ سکتا تھا مگر یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی اور بلاشبہ وہ یقیناً بڑے علم والا تھا، اس وجہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے کہ ہم نے اسے سکھایا تھا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

باپ کے کہنے کے مطابق مختلف دروازوں سے ان کا داخل ہونا اللہ کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتا تھا اور نہ یعقوب کا ایسا خیال تھا، یہ تو ان کی شفقت پدری تھی جس کا انھوں نے اس طرح اظہار کیا تھا۔ انھیں اللہ نے نبی بنایا تھا اور آسمانی علم و حکمت سے نوازا تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی اور اللہ کے فیصلے کو بہر حال وقوع پذیر ہونا ہے، لیکن بہت سے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اسباب میں تاثیر ہوتی ہے، جو ان کی خام خیالی ہے اور تقدیر پر ایمان لانے کے مخالف عقیدہ ہے۔

وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾

”اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی، کہا بلاشبہ میں ہی تیرا بھائی ہوں، سو تو اس پر غم نہ کر جو وہ کرتے رہے ہیں۔ پھر جب اس نے انھیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا، پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا اے قافلے والو! بلاشبہ تم یقیناً چور ہو۔ انھوں نے کہا، جب کہ وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے، تم کیا چیز گم پاتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اور جو اسے لے آئے اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہوگا اور میں اس کا ضامن ہوں۔“

جب یوسف علیہ السلام کے بھائی بنیامین کو لے کر آپ کے پاس پہنچے، تو انھوں نے ان سب کی خوب خاطر مدارت کی اور بنیامین کو کسی بہانے سے الگ بلا کر سارا ماجرا سنا دیا اور بتایا کہ میں تمھارا بھائی یوسف ہوں اور جو کچھ میرے سوتیلے بھائیوں نے میرے ساتھ کیا تھا اس کا غم نہ کرو اور ابھی راز کو افشا نہ کرنا۔ میں تمھیں کوئی سبب پیدا کر کے اپنے پاس روک لوں گا، تا کہ عزت و احترام کے ساتھ میرے پاس رہ سکو۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اہل کاروں کو سکھا دیا کہ جب یہ لوگ اپنا سامان سفر باندھ رہے ہوں تو بادشاہ کا چاندی کا پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ لوگ واپس جاتے ہوئے کچھ دور چلے گئے تو پیچھے سے ان کے آدمی دوڑتے ہوئے گئے اور کہا کہ تم لوگ چور ہو۔ انھوں نے کہا کہ تمھاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ تو اعلان کرنے والے نے کہا کہ بادشاہ کا پیالہ چوری ہو گیا ہے اور جس نے اسے لیا ہے اگر از خود لوٹا دے گا تو اسے ایک اونٹ کا غلہ دیا جائے گا اور میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں۔

<u>قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ</u> : رسول اللہ ﷺ بھی زعیم یعنی ضامن ہیں، سیدنا

www.sirat-e-mustaqeem.com

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں ضامن ہوں، جنت کے اطراف میں اور جنت کے وسط میں ایک گھر کا، اس شخص کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا، مسلمان ہوا اور اس نے ہجرت کی اور میں ضامن ہوں جنت کے اطراف میں ایک گھر کا، جنت کے وسط میں ایک گھر کا اور جنت کے بالا خانوں میں ایک گھر کا، اس شخص کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا، مسلمان ہوا، ہجرت کی اور اس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا۔ جس شخص نے یہ تینوں کام کیے اس نے گویا نیکی کی کوئی بات نہ چھوڑی اور وہ برائی سے مکمل طور پر بچا رہا، ایسا شخص جہاں بھی مرنا چاہے مرے (اس کے اجر و ثواب میں کمی نہیں ہوگی)۔'' [نسائی، کتاب الجهاد، باب ما لمن أسلم وهاجر و جاهد : ٣١٣٥۔ ابن حبان : ٤٦١٩۔ مستدرك حاكم : ٧١/٢، ح : ٢٣٩١]

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

''انھوں نے کہا اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جان چکے ہو کہ ہم اس لیے نہیں آئے کہ اس ملک میں فساد کریں اور نہ ہم کبھی چور تھے۔ انھوں نے کہا پھر اس کی کیا جزا ہے، اگر تم جھوٹے ہوئے؟ انھوں نے کہا اس کی جزا وہ شخص ہے جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے، سو وہ شخص ہی اس کی جزا ہے۔ اسی طرح ہم ظالموں کو جزا دیتے ہیں۔''

بھائیوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ ہم کنعان سے یہاں چوری کرنے یا کسی بری نیت سے نہیں آئے تھے، ہم تو غلہ کے لیے آئے تھے۔ ہم اس سے پہلے بھی آئے تھے اور چوری کا الزام ہم پر نہیں لگایا گیا تھا اور نہ کبھی زندگی میں ہم نے ایسا کام کیا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام کے لوگوں نے کہا کہ اگر تم جھوٹے نکلے تو چور کو کیا سزا ملنی چاہیے؟ انھوں نے کہا کہ جس کے سامان میں سے پیالہ ملے اسے بادشاہ اپنا غلام بنا لے، ہم چوری کرنے والوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

''تو اس نے اس کے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اسے اس کے بھائی کے تھیلے سے نکال لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی، ممکن نہ تھا کہ بادشاہ کے قانون میں وہ اپنے بھائی کو رکھ لیتا مگر یہ کہ اللہ چاہے، ہم جسے چاہتے ہیں درجوں میں بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعلان کرنے والے نے بنیامین کے سامان سے پہلے اس کے بھائیوں کے سامان کی تلاش لی، پھر بنیامین کے سامان سے پیالہ نکل آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کی غرض پوری کرنے کے لیے ہم نے یہ تدبیر کی تھی۔ اس لیے کہ شاہ مصر کے قانون و دستور کے مطابق یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے، البتہ یعقوب علیہ السلام کے دین و شریعت میں یہ تھا کہ چور کو غلام بنا لیا جاتا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود ان بھائیوں کی زبان سے ان کے باپ کے دین کے مطابق کہلوایا کہ جو چور ہوگا وہ بادشاہ کا غلام بنا لیا جائے گا۔ ان کا یہ کہنا اللہ کی مشیت کے مطابق تھا، تاکہ یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک سکیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے علم کے ذریعے یوسف علیہ السلام کو بلند مقام دیا، اسی طرح ہم جسے چاہتے ہیں علوم و معارف دے کر اس کے ہم عصروں میں اسے عالی مقام بنا دیتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑا ایک علم والا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ ان سے بڑا کوئی عالم نہیں اور اس کا علم بحرِ بے کنار ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

"انھوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو بے شک اس سے پہلے اس کے ایک بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ تو یوسف نے اسے اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اسے ان کے لیے ظاہر نہیں کیا، کہا تم مرتبے میں زیادہ برے ہو اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو تم بیان کرتے ہو۔"

جب پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد ہوگیا، تو ان کے بھائیوں نے عزیزِ مصر کے سامنے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ ہم لوگ اس جیسے چور نہیں ہیں، اس لیے کہا کہ اگر یہ چور نکلا تو اس کا بھائی بھی تو چور تھا۔ یوسف علیہ السلام نے ان کے اس جھوٹ پر ضبط سے کام لیا اور اپنے تاثرات کو ظاہر نہیں ہونے دیا، البتہ اپنے دل میں کہا کہ تم کتنے برے لوگ ہو کہ خود یوسف علیہ السلام کو اس کے باپ سے دھوکا دے کر لے گئے تھے اور کنویں میں ڈال دیا تھا اور آج اس مظلوم و بے گناہ پر چوری کی تہمت دھرتے ہو، تم جو کچھ کہہ رہے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے۔

قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

ع ۹/۱۱
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

"انھوں نے کہا اے عزیز! بے شک اس کا ایک بڑا بوڑھا باپ ہے، سو تو ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ رکھ لے، بے شک ہم تجھے احسان کرنے والوں سے دیکھتے ہیں۔ اس نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم اس کے سوا کسی کو پکڑیں جس کے پاس ہم نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اپنا سامان پایا ہے، یقیناً ہم تو اس وقت ظالم ہوں گے۔"

جب ان کی رائے کے مطابق ہی یہ بات طے پا گئی کہ اب بنیامین کو مصر میں رہنا ہے تو انھوں نے عزیز مصر سے رحم کی اپیل اس طرح کی کہ آپ ہم میں سے کسی ایک کو بنیامین کے بدلے میں لے لیں اور اسے چھوڑ دیں۔ اس لیے کہ اس کے والد بہت ہی بوڑھے ہیں اور اس سے بڑی محبت کرتے ہیں، بلکہ اسے دیکھ کر اپنے گمشدہ بیٹے کا غم غلط کرتے ہیں۔ چونکہ آپ نے پہلے بھی ہم پر بہت احسانات کیے ہیں، اس لیے یہ احسان عظیم بھی ہم پر کر دیجیے۔ عزیز مصر نے ان کی درخواست رد کر دی اور کہا کہ قصور وار کے بدلے بے گناہ کو لے لینا ظلم و زیادتی ہوگی اور ایسے گناہ کے ارتکاب سے اللہ کی پناہ مانگی، تا کہ ان کے بھائیوں کی امید بالکل ہی ختم ہو جائے۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

"پھر جب وہ اس سے بالکل ناامید ہو گئے تو مشورہ کرتے ہوئے الگ جا بیٹھے، ان کے بڑے نے کہا کیا تم نے نہیں جانا کہ تمھارا باپ تم سے اللہ کا عہد لے چکا ہے اور اس سے پہلے تم نے یوسف کے بارے میں جو کوتاہی کی، اب میں اس زمین سے ہرگز نہ ہلوں گا یہاں تک کہ میرا باپ مجھے اجازت دے، یا اللہ میرے لیے فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔"

جب کوئی امید باقی نہ رہی تو لوگوں سے الگ ہو کر آپس میں سر جوڑ کر غور و خوض کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے؟ تو بڑے بھائی نے کہا کہ تم سب کو پتا ہے کہ ہمارے باپ نے ہم سے اللہ تعالیٰ کا عہد و پیمان لیا ہے کہ ہم بنیامین کو بحفاظت ان کے پاس واپس پہنچائیں گے اور ہم لوگ اس سے پہلے یوسف (علیہ السلام) کے سلسلے میں جس غلطی کا ارتکاب کر چکے ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔ اس لیے اب میں مصر سے اسی وقت کنعان جاؤں گا جب میرا باپ مجھے اجازت دے دے، یا اللہ تعالیٰ مصر سے میری روانگی کا فیصلہ کر دے، یا میرا بھائی بنیامین کسی طرح آزاد کر دیا جائے اور اللہ بہر حال بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَ الْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

"اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ، پس کہو اے ہمارے باپ! بے شک تیرے بیٹے نے چوری کر لی اور ہم نے شہادت

www.sirat-e-mustaqeem.com

نہیں دی مگر اس کے مطابق جو ہم نے جانا اور ہم غیب کی حفاظت کرنے والے نہ تھے۔ اور اس بستی سے پوچھ لے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے بھی جس میں ہم آئے ہیں اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔''

بھائیوں سے کہا کہ تم لوگ والد کے پاس جاؤ اور انھیں سارا ماجرا سناؤ اور کہو کہ آپ کے بیٹے بنیامین کی طرف عزیز مصر کے پیالے کی چوری منسوب کی گئی ہے اور ہم نے دیکھا کہ ان کے سامان سے پیالہ نکالا گیا۔ ہم اس کی گواہی دیتے ہیں اور چونکہ ہم غیب کا علم نہیں رکھتے، اس لیے حقیقت امر کا پتا نہیں کہ کیا واقعی بنیامین نے چوری کی ہے یا کوئی اور بات ہے اور یہ بھی کہو کہ آپ کسی کو مصر بھیج کر حقیقت حال کا پتا چلا لیجیے اور اس قافلہ والوں سے بھی پوچھ لیجیے جو ہمارے ساتھ وہاں سے آئے ہیں اور آپ یقین کیجیے کہ ہم لوگ سچے ہیں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾

''اس نے کہا بلکہ تمھارے لیے تمھارے دلوں نے ایک کام مزین کر دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے، امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا، یقیناً وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور وہ ان سے واپس پھرا اور اس نے کہا ہائے میرا غم یوسف پر! اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں، پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔''

جب وہ لوگ کنعان پہنچے تو اپنے باپ سے وہی کچھ کہا جو بڑے بھائی نے سکھایا تھا۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ بات کہ میرے بیٹے نے چوری کی ہے، تمھارے ذہن کی ایک پیداوار ہے۔ اس نے حقیقت میں چوری نہیں کی، اس لیے اب تو میرے لیے صبر کرنا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ مجھے امید ہو چکی ہے کہ میرا اللہ میرے تینوں بیٹوں کو مجھ سے ملا دے گا۔ انھیں پہلے سے کچھ اندازہ تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں لیکن مفقود الخبر ہیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور یوسف علیہ السلام کی گم شدگی پر شدید حزن و ملال کا اظہار کرنے لگے، اس لیے کہ ان کی مصیبتوں کی ابتدا انھی کی گم شدگی سے ہوئی تھی۔ وہ گم ہوئے، پھر بنیامین غلام بنا لیے گئے اور بڑے بیٹے نے بنیامین کے حادثے سے متاثر ہو کر مصر ہی میں غریب الوطنی کی زندگی اختیار کر لی اور باپ کو منہ دکھانا پسند نہیں کیا۔ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے گم ہونے کے بعد اتنا روئے کہ مسلسل آنسو بہتے رہنے سے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ کسی مصیبت یا کسی چہیتے کی موت یا گم شدگی پر غم کرنا حرام نہیں ہے، حرام یہ ہے کہ آدمی چیخ پکار کرے، گریبان پھاڑے اور ایسی باتیں کرے جو صبر و استقامت کے خلاف ہوں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیم کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت وہ عالم نزع میں تھے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ کے رسول! کیا آپ بھی (روتے ہیں؟) آپ نے فرمایا: ''اے ابن عوف! یہ رحمت ہے۔'' پھر آپ کے دوبارہ آنسو نکل آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: « اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ ! لَمَحْزُوْنُوْنَ » ''آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، دل غمگین ہے، لیکن زبان سے ہم صرف وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو، البتہ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے غمگین ضرور ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ: ''انا بك لمحزونون'' : ۱۳۰۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان...... الخ : ۲۳۱۵]

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

''انھوں نے کہا اللہ کی قسم! تو ہمیشہ یوسف کو یاد کرتا رہے گا، یہاں تک کہ گھل کر مرنے کے قریب ہو جائے، یا ہلاک ہونے والوں سے ہو جائے۔ اس نے کہا میں تو اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری اور اپنے غم کی شکایت صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

یعقوب علیہ السلام کا حال زار دیکھ کر ان کے بیٹوں کو ان پر بڑا رحم آتا تھا اور جب ان کی حالت دن بدن غیر ہونے لگی اور ڈرے کہ کہیں یوسف علیہ السلام کا غم ان کے دل کو نہ کھا جائے اور ان کی موت کا سبب نہ بن جائے تو انھوں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ یوسف کو اسی طرح ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ آپ عقل و ہوش کھو بیٹھیں گے اور آپ کا جسم گھل جائے گا، کہیں یہ غم آپ کی زندگی ہی کا خاتمہ نہ کر دے۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنا درد و غم اور حال زار کسی انسان سے نہیں بلکہ اللہ سے بیان کرتا ہوں، اسی کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں اور اسی سے التجا کرتا ہوں، اس لیے تم لوگ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ مجھے وہ کچھ معلوم ہے جو تمھیں معلوم نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میرا بیٹا یوسف (علیہ السلام) زندہ ہے، اس کا خواب سچا تھا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے ملا دے گا۔

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر کے پاس ایک عورت کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''(اے عورت!) اللہ تعالیٰ سے ڈر۔'' اس عورت نے کہا، میرے جیسی مصیبت تم پر پڑی ہوتو (تمھیں میرے دل کا حال) معلوم ہو۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا، تو جب لوگوں نے اس عورت کو بتلایا کہ یہ تو اللہ کے رسول ﷺ تھے، تو وہ عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً صبر وہی ہے جو آدمی ابتدائے مصیبت کے وقت کرے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارة القبر : ۱۲۸۳۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولى : ۹۲۶]

www.sirat-e-mustaqeem.com

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۝۸۷

''اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔''

انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ وہ مصر جائیں اور یوسف اور اس کے بھائی بنیامین کے بارے میں پتا لگائیں اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں۔ اس لیے کہ اس کی رحمت سے صرف کافر لوگ نا امید ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ [الحجر : ٥٦] ''اور گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون نا امید ہوتا ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اس سزا اور عذاب کا (کما حقہ) علم ہو جائے جو اللہ کے ہاں (نافرمانوں کے لیے) ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھے اور اگر کافر کو اللہ کی رحمت کا (صحیح) علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو کوئی بھی اس کی جنت سے نا امید نہ ہو۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ تعالی وأنها سبقت غضبه : ۲۷۵۵]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے خیر ہے اور یہ معاملہ صرف مومن کے لیے ہے، اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور اس میں بھی اس کے لیے خیر ہوتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمره کله خیر : ۲۹۹۹]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنازہ (تیار کر کے) رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں، تو اگر اب وہ نیک (آدمی کا) جنازہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے، مجھے (جلدی) آگے لے چلو اور اگر وہ بدکار کا جنازہ ہوتا ہے تو کہتا ہے، ہائے ہلاکت! اسے کہاں لیے جا رہے ہو؟ اس کی آواز انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اسے سن لے تو (اس کی تاب نہ لا سکے اور) بے ہوش ہو جائے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء : ۱۳۱٤]

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ۝۸۸

''پھر جب وہ اس کے پاس داخل ہوئے تو انھوں نے کہا اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم

www.sirat-e-mustaqeem.com

حقیر سی پونجی لے کر آئے ہیں، سو ہمارے لیے ماپ پورا دے دے اور ہم پر صدقہ کر۔ یقیناً اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔''

باپ کے حکم کے مطابق باقی ماندہ بھائی تیسری مرتبہ مصر پہنچے اور عزیز مصر کے دربار میں حاضری دی اور کہا کہ جناب عالی! ہم اور ہمارے بال بچے قحط اور خشک سالی کی وجہ سے بہت پریشانی میں ہیں۔ ہم بہت ہی تھوڑی رقم لے کر آئے ہیں (انھوں نے یہ انداز بیان بادشاہ کے دل میں اپنے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے اختیار کیا تھا)، لیکن آپ اپنے جود و سخا سے ہمیں اناج پہلے کی طرح پورا دیجیے اور رقم کم ہونے یا اس کے بے وقعت ہونے کا خیال نہ کیجیے، اللہ تعالیٰ صدقہ اور بھلائی کرنے والوں کو ضرور اچھا بدلہ دیتا ہے۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

''اس نے کہا کیا تم نے جانا کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا، جب تم نادان تھے؟''

اپنے خاندان والوں کی غربت و پریشانی اور اپنے باپ کے درد و غم کا حال جان کر یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا اور ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اب قصہ کو مزید طول دینے کی تاب نہ لا سکے اور اپنے بھائیوں کو اپنی درد بھری داستان یاد دلاتے ہوئے کہا کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی بنیامین کے ساتھ نادانی کی وجہ سے ماضی میں جو ظلم و زیادتی کی تھی، کیا وہ تمھیں یاد ہے؟ سیدنا یوسف علیہ السلام کا ظرف ملاحظہ فرمائیے کہ گو بھائیوں کو جتا دیا کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اسے یاد کرو، مگر ساتھ ہی ان کے دکھے دل کو مزید زخمی نہیں کیا، ان کی معذرت و معافی اور شرمندگی و شرمساری سے پہلے ہی گویا انھیں معافی کی تسلی دے دی کہ یہ تم نے اس وقت کیا جب تم نادان تھے۔ یہ اصلاح اور تربیت کے انداز ہیں، جہاں قدم قدم نرمی اور لحظہ لحظہ محبت کی فراوانی ہونی چاہیے۔ ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ اتنا غالب ہو کہ انتقام اور نفرت کے سارے جذبے اس کے سامنے کمزور اور بے بس ہو جائیں۔ معلوم ہوا نرم روی اور شستہ لہجہ دعوت کے میدان میں ایسا طریقہ ہے جو پتھر دل اور سخت طبیعت انسان کو بھی پگھلا کر مسحور کر دیتا ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ مہربان و شفیق ہے اور وہ تمام معاملات میں مہربانی و شفقت ہی کو پسند کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب استتابة المرتدین، باب إذا عرض الذمی …… الخ : ۶۹۲۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ مہربان و شفیق ہے اور مہربانی و شفقت ہی کو پسند کرتا ہے اور شفقت و نرمی (یعنی خوش خلقی) پر وہ چیزیں (دنیا و آخرت میں) دیتا ہے جو سختی کرنے پر نہیں دیتا اور نہ کسی دوسرے فعل پر عطا فرماتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق : ۲۵۹۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے وہ اسے زینت

www.sirat-e-mustaqeem.com

بخش دیتی ہے اور جس چیز سے نکل جاتی ہے اسے برا کر دیتی ہے۔" [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق : ۲۵۹۴]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ دوڑے کہ اسے تنبیہ کریں، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو، کیونکہ تم لوگ آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی و تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔" [بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : یسّروا ولا تعسّروا : ۶۱۲۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی پیدا کرو اور سختی نہ کرو، خوش خبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔" [مسلم، کتاب الجهاد، باب فی الأمر بالتیسیر و ترك التنفیر : ۱۷۳۳]

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۹۰

"انھوں نے کہا کیا یقیناً واقعی تو ہی یوسف ہے؟ کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، یقیناً اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو ڈرے اور صبر کرے تو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے اس سوال سے انھیں پہچان لیا، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ یوسف کا واقعہ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا، بے حد حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کہا، کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی بنیامین ہے، اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے کہ آزمائشوں کا دور ختم ہو گیا، ایک مدت کی جدائی کے بعد دونوں بھائی مل گئے ہیں اور ذلت کے بعد عزت اور وحشت و تنہائی کے بعد انس و قربت نصیب ہوئی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں ڈرتا رہتا ہے اور تکلیفوں پر صبر کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے اچھے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ : یعنی متقی اور صابر آدمی ہی اللہ کے نزدیک صفت احسان کا مستحق ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ﴾ [الأحقاف : ۳۵] "پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر۔" ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [المائدة : ۲۷] "بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۳ تا ۱۱۵] "وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ اور وہ جو نیکی بھی کریں اس میں ان کی بے قدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [الحج : ۳۷] ''اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم ظلم المسلم ...... الخ : ۲۵٦٤/۳٤]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے (سوال کی مصیبت سے) بچا لیتا ہے اور جو بے نیازی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے، اللہ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب الاستعفاف عن المسألة : ۱٤٦۹۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل التعفف والصبر ...... الخ : ۱۰۵۳]

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝۹۱

انھوں نے کہا اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً اللہ نے تجھے ہم پر فوقیت دی ہے اور بلاشبہ ہم واقعی خطا کار تھے۔''

بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے مقام و مرتبہ اور ماضی میں ان کے حق میں اپنے خطرناک جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم سب پر فضیلت دی ہے اور آپ کو آپ کے تقویٰ اور صبر کی وجہ سے بڑا اونچا مقام عطا کیا ہے اور ہم آپ کے حق میں بڑے گناہ گار اور خطا کار تھے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انھوں نے فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور توبہ کی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں ایک دوسرے سے برا سلوک کرنے سے بچو، کیونکہ آپس کی بدسلوکی (دین و ایمان اور امن و سکون کو) مونڈ کر رکھ دینے والی ہے۔'' [ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب فی فضل صلاح ذات البین ...... الخ : ۲۵۰۸]

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۹۲

اس نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

یوسف علیہ السلام نے کہا، جاؤ! آج میں نے تمھیں معاف کر دیا۔ ماضی کی غلطی پر تمھارا مؤاخذہ نہیں کروں گا، اللہ بھی تمھیں معاف کر دے اور وہ تو بے حد رحم کرنے والا ہے۔ وہ لوگ کہ عظمت جن کا سرمایۂ افتخار بنا دیا جاتا ہے، وہ ایسے ہی ہوتے ہیں، کشادہ دل اور فراخ حوصلہ۔ رسول اللہ ﷺ کو دیکھیے! اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ پر کیا کیا ستم نہ توڑے مگر جب فتح مکہ کے موقع پر وہ وقت آیا کہ کل کے سارے ظالم گردنیں جھکائے کھڑے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے تمام مظالم فراموش کر دیے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر فرمایا: ''اے قریشیو! تمھارا (میرے بارے میں آج) کیا خیال ہے؟'' انھوں نے کہا، ہم تو یہی کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بھائی اور چچا زاد ہیں اور آپ بڑے مہربان اور کریم ہیں۔ آپ نے ان سے پھر وہی سوال کیا اور انھوں نے پھر وہی جواب دیا، چنانچہ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہی تھی: ﴿ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴾ ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' [السنن الکبریٰ للنسائی : ۳۸۳/۷، ح : ۱۱۲۹۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر لوگوں (یعنی قریش مکہ) کو مخاطب کر کے (یہ بھی) فرمایا: ''اے لوگو! اللہ نے تمھارے جاہلی غرور و تکبر کو ہوا میں اڑا کر رکھ دیا ہے، لوگو! آدمی دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو نیک ہو، اپنے رب کے ہاں پرہیز گار اور معزز ہو اور دوسرا وہ جو بدکار، بدبخت اور اپنے پروردگار کے ہاں گھٹیا ہو۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ [الحجرات : ۱۳] ''اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں یہی کچھ کہنا تھا، باقی میں اپنے اور تمھارے لیے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔'' [ابن حبان : ۳۸۲۸۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الحجرات : ۳۲۷۰]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو احسان کا بدلہ احسان سے دے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب لیس الواصل بالمکافیٔ : ۵۹۹۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں، لیکن وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں، لیکن وہ میرے ساتھ برائی اور بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آتا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوں، لیکن وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا تو گویا تم ان کے منہ میں گرم راکھ رکھ رہے ہو اور تمھارے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا جو تم کو ان پر غالب رکھے گا، وہ ان کی اذیت رسانیوں اور شر کو دفع کرنے والا ہے، جب تک کہ تم اس صفت پر قائم ہو۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۸]

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

”میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائے گا اور اپنے گھر والوں کو، سب کو میرے پاس لے آؤ۔“

اب وقت آگیا تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے درد و الم کا دور ختم ہو اور ان کے صبر کا نتیجہ ظاہر ہو۔ یوسف علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے وحی کے مطابق بھائیوں سے کہا کہ تم لوگ میری یہ قمیص لے کر جاؤ، میرے باپ کے چہرے پر اسے ڈالو تو اللہ کے حکم سے ان کی بینائی واپس آجائے گی اور تم لوگ اپنے خاندان کے تمام افراد کو لے کر یہاں آجاؤ۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

”اور جب قافلہ جدا ہوا، ان کے باپ نے کہا بے شک میں تو یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر یہ نہ ہو کہ تم مجھے بہکا ہوا کہو گے۔ انھوں نے کہا اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تو اپنی پرانی بھول ہی میں ہے۔“

جب بھائیوں کا قافلہ مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوا، تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے، لیکن تم لوگ تو یہی کہو گے کہ بڑھاپے کی وجہ سے میری عقل متاثر ہو گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ تو آپ کی وہی پرانی باتیں ہیں، آپ تو ہمیشہ یوسف کی محبت میں اس طرح کی باتیں کرتے رہے ہیں اور ان کی دید کی خواہش لیے جیتے رہے ہیں، حالانکہ وہ مر چکے ہیں، اس لیے آپ کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہییں۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

”پھر جیسے ہی خوشخبری دینے والا آیا اس نے اسے اس کے چہرے پر ڈالا تو وہ پھر بینا ہو گیا۔ کہنے لگا کیا میں نے تم سے کہا تھا کہ بے شک میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ انھوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمارے لیے ہمارے

www.sirat-e-mustaqeem.com

گناہوں کی بخشش کی دعا کر، یقیناً ہم خطا کار تھے۔ اس نے کہا میں عنقریب تمھارے لیے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا، بے شک وہی بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

کہتے ہیں کہ وہ یہودا تھا جس کے سپرد یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص کی تھی۔ جب اس نے وہ قمیص یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی تو ان کی بینائی واپس آ گئی۔ تب انھوں نے سب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو؟ بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ہم نے یوسف اور آپ کے حق میں جو غلطیاں کی تھیں ان کی اللہ سے ہمارے لیے مغفرت طلب کر دیجیے، تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے اس کا وعدہ کیا اور کہا کہ میں تمھارے لیے اللہ سے دعا کروں گا اور وہ تو بڑا معاف کرنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ... قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر رات جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا پروردگار بزرگ و برتر آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے، پس میں اس کی دعا قبول کر لوں؟ کوئی ہے جو مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے عطا کر دوں؟ کوئی ہے جو استغفار کرے تو میں اسے معاف کر دوں؟“ [بخاري، كتاب التهجد، باب الدعاء و الصلاة من آخر الليل : ۱۱۴۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشے گا۔“ [مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار و التوبة : ۲۷۴۹]

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ۝۹۹

”پھر جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو جاؤ، امن والے، اگر اللہ نے چاہا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے پاس آمد اور بلاد مصر کو اپنی جائے قیام بنانے کا ذکر فرمایا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو یہ حکم دیا تھا کہ تم تمام اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ تو اس پیغام پر سب نے رخت سفر باندھ لیا اور بلاد کنعان سے بلاد مصر روانہ ہو گئے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو ان کا مناسب مقام دیا، ان کی خوب دل جوئی کی، انھیں اور سب رشتہ داروں سے کہا کہ اب آپ لوگ بڑے امن و امان کے ساتھ شہر میں داخل ہو جائیں۔

وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

قَبۡلُ ۫ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّیۡ حَقًّا ؕ وَ قَدۡ اَحۡسَنَ بِیۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِیۡ مِنَ السِّجۡنِ وَ جَآءَ بِکُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾

''اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اونچا بٹھایا اور وہ اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے اور اس نے کہا اے میرے باپ! یہ میرے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے، بے شک میرے رب نے اسے سچا کر دیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا جب مجھے قید خانے سے نکالا اور تمھیں صحرا سے لے آیا، اس کے بعد کہ شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا۔ بے شک میرا رب جو چاہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے، بلاشبہ وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

جب یوسف علیہ السلام اپنے ماں باپ کو لے کر دارالسلطنت پہنچے تو انھیں اپنے ساتھ شاہی تخت پر بٹھایا، اس وقت ان کے والدین اور گیارہ بھائی ان کی تعظیم میں سجدے میں گر گئے۔ تب یوسف علیہ السلام نے کہا ابا جان! میرے گزشتہ خواب کی یہی تعبیر ہے، جسے اللہ نے سچا کر دکھایا ہے اور اس نے مجھ پر یہ احسان کیا کہ مجھے جیل سے نجات دی۔ کنویں سے اپنے نکالے جانے کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو، جنھیں پہلی ملاقات میں کہہ چکے تھے کہ ماضی کی غلطی پر تمھارا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا اور کہا کہ اس کا یہ بھی احسان ہے کہ آپ سب کو صحرا سے یہاں پہنچا دیا اور شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان حسد کی جو آگ لگائی تھی وہ بجھ گئی اور ہم سب ایک ہو گئے۔

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا : ان کی شریعت میں یہ بات جائز تھی کہ وہ جب کسی بڑے انسان کو سلام کرتے تو اس کے لیے سجدۂ تعظیمی بجا لاتے تھے۔ سجدۂ تعظیمی ان کی شریعت میں جائز تھا، لیکن ہماری شریعت میں اسے حرام قرار دے دیا گیا ہے اور سجدے کو صرف اور صرف رب تعالیٰ کے لیے خاص قرار دے دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۷] ''نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا، اگر تم صرف اس کی عبادت کرتے ہو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔'' [مسند أحمد : ۱۵۸/۳، ۱۵۹، ح : ۱۲۶۲۰ ـ ابن حبان : ۴۱۶۲]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ جب ملک شام سے واپس آئے، تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا: ''اے معاذ! یہ کیا؟'' انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں، چنانچہ مجھے دل میں یہ بات اچھی لگی کہ ہم آپ کے لیے یہی کام کریں

www.sirat-e-mustaqeem.com

کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم (یہ کام) نہ کرو، اگر میں کسی کو کسی غیر اللہ کے لیے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے حضور سجدہ کرے۔“ [ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة : ۱۸۵۳]

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۱

”اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے حکومت سے حصہ دیا اور باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا یار و مددگار ہے، مجھے مسلم ہونے کی حالت میں فوت کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔“

یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے والدین اور اپنے بھائیوں سے ملا کر ان پر اپنی نعمتوں کا اتمام فرما دیا اور نبوت و حکومت سے سرفراز فرمایا تو انھوں نے اپنے رب سے یہ دعا کی، اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے دنیا میں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، اسی طرح آخرت کی ابدی اور سرمدی نعمتوں سے بھی شاد کام فرمانا اور جب دنیا سے اٹھانا تو حالت اسلام میں اٹھانا۔ بعض لوگوں کو اس دعا سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ یوسف علیہ السلام نے موت کی دعا مانگی۔ حالانکہ یہ موت کی دعا نہیں ہے، آخر وقت تک اسلام پر استقامت کی دعا ہے۔ صحیح احادیث میں بھی ایسی دعاؤں کے الفاظ ملتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتوں میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے گھر میں اور میری باری کے دن ہوئی، آپ اس وقت میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کے وقت، اس دن جو آپ کی دنیا کی زندگی کا آخری اور آخرت کی زندگی کا پہلا دن تھا، میرے اور آپ ﷺ کے تھوک کو جمع کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے چمڑے یا لکڑی کا ایک بڑا پیالہ پڑا تھا، اس کے اندر پانی تھا۔ آپ ﷺ بار بار اس پیالے میں ہاتھ ڈبوتے اور پھر گیلے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ » ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کے وقت شدت ہوتی ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: « فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى، فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى » ”مجھے اعلیٰ دوست سے ملا دے، مجھے اعلیٰ دوست سے ملا دے“ یہاں تک کہ آپ ﷺ رحلت فرما گئے اور آپ کا ہاتھ جھک گیا (اور یہ آپ کا آخری کلمہ تھا، جو آپ نے ارشاد فرمایا)۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ و وفاته : ۴۴۴۹، ۴۴۵۱]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کروں: « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ تَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَ حُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَ إِذَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ ›› ”یا اللہ! مجھے نیکی کے کاموں کی توفیق دے اور برے کاموں سے مجھے روک دے اور (میرے دل میں) مساکین کی محبت ڈال دے اور جب تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنہ میں مبتلا کیے بغیر فوت کر لینا۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ص : ۳۲۳۳، ۳۲۳۵۔ مسند أحمد : ۳۶۸/۱، ح : ۳۴۸۳، ۲۴۳/۵، ح : ۲۲۱۷۰، عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص مصیبت کے وقت ہرگز موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ لازمی موت کی تمنا کرنا چاہتا ہے تو اسے یوں کہنا چاہیے: ‹‹ اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَ تَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ ›› ”اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ، جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے اس وقت فوت کر جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔“ [بخاری، کتاب المرض، باب تمنی المریض الموت : ۵۶۷۱]

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی بندہ (زندگی بھر) ایسے کام کرتا ہے جنھیں لوگ جنت والوں کا عمل سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور کوئی بندہ (زندگی بھر) ایسے کام کرتا ہے جنھیں لوگ دوزخیوں کا عمل سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔ (سنو) اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الأعمال بالخواتیم وما یخاف منها : ۶۴۹۳]

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

”یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں، جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو ان کے پاس نہ تھا جب انھوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کا قصہ غیب کی باتیں تھیں، جو آپ کو بذریعہ وحی بتائی گئی ہیں، تاکہ آپ کے مخالفین اسے سن کر عبرت حاصل کریں اور سمجھیں کہ اگر آپ نبی نہ ہوتے اور آپ پر وحی نازل نہ ہوتی تو کہاں سے اس قصے کی تمام تفصیلات کا علم ہوتا؟ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی انھیں کنویں میں ڈالنے کی سازش کر رہے تھے اور انھیں اپنے ساتھ چلنے پر طرح طرح سے ورغلا رہے تھے تو آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے کہ آپ کو ان کی اس سازش کا پتا چل جاتا اور نہ کسی ایسے آدمی سے آپ کا کبھی تعلق رہا جو اس واقعہ کو جانتا تھا اور جس نے آپ کو سکھلا دیا۔ اس لیے آپ کو جو کچھ معلوم ہوا وحی کے ذریعے معلوم ہوا۔

وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

”اور اکثر لوگ، خواہ تو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیکن ان تمام کھلی نشانیوں کے باوجود کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور آپ کی حد درجہ خواہش کے باوجود کہ لوگ ایمان لے آئیں اکثر و بیشتر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ نبی کریم ﷺ سمجھتے تھے کہ کفار قریش یوسف علیہ السلام کا قصہ سن کر ایمان لے آئیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ کفر پر ان کا اصرار اور بڑھ گیا۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَ مَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ؑ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۱ / ۵

”حالانکہ تو ان سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ یہ تو جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔“

آپ قریش والوں کو قرآن پڑھ کر سناتے ہیں اور انھیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو ان سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتے۔ اگر وہ عقل مند ہوتے تو اسلام کی دعوت کو قبول کر لیتے اور قرآن پر ایمان لے آتے جو سارے جہان کے لیے عبرتوں اور نصیحتوں کا خزانہ ہے۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

”اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے گزرتے ہیں اور وہ ان سے بے دھیان ہوتے ہیں۔“

مکہ کے کافروں کا بالخصوص اور عام انسانوں کا بالعموم حال یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں موجود توحید باری تعالیٰ کے بہت سے دلائل ان کی نگاہوں کے سامنے سے گزرتے ہیں، لیکن ان میں غور و فکر نہیں کرتے اور انھیں ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہ آسمان جو بغیر ستونوں کے ہمارے سروں پر رکا ہوا ہے اور یہ ستارے، جو آسمان میں جگمگاتے رہتے ہیں اور یہ زمین، اس پر پہاڑوں کے سلسلے، چٹیل میدان، سمندر، پودے اور حیوانات، ان میں سے ہر ایک اللہ کی وحدانیت کی دلیل ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ وہی ان کا خالق و رازق ہے، وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں، اس کا ساجھی کوئی نہیں، لیکن اکثر و بیشتر لوگ ایسی غفلت کا شکار ہوتے ہیں کہ ان دلائل و براہین سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور انھیں ان میں غور و فکر کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۳۷، ۱۳۸] ”اور بلاشبہ تم یقیناً صبح جاتے ہوئے ان پر سے گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴾ [یٰس : ۴۶] ”اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي

www.sirat-e-mustaqeem.com

الَّيۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴾ [الرعد : ۲، ۳] ”اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے، جنھیں تم دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر بلند ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کھول کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائیں اور اس میں تمام پھلوں میں سے ایک ایک جوڑا دو، دو قسم کا بنایا، وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔“

وَ مَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾

”اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔“

یہ وہ حقیقت ہے جسے قرآن نے بڑی وضاحت کے ساتھ متعدد جگہ بیان فرمایا ہے کہ مشرکین یہ تو مانتے ہیں کہ آسمان و زمین کا خالق، مالک، رازق اور مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس کے باوجود عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک ٹھہرا لیتے ہیں اور یوں اکثر لوگ مشرک ہیں۔ یعنی ہر دور میں لوگ توحید ربوبیت کے قائل تو رہے ہیں، لیکن توحید الوہیت ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ کے بجائے غیروں کی پرستش کرتے ہیں۔ انسانوں کو اللہ کے بیٹے اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہتے ہیں جو شرک اکبر ہے اور جس کا شرک ہونا واضح اور جلی ہے۔ شرک کی ایک دوسری قسم شرک خفی ہے جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور انھیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ گویا اس سے مراد وہ منافق بھی ہے جو لوگوں کے دکھلاوے کے لیے نیک کام کرتا ہے۔ وہ مشرک ہے، اس لیے کہ اس نے عبادت میں اللہ کے علاوہ غیروں کو شریک بنایا، وہ اگرچہ اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد رکھتا ہے، لیکن اللہ کے لیے اپنی عبودیت میں مخلص نہیں ہوتا، بلکہ حصول دنیا یا جاہ و منزلت کی خاطر نیک عمل کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو نیک کام بھی لوگوں کے دکھلاوے کے لیے کیا جائے گا، وہ شرک ہوگا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [الشعراء : ۸] ”بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَ هُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین (احرام باندھ کر لبیک پکارتے ہوئے) کہتے: ” لَبَّيْكَ لَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

شَرِيْكَ لَكَ " (اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں) تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ''ہلاکت ہو تمھارے لیے! بس یہیں رک جاؤ (آگے کچھ نہ کہو)۔'' لیکن وہ کہتے: " اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ " (سوائے ان شریکوں کے جن کا مالک بھی تو ہے، وہ کسی چیز کے مالک نہیں)۔[مسلم، كتاب الحج، باب التلبية و صفتها ووقتها : ۱۱۸۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''تیرا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ فلا تجعلوا لله أندادا ﴾ : ٤٤٧٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب : ٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز و بے پروا ہوں، جو شخص اپنے کسی کام میں میرا کوئی شریک ٹھہرائے تو میں اسے اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٥]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔'' [ترمذی، كتاب النذور والأيمان، باب ما جاء في أن من حلف بغير الله فقد أشرك : ١٥٣٥]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔'' تین بار فرمایا اور ہم میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی وہم ہو ہی جاتا ہے، مگر اللہ عز وجل اسے توکل کی برکت سے زائل کر دیتا ہے۔[أبو داؤد، كتاب الكهانة والتطير، بابٌ : في الطيرة : ٣٩١٠۔ ترمذی، كتاب السير، باب ما جاء في الطيرة : ١٦١٤]

سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر شرک اصغر کا ہے۔'' لوگوں نے کہا، وہ کیا ہے؟ فرمایا: ''ریاکاری، قیامت کے دن جب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے ریاکارو!) تم جاؤ ان کے پاس جن کے دکھانے سنانے کے لیے تم نے عمل کیے تھے، اور دیکھو کہ وہ تمھیں کوئی جزا دیتے ہیں (یا نہیں)۔'' [مسند أحمد : ٤٢٨/٥، ٤٢٩، ح : ٢٣٦٩٤، ٢٣٦٩٩۔ ابن خزيمة : ٦٧/٢، ح : ٩٣٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیے جسے میں صبح و شام پڑھا کروں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دعا پڑھا کرو: « اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهٖ » ''اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! اے غیب اور حاضر کو جاننے والے! ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تیری

www.sirat-e-mustaqeem.com

پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح : ۵۰۶۷۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه : ۳۳۹۲]

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

''تو کیا وہ بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانک لینے والی آفت آ پڑے یا ان پر قیامت اچانک آ جائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔''

اس آیت کریمہ میں مشرکین کے لیے بہت بڑی دھمکی ہے کہ کوئی بعید نہیں اللہ کا ایسا عذاب آ جائے جو انھیں ہر طرف سے اپنی گرفت میں لے لے، یا قیامت ہی اچانک آ جائے اور وہ اپنے شرک کی وجہ سے جہنم کے سپرد کر دیے جائیں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النحل : ۴۵ تا ۴۷] ''تو کیا وہ لوگ جنھوں نے بری تدبیریں کی ہیں، اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر عذاب آ جائے جہاں سے وہ سوچتے نہ ہوں۔ یا وہ انھیں ان کے چلنے پھرنے کے دوران پکڑ لے۔ سو وہ کسی طرح عاجز کرنے والے نہیں۔ یا وہ انھیں خوفزدہ ہونے پر پکڑ لے۔ پس بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآىِٕمُوْنَ ۝ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۷ تا ۹۹] ''تو کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔ پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں، تو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت (اچانک) قائم ہو جائے گی۔ (اتنی اچانک کہ) ایک آدمی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہوگا اور ابھی اس کے منہ تک اس کے دودھ کا برتن نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، ان کی بیع پوری نہ ہونے پائے گی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض درست کر رہا ہوگا اور ابھی (وہاں سے) ہٹا نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

[مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ۲۹۵۴]

www.sirat-e-mustaqeem.com

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۰۸

”کہہ دے یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر، میں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے اور اللہ پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں سے نہیں ہوں۔“

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجیے کہ ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانا میرا طریقہ، میرا مسلک اور میری سنت ہے۔ میں اور میرے ماننے والے مومنین واضح دلیل و برہان کی بنیاد پر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے ہیں اور میرا ایمان ہے کہ اللہ کی ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے، اس کا کوئی شریک ہے نہ مد مقابل، اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیوی، وہ ان تمام عیوب و نقائص اور تمام کمزوریوں سے یکسر پاک ہے اور میں مشرکوں کے دین پر نہیں ہوں۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اسلام کی دعوت دلیل و حجت کی بنیاد پر ہے اور قرآن کریم نے اس کی تعلیم دی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی منہج پر قائم تھے اور انھوں نے لوگوں کو دلائل کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کی۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ : ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ [النحل : ۱۲۵] ”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۴۵، ۴۶] ”اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ﴾ [الشوریٰ : ۱۵] ”سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔“

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں مقام خیف پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے، جس نے میری بات سنی اور اسے آگے پہنچا دیا، کیونکہ کئی لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے اور وہ خود فقیہ نہیں ہوتے اور کئی لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ سمجھ دار و فقیہ تک پہنچا دیتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا، وہ یہ کہ عمل کو اللہ کے لیے خلوص کے ساتھ ادا کرنا، مسلمانوں کے سربراہوں سے خیر خواہی کرنا اور ان کی جماعت میں بہر حال شامل رہنا، کیونکہ ان کی دعوت ان سب کو محیط ہوتی ہے (جیسے ایک دیوار ان کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح ان کی دعوت، جو دعوت اسلام ہے، وہ بھی ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور انھیں فرقہ بندی سے محفوظ رکھتی ہے، اس لیے ان کی جماعت کے ساتھ مل کر رہنا اشد ضروری ہے)۔" [ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الخطبة يوم النحر : ۳۰۵٦]

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ : یعنی میں اللہ تعالیٰ کو منزہ، پاک، جلیل، عظیم اور مقدس سمجھتا ہوں، اس بات سے کہ اس کا کوئی شریک، نظیر، عدیل، ساجھی، بیٹا، باپ، بیوی، وزیر یا مشیر ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ان تمام باتوں سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤٤] "ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النحل : ١] "اللہ کا حکم آ گیا، سو اس کے جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو، وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

www.KitaboSunnat.com

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٩﴾

"اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم ان بستیوں والوں میں سے وحی کیا کرتے تھے، تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے، تو کیا تم نہیں سمجھتے۔"

مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں بھیج دیے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں کہا کہ اے ہمارے نبی! ہم نے آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء بھیجے، سبھی شہروں میں رہنے والے مرد تھے، جنھیں ہم بذریعہ وحی دین وحکمت کی تعلیم دیتے رہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی عورت نبیہ نہیں ہوئی۔ آگے فرمایا کہ جو مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں وہ ان علاقوں میں جا کر عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے، جہاں انھی کی طرح ماضی میں قومیں آباد تھیں اور بہت ہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہتی تھیں، لیکن

www.sirat-e-mustaqeem.com

جب انھوں نے انبیاء کا مذاق اڑایا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول نہیں کیا تو کس طرح اللہ نے کافروں کو ہلاک کر دیا اور مومنوں کو نجات دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے اپنے مومن بندوں کو دنیا کے عذاب سے بچایا، اسی طرح آخرت میں انھیں اس جنت میں داخل کریں گے جو دنیا کی تمام نعمتوں اور آسائشوں سے بہتر ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا : اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے تمام کے تمام انبیاء کو مردوں ہی میں سے بھیجا ہے، کسی بھی عورت کو اس نے نبیہ نہیں بنایا۔ ہاں، البتہ کئی عورتیں مقام صدیقیت پر ضرور فائز تھیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اشرف ترین خاتون سیدہ مریم بنت عمران کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ﴾ [المائدة : ۷۵] ”نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ۲۰] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۸، ۹] ”اور ہم نے انھیں محض جسم نہیں بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر ہم نے ان سے وعدہ سچا کر دیا تو ہم نے انھیں نجات دی اور اسے بھی جسے ہم چاہتے تھے اور ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔“

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ...... اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ : یعنی ان قوموں کا، جنھوں نے انبیائے کرام کی تکذیب کی تھی، انجام کیا ہوا؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ ﴾ [الحج : ٤٦] ”پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولین کو تین دن یوں ہی پڑا رہنے دیا، پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو آواز دیتے ہوئے فرمایا: ”اے ابو جہل بن ہشام، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا پا لیا؟“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه ...... الخ : ۲۸۷٤]

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا : یعنی جس طرح ہم نے دنیا کی زندگی میں اپنے مومن بندوں کو نجات عطا فرمائی، اسی طرح آخرت میں بھی ہم نے ان کے لیے نجات لکھ دی ہے، جو دنیا کی نجات سے بھی بدرجہا بہتر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ۵۱، ۵۲] ”بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔“

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ١ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ١ؕ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۱۰

”یہاں تک کہ جب رسول بالکل ناامید ہوگئے اور انھوں نے گمان کیا کہ بے شک ان سے یقیناً جھوٹ کہا گیا تھا تو ان کے پاس ہماری مدد آ گئی، پھر جسے ہم چاہتے تھے وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا۔“

دعوت الی اللہ کی راہ میں ہر زمانے کے لوگوں نے انبیاء کو تکلیفیں پہنچائیں، لیکن بالآخر غلبہ اور کامیابی انبیاء ہی کو حاصل ہوئی۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے کہ انبیائے کرام لمبی مدت تک دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے، لیکن پھر بھی ان کی قومیں راہ راست پر نہیں آتی تھیں، تو ایک قسم کی ناامیدی ان کے دل میں آ جاتی تھی اور وہ قومیں بھی سمجھنے لگتی تھیں کہ ان رسولوں نے ان سے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا، وہ جھوٹا تھا، یا وہ جو دعویٰ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی مدد کرے گا وہ جھوٹا دعویٰ تھا۔ آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء گمان کرنے لگے کہ ان کا دل ان سے غلط کہا کرتا تھا کہ کافروں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی مدد کی جائے گی۔ تو اچانک ہماری مدد ان تک آ پہنچی۔ وہ قومیں ہلاک کر دی گئیں اور جن کو ہم نے چاہا انھیں نجات مل گئی اور جب ہمارا عذاب کسی مجرم پر نازل ہو جاتا ہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا ہے۔

وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا : ”كُذِبُوْا“ میں دو قراءتیں ہیں، ایک تخفیف کے ساتھ ”قَدْ كُذِبُوْا“ اور دوسری تشدید کے ساتھ ”قَدْ كُذِّبُوْا“ ہے، اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسی طرح پڑھا کرتی تھیں، جیسا کہ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت ﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ ﴾ سے متعلق پوچھا کہ اس میں یہ لفظ ”كُذِبُوْا“ (بغیر تشدید) ہے یا ”كُذِّبُوْا“ (تشدید کے ساتھ)؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ”كُذِّبُوْا“ (تشدید کے ساتھ) ہے۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ انبیاء علیہم السلام تو یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ ان کی قوم انھیں جھٹلا رہی ہے، پھر ”ظَنُّوْۤا“ سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا، اپنی زندگی کی قسم! بے شک پیغمبروں کو اس کا یقین تھا۔ میں نے کہا ”كُذِبُوْا“ (بغیر تشدید) پڑھیں تو کیا قباحت ہے؟ انھوں نے کہا، معاذ اللہ! کیا پیغمبر اپنے پروردگار کی نسبت ایسا گمان کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا، پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا، مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کو جن لوگوں نے مانا، ان کی تصدیق کی، جب ان پر ایک مدت دراز تک آفت و مصیبت آتی رہی اور اللہ کی مدد آنے میں دیر ہوئی اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

پیغمبر ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے جنھوں نے ان کو جھٹلایا تھا اور یہ گمان کرنے لگے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اب وہ بھی ہم کو جھوٹا سمجھنے لگیں گے، تو اس وقت اللہ کی مدد آن پہنچی۔ [بخاری، كتاب التفسير ، باب قوله : ﴿ حتى إذا استيئس الرسل ﴾ : ٤٦٩٥]

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ
الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲/۶

”بلاشبہ یقیناً ان کے بیان میں عقلوں والوں کے لیے ہمیشہ سے ایک عبرت ہے، یہ ہرگز ایسی بات نہیں جو گھڑ لی جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔“

انبیاء اور ان کی قوموں کے قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت و نصیحت ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن، جس میں یہ قصۂ یوسف علیہ السلام اور دیگر قوموں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، کوئی گھڑا ہوا نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے جو گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ ان میں جو صحیح باتیں رہ گئی ہیں ان کی تائید کرتا ہے اور انسانوں کی جانب سے تحریف کردہ احکام کا انکار کرتا ہے اور کچھ احکام کو منسوخ قرار دیتا ہے اور اس قرآن میں ہر وہ بات بیان کر دی گئی ہے، جو انسانی زندگی میں پیش آ سکتی ہے۔ یہ بنی نوع انسان کی راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور مومنوں کے لیے رحمت ہے کہ اس کی تصدیق و اتباع کر کے عذاب نار سے نجات پائیں گے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورۃ الرعد مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

الٓمّٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ①

”الٓمّٓرٰ ۔ یہ کامل کتاب کی آیات ہیں اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔“

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو قرآن کریم نازل ہوا ہے وہ برحق ہے اور اس میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے، وہ سچ ہے اور انسانی ضروریات و حالات کے عین مطابق ہے۔ ان میں موجود اوامر و نواہی پر عمل کر کے ہی انسان اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتا ہے، لیکن اکثر لوگ کفر و نفاق کی وجہ سے اس برحق کتاب پر ایمان نہیں لاتے۔

تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ : یعنی قرآن مجید حق و صداقت سے لبریز کتاب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۟ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴾ [السجدۃ : ۱ تا ۳] ”الٓمّٓ ۔ اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔“ اور فرمایا:

﴿ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴾ [محمد : ۲] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔“

وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ : یعنی اکثر لوگوں کے دلوں میں ضد، ہٹ دھرمی، کبر، شقاق اور عناد ہوتا ہے، جیسا

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴾ [صٓ : ٢] ''بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [الحج : ٥٣] ''اور بے شک ظالم لوگ یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں۔''

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے، جنھیں تم دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر بلند ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کھول کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی خالقیت کی دلیل پیش کی گئی ہے، نیز یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ جو باری تعالیٰ آسمانوں کو بغیر ستونوں کے قائم رکھنے پر قادر ہے اور جس نے شمس و قمر اور دیگر سیاروں کو اپنے علم و قدرت کے مطابق مسخر کر رکھا ہے، اسی نے یہ قرآن کریم اپنے بندے اور رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے بغیر ستونوں کے زمین سے اوپر اٹھا رکھا ہے کہ جن کی اونچائی کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ استواء علی العرش کے بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے لیے استواء علی العرش کو ثابت کیا ہے تو اس پر ایمان رکھا جائے، نہ اس کی کوئی کیفیت بیان کی جائے، نہ کسی دوسری شے سے اسے تشبیہ دی جائے اور نہ اس کی تاویل کر کے قرآن میں ثابت لفظ کو بے کار بنا دیا جائے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب و ماہتاب کو مخلوقات کے منافع اور بندوں کے مصالح و فوائد کے لیے مسخر کر رکھا ہے۔ اللہ کی مرضی کے بغیر یہ ذرا برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتے اور اپنی اسی رفتار پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیں گے، یہاں تک کہ دنیا فنا ہو جائے اور قیامت برپا ہو جائے۔ وہی باری تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے تمام امور میں اپنی مرضی اور منشا کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ اس نے اپنی کمال قدرت اور ربوبیت و خالقیت کی نشانیاں قرآن کریم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں، تاکہ لوگ ان نشانیوں میں غور کر کے اس بات پر ایمان لے آئیں کہ وہ قادر مطلق یقیناً لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے اور میدان محشر میں جمع کر کے ان کے اعمال کا حساب چکانے پر قادر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ ممکن ہے تم ان نشانیوں میں غور و فکر کے بعد اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا : یعنی آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا گیا ہے، جیسا کہ تم دیکھ رہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ﴾ [لقمان : ۱۰] ”اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ۱۲] ”اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ ﴾ [الحج : ٦٥] ”اور وہ آسمان کو تھامے رکھتا ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے۔“

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ [یٰس : ٤٠] ”اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ”اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں۔“

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ : نظام کائنات اسی کی تدبیر کا رہین منت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱، ۳۲] ”کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ”اللہ“ تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟“ اور فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٦١] ”اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔“

يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ : یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ تخلیق اور کائنات کا اتنا مدبرانہ نظام تمھیں اس بات کے سوچنے پر مجبور کر دے گا کہ آخر یہ اتنا بڑا کارخانہ بے فائدہ تو پیدا نہیں کیا گیا، آخر کچھ تو اس کا مقصد ہے۔ سوچتے سوچتے تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ یہ سب کچھ اور یہ تمام نعمتیں ہمارے لیے ہیں، پھر تم یہ سوچو گے کہ کیا ہم ان نعمتوں کا حق ادا کرتے ہیں؟ اگر نہیں کرتے تو کیا ہم سے باز پرس نہیں ہوگی؟ ضرور ہوگی اور جیسے ہی تمھارے ذہن میں یہ چیز پیدا ہو گئی تمھیں فوراً قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین آ جائے گا۔ اسی غور و فکر کے نتیجے میں قیامت کے واقع ہونے کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱] ”بے شک آسمانوں اور زمین

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳

"اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائیں اور اس میں تمام پھلوں میں سے ایک ایک جوڑا دو، دو قسم کا بنایا، وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔"

اپنی قدرت و خالقیت اور علم و حکمت کے آسمانی دلائل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انھی حقائق پر زمین اور اس پر پائی جانے والی اشیاء کے ذریعے استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو طول وعرض میں اتنا پھیلا دیا کہ آدمی کی نگاہ اس کی انتہا کو نہیں پا سکتی، تاکہ انسانوں کے قدم اس پر ٹھہر سکیں اور حیوانات اس پر بآسانی چل پھر سکیں۔ زمین پر بڑے بڑے پہاڑ قائم کر دیے، تاکہ زمین اپنی جگہ ثابت رہے اور اس پر نہریں جاری کر دیں جن میں مخلوقات کے لیے گوناگوں فوائد ہیں۔ جتنے پھل زمین پر پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کی دو دو قسمیں بنائی ہیں، رنگوں یا ذائقہ کے اعتبار سے، حجم یا کیفیت کے اعتبار سے اور ہر قسم میں الگ الگ فائدے ہوتے ہیں۔ اس طرح ہر قسم ایک مستقل نعمت ہوتی ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دن کے بعد رات لاتا ہے اور دن کی روشنی اور سفیدی کے بعد رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھا جاتی ہے اور جب رات لمبی ہو جاتی ہے تو سردی کا زمانہ آ جاتا ہے اور جب دن لمبا ہوتا ہے تو گرمی کا زمانہ آ جاتا ہے اور دن اور رات دونوں میں سے ایک کے معتدل ہونے سے موسم خزاں آ جاتا ہے اور دوسرے کے معتدل ہونے سے موسم بہار کی آمد ہونے لگتی ہے۔ بے شک زمین کی کشادگی اور اس پر پائی جانے والی مذکورہ بالا اشیاء میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے کھلی نشانیاں ہیں کہ یقیناً انھیں پیدا کرنے والی کوئی ذات ہے جو صاحب قدرت اور صاحب حکمت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ اپنے بندوں کی جانب سے محبت و بندگی کا مستحق ہے۔

وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۴

"اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت کئی تنوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

والے اور ایک تنے والے، جنھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو پھل میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں زمین پر پائی جانے والی مزید نشانیوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت پر دلالت کرتی ہیں۔ زمین کے حصے ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں، لیکن ان کی طبیعتوں میں اختلاف ہوتا ہے، کوئی حصہ زرخیز ہوتا ہے تو کوئی بنجر، کوئی سخت ہوتا ہے تو کوئی نرم۔ یا مفہوم یہ ہے کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ مٹی ایک ہوتی ہے، پانی ایک ہوتا ہے، لیکن ان میں پیدا ہونے والے دانے اور پھل مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی میٹھا ہوتا ہے تو کوئی کڑوا، کوئی عمدہ اور لذیذ ہوتا ہے تو کوئی بدمزہ اور بعض زمینوں میں ایک پھل پیدا ہوتا ہے، دوسرا نہیں ہوتا۔ یہ تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ جو صاحب عقل ان میں غور و فکر کرے گا وہ ایمان لے آئے گا کہ جو ذاتِ واحد ان سب پر قادر ہے وہ یقیناً بنی نوع انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، بلکہ دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے زیادہ آسان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؁ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؁ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٠ تا ٦٢] ’’(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ رونق والے باغات اگائے، تمھارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو راستے سے ہٹ رہے ہیں۔ (کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ بنا دی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔‘‘

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَ اُولٰٓىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ؁

’’اور اگر تو تعجب کرے تو ان کا یہ کہنا بہت عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم یقیناً ایک نئی پیدائش میں ہوں گے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی

www.sirat-e-mustaqeem.com

آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے کہ اگر آپ کو اس بات پر تعجب ہے کہ کفار مکہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں، حالانکہ بچپن سے وہ آپ کو صادق و امین کے نام سے پکارتے رہے، تو اس سے بھی تعجب خیز بات آپ اور آپ کے صحابہ کے لیے یہ ہونی چاہیے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہیں۔ اس لیے کہ جو ذات واحد ان عظیم قدرتوں کی مالک ہے، اس کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ اس لیے بعث بعد الموت کا انکار بڑی عجیب سی بات ہے۔ قیامت کے دن ان کافروں کی گردن میں رسی باندھ کر جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا اور ہمیشہ کے لیے اس میں ڈال دیے جائیں گے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ : یعنی جس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا، اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ [القيامة : ۳۷ تا ۴۰] ’’کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف : ۳۳] ’’اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ [یٰس : ۷۸، ۷۹] ’’اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔‘‘

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱، ۳۲] ’’کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ’’اللہ‘‘ تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞

''اور وہ تجھ سے بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی طلب کرتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے کئی عبرت ناک سزائیں گزر چکیں اور بے شک تیرا رب یقیناً لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے اور بلاشبہ تیرا رب یقیناً بہت سخت سزا والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ اور قرآن کی تکذیب کرنے والے آپ کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کی بات کرتے ہو وہ آ کیوں نہیں جاتا؟ یعنی بجائے اس کے کہ وہ اللہ سے عافیت اور سلامتی مانگتے، عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے ایسی قومیں گزر چکی ہیں جنھوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان پر عذاب نازل کر دیا، پھر وہ لوگ ان کے انجام سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے اور ڈرتے کیوں نہیں کہ کہیں انھیں بھی عذاب الٰہی اپنی گرفت میں نہ لے لے۔ آگے فرمایا کہ جو شخص گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد اللہ کی جناب میں تائب و نادم ہوگا، وہ اسے معاف کر دے گا۔

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ : یعنی مشرکین اور تکذیب کرنے والے اپنی سزا کے طور پر بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی طلب کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۞ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷٦، ۱۷۷] ''تو کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟ پھر جب وہ ان کے صحن میں اترے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۳، ۵٤] ''اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [النمل : ٤٦] ''کہا اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کیوں جلدی مانگتے ہو، تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ : یعنی اللہ تعالیٰ عفو و درگزر سے کام لیتا اور لوگوں کی پردہ پوشی کرتا ہے، حالانکہ وہ ظلم کا بازار گرم کرتے اور دن رات گناہ کرتے ہیں، پھر عفو و درگزر کے ذکر کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے، تاکہ امید و خوف میں توازن پیدا کیا جا سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤٧] ”پھر اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے تمھارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا۔“ اور فرمایا: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴾ [الحجر : ٤٩، ٥٠] ”میرے بندوں کو خبر دے دے کہ بے شک میں ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یہ بھی کہ بے شک میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔“

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ ع

”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی؟ تو تو صرف ایک ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک راستہ بتانے والا ہے۔“

کفارِ مکہ کی آنکھوں میں کفر و عناد کی ایسی پٹی بندھی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت و خالقیت کی تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی تھی اور ان نشانیوں سے انھیں کوئی ایمانی فائدہ نہیں پہنچتا تھا اور کہتے تھے کہ اگر محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں تو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کی طرح نشانیاں کیوں پیش نہیں کرتے؟ یا ہم جن نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں انھیں کیوں نہیں لے آتے؟ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کا کام صرف پیغام پہنچانا ہے، کافروں کی مرضی کے مطابق نشانیاں پیش کرنا نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ہر قوم کی رہنمائی کے لیے ایک نبی بھیجا اور ان انبیاء کو حالات اور زمانے کے مطابق مختلف نشانیاں دیں جو ان کے نبی ہونے پر دلالت کرتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن جیسا معجزہ عطا کیا، اس لیے کفارِ قریش کا یہ کہنا کہ موسیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) جیسی نشانیاں لائیں یا ان کی مرضی کی نشانیاں پیش کریں، یہ کفر و ضلالت پر ان کی ہٹ دھرمی تھی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ : جیسا کہ ازراہ عناد و کفر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ کوہ صفا کو سونے کا بنا دیں اور مکہ کی زمین سے پہاڑوں کو ہٹا کر یہاں باغات، چراگاہیں اور نہریں بنا دیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [بنی إسرائیل : ٥٩] ”اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا۔“

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ [فاطر : ٢٤] ”اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزرا ہے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹

''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھائے ہوئے ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اس کے ہاں ایک اندازے سے ہے۔ وہ غیب اور حاضر کو جاننے والا، بہت بڑا، نہایت بلند ہے۔''

مشرکین مکہ کی خواہش کے مطابق اس لیے نشانی نہیں بھیجی گئی کہ تمام امور کی حکمتوں کو صرف اللہ جانتا ہے۔ اسی کے علم میں ہے کہ کون سی چیز دنیا میں کب وقوع پذیر ہونی چاہیے۔ وہ کفار کے جاہلانہ افکار و خیالات کا پابند نہیں ہے۔ اسی مفہوم کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف وہ جانتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، مذکر ہے یا مؤنث، خوبصورت ہے یا بدصورت، نیک بخت ہے یا بد بخت اور اس میں کسی عضو کی کمی ہے یا زیادتی، یا بچہ نو مہینے کے بعد پیدا ہوگا یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس نے ہر چیز کی ایک حد مقرر کر دی ہے جس سے وہ نکل نہیں سکتی۔ وہ ہر غائب و حاضر اور ہر معدوم و موجود کی خبر رکھتا ہے، وہ عظیم ہے، ہر چیز اس کے نیچے ہے اور وہ اپنی قدرت و عظمت کے ذریعے ہر چیز پر غالب ہے۔

<u>اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ</u>: یعنی وہ جانتا ہے کہ حاملہ کے رحم میں مذکر ہے یا مؤنث، خوبصورت ہے یا بدصورت، بد بخت ہے یا نیک بخت، طویل العمر ہے یا قلیل العمر، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾ [النجم : ۳۲] ''وہ تمھیں زیادہ جاننے والا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ﴾ [الزمر : ٦] ''وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین اندھیروں میں، ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں پیدا کرتا ہے۔'' یعنی اس نے تمھیں ایک طرح کے بعد پھر دوسری طرح بنایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٢ تا ١٤] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک چالیس دن تک اپنی ماں کے پیٹ میں (بحالت نطفہ) رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت جما ہوا خون رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار چیزیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کا رزق، اس کی عمر، اس کا عمل اور نیک و بد ہونا لکھ لیتا ہے۔'' [بخاری، كتاب القدر، بابٌ : ٦٥٩٤۔ مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي...... الخ : ٢٦٤٣]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ! مرد ہوگا یا عورت؟ شقی ہوگا یا سعید؟ اس کی روزی کیا ہے اور اس کی موت کب ہوگی؟ تو اسی طرح یہ سب باتیں ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہیں۔'' [بخاری، كتاب القدر، بابٌ : ٦٥٩٥۔ مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي...... الخ : ٢٦٤٤]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے، کوئی نہیں جانتا کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے (یعنی نر ہے یا مادہ اور نیک یا بد وغیرہ) سوائے اللہ تعالیٰ کے، کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی سوائے اللہ تعالیٰ کے، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوائے اللہ رب العزت کے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ الله يعلم ما تحمل كل أنثى ﴾ : ٤٦٩٧]

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ [القمر : ٤٩] ''بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔''

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی نے آپ کو کہلا بھیجا کہ ان کا بچہ حالت نزع میں ہے، سو آپ تشریف لے آئیے۔ آپ نے ایک قاصد کے ذریعے سلام بھیجا اور یہ دعا دی: « اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ » ''اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ اس نے لیا اور اسی کے لیے ہے جو کچھ اس نے دیا اور ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ صبر کرے اور اجر و ثواب کی امید رکھے۔'' [مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت : ٩٢٣۔ بخاری، كتاب الجنائز، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : يعذب الميت...... الخ : ١٢٨٤]

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ : ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ [الحج : ٦٢] ''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی ہے جو حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اس کے سوا وہ جسے بھی پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند ہے، بہت

www.sirat-e-mustaqeem.com

بڑا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الجاثیة : ۳۶، ۳۷] ’’پس اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰

’’برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے اور جو اسے بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو بالکل چھپا ہوا ہے اور (جو) دن کو ظاہر پھرنے والا ہے۔‘‘

یعنی اس کے لیے ظاہر و مخفی سب برابر ہے اور چاہے کوئی رات کی تاریکی میں چھپا کر کام کرے یا دن کی روشنی میں لوگوں کو دکھا کر، سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [یونس : ۶۱] ’’اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ۵۹] ’’اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ساری تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیے ہیں جو ہر قسم کی آواز کو سنتا ہے، یقیناً جب سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور اپنے خاوند کی شکایت کی تو انھوں نے بڑی آہستہ آواز میں بات کی، جو میں نہ سن سکی، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: ﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [المجادلة : ۱] ’’یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کی طرف شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بے شک

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔‘‘ [نسائی، کتاب الطلاق، باب الظھار : ٣٤٩٠۔ بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ و کان اللہ سمیعًا بصیرًا ﴾، تعلیقًا قبل الحدیث : ٧٣٨٦]

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪

’’اس کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے آنے والے کئی پہرے دار ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے، یہاں تک کہ وہ اسے بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔‘‘

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ : اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ کچھ فرشتے لگا رکھے ہیں، جو ہر جانب سے اس کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور اس کے حکم کے مطابق اس کے ایک ایک قول و عمل کو لکھتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(لوگو!) فرشتے تمھارے پاس پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں، رات کے بھی اور دن کے بھی۔ ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے، تب تم میں رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں تو باوجود علم رکھنے کے، اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو وہ نماز میں تھے اور آئے تو انھیں نماز ہی میں چھوڑا۔‘‘ [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلاۃ العصر : ٥٥٥۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر : ٦٣٢]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک مصاحب جن (یعنی شیطان) اور ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔‘‘ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ’’ہاں! میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے، وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثہ سرایا ...... الخ : ٢٨١٤۔ مسند أحمد : ١/٣٨٥، ح : ٣٦٤٧]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ : اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمتوں کو اس وقت تک زائل نہیں کرتا، جب تک کہ وہ اپنی حالت بدل نہیں لیتی، یعنی خیر و صلاح کی راہ سے منحرف ہو جاتی ہے اور معاصی اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنفال : ٥٣، ٥٤] ”یہ اس لیے کہ بے شک اللہ کبھی وہ نعمت بدلنے والا نہیں جو اس نے کسی قوم پر کی ہو، یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے اور اس لیے کہ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (ان کا حال) فرعون کی آل اور ان لوگوں کے حال کی طرح (ہوا) جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعون کی آل کو غرق کیا اور وہ سب ظالم تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [النحل : ١١٢] ”اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی، اطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا، تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴾ [سبا : ١٥ تا ١٧] ”بلاشبہ یقیناً سبا کے لیے ان کے رہنے کی جگہ میں ایک نشانی تھی۔ دو باغ دائیں اور بائیں (جانب) سے۔ اپنے رب کے دیے سے کھاؤ اور اس کا شکر کرو، پاکیزہ شہر ہے اور بے حد بخشنے والا رب ہے۔ پھر انھوں نے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا اور ہم نے انھیں ان کے دو باغوں کے بدلے دو اور باغ دیے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور کچھ تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔ یہ ہم نے انھیں اس کا بدلہ دیا جو انھوں نے ناشکری کی اور ہم یہ بدلہ نہیں دیتے مگر اسی کو جو بہت ناشکرا ہو۔“

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہمارے درمیان نیک لوگوں کے ہونے کے باوجود ہم ہلاک کر دیے جائیں گے، تو آپ نے فرمایا: ”ہاں، جب گناہ کی کثرت ہو جائے گی۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قصة يأجوج ومأجوج : ٣٣٤٦]

وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ: یعنی اللہ کے علاوہ اس قوم کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ [الأنعام : ١٧] ”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [یونس : ۱۰۷] ''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲ وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاۗءُ وَ هُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝۱۳

''وہی ہے جو تمھیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے اور امید دلانے کے لیے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے اور (بادل کی) گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر انھیں ڈال دیتا ہے جس پر چاہتا ہے، جب کہ وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت وعظمت اور جلال و جبروت کو ظاہر کرنے کے لیے بجلی، بادل کی گرج اور صاعقہ یعنی آسمان سے اترنے والی آگ کی تفصیلات کو بیان کیا ہے۔ فرمایا، وہ اللہ کی ذات ہے جو آسمان میں بجلی کی چمک پیدا کرتا ہے تو بعض دفعہ آدمی کو صاعقہ (یعنی آگ والی بجلی) کا خوف ہوتا ہے اور کبھی اسے امید ہوتی ہے کہ بارش ہو گی۔ وہی بارش سے بھرے بادل کو پیدا کرتا ہے، نیز فرمایا کہ بجلی کی کڑک اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور فرشتے اللہ کے خوف سے تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاعقہ بھیج کر جسے چاہتا ہے ہلاک کر دیتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کفار اللہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جھگڑتے ہیں، بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں اور کبر وعناد کی وجہ سے عذاب الٰہی مانگنے میں بڑی دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی دکھاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی من مانی نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس بات سے قطعاً غافل ہوتے ہیں کہ اللہ کی تدبیر اور اس کی گرفت بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ جب اس کی گرفت میں آ جائیں گے تو کوئی طاقت انھیں نجات نہیں دلا سکے گی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَاۗءِ كَيْفَ يَشَاۗءُ وَ يَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۗ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الروم : ۴۸] ''اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر وہ اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جیسے چاہتا ہے اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پس تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

برسادیتا ہے تو اچانک وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔‘‘

قبیلہ بنو غفار میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جب بادل کو پیدا کرتا ہے تو وہ بہت شائستہ انداز میں گفتگو کرتا ہے اور بہت احسن انداز میں ہنستا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ٤٣٥/٥، ح : ٢٣٧٤٨]

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ : سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب بادل کی گرج سنتے تو باتیں کرنا چھوڑ دیتے اور یہ دعا پڑھتے: « سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهِ » ’’پاک ہے وہ ذات کہ گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے (اس کی تسبیح پڑھتے ہیں)۔‘‘ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ’’یہ گرج اور کڑک درحقیقت اہل زمین کے لیے ایک شدید وعید ہے۔‘‘ [الموطأ للإمام مالك، كتاب الكلام، باب القول إذا سمعت الرعد : ٢٦]

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ١٣] ’’پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے میں نے تمھیں ایک ایسی کڑک سے خبردار کر دیا جو عاد اور ثمود کی کڑک جیسی ہوگی۔‘‘

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

’’برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔‘‘

دعا و عبادت کی تمام قسمیں، خشوع و خضوع، جھکنا اور سر جھکانا اللہ کے لیے خاص ہے۔ اس لیے کہ مضطر و پریشان حال کی پکار کو وہی سنتا ہے، وہی ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے، اس لیے صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیے اور اسی کے سامنے گریہ وزاری کرنی چاہیے۔ مگر جو لوگ بتوں کی پرستش کرتے ہیں ان کی مثال اس آدمی کی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے، تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے، لیکن پانی اس کی پیاس کو محسوس نہیں کرتا اور نہ یہ دیکھ پاتا ہے کہ کوئی اپنے ہاتھ اس کے سامنے پھیلائے ہوئے ہے، اس لیے نہ وہ اس کی فریاد سن پاتا ہے اور نہ اس کے منہ تک پہنچتا ہے۔ بتوں کا حال بھی ایسا ہی ہے، وہ اپنی عبادت کرنے والوں کی ادنیٰ مانگ بھی پوری نہیں کر پاتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کی عبادت اور بتوں سے ان کی فریاد طلبی ان کے کسی کام نہیں آئے گی، بلکہ وبال دین و ایمان بن جائے گی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۴] ”بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ”کہہ دے! پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ﴾ [فاطر : ۱۳، ۱۴] ”یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۵] ”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔“

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۱۵

”اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اللہ ہی کو سجدہ کر رہا ہے، خوشی اور ناخوشی سے اور ان کے سائے بھی پہلے اور پچھلے پہر۔“

آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ کے ارادہ ومشیت اور اس کے حکم کے تابع ہیں۔ کوئی بھی اس کے حکم سے ایک ذرہ برابر سرتابی نہیں کر سکتا۔ جو کفار اللہ کو سجدہ نہیں کرتے، وہ بھی اس کے ارادہ ومشیت کے مطابق کبھی صحت مند ہوتے ہیں تو کبھی بیمار، ان میں کوئی مال دار ہوتا ہے تو کوئی فقیر، انھیں بھی ایک محدود وقت تک زندہ رہنے کے بعد موت لاحق ہوتی ہے۔ اہل ایمان اللہ کے سامنے برضا ورغبت جھکتے ہیں اور کافر اللہ تعالیٰ کے اوامر کو قبول کرنے پر مجبور ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴾ [الحج : ۱۸] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔ اور بہت سے وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کر دے پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۞ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۞ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [النحل : ٤٨ تا ٥٠] ''اور کیا انھوں نے اس کو نہیں دیکھا جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، جو بھی چیز ہو کہ اس کے سائے دائیں طرف سے اور بائیں طرفوں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں، اس حال میں کہ وہ عاجز ہیں۔ اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی بھی چلنے والا (جانور) ہو اور فرشتے بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے، جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔''

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ۬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۞

''کہہ! آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے! اللہ۔ کہہ! پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ کہہ دے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈ مڈ ہو گئی ہے؟ کہہ دے! اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔''

کفار مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، اسی ثابت شدہ حقیقت اور ان کے اعتراف کو یہاں بیان کرنے کے بعد ان سے کہا گیا ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک ہے تو پھر اس کے علاوہ دوسروں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا کیوں مانتے ہو؟ جو خود اپنی جان کو نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی نقصان کا ازالہ کر سکتے ہیں وہ تمھارے حاجت روا اور مشکل کشا کیسے بن جائیں گے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے موحد مسلمان اور کافر کے درمیان فرق واضح کیا کہ کافر اپنے دین کے معاملہ میں اندھے کی مانند ہے اور موحد مسلمان آنکھ والے کی مانند۔ کافر اپنے کفر کی تاریکی میں بھٹکتا رہتا ہے اور موحد ایمان و توحید کی مشعل لیے منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ کفر کی تاریکی اور ایمان کا نور دونوں برابر نہیں ہو

www.sirat-e-mustaqeem.com

سکتے۔ کفار و مشرکین کی کم عقلی اور نادانی کو مزید اجاگر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن باطل معبودوں کو وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں کیا انھوں نے اللہ کی طرح آسمان، زمین، شمس و قمر، پہاڑ، سمندر اور جن و انس کو پیدا کیا ہے، جنھیں دیکھ کر مشرکوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ وہ شرکاء بھی معبود ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ انھوں نے اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے ان چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ حق بات بیان کر دیں اور کہہ دیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے، اس لیے عبادت کی مستحق بھی صرف اسی کی ذات ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٨٦، ٨٧] ”کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟“

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [يونس : ١٠٦، ١٠٧] ”اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٣] ”اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨٨] ”کہہ دے! میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔“

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا
يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ الْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾

”اس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا تو کئی نالے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہ نکلے، پھر اس ریلے نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھا لیا۔ اور جن چیزوں کو کوئی زیور یا سامان بنانے کی غرض سے آگ پر تپاتے ہیں ان سے بھی اسی طرح کا جھاگ (ابھرتا) ہے۔ اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے، پھر جو جھاگ ہے سو بے کار چلا جاتا ہے اور رہی وہ چیز جو لوگوں کو نفع دیتی ہے، سو زمین میں رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان ایک نئی مثال کے ذریعے فرق بیان کیا ہے۔ حق اور اہل حق کی مثال اس بارش کی ہے جسے اللہ آسمان سے برساتا ہے اور جس سے وادیاں بھر جاتی ہیں، لوگ اس سے خوب مستفید ہوتے ہیں، خود پیتے ہیں، جانوروں کو پلاتے ہیں اور اپنی زمینوں کو سیراب کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ پانی زمین کے اوپر ٹھہرا رہتا ہے اور کچھ اندر پہنچ کر چشموں اور کنوؤں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ حق اور اہل حق کی مثال اس معدن (دھات) کی بھی ہے جس سے لوگ زیورات، برتن اور مختلف قسم کے آلات بناتے ہیں۔ یہ معدنیات بھی ایک مدتِ مدید تک باقی رہتے ہیں اور لوگ ان سے مستفید ہوتے ہیں اور باطل کی مثال جھاگ اور زنگ کی ہے جو کسی کام کا نہیں ہوتا اور تھوڑی دیر کے لیے اوپر اٹھنے کے بعد جلد ہی اپنا وجود کھو بیٹھتا ہے۔ ان دونوں مثالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حق کو ثبات و دوام حاصل ہوتا ہے اور باطل زوال پذیر ہوتا ہے، جلد ہی ختم ہو جاتا ہے۔

پانی اور آگ کی مثالیں کتاب و سنت میں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کے آغاز میں منافقوں کے لیے آگ اور پانی کی دو مثالیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۷] ”ان کی مثال اس شخص کی مثال کی سی ہے جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی، تو جب اس نے اس کے ارد گرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انھیں کئی طرح کے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔“ پھر پانی کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ﴾ [البقرۃ : ۱۹] ”یا جیسے آسمان سے اترنے والی بارش، جس میں کئی اندھیرے ہیں اور گرج اور چمک ہے۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں کافروں کے لیے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے: ﴿ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ ﴾ [النور : ۳۹] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے اعمال کسی چٹیل میدان میں ایک سراب کی طرح ہیں۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور سراب سخت گرمی میں ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(قیامت کے دن) ان (یہودیوں) سے پوچھا جائے گا کہ اب تم کیا مانگتے ہو؟ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں، ہمیں پانی پلا دے، تو ان سے کہا جائے گا پھر جاتے کیوں نہیں کہ پیو، پھر انھیں جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا تو وہ ان کو ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں صحرا (ریت کے میدان)۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة الرؤية : ۱۸۳]

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں دوسری مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ﴾ [النور : ۴۰] ”یا ان اندھیروں کی (مثال کی) طرح جو نہایت گہرے سمندر میں ہوں۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس ہدایت وعلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی۔ اب زمین کے ایک حصے نے تو پانی قبول کر لیا اور اس پر گھاس اور چارا بکثرت اگ آیا اور زمین کا کچھ حصہ جاذب تھا، سو اس نے پانی روک لیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا اور یوں پانی ان کے پینے پلانے کے اور کھیتی باڑی کے کام آیا اور زمین کا جو ٹکڑا سنگلاخ اور سخت تھا نہ اس میں پانی ٹھہرا اور نہ وہاں کچھ پیداوار ہو سکی۔ تو یہ اس کی مثال ہے جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور میری بعثت سے اللہ نے اس کو فائدہ پہنچایا، اس نے خود علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس کی بھی مثال کہ جس نے اس کی طرف توجہ تک نہ کی اور نہ اللہ کی وہ ہدایت قبول کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔“ [بخاری، كتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب بيان مثل ما بعث النبي صلی اللہ علیہ وسلم من الهدى والعلم : ۲۲۸۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری اور تمھاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اپنے آس پاس کی چیزوں کو روشن کر دیا تو پتنگے اور پروانے وغیرہ اس میں گر گر کر جان دینے لگے، اب وہ انھیں ہر چند روکتا ہے لیکن وہ پھر بھی برابر گر رہے ہیں۔ بالکل یہی مثال میری اور تمھاری ہے کہ میں تمھاری کمر پکڑ کر تمھیں روکتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے پرے ہٹو، لیکن تم میری نہیں سنتے، نہیں مانتے، بلکہ مجھ سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گرے چلے جاتے ہو۔“ [مسلم، كتاب الفضائل، باب شفقته صلی اللہ علیہ وسلم على أمته...... الخ : ۲۲۸۵، ۱۸/ ۲۲۸۴۔ بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ ووهبنا لداؤد سليمان نعم العبد ...... الخ ﴾ : ۳۴۲۶]

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۧ ﴿۱۸﴾ (ع ۲ / النصف ۸)

”جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کر لی انھی کے لیے بھلائی ہے اور جنھوں نے اس کی بات قبول نہ کی اگر واقعی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو تو وہ ضرور اسے فدیہ میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

اہل حق اور اہل باطل کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جن اہل حق نے اللہ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اسے ایک جانا، انبیائے کرام کی تصدیق کی اور اس کی نازل کردہ شریعت پر عمل کیا، ان کی منزل جنت ہوگی اور جن لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا، قیامت کے دن وہ کسی طرح بھی جاں بر نہ ہو سکیں گے اور جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى : یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، اس کے احکام کو تسلیم کیا، ماضی اور مستقبل کی خبروں کی تصدیق کی تو ان کے لیے اچھی جزا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ذوالقرنین نے کہا تھا: ﴿ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴾ [الكهف : ۸۷، ۸۸] ’’اس نے کہا جو شخص تو ظلم کرے گا سو ہم اسے جلدی سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے عذاب دے گا، بہت برا عذاب۔ اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کے لیے بدلے میں بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے اپنے کام میں سے سراسر آسانی کا حکم دیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾ [يونس : ۲۶] ’’جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔‘‘

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ : یعنی آخرت میں وہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے زمین بھر سونا دے دیں اور اس قدر اور بھی دے دیں تو وہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۱] ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۸] ’’اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جس کو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ہوتا تو کیا تو اسے فدیہ میں دے

www.sirat-e-mustaqeem.com

دیتا (اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑوا لیتا؟) وہ بولے گا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، تو میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا، تو نہ مانا اور شرک کیا۔" [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء بملء الأرض ذهبا : ۲۸۰۵]

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۹

"پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ بے شک جو کچھ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف اتارا گیا وہی حق ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟ نصیحت تو عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔"

کافر اور مومن کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ جو آدمی یقین رکھتا ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب ہے، وہ اس کی مانند نہیں ہو سکتا جو اس ایمان سے محروم ہے، بلکہ وہ اندھا ہے، جو خیر و شر میں تمیز نہیں کر پاتا۔ دونوں کے درمیان ایسا ہی فرق ہے جیسا پانی اور جھاگ، عمدہ اور زنگ آلود معدنیات کے درمیان ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر : ۹] "کہہ دے! کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۰] "کہہ دے! میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ! کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۵۸] "اور نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نہ وہ جو برائی کرنے والا ہے، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔"

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰

"جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔"

اگلی آیات میں ایمان والوں کی صفات اور ان کا انجام بیان کیا جا رہا ہے، یعنی وہ منافقوں کی طرح نہیں ہیں کہ عہد و پیمان کر کے توڑ دیں، جب لڑائی جھگڑا کریں تو گالیاں دیں، بات کریں تو جھوٹ بولیں اور جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کریں۔ جس قسم کا عہد بھی اللہ تعالیٰ سے کیا جائے اسے پورا کرنا ضروری ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اِذَا عٰهَدْتُّمْ ﴾ [النحل : ۹۱] ”اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۹۵] ”اور اللہ کے عہد کے بدلے کم قیمت نہ لو، بے شک وہ چیز جو اللہ کے پاس ہے وہی تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴾ [الأحزاب : ۱۵] ”حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد ہمیشہ پوچھا جانے والا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٣۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، خواہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلم ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ١٠٩/٥٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ ﴿۲۱﴾

”اور وہ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔“

یعنی اللہ اور بندوں کے ان تمام حقوق کی حفاظت کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ خشیت الٰہی ان پر غالب رہتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجا لاتے ہیں اور محرمات اور نواہی سے بچتے ہیں۔ نیز قیامت کے دن کے حساب سے ڈرتے ہیں، اس لیے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ : یعنی رشتے داروں سے صلہ رحمی کرتے اور ان سے اور فقیروں اور محتاجوں سے نیکی و احسان کا معاملہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ۱] ”اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴾ [محمد : ۲۲، ۲۳] ''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(لفظ) رحم (بمعنی رشتہ داری رحمٰن سے ملی ہوئی) شاخ ہے، لہٰذا اللہ نے (رحم سے) فرمایا، جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب من وصل وصله الله : ۵۹۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے اس کے رزق میں فراخی کی جائے اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ اپنی رشتہ داری کو ملائے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم : ۵۹۸۵ـ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ۲۵۵۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''رشتہ داری کو ملانا گھر والوں میں محبت، مال میں ثروت اور نشان قدم میں تاخیر (یعنی عمر میں برکت) کا باعث ہے۔'' [الأدب المفرد للبخاری : ۱۴۱/۱، ح : ۵۹]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ نہیں جو برابر کا معاملہ کرتا ہے، بلکہ (اصل) صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ ہے کہ جب اس کی رشتہ داری قطع کی جائے تو وہ اسے ملائے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافىء : ۵۹۹۱]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشتہ داری توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب إثم القاطع : ۵۹۸۴ـ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۶]

وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ: یعنی اعمال کے کرنے یا نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کو پیش نظر رکھتے اور آخرت میں برے حساب سے ڈرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البينة : ۸] ''ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [الملك : ۱۲] ''یقیناً جو لوگ اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بڑا اجر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی، اس نے (مرتے وقت) اپنے اہل و عیال سے کہا کہ جب وہ مر جائے تو اسے (یعنی مجھے) (جلا کر راکھ کر) دینا، پھر آدھی راکھ

www.sirat-e-mustaqeem.com

جنگل وغیرہ میں اڑا دینا اور آدھی سمندر میں بہا دینا، کیونکہ اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ ویسا عذاب اس نے دو جہاں میں کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ پھر جب وہ شخص مر گیا تو اس کے اہل وعیال نے وہی کیا جو اس نے انھیں حکم دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے جنگل کو حکم دیا تو اس نے سب راکھ اکٹھی کر دی، پھر سمندر کو حکم دیا تو اس نے بھی ساری راکھ اکٹھی کر دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے فرمایا، تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ صرف تیرے ڈر کی وجہ سے کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔" [مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالٰی : ۲۷۵۶]

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝۲۲

"اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے میں جو تکلیف پہنچتی ہے، اس پر صبر کرتے ہیں۔ پانچوں وقت کی نماز بروقت، خشوع وخضوع کے ساتھ اور سنت کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی میں سے اس کی راہ میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں، برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، گناہ کے بعد نیکی کرتے ہیں، کوئی ظلم کرتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں، اور جو قطع تعلق کرتا ہے اس سے تعلق قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت میں ایسے ہی لوگوں کا انجام اچھا ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ : یعنی اللہ کے احکام پر جمے رہتے ہیں، میدان جنگ میں ثابت قدم رہتے ہیں اور مصائب، تکالیف اور لوگوں کی بداخلاقی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ ناشکری کرتے ہیں نہ جزع فزع اور نہ بدکلامی کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ﴾ [الفرقان : ۷۵] "ان لوگوں کو جزا میں بالا خانہ دیا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔" اور فرمایا: ﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [النحل : ۹۶] "جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور یقیناً ہم ان لوگوں کو جنھوں نے صبر کیا، ضرور ان کا اجر بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۱۰] "پھر بے شک تیرا رب ان لوگوں کے لیے جنھوں نے وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

فتنے میں ڈالے گئے، پھر انھوں نے جہاد کیا اور صبر کیا، یقیناً تیرا رب اس کے بعد ضرور بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [الشوریٰ : ٤٣] ''اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔'' اس نے کہا، آپ مجھے (میرے حال پر) چھوڑ دیں، آپ پر مجھ جیسی مصیبت نہیں آئی، اس لیے آپ (میرے دکھ سے) ناواقف ہیں۔ پھر اسے بتایا گیا کہ وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچی، اسے وہاں کوئی پہرے دار نہ ملا اور (وہ سیدھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئی اور) کہنے لگی، میں آپ کو نہیں پہچان سکی تھی (اس لیے مجھے معاف کر دیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبر تو ابتدائے صدمہ ہی میں ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور : ۱۲۸۳۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی الصبر علی المصیبۃ عند الصدمۃ الأولیٰ : ۹۲۶]

وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ : یعنی برائی کے بدلے میں بھلائی کرتے ہیں، اگر کوئی انھیں تکلیف پہنچائے تو اسے برداشت کرتے ہوئے صبر جمیل کا مظاہرہ کرتے ہیں اور انھیں معاف کر دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٩٦] ''اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰم السجدۃ : ٣٤، ٣٥] ''اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔''

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝۲۳ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝۲۴

''ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔''

یعنی جو لوگ گزشتہ آیات میں مذکور خوبیاں رکھتے ہیں، جنت ان کی منزل ہوگی اور ان کے ساتھ ان کے آبا و اجداد، بیویوں اور اولاد میں سے وہ سب بھی جنت میں داخل ہوں گے جو دنیا میں صلاح و تقویٰ کی راہ اختیار کریں گے، یعنی

www.sirat-e-mustaqeem.com

مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے جو لوگ بھی مومن ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان مومنین و صالحین کا اکرام کرتے ہوئے انھیں بھی جنت میں داخل کر دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴾ [الطور : ۲۱] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے۔''

آگے فرمایا کہ جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور انھیں سلام کریں گے اور اس پر مبارک باد پیش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں دارالسلام میں صدیقین اور انبیاء و مرسلین کے جوار میں جگہ عطا فرمائی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون لوگ جائیں گے؟'' لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ''اللہ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے جنتی مساکین و مہاجرین ہیں، جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے اور جو تکلیفوں میں مبتلا تھے، جن کی امنگیں دلوں ہی میں رہ گئیں اور قضا آ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے جنھیں چاہیں گے حکم دیں گے کہ ان کے پاس جاؤ اور انھیں مبارک باد دو۔ فرشتے کہیں گے، اللہ! ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے اور تیری بہترین مخلوق، کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم انھیں جا کر سلام کریں اور انھیں مبارک باد پیش کریں؟ اللہ تعالیٰ جواب دے گا، یہ میرے وہ بندے ہیں جنھوں نے صرف میری عبادت کی، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، دنیاوی راحتوں سے محروم رہے، مصیبتوں میں مبتلا رہے اور انھیں جب موت آئی تو ان کی امنگیں ان کے دلوں ہی میں رہ گئیں، کوئی پوری نہ ہو سکی۔ اب تو فرشتے جلدی جلدی (بصد شوق) ان کی طرف دوڑیں گے، ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲٤] ''سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۱٦۸، ح : ٦٥۷۸۔ ابن حبان : ۷٤۲۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ فقراء مہاجرین کا ہوگا، وہ جو فقر و فاقہ کے باوجود نافرمانیوں سے بچتے رہے۔ جب ان کو حکم دیا جاتا تو وہ سنتے اور اطاعت کیا کرتے تھے، اگر ان میں سے کسی کو امیر کے ساتھ کوئی حاجت و ضرورت ہوتی تو اس کی حاجت پوری نہ ہوتی، حتیٰ کہ اسے موت آ جاتی اور وہ حاجت و خواہش اس کے سینے ہی میں دفن ہو جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو بلائے گا، تو وہ اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ چلی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرے وہ بندے کہاں ہیں جنھوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور وہ میرے راستے میں قتل کر دیے گئے۔ میرے راستے میں ان کو تکالیف پہنچیں اور انھوں نے میرے راستے میں جہاد کیا۔ جاؤ! تم لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ بغیر حساب اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) فرشتے (دربار الٰہی میں) حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم دن رات تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تو یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے ہم پر ترجیح دے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے میں لڑتے رہے اور میرے راستے میں تکلیفیں برداشت کرتے رہے، اس پر فرشتے جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ [الرعد : ٢٤] ”سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔“ [مستدرك حاكم : ٧١/٢، ٧٢، ح : ٢٣٩٣۔ مسند أحمد : ١٦٨/٢، ح : ٦٥٧٩]

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۝۲۵

”اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔“

اب غیر اہل ایمان کی صفات اور ان کا انجام بیان کیا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ سے کیے گئے عہد و پیمان کا خیال نہیں رکھتے اور جن اوامر و نواہی کا انھیں حکم دیا گیا ہے ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور جن تعلقات، رشتوں اور قرابتوں کو جوڑے رکھنے کی انھیں نصیحت کی گئی ہے ان کا پاس نہیں رکھتے اور کفر و معاصی کے ارتکاب کے ذریعے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کی لعنت کے مستحق بن جاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٣۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، خواہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلم ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ١٠٩/٥٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے،

www.sirat-e-mustaqeem.com

جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق :
۳۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ : سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب إثم القاطع : ۵۹۸۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها : ۲۵۵۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان سے حلم و بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالت والا معاملہ کرتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ایسے ہی ہے جیسے تم کہہ رہے ہو تو گویا کہ تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک اس عمل پر قائم رہو گے، ہمیشہ ان کے مقابلے میں اللہ کی طرف سے ایک مددگار تمھارے ساتھ رہے گا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب صلة الرحم...... الخ : ۲۵۵۸]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو، ضرورت کے موقع پر خرچ نہ کرنے اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کو، نیز لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کو حرام کیا ہے اور فضول بحث و گفتگو کو، کثرت سوال کو اور مال کے ضائع کرنے کو تمھارے لیے ناپسند کیا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر : ۵۹۷۵۔ مسلم، کتاب الأقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة : ۵۹۳، قبل الحدیث : ۱۷۱۶]

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ ۲ ع ۸ ۹

''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کافر کی روزی میں وسعت دیتا ہے، گویا اس کی رسی ڈھیلی کر دی جاتی ہے، تاکہ کفر و معاصی میں اور آگے بڑھتا چلا جائے اور بندۂ مومن کی روزی میں تنگی پیدا کر دیتا ہے، مقصود اس سے اس کی آزمائش ہوتی ہے اور اس لیے بھی تاکہ اس کے گناہ دنیا ہی میں مٹ جائیں۔ روزی میں وسعت اللہ کی جانب سے کافر کے اعزاز و اکرام کی دلیل نہیں ہوتی اور نہ تنگیٔ رزق مومن کی تذلیل و اہانت ہے۔ اس کے بعد مشرکین مکہ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی پر نازاں و فرحاں ہیں، حالانکہ آخرت کی کامیابی اور حصول جنت کے مقابلہ میں دنیا کی لذتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی یہ (شہادت والی) انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ اس کے ساتھ کتنا پانی آتا ہے؟ (تو جتنا یہ سمندر کے مقابلے میں ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلے میں ہے)۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة : ۷۱۹۷]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ چٹائی پر سو گئے تو ان کے پہلو میں اس کا نشان پڑ گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، ہم آپ کے لیے نرم بستر بنا دینا چاہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: ''مجھے دنیا سے کیا مطلب، دنیا میں میری مثال اس مسافر کی ہے جو ایک پل کسی درخت کے سائے میں ٹھہرتا ہے، پھر چل دیتا ہے۔'' [ترمذی، كتاب الزهد، باب حديث ما الدنيا إلا كراكب استظل : ۲۳۷۷]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بازار میں سے گزرے، لوگ آپ کے ساتھ تھے، آپ کسی گاؤں سے مدینہ میں آئے تھے، آپ نے چھوٹے کان والا یا کٹے ہوئے کانوں والا بھیڑ کا مردہ بچہ دیکھا، آپ نے اس کا کان پکڑا، پھر فرمایا: ''تم میں سے کون اسے ایک درہم میں خریدنا پسند کرتا ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ ہم اسے کسی بھی چیز کے بدلے میں خریدنا پسند نہیں کرتے اور ہم اسے کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمھیں (مفت میں) مل جائے؟'' لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا، تب بھی اس میں عیب تھا کہ اس کے کان بہت چھوٹے (یا کٹے ہوئے) ہیں، پھر یہ تو مردہ ہے، اس کو کون لے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے، جیسے یہ تمھارے نزدیک ہے۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۵۷]

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ [الأعلى : ۱۶، ۱۷] ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ [النساء : ۷۷] ''کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝۲۷

''اور جن لوگوں نے کفر کیا کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی۔ کہہ دے بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف اسے راستہ دیتا ہے جو رجوع کرے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

کفارِ مکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اگر محمد (ﷺ) اللہ کے نبی ہیں تو موسیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) کی طرح اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی کوئی نشانی کیوں نہیں بھیج دیتا؟ اور ان کا مقصد محض کبر و عناد ہوتا تھا، ان کی نیت یہ نہیں ہوتی تھی کہ اسے دیکھ کر ایمان لے آئیں۔ یہاں بھی انھوں نے وہی سوال دہرایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے، چاہے وہ ہزار نشانیاں دیکھ لے اور جو گناہوں سے تائب ہو کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے، چاہے وہ کوئی بھی نشانی نہ دیکھے۔ اس کی مشیت میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس لیے تمھیں رسول اللہ ﷺ سے نشانیوں کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اللہ کے دین کو قبول کر لینا چاہیے اور اس سے اپنا تعلق استوار کرنا چاہیے، تاکہ وہ تمھیں مزید توفیق کی نعمت سے نوازے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴾ [يونس : ٩٦، ٩٧] ”بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴾ [الأنعام : ١١١] ”اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے، مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونے کا بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم ایسا کرو گے؟“ انھوں نے کہا، ہاں! (ہم ایمان لے آئیں گے) رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی تو سیدنا جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: ”بے شک آپ کا رب جو عزت و جلالت والا ہے، اس کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو، وہ فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں قریش مکہ کے لیے صفا کو سونے کا بنا دیتا ہوں، لیکن اس کے بعد اگر کسی نے کفر کیا (ایمان نہ لایا) تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ ویسا عذاب میں نے دو جہاں میں کسی کو بھی نہ دیا ہو گا اور اگر آپ (دوسری صورت) چاہتے ہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دیتا ہوں۔“ [مسند أحمد : ٢٤٢/١، ح : ٢١٧٠۔ مستدرك حاكم : ٣١٤/٢، ح : ٣٢٢٥۔ ٥٣/١، ح : ١٧٤۔ اتحاف المهرة : ٤٣٥/٧، ح : ٨٦٧٩]

﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝٢٨ ﴾

”وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی صفت بیان کی جا رہی ہے، جو نعمت ہدایت سے سرفراز ہوتے ہیں کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ کی یاد سے ان کے دلوں کو سکون ملتا ہے، وہ اس کے سوا کسی کو اپنا یار و مددگار نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سکونِ قلب حاصل کرنے کا ایک نسخہ کیمیا بتایا کہ زبان و قلب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے انسان کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اس لیے اس کے دل کو صرف اس کی یاد سے سکون مل سکتا ہے۔ تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل ذکر الٰہی کے مسنون و معروف طریقے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴾ [قٓ : ۳۱ تا ۳۳] ”اور جنت پرہیز گاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴾ [قٓ : ۳۷] ”بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٥] ”اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ عزوجل فرماتے ہیں، میں اس گمان کے مطابق اپنے بندے کے پاس ہوتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرے۔ اگر وہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرے تو میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں دونوں ہاتھ پھیلانے کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آئے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و یحذرکم اللہ نفسه ﴾ ...... الخ : ۷٤۰۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں بیٹھتی ہے جس میں وہ اللہ کا ذکر کرتے ہوں تو فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع ...... الخ : ۲۷۰۰]

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ﴾ ٢٩

’’جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے خوشحالی اور اچھا ٹھکانا ہے۔‘‘

اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کا انجام بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں جنت دے گا اور وہاں وہ ایسی اچھی حالت میں ہوں گے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں ایک درخت عطا کرے گا جس کا نام ’’طوبیٰ‘‘ ہے اور وہ ایسی نعمت ہوگی جس کی خوبیاں الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ [طٰہٰ : ٧٥، ٧٦] ’’اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔‘‘

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے گا لیکن وہ ختم نہیں ہوگا۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٥٢۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إن في الجنة شجرة، يسير الراكب ...... الخ : ٢٨٢٧]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر عمدہ گھوڑے یا تیز رفتاری کے لیے تیار گھوڑے کا سوار اس کے سائے میں سو سال تک بھی چلتا رہے تو اس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔‘‘ [بخاری، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٥٣۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إن في الجنة شجرة ...... الخ : ٢٨٢٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اس بندے سے (جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا) فرمائے گا، اپنی آرزوئیں بیان کر، وہ اپنی آرزوئیں بیان کرے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائے گا، وہ کہے گا کہ فلاں چیز، فلاں چیز، یہاں تک کہ اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ سب میں نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا۔‘‘ [بخاری، کتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة ...... الخ ﴾ : ٧٤٣٧۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ١٨٢]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے انسان اور جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں، پھر وہ مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں اور میں ہر ایک کے تمام مطالبات پورے کر دوں، تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی کسی سوئی کو سمندر میں ڈبو (کر نکالنے) سے سمندر کے پانی میں آتی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٧٧]

www.sirat-e-mustaqeem.com

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ مَتَابِ ۳۰

''اسی طرح ہم نے تجھے ایسی امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر چکیں، تاکہ تو انھیں وہ وحی پڑھ کر سنائے جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے، اس حال میں کہ وہ اس بے حد مہربان سے کفر کر رہے ہیں۔ کہہ دے وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق وتائید کے طور پر کہا گیا ہے کہ جیسے ہم نے پہلے بہت سے انبیاء مبعوث کیے، اسی طرح اب آپ کو مبعوث کیا ہے، تاکہ آپ کفار قریش اور دیگر لوگوں کو وہ قرآن پڑھ کر سنائیں جو آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا معجزہ اور بنی نوع انسان کے لیے اللہ کی رحمت ہے، لیکن کفار اس ذات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں جس کی ایک صفت ''الرحمٰن'' بھی ہے اور جس نے اپنی اس صفت رحمت کے تقاضے کے مطابق انسانوں کی ہدایت کے لیے قرآن کریم نازل فرمایا ہے اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ : یعنی ان تک اللہ کے پیغام کو پہنچا دیں، اسی طرح ہم نے گزشتہ کافر قوموں کی طرف بھی نبی بھیجے تھے اور ان نبیوں کی بھی تکذیب کی گئی تھی، ان کی زندگی آپ کے لیے اسوہ ہے اور جس طرح ہم نے سابقہ امتوں کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لیا تھا، ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر بھی اسی طرح کا عذاب نازل نہ ہو، کیونکہ دوسرے انبیاء کی نسبت آپ کی زیادہ تکذیب کی جا رہی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ٦٣] ''اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوش نما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٣٤] ''اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔''

وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ : یعنی اس امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ رحمان ورحیم دونوں صفتوں سے موصوف اللہ ہی کی ذات ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

[بني إسرائيل : ١١٠] ”کہہ دے اللہ کو پکارو، یا رحمان کو پکارو، تم جس کو بھی پکارو گے سو یہ بہترین نام اسی کے ہیں اور اپنی نماز نہ بلند آواز سے پڑھ اور نہ اسے پست کر اور اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کر۔“

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سہیل بن عمرو آیا، اس نے کہا، آپ ہمارے اور اپنے درمیان ایک صلح نامہ لکھوا لیں۔ نبی ﷺ نے کاتب کو بلایا اور اس سے فرمایا: ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھو۔“ سہیل نے کہا، اللہ کی قسم! رحمٰن کو تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ آپ ”بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ“ لکھوایئے۔ [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد : ٢٧٣١، ٢٧٣٢ ـ مسلم، كتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ١٧٨٤]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمٰن نام نہایت پیارے ہیں۔“ [مسلم، كتاب الآداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم : ٢١٣٢ ـ أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء : ٤٩٤٩]

وَ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ
جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَا يَزَالُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ
وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ؑ ﴿٣١﴾ ع ٥ ١٠

”اور واقعی اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے پہاڑ چلائے جاتے، یا اس کے ذریعے زمین قطع کی جاتی، یا اس کے ذریعے مُردوں سے کلام کیا جاتا۔ بلکہ کام سارے کا سارا اللہ کے اختیار میں ہے، تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہو گئے کہ اگر اللہ چاہے تو یقیناً سب کے سب لوگوں کو ہدایت دے دے، اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہمیشہ اس حال میں رہیں گے کہ انھیں اس کی وجہ سے جو انھوں نے کیا، کوئی نہ کوئی سخت مصیبت پہنچتی رہے گی، یا ان کے گھر کے قریب اترتی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائے۔ بے شک اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جسے اس نے اپنے پیغمبر آقائے کائنات جناب محمد ﷺ پر نازل فرمایا اور سابقہ تمام آسمانی کتابوں پر فضیلت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل کی ہیں اگر ان میں سے کوئی ایسی ہوتی جس کی تلاوت کرنے کے بعد پہاڑ اپنی جگہ سے چل پڑتا، یا زمین کے ٹکڑے ہو جاتے، یا مردے بول پڑتے تو وہ قرآن کریم ہوتا۔ لیکن کافروں کا حال یہ ہے کہ اس آیتِ عظمیٰ اور معجزۂ کبریٰ کے ہوتے ہوئے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نشانیوں جیسی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن اگر یہ سب کچھ ہو بھی جائے تو بھی کفار اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے۔ آگے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو قرآن کے ذریعے سے وہ کچھ ہوتا جس کا بیان

www.sirat-e-mustaqeem.com

اوپر آیا، لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا۔ اس لیے کہ ایمان کا تعلق اللہ کی مشیت سے ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کفارِ قریش بغیر نشانیاں دیکھے بھی ایمان لے آتے، لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا۔ آخر میں عام کافروں کے لیے بالعموم اور کفارِ مکہ کے لیے بالخصوص بہت بڑی وعید ہے کہ ان کے کفر اور رسولوں کی تکذیب کے نتیجے میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت انھیں لاحق ہوتی رہے گی، قتل کیے جائیں گے، یا قید کر لیے جائیں گے، یا قحط سالی میں مبتلا ہوں گے، یا اور کوئی عذاب انھیں آ لے گا، یا ان کے قریب رہنے والوں پر کوئی عذاب نازل ہوگا کہ جسے دیکھ کر ان کے دل دہل جائیں گے اور ان کا سکون چھن جائے گا۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى : یعنی قرآن سے بڑھ کر کوئی حجت یا معجزہ نہیں ہے، جو عقلوں اور نفسوں کو اس سے بڑھ کر متاثر کرنے والا ہو کہ اسے اگر اللہ تعالیٰ پہاڑ پر نازل کر دیتا تو تم دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا، نیز سابقہ آسمانی کتابوں میں سے ہر ایک کو قرآن کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ سب سے مشتق ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”داؤد علیہ السلام پر قرآن (یعنی زبور) کی قراءت اس قدر آسان کر دی گئی تھی کہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسی جانے سے پہلے ہی پورا قرآن (یعنی زبور) پڑھ لیتے تھے اور وہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کچھ نہیں کھاتے تھے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و اٰتینا داؤد زبورًا ﴾ : ۳۴۱۷۔ مسند أحمد : ۲/ ۳۱۴، ح : ۸۱۸۰] اس حدیث میں قرآن سے مراد زبور ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا گیا تھا اور اسی کے مطابق لوگ اس پر ایمان لائے تھے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعے عطا کیا ہے (اور یہ معجزہ سب معجزوں سے بڑا ہے)، لہٰذا میں پر امید ہوں کہ روزِ قیامت میرے امتی سب انبیاء کے امتیوں سے زیادہ ہوں گے۔“ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی و أول ما نزل ؟ : ۴۹۸۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۱۵۲]

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر نبی کا معجزہ ان کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا، مگر یہ قرآن ایک ایسی حجت اور ایک ایسا معجزہ ہے جو ابد الآباد تک باقی رہے گا، جس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے، جو بار بار پڑھنے کے باوجود کبھی پرانا نہیں ہوگا، جس سے علماء کبھی سیر نہیں ہوں گے، جو ایک فیصلہ کن بات ہے، مذاق نہیں ہے، جو سرکشی کی وجہ سے اسے ترک کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے نیست و نابود کر دے گا اور جو اس کے سوا کسی اور جگہ سے ہدایت کا طلب گار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا ...... اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ : یعنی ان کے تکذیب کرنے کی وجہ سے انھیں ہمیشہ دنیا میں مصیبتوں کا سامنا رہے گا، یا مصیبتیں اور آفتیں ان کے گرد و پیش میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

نازل ہوتی رہیں گی، تاکہ یہ لوگ نصیحت و عبرت حاصل کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۲۷] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے پھیر پھیر کر آیات بیان کیں، شاید وہ لوٹ آئیں۔“ اور فرمایا: ﴿ بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٤] ”بلکہ ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سازو سامان دیا، یہاں تک کہ ان پر لمبی عمر گزر گئی، پھر کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بے شک ہم زمین کو آتے ہیں، اسے اس کے کناروں سے گھٹاتے آتے ہیں، تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟“

کفار مکہ پر جو آفتیں آتی رہیں ان میں سے ایک قحط ہے اور جو آفتیں ان کے گھروں کے قریب نازل ہوتی رہیں ان میں سے ایک غزوۂ بدر میں متعدد کفار کا قتل ہونا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہ مانا اور سرکشی کی تو آپ نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ)) ”اے اللہ! یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسی قحط سالی کے ذریعے سے ان کے خلاف میری مدد فرما۔“ الغرض وہ لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے اور ہر چیز ختم ہو گئی، یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے ہڈیاں اور مردار تک کھا گئے۔ لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تو بھوک اور فاقہ کی شدت کی وجہ سے دھویں کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا، اسی کے متعلق اللہ نے یہ آیت نازل کی: ”سو انتظار کر جس دن آسمان ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے۔“ [الدخان : ۱۰، ۱۱] پھر ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! قبیلہ مضر کے لیے بارش کی دعا کیجیے کہ وہ برباد ہو چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا مضر کے حق میں دعا کروں؟ یقیناً تم جری ہو۔“ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور بارش ہوئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ”بے شک ہم یہ عذاب تھوڑی دیر کے لیے دور کرنے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کچھ کرنے والے ہو۔“ [الدخان : ۱۵] چنانچہ جب پھر ان میں خوش حالی ہوئی تو وہ شرک کی طرف لوٹ گئے (اور اپنے ایمان لانے کے وعدے کو بھلا دیا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ”جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔“ [الدخان : ١٦] اور اس پکڑ سے مراد بدر کی لڑائی ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ يغشى الناس هذا عذاب أليم ﴾ : ٤٨٢١، ٤٨٢٢]

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

”اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنھوں نے کفر کیا، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلے بھی میرے بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو میں نے ان کافروں کو کچھ دنوں کی مہلت دی، خوب چین و سکون کے ساتھ رہے، پھر اچانک میں نے انھیں پکڑ لیا اور میرا عذاب بہت ہی سخت ہوتا تھا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۸، ۳۹] ”اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴾ [الحج : ٤٢ تا ٤٤] ”اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور مدین والوں نے۔ اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۸] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے، پھر جب پکڑتا ہے تو اسے چھوڑتا نہیں۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: ﴿ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴾ [الحجر : ٩٥] ”بے شک ہم تجھے مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔“ اور فرمایا، نبی ﷺ کا مذاق اڑانے والے یہ لوگ تھے: ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، ابو زمعہ اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی، عاص بن وائل۔ سیدنا جبریل علیہ السلام رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو اللہ کے نبی ﷺ نے مذاق اڑانے والوں کی شکایت جبریل علیہ السلام سے کی۔ جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ولید کو کر دیا اور اس کی بغل میں ایک رگ کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ”آپ نے (ولید کے ساتھ) کیا کیا؟“ جبریل ﷺ نے کہا: ”میں نے اسے سزا

www.sirat-e-mustaqeem.com

دے دی۔“ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے اسود کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا اور اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بھی جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ”آپ نے (اس اسود کا) کیا کیا؟“ جبریل علیہ السلام نے کہا: ”میں نے اس سے انتقام لے لیا۔“ پھر جبریل علیہ السلام نے ابو زمعہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے کہا: ”آپ نے اس کا کیا بندوبست کیا؟“ جبریل علیہ السلام نے کہا: ”میں نے اس سے بھی بدلہ لے لیا۔“ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حارث کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور اس کے سر یا پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ”میں نے اس سے بھی انتقام لے لیا۔“ اسی طرح عاص کا گزر ہوا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی جانب اشارہ کیا اور کہا: ”میں نے اس کو بھی دبوچ لیا۔“ ولید کو سزا اس طرح ملی کی خزاعہ قبیلے کا ایک شخص جو اپنے تیروں کو ترتیب دے رہا تھا، اس کے پاس سے ولید کا گزر ہوا تو ایک تیر اس کی بغل کے نیچے رگ پہ جا لگا اور اس نے رگ کو کاٹ دیا۔ اسود بن مطلب اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد یغوث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اس کے سر میں زخم ہو گئے جن کی وجہ سے وہ مر گیا۔ حارث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ زرد پانی نے حارث کو گھیر لیا، وہ اس کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا، پھر وہ اس بیماری سے مر گیا۔ عاص کو سزا اس طرح ملی کہ اس کے سر میں اس طرح کا پھوڑا نکلا جس طرح کا ایک کانٹے دار پودا حجاز کے ریگستان میں اگتا ہے، وہ پھوڑا اس کے سارے سر میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ عاص کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف نکلا، گدھا کودا، اس نے اس کو کانٹوں پر گرا دیا، کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں پیوست ہو گیا اور وہ اسی سے مر گیا۔ [السنن الکبریٰ للبیهقی : ۸/۹، ح : ۱۷۷۳۱۔ دلائل النبوة للبیهقی : ۳۱۶/۲ تا ۳۱۸]

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

”تو کیا وہ جو ہر جان پر اس کا نگران ہے جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کے برابر ہو سکتا ہے؟) اور انھوں نے اللہ کے کچھ شریک بنا لیے۔ کہہ دے ان کے نام لو، یا کیا تم اسے اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ زمین میں نہیں جانتا، یا ظاہری بات سے (کہہ رہے ہو)؟ بلکہ ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، ان کا مکر خوش نما بنا دیا گیا اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“

اس استفہام سے مقصود کفار کی زجر و توبیخ ہے کہ کیا وہ معبود برحق جو ہر ایک کی نگرانی کر رہا ہے، جس سے ان کا کوئی

www.sirat-e-mustaqeem.com

عمل مخفی نہیں، ان بتوں کی مانند ہے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں؟ جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ سمجھتے ہیں اور نہ کسی نفع ونقصان کی قدرت رکھتے ہیں۔ گزشتہ مضمون ہی کی مزید تاکید کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ ذرا تم اپنے ان معبودوں کی صفات تو بیان کرو اور غور کرو تو سہی کہ کیا وہ تمھاری عبادت کے مستحق ہیں؟ کیا وہ اس کے اہل ہیں کہ انھیں اللہ کا شریک بنایا جائے؟ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جھوٹے معبود کا دعویٰ کر کے کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا اسے علم نہیں ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ تمھارا یہ قول حقیقت کے عین خلاف ہے۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ : یعنی اللہ تعالیٰ جو حفیظ و علیم ہے اور ہر جان دار پر نگہبان ہے، وہ جانتا ہے کہ عمل کرنے والے کیا اچھے یا برے عمل کر رہے ہیں اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ﴾ [يونس : ٦١] ”اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ”اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [هود : ٦] ”اور زمین میں کوئی چلنے والا (جان دار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔“

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ : یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں، شریکوں اور معبودانِ باطلہ کی بھی پوجا کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٠٠] ”اور انھوں نے جنوں کو اللہ کے شریک بنا دیا، حالانکہ اس نے انھیں پیدا کیا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں کچھ جانے بغیر تراش لیں، وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ [المائدة : ٤١] ”اور وہ شخص کہ اللہ اسے فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے اس کے لیے تو اللہ سے ہرگز کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [النحل : ٣٧] ”اگر تو ان کی ہدایت کی حرص کرے تو بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کر دے اور نہ کوئی ان کی مدد کرنے والے ہیں۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾ ۳۴

”ان کے لیے ایک عذاب دنیا کی زندگی میں ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور انھیں اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔“

جن کافروں کا حال پیچھے بیان کیا گیا ہے، انھی کا انجام بتایا جا رہا ہے کہ انھیں دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں عذاب دیا جائے گا اور آخرت کا عذاب تو بڑا ہی دردناک ہوگا۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ : یعنی دنیا کی ذلت و رسوائی کے ساتھ ساتھ آخرت میں ان کے لیے جو عذاب تیار کیا گیا ہے، وہ بہت ہی سخت ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لعان کرنے والے میاں بیوی سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے۔“ [مسلم، کتاب اللعان : ۱۴۹۳۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النور : ۳۱۷۸]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بالکل سچا ہے، کیونکہ دنیا کا عذاب تو ختم ہو جاتا ہے، جبکہ آخرت کا عذاب دائمی اور ابدی ہے اور یہ عذاب ایسی آگ کی صورت میں ہوگا جو دنیا کی آگ کی نسبت انہتر (۶۹) گنا زیادہ گرم ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھاری یہ آگ جسے انسان جلاتے ہیں، جہنم کی گرمی کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے، بلاشبہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) حصے بڑھ کر ہے، تمام کی حرارت اس کی مثل ہے۔“ [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمہا، باب جہنم أعاذنا اللہ منہا : ۲۸۴۳]

پھر وہاں کی پکڑ کی سختی و شدت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۝ وَّ لَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ [الفجر : ۲۵، ۲۶] ”پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا۔ اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔“ اور فرمایا: ” ﴿ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝ وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۱۱ تا ۱۵] ”بلکہ انھوں نے قیامت کو جھٹلا دیا اور ہم نے اس کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، ایک بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ انھیں دور جگہ سے دیکھے گی تو وہ اس کے لیے سخت غصے کی اور گدھے کی سی آوازیں سنیں گے۔ اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں آپس میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہاں کسی نہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے۔ آج ایک ہلاکت کو مت پکارو، بلکہ بہت زیادہ ہلاکتوں کو پکارو۔ کہہ دے کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشگی کی جنت، جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ ان کے لیے بدلہ اور ٹھکانا ہوگی۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىِٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

''اس جنت کی صفت جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کا سایہ بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔''

کافروں کا انجام بتانے کے بعد اب مومنوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں جنت دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اس میں کھانے پینے کی بے شمار نعمتیں اور درختوں کے دائمی سائے ہوں گے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ : یعنی اس کے اطراف و جوانب میں نہریں بہ رہی ہیں اور اہل جنت ان میں سے جس طرح چاہیں گے اور جو چاہیں گے تصرف کر سکیں گے، یعنی اہل جنت انھیں جیسے چاہیں گے اور جدھر کو چاہیں گے نکال کر لے جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ﴾ [محمد : ۱۵] ''اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں، اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش ہے۔''

اُكُلُهَا دَآىِٕمٌ : یعنی اس میں پھل اور کھانے پینے کی ایسی چیزیں ہوں گی جو کبھی ختم نہیں ہوں گی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسوف کی نماز پڑھی تو صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اس جگہ کسی چیز کو پکڑا تھا، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں، میں نے جنت کو دیکھا تھا اور اس میں سے ایک خوشہ پکڑا تھا، اگر میں اسے توڑ لیتا تو رہتی دنیا تک وہ باقی رہتا اور تم اسے کھاتے رہتے۔'' [بخاری، کتاب الکسوف، باب صلوة الکسوف جماعة : ۱۰۵۲۔ مسلم، کتاب الکسوف، باب ما عرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاة الکسوف ...... الخ : ۹۰۷]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنتی جنت میں خوب کھائیں پییں گے، لیکن وہ نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ ناک جھاڑیں گے۔'' لوگوں نے عرض کی کہ پھر کھانا کہاں جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' (انھیں) ڈکار اور پسینا آئے گا، اس میں مشک کی خوشبو ہو گی (بس اسی سے ان کا کھانا وغیرہ ہضم ہو جائے گا) اور (جنت میں) ان کی زبانوں پر تسبیح و تحمید اس طرح جاری ہو گی جس طرح سانس چلتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی صفات الجنة و أهلها ...... الخ : ۲۸۳۵]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی، اے ابو القاسم! آپ کا خیال ہے کہ اہل جنت کھائیں پییں گے، آپ نے فرمایا: ''ہاں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے ایک آدمی کو کھانے، پینے، جماع اور شہوت کے اعتبار سے ایک سو آدمیوں کی طاقت دی جائے گی۔'' اس نے کہا، جو کھاتا پیتا ہے اسے حاجت بھی پیش آتی ہے، حالانکہ جنت میں کوئی تکلیف دہ بات نہیں ہو گی؟ آپ نے فرمایا: ''ان کی حاجت ایک پسینے سے پوری ہو جائے گی، جو ان کی جلدوں سے بہے گا اور اس کی خوشبو کستوری جیسی ہو گی، چنانچہ اس سے پیٹ ہلکا ہو جائے گا۔'' [السنن الکبریٰ للنسائی : ٦/٤٥٤، ح : ١١٤٧٨۔ مسند أحمد : ٤/٣٦٧، ح : ١٩٢٩١۔ ابن حبان : ٧٤٢٤]

وَظِلُّهَا : یعنی اسی طرح ان کے سائے بھی نہ ختم ہوں گے اور نہ سکڑیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ [الدھر : ١٤] ''اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴾ [النساء : ٥٧] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ہم انھیں عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جنت میں ایک درخت ہے، اس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہیں ہو گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٥٢۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب إن فی الجنة شجرة یسیر الراکب ...... الخ : ٢٨٢٧]

تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴾ [الحشر : ٢٠] ''آگ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں، جو جنت والے ہیں، وہی اصل کامیاب ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ
قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

''اور وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا ہے اور کچھ گروہ وہ ہیں جو اس کے بعض کا انکار کرتے ہیں۔ کہہ دے مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں۔ میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

جن باتوں سے وہ انکار کرتے ہیں، وہ وہی باتیں ہیں جن میں انھوں نے تحریف کر ڈالی تھی۔ کتاب کے کچھ احکام چھپا لیتے تھے اور کچھ باتیں خود ہی لکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دی تھیں۔ قرآن نے ایسی تمام باتوں سے پردہ اٹھا دیا اور جو حقیقت تھی اسے واشگاف الفاظ میں بیان کیا۔ اس وجہ سے ان لوگوں نے قرآن کے بعض حصوں کا انکار کیا، پھر بعد میں پورے قرآن ہی سے انکار کر دیا۔ ایسے ہی لوگوں کو جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان سے صاف طور پر کہہ دیجیے کہ میں تمھاری اس قسم کی باتوں کو تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہیں سمجھتا۔ اسی بات کی تم سب کو دعوت دیتا ہوں اور تمھارے انبیاء نے خود بھی اسی بات کی طرف دعوت دی تھی۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ : یعنی یہود و نصاریٰ اس کتاب یعنی قرآن سے اس لیے خوش ہوتے ہیں کہ یہ ان کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کے انبیاء کی تعظیم و تکریم سکھلاتی ہے۔ اس لحاظ سے تو سارے اہل کتاب قرآن سے خوش ہیں۔ پھر ان میں سے کچھ منصف مزاج ایسے بھی تھے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٤٧] ''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف یہ کتاب نازل کی، پھر وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی، اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان (مشرکین) میں سے بھی کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر جو کافر ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١١٣ تا ١١٥] ''وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ اور وہ جو نیکی بھی کریں اس میں ان کی بے قدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ : مثلاً یہودی عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ا۟بْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [التوبة : ٣٠] ''اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

بات کی مشابہت کر رہے ہیں، جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔" اہل کتاب نے اپنے علماء اور اپنے مشائخ کو اپنا رب بنا رکھا تھا اور ان کے فتووں پر عمل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳۱] "انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا وَاقٍ ۠﴿۳۷﴾ ۵ ع ۱۱

"اور اسی طرح ہم نے اسے عربی فرمان بنا کر اتارا ہے اور یقیناً اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس کے بعد جو تیرے پاس علم آچکا تو اللہ کے مقابلے میں نہ تیرا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔"

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا : یعنی جیسا کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ان پر آسمانی کتابیں نازل کیں، اسی طرح ہم نے آپ پر یہ قرآن محکم نازل کیا ہے، جو عربی زبان میں ہے، اس کے ساتھ ہم نے آپ کو شرف بخشا اور اس واضح، روشن اور جلی کتاب کے ساتھ ہم نے آپ کو دیگر پیغمبروں پر فضیلت عطا فرمائی ہے، جس کی شان یہ ہے: ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۴۲] "اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔"

آگے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اگر آپ قرآن جیسا علوم و معارف کا خزانہ ملنے کے بعد بھی یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو اللہ کے سوا آپ کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور اس کی گرفت سے آپ کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اس میں اہل علم کے لیے بھی وعید ہے کہ وہ اس سنت محمدیہ کو اختیار کرنے کے بعد، جسے اللہ کے پیغمبر محمد ﷺ لے کر تشریف لائے، اہل ضلالت کے رستے کی پیروی نہ کریں۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ
اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے کئی رسول تجھ سے پہلے بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے اور کسی رسول کے لیے ممکن نہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھا کہ وہ کوئی نشانی لے آتا، مگر اللہ کے اذن سے۔ ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے۔“

بعض کفار رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتے تھے کہ اگر محمد (ﷺ) نبی ہوتے تو شادی نہ کرتے، بلکہ نبوت کے کاموں میں لگا رہتے، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ سے پہلے جو انبیائے کرام دنیا میں آتے رہے ہیں انھوں نے بھی شادیاں کی تھیں اور ان کی بھی اولاد تھی۔ ہم نے کسی فرشتے کو کبھی نبی بنا کر نہیں بھیجا۔ آگے ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بار بار نشانی لانے کا مطالبہ کرتے تھے کہ اللہ کا رسول اس کی مرضی کے بغیر کوئی نشانی نہیں لا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق ہر وقت کے لیے ایک فیصلہ کر رکھا ہے۔ جب وہ وقت آتا ہے، تو اس کا ظہور ہوتا ہے۔ ان فیصلوں کا تعلق کافروں کی خواہش سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مشیت سے ہے۔

وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آئے اور ان سے آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ جب انھوں نے اس کے بارے میں انھیں مطلع کیا تو انھوں نے گویا آپ ﷺ کی عبادت کو (اپنے لیے) کم خیال کیا اور کہا، ہماری اللہ کے نبی ﷺ سے کیا نسبت؟ ان کی تو اللہ رب العزت نے اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا، میں تو ہمیشہ ساری رات کا قیام کرتا رہوں گا، دوسرے نے کہا، میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا، میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ (ان کی یہ باتیں جب رسول اللہ ﷺ تک پہنچیں) تو آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا: ”کیا وہ تمھی ہو جنھوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ (سنو!) اللہ کی قسم! میں تم سب کی نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور زیادہ متقی ہوں، لیکن اس کے باوجود میں کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا اور میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، تو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ۵۰۶۳۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن طاقت نفسه إليه ...... الخ : ۱۴۰۱]

سیدنا سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ایک سوال کروں، وہ یہ کہ کنوارا رہنا اور کبھی نکاح نہ کرنا، آپ اسے (شریعت کی رو سے) کیسا خیال کرتی ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، ہرگز ایسا کام نہ کرنا، تو نے نہیں سنا جو اللہ عزوجل نے قرآن میں فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ﴾ ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے کئی رسول تجھ سے پہلے بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے۔“ یہ آیت پڑھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، (اے سعد!) تو ہرگز تبتل اختیار نہ کرنا۔ [نسائی، کتاب النکاح، باب النهي عن التبتل : ۳۲۱۸۔ مسند أحمد : ۹۷/۶، ح : ۲۴۷۱۲]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ : یعنی نبی کو از خود اپنی طرف سے کسی معجزے کو دکھا دینے کا اختیار نہیں، بلکہ یہ سارا معاملہ اس اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے سپرد ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا اور جو ارادہ فرماتا ہے اسے عملی جامہ پہنا دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [العنكبوت : ٥٠] ''اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کسی قسم کی نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں، کہہ دے نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۖۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹

''اللہ مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ لوح محفوظ سے جو چاہتا ہے، مٹا دیتا ہے اور جس حکم اور فیصلے کو چاہتا ہے، باقی رکھتا ہے۔ ہر انسان کے بارے میں لوح محفوظ میں نوشتہ ہے کہ وہ نیک ہوگا یا بد، اس کی روزی، عمر اور اس سے متعلق خیر و شر کی ہر بات لکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مرضی اور ارادہ و مشیت کے مطابق اس میں تبدیلی کرتا ہے۔ اس کی مشیت میں کسی کا دخل نہیں ہے۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تقدیر کو محض دعا ہی ٹالتی ہے اور صرف نیکی ہی عمر میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔'' [ترمذی، كتاب القدر، باب ما جاء لا يرد القدر إلا الدعاء : ٢١٣٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم : ٥٩٨٥]

وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝۴۰

''اور اگر کبھی ہم واقعی تجھے اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا واقعی تجھے اٹھا لیں تو تیرے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اب اگر کوئی آپ کی دعوت قبول نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب لے گا اور دنیا میں آپ کے دشمنوں کو ممکن ہے کہ اللہ آپ کی زندگی ہی میں ذلیل و رسوا کرے، یا ہو سکتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد ان کے ساتھ ایسا ہو۔ بہر حال آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اب ان کا حساب اور ان کا بدلہ ہمارے ذمے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَۜيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

[الغاشية : ۲۱ تا ۲۶] ”پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔“

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم زمین کی طرف آتے ہیں، اسے اس کے کناروں سے کم کرتے آتے ہیں اور اللہ فیصلہ فرماتا ہے، اس کے فیصلے پر کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔“

کفار مکہ کو اس بارے میں کیوں شبہ ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہیں دے گا اور ذلت و رسوائی میں مبتلا نہیں کرے گا؟ کیا وہ دیکھ نہیں رہے کہ وہ اللہ سرزمین مکہ کو ان کے چاروں طرف سے تنگ کرتا جا رہا ہے اور ہر سال مسلمان کچھ علاقوں کو فتح کرتے ہوئے مکہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور کفارِ مکہ کے لیے زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ کسی کو اٹھاتا ہے تو کسی کو گراتا ہے، کسی کو مارتا ہے تو کسی کو زندگی دیتا ہے۔ اس کے فیصلوں میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا اور وہ تو بڑا ہی جلد انتقام لینے والا ہے۔ دنیا میں تو قید و بند اور قتل کی شدید آزمائش میں گرفتار ہیں ہی، عنقریب آخرت میں بھی اللہ ان کا حساب لے گا اور انھیں ان کے برے کرتوتوں کا مزہ چکھائے گا۔

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۲۷] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے پھیر پھیر کر آیات بیان کیں، شاید وہ لوٹ آئیں۔“

وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۲۳] ”اس سے نہیں پوچھا جاتا اس کے متعلق جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جاتا ہے۔“

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات سکھلائے کہ وہ انھیں نمازِ وتر میں پڑھا کریں، تو ان میں سے ایک کلمہ یہ بھی ہے: « فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ » ”بے شک تو ہی فیصلے کرتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔“ [ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء في القنوت في الوتر : ٤٦٤]

وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱] ”لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آ گیا اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔“

وَ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور بلاشبہ ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے، سو اصل تدبیر تو سب اللہ ہی کی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ ہر شخص کر رہا ہے اور عنقریب کفار جان لیں گے کہ اس گھر کا اچھا انجام کس کے لیے ہے۔‘‘

اس آیت میں بھی نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفارِ مکہ سے پہلے بھی جو کفار دنیا میں گزرے ہیں، انھوں نے اپنے انبیاء کے خلاف سازشیں کیں، لیکن وہ سازشیں ان کے کسی کام نہ آئیں، بلکہ ان کے لیے وبالِ جان بن گئیں۔ اس لیے کہ کامیاب تدبیر تو صرف اللہ کی تدبیر ہے۔ وہ اپنے سرکش اور نافرمان بندوں کو جب وہ خوابِ غفلت میں ہوتے ہیں اچانک پکڑ لیتا ہے۔ وہ ہر فرد کے اچھے اور برے اعمال سے باخبر ہے اور کافروں کی ان چالوں سے بھی واقف ہے جو وہ انبیاء کے خلاف چلتے ہیں اور ان چالوں کے کامیاب ہونے سے پہلے ہی انھیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ آیت کے آخر میں کافروں کو دھمکی دی گئی ہے کہ وہ عنقریب جان لیں گے کہ دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ اچھا انجام کس کو نصیب ہوگا۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا : یعنی گزشتہ قومیں اپنے رسولوں کے خلاف بہت تدبیر کر چکی ہیں اور انھوں نے انھیں اپنے ملکوں سے نکال دینے کا ارادہ کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف چال چلی اور انجام کار پرہیز گاروں کو کامیابی و کامرانی سے نوازا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ١ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ١ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۳۰] ’’اور جب وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تیرے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے، تاکہ تجھے قید کر دیں، یا تجھے قتل کر دیں، یا تجھے نکال دیں اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ١ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [النمل : ۵۰، ۵۱] ’’اور انھوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی اور وہ سوچتے تک نہ تھے۔ پس دیکھ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا کہ بے شک ہم نے انھیں اور ان کی قوم، سب کو ہلاک کر ڈالا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَّ سَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۝ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ١ؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ [إبراھیم : ۴۵ تا ۴۷] ’’اور تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں آباد رہے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تمھارے لیے خوب واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا اور ہم نے تمھارے لیے کئی مثالیں بیان کیں۔ اور بے شک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: ((رَبِّ أَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ ،

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ، وَامْکُرْلِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ، وَاهْدِنِیْ وَ یَسِّرْ هُدَایَ اِلَیَّ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ، اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِرًا، لَکَ ذَاکِرًا، لَکَ رَاهِبًا، لَکَ مِطْوَاعًا، اِلَیْکَ مُخْبِتًا، اَوْ مُنِیْبًا، رَبِّ ! تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ، وَاغْسِلْ حُوْبَتِیْ، وَ اَجِبْ دَعْوَتِیْ، وَ ثَبِّتْ حُجَّتِیْ، وَاهْدِ قَلْبِیْ، وَ سَدِّدْ لِسَانِیْ، وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ قَلْبِیْ » ”اے میرے رب! میری مدد فرما، میرے خلاف کسی کی مدد نہ کر (جو مجھے تیری اطاعت سے روک دے) میری نصرت فرما، میرے خلاف کسی کی نصرت نہ کر، میرے حق میں تدبیر فرما، میرے خلاف تدبیر نہ کر، میری رہنمائی فرما اور ہدایت کو میرے لیے آسان فرما دے۔ اور جو میرے خلاف بغاوت کرے اس کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ یا اللہ! مجھے بنا دے اپنا شکر گزار، اپنا ذکر کرنے والا، تجھی سے ڈرنے والا، ازحد اطاعت گزار اور بہت ہی تواضع کرنے والا، اے میرے رب! میری توبہ قبول کر، میری خطائیں دھو ڈال، میری دعا قبول فرما۔ میری حجت قائم فرما دے۔ میرے دل کو ہدایت دے۔ میری زبان کو حق پر مستقیم رکھ اور میرے دل سے میل کچیل نکال دے۔“ [أبو داؤد، كتاب الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم : ۱۵۱۰۔ ترمذي، كتاب الدعوات، باب : رب أعني ولا تعن علي ...... الخ : ۳۵۵۱]

وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۶ ۱۲

”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہتے ہیں تو کسی طرح رسول نہیں ہے۔ کہہ دے میرے درمیان اور تمھارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔“

مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ اے محمد! تم اللہ کے رسول نہیں ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے انھیں یہ جواب دینے کو کہا کہ تمھارے جھٹلانے سے کیا بنتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ میری نبوت پر شاہد ہے اور تمھیں میری صداقت کے کئی نشان دکھا چکا ہے اور دکھا رہا ہے اور اہل کتاب میں سے بھی منصف مزاج لوگ میری رسالت کی گواہی دیتے ہیں، کیونکہ ان کی کتابوں میں میرے متعلق کئی بشارتیں موجود ہیں، پھر ان میں سے بعض اسلام بھی لا چکے ہیں، جیسے عبد اللہ بن سلام، سلمان فارسی اور تمیم داری رضی اللہ عنہم، انھوں نے اسلام لانے کے بعد اس کی شہادت دی کہ تورات و انجیل میں رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی صراحت موجود ہے۔

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ : ارشاد فرمایا: ﴿ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ﴾ [الأعراف : ۱۵۷] ”جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۰] ”وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [المائدة : ۸۳، ۸٤] ''اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ (پر) اور اس چیز پر ایمان نہ لائیں جو حق میں سے ہمارے پاس آئی ہے اور یہ طمع نہ رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کر لے گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی وحی کا حال بیان کیا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے آئیں، وہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ حسب منشائے الٰہی وہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حال بیان کیا تو اس نے کہا کہ یہ تو وہی ناموس (یعنی فرشتہ) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا، کاش! میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ [بخاری، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي: ۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ۱٦۰]

www.sirat-e-mustaqeem.com

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورة ابراهيم مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ ﴿۱﴾

”الٓرٰ۔ ایک کتاب ہے جسے ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے، تاکہ تو لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے، ان کے رب کے اذن سے، اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے۔“

یعنی اے محمد (ﷺ)! اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، تاکہ آپ قرآن میں مذکور تعلیمات الٰہیہ کی روشنی میں انسانوں کو اللہ کے حکم اور اس کی مشیت کے مطابق کفر کی تاریکی سے نکال کر دین اسلام کی روشنی تک پہنچا دیں۔ پیغمبر کا کام ہدایت کا راستہ دکھانا ہے، اب جو کوئی بھی اس راستے کو اختیار کرتا ہے تو یہ صرف اللہ کے حکم اور مشیت سے ہوتا ہے، کیونکہ اصل ہادی وہی ہے، اس کی مشیت اگر نہ ہو تو پیغمبر کتنا بھی وعظ و نصیحت کر لے، لوگ ہدایت کا راستہ اپنانے پر تیار نہیں ہوتے۔

كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ: یعنی اے محمد (ﷺ)! اس کتاب کے ساتھ ہم نے آپ کو اس لیے مبعوث کیا ہے کہ آپ لوگوں کو ضلالت و گمراہی سے نکال کر ہدایت اور رشد و بھلائی کی طرف لے جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ﴾ [البقرة : ۲۵۷] ”اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيۡ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبۡدِهٖۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ﴾ [الحديد : ۹] ”وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔“

اللّٰهِ الَّذِيۡ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ ؕ وَوَيۡلٌ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِ ۙ ﴿۲﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

''اس اللہ کے (راستے کی طرف) کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔''

دین اسلام اس اللہ کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہر چیز کا مالک ہے، اس لیے دنیا میں ہلاکت و بربادی اور قیامت کے دن عذابِ نار ہے ان کافروں کے لیے جو نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور کفر کی تاریکی سے نکل کر ایمان واسلام کی روشنی میں داخل نہیں ہو جاتے۔

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ۝۳

''وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔''

کافروں کے اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں کہ وہ آخرت کی زندگی کو فراموش کر دیتے ہیں اور دنیا کی زندگی کو کامیاب بنانے میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو راہِ حق پر چلنے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صحیح راستہ نہیں ہے، یا چاہتے ہیں کہ لوگ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں، یا اللہ کا دین ان کی خواہش نفس کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ گمراہی کی راہ پر بہت دور جا چکے ہیں۔ گویا گمراہی ان کی فطرت ثانیہ بن گئی ہے۔

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ : یعنی ان لوگوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی سے محبت کرتے ہیں اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ [الأعلٰی : ۱۶، ۱۷] ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [النازعات : ۳۷ تا ۳۹] ''پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴾ [البقرۃ : ۲۰۰] ''پھر لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔''

اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴾ [الشورٰی : ۲۰] ''جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔''

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا : قرآن مجید میں کوئی کجی نہیں اور نہ اس راستہ میں کوئی کجی ہے جو

www.sirat-e-mustaqeem.com

راستہ قرآن مجید بتاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [الزمر : ۲۸] ''واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴾ [الكهف : ۱، ۲] ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔ بالکل سیدھی، تاکہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔''

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں، تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے، پھر اللہ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل کر کے اور نبی کریم ﷺ کو مبعوث کر کے عربوں پر اپنے احسان کی تکمیل یوں کی کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی عربی تھے اور ان کی زبان بھی عربی تھی، تاکہ آپ امور شریعت کو انھی کی زبان میں ان کے سامنے بیان کریں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اہل عرب اس بات کو اسلام پر اعتراض کرنے اور اپنی گمراہی کا بہانہ بنا لیتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٤] ''اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بنا دیتے تو یقیناً وہ کہتے اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں، کیا عجمی زبان اور عربی (رسول)؟ کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ [الشورى : ۷] ''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے اردگرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔''

پہلے ہر نبی کو صرف ان کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، لیکن سیدنا محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر نبوت و رسالت سے سرفراز فرما کر تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے

www.sirat-e-mustaqeem.com

پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ (وہ یہ کہ) مہینے بھر کی مسافت پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور یہ کہ میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاکی کے لائق بنا دی گئی ہے۔ اس لیے جو آدمی جہاں نماز کا وقت پالے وہ وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کیے گئے ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے اور مجھے شفاعت سونپی گئی ہے اور ہر نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف آتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' [بخاری ، کتاب التیمم، باب : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاۃ : ۵۲۱]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا ، بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا ، بہت شکر کرنے والا ہے۔''

تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی امتوں کو راہ راست پر چلنے کی دعوت دیں۔ ان انبیاء میں موسیٰ علیہ السلام ایک بڑے نبی اور رسول تھے۔ جن کا واقعہ یہاں بطور مثال بیان کیا گیا ہے اور ﴿ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد ان قوموں کی ہلاکت کے واقعات ہیں کہ جو قومیں موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزر چکی تھیں، جیسے قوم نوح اور قوم لوط وغیرہ۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ نے قوم موسیٰ کو دی تھیں اور سرفہرست یہ نعمت کہ انھیں فرعون کے ظلم وطغیان سے نجات دی تھی اور ﴿ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ سے مراد وہ مومنین ہیں جو مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور جب گزشتہ قوموں کی بربادی یا ان پر اللہ کی نعمتوں کی بارش کی داستانیں سنتے ہیں تو فوراً چوکنا ہوتے ہیں، اپنا محاسبہ کرتے ہیں اور صبر وشکر کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ : یعنی انھیں اللہ تعالیٰ کے یہ احسانات اور انعامات یاد دلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں فرعون کی قید، قہر اور ظلم وستم سے نجات دی، ان کے لیے دریا میں رستے بنا دیے، بادلوں کو سائے کے لیے بھیج دیا، ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا اور اپنی دیگر بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو (وعظ ونصیحت کے دوران میں) ایام اللہ یاد دلا رہے تھے اور ایام اللہ سے مراد اللہ کی (بھیجی ہوئی) نعمتیں اور بلائیں ہیں اور اسی دوران میں انھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر کوئی مجھ سے بہتر اور بڑا عالم ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں زمین میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو تم سے بہتر اور تم سے بڑا عالم ہے (یعنی خضر علیہ السلام)۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل الخضر علیہ السلام : ۱۷۲ / ۲۳۸۰]

www.sirat-e-mustaqeem.com

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ: سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا ہر معاملہ بڑا عجیب ہے، کیونکہ اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بہتر ہے اور مومن کے علاوہ یہ فضیلت کسی اور کے لیے نہیں۔ (وہ اس طرح کہ) اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر اسے راحت و آرام ملے تو شکر کرتا ہے، اس کا انجام بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر : ۲۹۹۹]

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۶ ع ۱ ۱۲

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تمھیں فرعون کی آل سے نجات دی، جو تمھیں برا عذاب دیتے تھے اور تمھارے بیٹے بری طرح ذبح کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات و احسانات یاد دلائے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں آل فرعون سے نجات بخشی، جس نے انھیں بدترین اور توہین آمیز عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا اور وہ یہ تھا کہ ان کے بیٹوں کو تو ذبح کر دیتے، مگر ان کی بیٹیوں کو اپنی نوکری چاکری کے لیے زندہ رہنے دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس عذاب سے نجات عطا فرما دی اور بلاشبہ یہ اللہ کا ان پر ایک احسان عظیم تھا۔

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۷

''اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب یقیناً بہت سخت ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ تمھارے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ اگر تم اس کی نعمتوں کا ایمان خالص اور عمل صالح کے ذریعے سے شکر ادا کرو گے تو وہ تمھیں اور زیادہ روزی دے گا اور دنیا میں معزز و مکرم بنائے گا اور اگر ناشکری کرو گے تو وہ نعمتیں تم سے چھین لے گا اور سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، ایک کوڑھی، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں آزمانا چاہا اور ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور کہنے لگا، تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا اچھا رنگ اور اچھی جلد، کیونکہ لوگ مجھ سے نفرت و کراہت رکھتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کا رنگ اور جلد درست ہو گئی۔ پھر فرشتے نے پوچھا، تمھیں کون سا مال پسند ہے؟ وہ کہنے لگا،

www.sirat-e-mustaqeem.com

اونٹ۔ فرشتے نے اسے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی مہیا کر دی اور کہا، اللہ اس میں برکت دے گا۔ پھر وہ گنجے کے پاس آیا اور کہا، تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا، یہی کہ میرا گنجا پن جاتا رہے اور اچھے بال اگ آئیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہو گیا اور اس کے اچھے بال اگ آئے۔ پھر اس سے پوچھا، تمھیں کون سا مال پسند ہے؟ گنجے نے کہا، گائیں۔ چنانچہ فرشتے نے اسے ایک حاملہ گائے مہیا کر دی اور کہا، اللہ اس میں برکت دے گا۔ پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا، یہی کہ میری بینائی مجھے مل جائے، تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ بینا ہو گیا۔ پھر اس سے پوچھا، تمھیں کون سا مال پسند ہے؟ اس نے کہا، بکریاں۔ چنانچہ فرشتے نے اسے ایک حاملہ بکری مہیا کر دی اور کہا، اللہ اس میں برکت دے گا۔ کچھ مدت گزرنے پر کوڑھی کے پاس اونٹوں کا، گنجے کے پاس گائیوں کا اور اندھے کے پاس بکریوں کا بہت بڑا ریوڑ بن چکا تھا۔ اب فرشتہ پھر ان کے پاس ان کی پہلی صورت میں آیا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس گیا اور کہا، میں محتاج و مسکین آدمی ہوں، میرا سب سامان سفر جاتا رہا، اب اللہ کی توفیق اور تیری مدد کے بغیر میں (منزل تک) نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا میں تم سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں، جس نے تیرا رنگ اور جلد اچھی کر دی اور تجھے بہت سا مال دیا کہ ایک اونٹ مجھے دے دو، تاکہ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ سکوں۔ وہ کہنے لگا، میرے ذمے اور بہت سے حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا، غالباً میں تجھے پہچانتا ہوں، تو کوڑھی تھا، لوگ تجھ سے کراہت رکھتے تھے اور تو محتاج تھا اور اللہ نے تم پر مہربانی کی اور یہ سب کچھ عطا کیا۔ کوڑھی کہنے لگا، واہ! مجھے تو یہ سب کچھ باپ دادا کی وراثت سے ملا ہے۔ فرشتے نے کہا، اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے تیری پہلی حالت میں لوٹا دے۔ پھر وہ گنجے کے پاس آیا۔ اس سے بھی بالکل ویسے ہی سوال و جواب ہوئے جیسے کوڑھی سے ہوئے تھے۔ اسے بھی فرشتے نے بالآخر یہی کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنی پہلی حالت میں پھیر دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کہا اور ساتھ ایک بکری کا سوال کیا، تو اندھا یہ سن کر کہنے لگا، واقعی میں اندھا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے بینائی بخشی اور میں محتاج تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دار کر دیا۔ (اب تم نے مجھ سے اسی اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کیا ہے) تو اللہ کی قسم! جو کچھ چاہتے ہو لے لو، میں روکوں گا نہیں۔ فرشتے نے کہا، (میں محتاج نہیں فرشتہ ہوں) اپنی بکریاں اپنے پاس رکھو، اللہ تعالیٰ نے تم تینوں کو آزمایا تھا، اللہ تجھ سے تو خوش ہو گیا اور تیرے دونوں ساتھیوں (کوڑھی اور گنجے) سے ناراض ہوا۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث أبرص و أعمی و أقرع فی بنی إسرائیل: ۳۴۶۴]

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقیری و محتاجی کا ڈر نہیں، لیکن مجھے اس چیز کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے گی، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی۔ پھر تم بھی اس دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے، جیسے وہ بڑھتے تھے اور پھر یہ دنیا تمھیں بھی ایسے ہی ہلاک کر دے گی جیسے اس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔" [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن ...... الخ : ۲۹۶۱]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں، جو کفر کرتی ہیں۔“ صحابہ نے کہا، کیا وہ اللہ کا کفر کرتی ہیں؟ فرمایا: ”(نہیں) وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموش ہوتی ہیں۔ اگر تم کسی عورت سے ایک لمبا عرصہ بھلائی کرو، پھر وہ تم سے کوئی ناگوار بات دیکھے تو کہہ دے گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب کفران العشیر و کفر دون کفر : ۲۹]

وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۸

”اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا کہ اگر تم اور زمین میں رہنے والے سبھی لوگ اللہ کے ناشکرے ہو جاؤ گے تو اس کا نقصان تمھیں ہی پہنچے گا، وہ تمھارے شکر کا محتاج نہیں ہے۔ تمھاری ناشکری سے اس کی ذات اور صفات میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی۔ غالباً انھوں نے یہ بات اس وقت کہی ہو گی، جب دیکھا ہو گا کہ ان کی قوم کفر و عناد پر مصر ہے اور ترغیب و ترہیب کا کوئی اسلوب ان پر اثر انداز نہیں ہو رہا ہے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیز گار شخص ہو تو میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہو گا اور اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے سب سے بدکار شخص ہو تو میری سلطنت میں سے کچھ کم نہیں ہو گا۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے اور تمھارے انسان اور جن ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر انسان کے سوال کے مطابق اسے دے دوں، تو اس سے میری بادشاہت میں اتنی بھی کمی نہیں آتی جتنی دریا میں سوئی ڈبونے سے اس کے پانی میں کمی آتی ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۹

الثلثة

”کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، نوح کی قوم کی (خبر) اور عاد اور ثمود کی اور ان کی جو ان کے بعد تھے، جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے اپنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہاتھ اپنے مونہوں میں لوٹا لیے اور انھوں نے کہا بے شک ہم اسے نہیں مانتے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو اور بے شک ہم تو اس چیز کے بارے میں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو، ایک بے چین رکھنے والے شک میں مبتلا ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے قوم نوح، عاد، ثمود اور دیگر امتوں کے واقعات بیان کیے ہیں کہ جنھوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا اور ایسی قومیں دنیا میں ان گنت ہوئی ہیں جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ان رسولوں نے جب دلائل کی روشنی میں اللہ کا دین ان کے سامنے پیش کیا تو لوگوں نے انھیں بات کرنے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم تم سے ایک کلمہ بھی مزید نہیں سننا چاہتے، اپنی بات اپنے پاس ہی رہنے دو، ہم تمھاری دعوت کا انکار کرتے ہیں اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہمارے دل ان کی سچائی ماننے سے واضح انکاری ہیں۔

﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ﴾: ارشاد فرمایا: ﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ [النساء : ١٦٤] ”اور بہت سے رسولوں کی طرف جنھیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف جنھیں ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ [المؤمن : ٧٨] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے سنایا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے نہیں سنایا۔“

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩

”ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں کوئی شک ہے، جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ تمھیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمھارے لیے تمھارے کچھ گناہ بخش دے اور تمھیں ایک مقرر مدت تک مہلت دے۔ انھوں نے کہا تم نہیں ہو مگر ہمارے جیسے بشر، تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے روک دو جس کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔“

انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کے کفر اور رسالت و دعوت کے انکار پر غایت درجہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت اور اس کے معبود حقیقی ہونے میں شک ہے؟ حالانکہ آسمان و زمین کا وجود اس بات پر شاہد قاطع ہے اور کسی شک کی گنجائش نہیں چھوڑتا کہ اس کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں ہے، وہی ہر چیز کا خالق و مالک اور معبود ہے اور وہی تمھیں ہم پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے، ہم لوگ از خود تمھیں اس کی طرف نہیں بلا

www.sirat-e-mustaqeem.com

رہے۔ اگر تم ہماری تصدیق کرتے ہوئے اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو وہ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ایک وقت معین تک دنیاوی زندگی سے مستفید ہونے دے گا۔ کافروں نے انبیاء کی دعوت کو دوبارہ رد کر دیا اور کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، کھاتے پیتے ہو، تمھیں ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے اور نہ تم فرشتے ہو۔ بس تمھارا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ہمارے آبا و اجداد کے معبودوں کی عبادت سے روک دو۔ اس لیے ہم تمھاری بات اس وقت مانیں گے جب کوئی واضح اور صریح نشانی لاؤ کہ واقعی تم اللہ کے نبی ہو۔ یہ محض ان کا عناد اور ہٹ دھرمی تھی، ورنہ ہر نبی نے ایسے معجزے اور نشانیاں پیش کیں جو قوموں کی اس یقین دہانی کے لیے کافی تھیں کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

”ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم نہیں ہیں مگر تمھارے جیسے بشر اور لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اور ہمارے لیے کبھی ممکن نہیں کہ تمھارے پاس کوئی دلیل اللہ کے اذن کے سوا لے آئیں اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔“

اب رسولوں کی طرف سے ان کی اس بات کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ہاں! ہم تمھارے ہی جیسے انسان ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں بحیثیت نبی چن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور اسے اپنا نبی بنا لیتا ہے۔ ہم کوئی نشانی اپنی مرضی سے نہیں لا سکتے، اللہ جب چاہتا ہے بھیجتا ہے اور اس نے اس وقت نہیں چاہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے بعد اپنے مومن ساتھیوں کو خطاب کر کے کہا کہ مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے اور ان کا مقصد سب سے پہلے اپنے آپ کو نصیحت کرنا تھا کہ ہمیں قوموں کی جانب سے جو بھی رنج و الم دعوت کی راہ میں پہنچ رہا ہے اس پر صبر کرنے کے لیے اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔

وَمَا لَنَآ أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع ۲ ۱۴

”اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسا نہ کریں، حالانکہ اس نے ہمیں ہمارے راستے دکھا دیے ہیں اور ہم ہر صورت اس پر صبر کریں گے جو تم ہمیں تکلیف پہنچاؤ گے اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کریں۔“

یہاں فرمایا کہ اللہ پر بھروسا نہ کرنے کے لیے ہمارے پاس کیا عذر باقی رہ گیا ہے، جب کہ اس نے ہم میں سے ہر ایک کو راہ راست پر ڈال دیا ہے اور اس پر استقامت کو واجب کر دیا ہے۔ چونکہ کافروں کی اذیتوں سے پائے استقلال

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں لغزش آنے کا خطرہ ہوتا تھا، اس لیے اپنی قوت ارادی اور عزم صمیم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اے لوگو! ہم دعوت کی راہ میں تمھاری اذیتوں پر صبر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو صرف اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے۔

وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيۡتُمُوۡنَا : عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مشرکوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے سخت ایذا کون سی دی تھی؟ تو انھوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈالا اور آپ کا گلا زور سے دبایا، اتنے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے اور انھوں نے اس کا کندھا پکڑ کر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ کیا اور کہا: ﴿ اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ يَّقُوۡلَ رَبِّىَ اللّٰهُ ﴾ [المؤمن : ٢٨] ”کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ”میرا رب اللہ ہے۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقی النبی ﷺ و أصحابه من المشركين بمكة : ٣٨٥٦]

وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھ پر (بطور کشف و مشاہدہ کے) امتیں پیش کی گئیں تو ایک ایک دو دو نبی گزرتے رہے اور ان کے ساتھ ان کے ماننے والے بھی گزرتے رہے، کوئی نبی ایسا بھی تھا کہ اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ اتنے میں اچانک ایک بڑا گروہ میرے سامنے ظاہر ہوا، میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ کیا یہ میری امت ہے؟ لیکن مجھے بتلایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم ہے اور آپ افق کی طرف دیکھیں، (میں نے اس طرف دیکھا) تو ایک بہت بڑا گروہ تھا جو افق پر چھایا ہوا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر ادھر آسمان کے دوسرے کناروں کی طرف دیکھو، میں نے دیکھا کہ ایک جماعت ہے جو تمام افق پر چھائی ہوئی ہے۔ مجھ سے کہا گیا، یہ آپ کی امت ہے اور اس کے ساتھ ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے۔“ آپ (یہ بیان کرنے کے بعد اپنی مجلس سے) اٹھے اور گھر تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ان لوگوں کے متعلق بحث کرنا شروع کر دی، جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ بعض نے کہا، شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو گا۔ بعض نے کہا، شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انھوں نے کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ اس طرح انھوں نے (اپنے اپنے گمان کے مطابق) کئی چیزوں کا ذکر کیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا: ”تم کس چیز میں بحث کر رہے تھے؟“ انھوں نے آپ کو ساری بات بتلائی تو آپ نے فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ خود جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ کسی اور سے کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔“ (یہ سن کر) عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہا، اے اللہ کے رسول! میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: ”تو ان میں سے ہے۔“ پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا، میرے لیے بھی دعا فرمائیں،

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: ”عکاشہ اس معاملہ میں تجھ سے سبقت لے گیا ہے۔“ [بخاری، کتاب الطب، باب من اکتوی أو کوی غیرہ : ۵۷۰۵۔ مسلم ، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب : ۲۲۰]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کے لیے نکلے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ واپس ہوئے۔ (راستے میں) صحابہ کو گھنے خاردار درختوں کی ایک وادی میں دوپہر کو نیند نے آ لیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (آرام کرنے کے لیے) یہاں پڑاؤ کیا۔ صحابہ درختوں کے سائے کی تلاش میں ادھر ادھر بکھر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیکر کے ایک درخت کے نیچے (آرام کے لیے) گئے اور آپ نے اس کے ساتھ اپنی تلوار لٹکا دی اور ہم سب تھوڑی دیر کے لیے سو گئے۔ پس اچانک (ہم نے سنا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے ہیں، (جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ) ایک دیہاتی آپ کے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اس نے میری تلوار مجھ پر سونت لی، جب کہ میں سویا ہوا تھا۔ میں بیدار ہوا تو یہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا، آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا، اللہ۔“ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کہا کہ اللہ بچائے گا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی) اور آپ نے اس دیہاتی کو کوئی سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب من علق سیفه بالشجر فی السفر : ۲۹۱۰۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب توکله علی الله تعالٰی وعصمة الله تعالٰی له من الناس : ۸۴۳، قبل الحدیث : ۲۲۸۲]

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ۙ وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

”اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، اپنے رسولوں سے کہا ہم ہر صورت تمھیں اپنی زمین سے نکال دیں گے، یا لازماً تم ہماری ملت میں واپس آؤ گے، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ یقیناً ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کریں گے۔ اور یقیناً ان کے بعد ہم تمھیں اس زمین میں ضرور آباد کریں گے، یہ اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور میری وعید سے ڈرا۔“

جب کافروں نے دیکھا کہ انبیاء صبر کا پہاڑ بنے مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں اور اللہ پر ان کا ایسا زبردست بھروسا ہے کہ دعوت کی راہ میں انھیں کسی بات کی پروا نہیں، تو انھوں نے علی الاعلان دھمکی دے دی کہ یا تو تم ہمارا دین اختیار کر لو، یا تمھیں اپنا گھر بار اور وطن چھوڑنا پڑے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اطمینان دلایا اور کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں، ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور زمین کا مالک آپ ہی کو بنائیں گے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا : مشرکین قریش کے بارے میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٧٦] ”اور بے شک وہ قریب تھے کہ تجھے ضرور ہی اس سرزمین سے پھسلا دیں، تاکہ تجھے اس سے نکال دیں اور اس وقت وہ تیرے بعد نہیں ٹھہریں گے مگر کم ہی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ [الأنفال : ٣٠] ”اور جب وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تیرے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے، تاکہ تجھے قید کر دیں، یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے نکال دیں اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔“

لیکن کافروں کی ان تمام چالوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس نے اپنے رسول کو فتح و نصرت سے سرفراز فرما کر غالب کر دیا اور مکہ سے نکلنے کے سبب انصار و مددگار اور ایسے مجاہدین عطا فرما دیے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے اپنی رحمت و نصرت کے دروازے وا کر دیے، حتیٰ کہ وہ مکہ بھی فتح ہو گیا جس کے مکینوں نے آپ کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ پر قبضہ عطا فرما دیا اور ان تمام دشمنوں کی ناک خاک میں ملا دی، خواہ ان کا تعلق مکہ سے تھا یا مکہ سے باہر کے علاقوں سے، یہاں تک کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے اور بہت ہی تھوڑے عرصے میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کا دین مشرق و مغرب کے تمام ادیان پر غالب آ گیا۔

فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ : جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الصافات : ١٧١ تا ١٧٣] ”اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٣٧] ”اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [المجادلة : ٢١] ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ : یعنی میری یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو روز قیامت میرے آگے کھڑا ہونے سے، میرے خوف اور میرے عذاب سے ڈرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [النازعات : ۴۰، ۴۱] ''اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک لیا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴾ [الرحمٰن : ۴۶] ''اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، دو باغ ہیں۔''

وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

''اور انھوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش، سخت عناد رکھنے والا نامراد ہوا۔ اس کے پیچھے جہنم ہے اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے۔ وہ اسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پیے گا اور قریب نہ ہوگا کہ اسے حلق سے اتارے اور اس کے پاس موت ہر جگہ سے آئے گی، حالانکہ وہ کسی صورت مرنے والا نہیں اور اس کے پیچھے ایک بہت سخت عذاب ہے۔''

اس بات کے کہنے والے ظالم مشرک بھی ہو سکتے ہیں کہ انھوں نے بالآخر اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کیا، یعنی اگر یہ رسول سچے ہیں تو ہمیں اپنے عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دے، جیسا کہ مشرکین مکہ نے کہا، غزوۂ بدر کے موقع پر بھی مشرکین مکہ نے اسی قسم کی آرزو کی تھی، یا اس کے کہنے والے رسول ہوں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ اے اللہ! ہمیں ہمارے دشمنوں پر غلبہ نصیب فرما، یا ہمارے اور ان کے درمیان آخری فیصلہ کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور انھیں ان کے دشمنوں پر غلبہ دے دیا اور سرکش و نافرمان کو منہ کی کھانا پڑی اور جہنم بھی ان کا پیچھا کر رہا ہے، جہاں انھیں پینے کے لیے جہنمیوں کی پیپ ملے گی، جسے پیتے وقت ان کی جان مصیبت میں رہے گی اور موت چہار جانب سے انھیں گھیرے رہے گی، لیکن وہ مریں گے نہیں اور دردناک اور نہ ختم ہونے والا عذاب ان کے پیچھے لگا رہے گا۔

وَ اسْتَفْتَحُوْا : یعنی امتوں نے اپنے ہی خلاف فتح طلب کی، جیسا کہ انھوں نے یہ کہا: ﴿ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ۳۲] ''اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔'' اور اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ [الأنفال : ۱۹] ''اگر تم فیصلہ چاہو تو یقیناً تمھارے پاس فیصلہ آ چکا اور اگر باز آ جاؤ تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے۔''

وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ : یعنی جو بنفسہ سرکش ہے اور حق قبول کرنے میں ہٹ دھرمی پر اڑا ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد

www.sirat-e-mustaqeem.com

فرمایا: ﴿ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴾ [ق : ٢٤ تا ٢٦] ”جہنم میں پھینک دو تم دونوں (فرشتے) ہر زبردست ناشکرے کو، جو بہت عناد رکھنے والا ہے۔ جو خیر کو بہت روکنے والا، حد سے گزرنے والا، شک کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا، سو دونوں اسے بہت سخت عذاب میں ڈال دو۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک گردن قیامت کے دن دوزخ سے نکلے گی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی کہ دیکھتی ہوں گی اور دو کان ہوں گے کہ سنتے ہوں گے اور ایک زبان کہ بولتی ہوگی، وہ کہے گی کہ میں تین قسم کے لوگوں کے لیے مقرر ہوئی ہوں، ایک جبار و سرکش، دوسرے جس نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا اور تیسرے مصور لوگ۔“ [ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة النار : ٢٥٧٤۔ مسند أحمد : ٢/ ٣٣٦، ح : ٨٤٥١]

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ : یعنی جہنم میں ان کے پینے کے لیے سوائے گرم کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے اور کچھ نہیں ہوگا، جن میں ایک بے انتہا گرم اور دوسرا بدبودار ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۙ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴾ [ص : ٥٧، ٥٨] ”یہ ہے (سزا) سو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور دوسری اس کی ہم شکل کئی قسمیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ [محمد : ١٥] ”اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ﴾ [الكهف : ٢٩] ”اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا، جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔“

وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ : یعنی وہ مختلف انواع و اقسام کے عذاب، جن سے اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت جہنم کی آگ میں سزا دے گا، اگر اس نے مرنا ہوتا تو مرنے کے لیے ان میں سے ہر ایک عذاب کافی ہوگا، لیکن اب وہ یہاں مرے گا نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ﴾ [فاطر : ٣٦] ”نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔“

وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ : یعنی اس حال کے بعد وہ ایک اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا، یہ عذاب بڑا ہی سخت اور تلخ ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زقوم کے درخت کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۙ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۙ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۙ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۙ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴾ [الصافات : ٦٤ تا ٦٨] ”بے شک وہ ایسا درخت ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔ پھر بلاشبہ ان کی واپسی یقیناً اسی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف ہوگی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴾ [الرحمٰن : ۴۳، ۴۴] ’’یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴾ [الدخان : ۴۳ تا ۵۰] ’’بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کے طرح۔ اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴾ [صٓ : ۵۵ تا ۵۸] ’’یہ ہے (جزا) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے یقیناً بدترین ٹھکانا ہے۔ جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، سو وہ برا بچھونا ہے۔ یہ ہے (سزا) سو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور دوسری اس کی ہم شکل کئی قسمیں۔‘‘

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سب سے ہلکا عذاب اس کو ہوگا جو دو جوتیاں اور دو تسمے آگ کے پہنے ہوئے ہوگا (جس سے) اس کا دماغ اس طرح ابلے گا جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے۔ وہ سمجھے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں ہوا، حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب أھون أھل النار عذابًا : ۲۱۳]

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

’’ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن میں ہوا بہت سخت چلی۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے جو انھوں نے کمایا، یہی بہت دور کی گمراہی ہے۔‘‘

کفار مکہ جو عمل بھی کرتے تو اپنے بتوں کی رضا کے لیے کرتے تھے، یا اس سے مقصود ریاکاری ہوتی تھی، مثلاً شہرت اور نام ونمود کے لیے مال خرچ کرتے تھے، یا مہمانوں کے لیے کئی اونٹ ذبح کرتے تھے، تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص بڑا سخی اور بڑا مہمان نواز ہے۔ ایسے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے راکھ سے تشبیہ دی ہے، جسے تیز آندھی اڑا کر لے جاتی ہے۔

آگے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر گمراہی کیا ہو سکتی ہے کہ قیامت کے دن ان کے اعمال برباد ہو جائیں گے اور انھیں ان کا

www.sirat-e-mustaqeem.com

کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر بھی بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۳] ”اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۷] ”اس کی مثال جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں، اس ہوا کی مثال جیسی ہے جس میں سخت سردی ہے، جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو آ پہنچی جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، تو اس نے اسے برباد کر دیا اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ (خود) اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۶۴] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ مومن پر (اس کی) نیکی کے معاملہ میں ذرا سا بھی ظلم نہیں کرے گا۔ اس کو اس کی نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جائے گا اور آخرت میں بھی دیا جائے گا اور کافر نے جو عمل اللہ کے لیے کیے ہوں گے تو اس کو ان (نیک) اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہوگی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناتہ فی الدنیا والآخرۃ ...... الخ : ۲۸۰۸]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر ہرگز کچھ مشکل نہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے روز قیامت جسموں کے دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں اپنی قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا جو انسانوں کے پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑی بات ہے۔ وہ ذات گرامی جس نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ، بے حد و حساب، وسیع و عریض اور عظیم الشان آسمانوں کو پیدا فرمایا، پھر اس نے ان میں مختلف حرکات کے حامل سیاروں اور دیگر بے شمار روشن نشانیوں کو پیدا کیا، پھر اس زمین کو پیدا فرمایا جسے اس نے بچھونے کی طرح ہموار بنایا اور کہیں ناہموار کر دیا اور کہیں اس میں میخوں کی طرح پہاڑ گاڑ دیے اور اس میں میدانوں، صحراؤں، جنگلوں، دریاؤں، سمندروں، درختوں، نباتات اور حیوانات کے مختلف انواع و اقسام، متعدد فوائد اور بے شمار شکلوں اور رنگوں سے مزین سلسلے پیدا فرما دیے، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے؟

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۷۷ تا ۸۳] ”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکایک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔ اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے۔ سو پاک ہے وہ کہ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ : یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی بڑی یا محال بات نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے بہت آسان ہے کہ جب تم اس کے حکم کی خلاف ورزی کرو تو وہ تمھیں نابود کر کے تمھاری جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے جو تمھارے جیسے نہ ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ [فاطر : ۱۵ تا ۱۷] ”اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ۲۷] ”اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی

www.sirat-e-mustaqeem.com

شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ ﴾ [المائدۃ : ٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔''

وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ؒ ﴿۲۱﴾ ع ۳/۱۵

''اور وہ سب کے سب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے کہ بے شک ہم تمھارے تابع تھے، تو کیا تم ہمیں اللہ کے عذاب سے بچانے میں کچھ بھی کام آنے والے ہو؟ وہ کہیں گے اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمھیں ضرور ہدایت کرتے، ہم پر برابر ہے کہ ہم گھبرائیں یا ہم صبر کریں، ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔''

قیامت کے دن جب مجرم لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے تو آپس میں خوب جھگڑیں گے اور ایک دوسرے سے اعلان براءت کریں گے۔ دنیا میں جو مجرم کمزور تھے اور اپنے سرداروں اور مال داروں کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کے دین کا انکار کر دیا تھا وہ ان سرداروں سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمھاری بات مانتے رہے تھے تو کیا آج ہم پر آنے والا عذاب کچھ ہلکا کر سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو تمھیں بھی اس راہ پر لے چلے ہوتے۔ مطلب یہ کہ ہر ایک اپنی بے بسی کا اظہار کرے گا اور جہنم کے عذاب میں گھرا ہو گا، جس سے چھٹکارا ملنے کی کوئی امید نہیں ہو گی۔ کافروں کے اس جزع وفزع کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا: ﴿ وَ اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴾ [المومن : ٤٧، ٤٨] ''اور جب وہ آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ بے شک ہم تمھارے ہی پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹانے والے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے جو بڑے بنے تھے بے شک ہم سب اس میں ہیں، بے شک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [سبا : ۳۱ تا ۳۳] ”اور کاش! تو دیکھے جب یہ ظالم اپنے
ب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے
لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔ وہ لوگ جو
ے بنے تھے، ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے، کہیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ
مارے پاس آئی ؟ بلکہ تم مجرم تھے۔ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ
تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور
س کے لیے شریک ٹھہرائیں، اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں
نھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوا
فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ
أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ۝ وَقَالَتْ أُولَاهُمْ
لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ”فرمائے گا ان
جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی
جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی
پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا
دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے
کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔“

وَقَالَ الشَّيْطَٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ
وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوٓا
أَنفُسَكُم ۖ مَّآ أَنَا۠ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَآ أَشْرَكْتُمُونِ مِن
قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۲۲

”اور شیطان کہے گا، جب سارے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم
سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمھیں بلایا تو تم نے
میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری
فریاد کو پہنچنے والے ہو، بے شک میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے اس سے پہلے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ فرما دے گا اور جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں بھیج دیے جائیں گے تو شیطان جہنمیوں سے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی زبانی تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو اللہ کے عذاب سے نجات پاؤ گے، ورنہ جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔ چنانچہ آج اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا و سزا کا عقیدہ غلط ہے اور اگر بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے تو تمھارے اصنام تمھارے لیے سفارشی بنیں گے۔ میں نے بغیر دلیل و حجت تمھیں اپنی اتباع کی دعوت دی تھی تو تم نے اسے قبول کر لیا تھا، جبکہ رسولوں نے اپنی دعوت کی صداقت پر دلائل پیش کیے تھے، لیکن تم نے ان کی بات ٹھکرا دی تھی۔ اس لیے آج جو کچھ تمھارے ساتھ ہو رہا ہے اس پر مجھے نہیں بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ میں تمھیں نجات نہیں دلا سکتا اور نہ تم میرے کام آ سکتے ہو۔ آج میں اس بات کا قطعی طور پر انکار کرتا ہوں کہ کسی بھی حیثیت سے میں اللہ کا شریک ہوں اور تم سے مکمل براءت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالموں کو اس دن بڑا دردناک عذاب دیا جائے گا۔

وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴾ [النساء : ۱۲۰، ۱۲۱] ”وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔ یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٤] ”اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں وعدہ نہیں دیتا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ [لقمان : ٣٣] ”یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغا باز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا نہ دے جائے۔“

اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ : یعنی میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ میں اللہ کا شریک ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٥، ٦] ”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مريم : ٨٢] ”ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ : مندرجہ ذیل آیت میں بھی ظلم کا اطلاق شرک پر ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں“ تو مسلمانوں پر یہ آیت بڑی شاق گزری، انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ایسا کون ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہ کیا ہو؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ظلم سے یہ (عام گناہ) مقصود نہیں (جو تم نے سمجھ لیے ہیں) بلکہ اس سے مراد شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کا وہ قول جو انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا، نہیں سنا، جب وہ اسے نصیحت کر رہے تھے: ﴿ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ولقد اتینا لقمٰن الحکمۃ ﴾ …… الخ : ۳۴۲۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب صدق الإیمان وإخلاصه : ۱۲۴]

وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی۔“

اہل شقاوت و اہل کفر کے مقابلے میں اہل سعادت اور اہل ایمان کا تذکرہ ہے۔ ان کا ذکر ان کے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ لوگوں کے اندر اہل ایمان والا کردار اپنانے کا شوق و رغبت پیدا ہو۔ آگے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد ان کا تحفہ ایک دوسرے کو سلام کرنا ہوگا۔ علاوہ ازیں فرشتے بھی ہر دروازے سے داخل ہو کر انھیں سلام عرض کریں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۵] ”اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے کہ بے شک ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جب کبھی ان سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا، اور ان کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [یونس : ۱۰] ’’ان کی دعا ان میں یہ ہوگی ’’پاک ہے تو اے اللہ!‘‘ اور ان کی آپس کی دعا ان (باغات) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴾ [مریم : ٦٢] ’’وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کے لیے اس میں ان کا رزق صبح و شام ہوگا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ [الواقعة : ۲٥، ۲٦] ’’وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٦] ’’اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور (اس کی) بلندیوں پر کچھ مرد ہوں گے، جو سب کو ان کی نشانی سے پہچانیں گے اور وہ جنت والوں کو آواز دیں گے کہ تم پر سلام ہے۔ وہ اس میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور وہ طمع رکھتے ہوں گے۔‘‘

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝۲۴ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲۵

’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ایک پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان فرمائی (کہ وہ) ایک پاکیزہ درخت کی طرح (ہے) جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ اپنا پھل اپنے رب کے حکم سے ہر وقت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مثال کے ذریعے کفر و شرک اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح کیا ہے۔ کلمۂ اسلام ’’ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ‘‘ کو کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شرک کو کلمۂ خبیثہ کہا ہے۔ کلمۂ طیبہ کی مثال اس ہرے بھرے، لہلہاتے، خوبصورت درخت کی ہے جس سے بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی ہے، جس کا پھل بہت ہی لذیذ اور مفید ہوتا ہے اور جس کی جڑیں زمین میں اتنی گہری ہوتی ہیں کہ اس کے اکھڑنے کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ ایسے درخت کو دیکھ کر اس کے مالک کو بڑی خوشی ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ گویا وہ ہر طرح سے ایک مکمل اور مفید درخت ہوتا ہے۔ اس کا پھل عمدہ اور مفید ہوتا ہے اور ہر موسم میں تیار ہوتا رہتا ہے۔

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ : ’’کلمہ طیبہ‘‘ سے مراد ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ‘‘ یا

www.sirat-e-mustaqeem.com

کلمۂ شہادت " اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ " ہے۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حرقہ کی طرف بھیجا، جو قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ ہے۔ ہم صبح کے وقت وہاں پہنچ گئے اور ہم نے انھیں شکست دے دی۔ مجھے اور ایک انصاری صحابی کو ان کا ایک آدمی ملا۔ جب ہم نے اسے گھیر لیا تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے لگا۔ انصاری تو یہ سن کر علیحدہ ہو گیا مگر میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: ''اے اسامہ! لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی تو نے اسے قتل کر دیا؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس نے تو جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ کہنے کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا۔'' آپ برابر یہی الفاظ فرماتے رہے، یہاں تک کہ مجھے آرزو ہوئی کہ کاش! اس دن سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا إله إلا الله : ۱۵۹ / ۹۶۔ بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ أسامة ...... الخ : ۴۲۶۹]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک سفید چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے، پھر میں دوبارہ حاضر ہوا تب بھی آپ سو رہے تھے، پھر میں (تیسری دفعہ) آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ''جو بندہ بھی کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھ لے، پھر اسی پر اس کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔'' میں نے عرض کی، اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: ''اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔'' میں نے (پھر) عرض کی، اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: ''اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔'' تین مرتبہ اسی طرح فرمایا، پھر چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا: ''اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔'' پھر ابوذر رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے، اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرك بالله شیئًا دخل الجنة ...... الخ : ۹۴/۱۵]

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فوت ہو جائے اور وہ جانتا ہو (یعنی اس کا ایمان ہو) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا : ۲۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا: ''میری یہ دونوں جوتیاں لے کر جاؤ اور جو شخص اس باغ کے باہر یقین قلبی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا ملے، اسے جنت کی بشارت دے دو۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا : ۳۱]

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی بندہ اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دے گا۔'' میں نے عرض کی،

www.sirat-e-mustaqeem.com

اے اللہ کے رسول ! کیا میں اس بات کی اطلاع لوگوں کو نہ کر دوں کہ وہ خوش ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا: ''تو پھر وہ اسی چیز پر بھروسا کر لیں گے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا : ٣٢]

سیدنا مسیّب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، آپ نے ابو جہل اور عبداللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ کو اس کے پاس موجود پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے چچا! کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لو میں تمھارے لیے اللہ کے ہاں اس کلمہ کی شہادت دوں گا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت ...... الخ : ٢٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ لے اور اس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر بھی نیکی ہوئی (یعنی ایمان ہوا) تو وہ دوزخ سے نکل آئے گا اور جو شخص ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے اور اس کے دل میں گیہوں کے دانہ کے برابر بھی خیر ہوئی (یعنی ایمان ہوا) تو وہ بھی دوزخ سے نکل آئے گا اور جو شخص ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی خیر ہوئی (یعنی ایمان ہوا) تو وہ بھی دوزخ سے نکل آئے گا۔'' [بخاری، كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان و نقصانه ...... الخ : ٤٤]

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ ...... حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا : یعنی یہ مومن کے عمل سے عبارت ہے کہ اس کی بات پاکیزہ اور اس کا عمل صالح ہوتا ہے۔ مومن کھجور کے درخت کی مانند ہے کہ صبح و شام بلکہ ہر وقت اس کا عمل صالح آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: ''مجھے بتلاؤ! وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے، جس کے پتے نہیں جھڑتے، نہ سردیوں میں نہ گرمیوں میں، جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں وہ درخت کھجور کا ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ ہو رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ درخت کھجور کا ہے۔'' جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا، تو انھوں نے فرمایا، پیارے بیٹے! اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ كشجرة طيبة أصلها ثابت ...... الخ ﴾ : ٤٦٩٨۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب مثل المؤمن مثل النخلة : ٢٨١١]

مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ تک سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا، میں نے اس ایک (مذکورہ بالا) حدیث کے سوا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور حدیث نہیں سنی، اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا جب آپ کے سامنے کھجور کا ایک گھابا لایا گیا اور میں اس لیے خاموش رہا کہ اس مجلس میں بڑی عمر کے لوگ موجود تھے۔ [بخاری، كتاب العلم، باب الفهم في العلم : ٧٢۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب مثل المؤمن مثل النخلة : ٢٨١١/٦٤]

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴾ ۲۶

''اور گندی بات کی مثال ایک گندے پودے کی طرح ہے، جو زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا گیا، اس کے لیے کچھ بھی قرار نہیں۔''

کلمۂ خبیثہ کی مثال اس بد باطن درخت کی ہے جس کی زمین میں نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے اور نہ جڑ، اسی لیے زمین کے اوپر ٹھہر نہیں پاتا۔ جیسے کوئی ایسا درخت جسے زمین سے اکھاڑ دیا گیا ہو، اس میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔ بعینہ یہی مثال کفر و شرک کی ہے، کیونکہ یہ کلمۂ کفر انسان کی فطرت میں داخل نہیں ہوتا، لہٰذا اس میں قرار نہیں ہوتا۔ اس کی جڑ مضبوط نہیں ہوتی۔ یہ کلمہ صرف اوپر ہی ہوتا ہے جو آبا و اجداد کی تقلید و تعلیم سے رونما ہوتا ہے۔ چونکہ ہر انسان کے آبا و اجداد علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں، لہٰذا وہ سب معیارِ حق نہیں ہو سکتے اور جب آبا و اجداد ہی معیارِ حق نہ ہوئے تو ان کی تقلید کی بنیاد پر جو چیز رونما ہوگی وہ بڑی کمزور اور بے بنیاد ہوگی۔ تعجب ہے ایسے لوگوں پر کہ جو ایسی بے بنیاد چیز پر یقین کی بنیاد رکھتے ہیں اور کفر و شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [الروم : ۳۰] ''پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۰] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ۗ مَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ۝ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ ۝ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ ۖ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴾ [الزخرف : ۲۰ تا ۲٤] ''اور انھوں نے کہا اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔ یا کیا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے؟ پس وہ اسے مضبوطی سے تھامنے والے ہیں۔ بلکہ انھوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں پر راہ پانے والے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اس نے کہا اور کیا اگر میں تمھارے پاس اس سے زیادہ سیدھا راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ انھوں نے کہا بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس کے بعد اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں، کیا تم (بوقت پیدائش) ان میں سے کوئی کان کٹا پاتے ہو؟" اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الروم : ۳۰] "پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا تبدیل لخلق الله ﴾ : ٤٧٧٥۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة : ٢٦٥٨]

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ۬ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝۲۷ ع ۴/۱۴

"اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، پختہ بات کے ساتھ خوب قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔"

یعنی دنیا میں جب ایمان والوں پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں تو گھبرا کر کفر و شرک کا غلط راستہ اختیار نہیں کرتے اور جب قبر میں ان کی آزمائش ہوتی ہے تو اس میں بھی وہ پورے اترتے ہیں۔ منکر و نکیر کے سوال و جواب کے وقت بھی وہ ہر قسم کی لغزش سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہر سوال کا صحیح جواب دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کی توفیق اور کلمۂ توحید کی برکت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قول ثابت یعنی کلمۂ طیبہ کے ذریعے سے ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم اور غیر متزلزل رکھتا ہے اور قبر میں بھی مضبوط و غیر متزلزل رکھتا ہے۔ اس کے برعکس جو ایمان دار نہیں ہوتے وہ دنیا میں بھی بہک جاتے ہیں اور قبر میں بھی۔ یہ لوگ ضد، ہٹ دھرمی، حق پوشی اور عناد کی وجہ سے اس نتیجہ سے دو چار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو کچھ اس کی مشیت میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو کچھ اس کے قانون کے مطابق ہونا ہے وہی واقع ہوتا ہے۔ اس آیت میں آخرت میں ثابت قدم رکھنے سے مراد قبر میں ثابت قدم رکھنا ہے۔ آخرت سے مراد قبر ہے کیونکہ قبر کا پہلا دن ہی آخرت کا پہلا دن ہے، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ بھیجا جاتا ہے (فرشتے کے سوال پر) مومن گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔'' بس یہی اللہ کے اس فرمان کا مطلب ہے: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر : ۱۳۶۹۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار ...... الخ : ۲۸۷۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے رخصت ہو جاتے ہیں اور وہ ابھی ان کی جوتیوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تو اس شخص یعنی محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتا ہے؟ مومن جواب دیتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنا ٹھکانا جہنم کی طرف دیکھ، اللہ نے اس کے بدلے تجھے جنت عطا کی۔ وہ شخص یہ دونوں مقامات اکٹھے دیکھتا ہے۔ رہا منافق یا کافر تو اس سے جب پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا تو وہ کہتا ہے، میں نہیں جانتا، میں تو بس وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جاتا ہے، تو نے نہ کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے اسے مارا جاتا ہے۔ تو وہ چیختا ہے اور اس کی چیخ کو سوائے جن و انس کے تمام چیزیں جو اس کے قریب ہوتی ہیں، سنتی ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر : ۱۳۷۴۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة ...... الخ : ۲۸۷۰]

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ قبر میں فتنۂ دجال کے مثل یا (فرمایا) اس کے قریب قریب آزمائش ہوگی۔ تم میں سے ہر شخص کے پاس فرشتہ بھیجا جاتا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے، اس آدمی یعنی محمد ﷺ سے متعلق تم کیا جانتے ہو؟ تو جو بندہ مومن یا (فرمایا جو) موقن ہوتا ہے، وہ کہتا ہے، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جو ہمارے پاس کھلی دلیل اور ہدایت کی باتیں لے کر آئے تو ہم نے اسے قبول کیا، ہم ایمان لائے اور ہم نے (ان کی) پیروی کی۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے، آرام سے سو جا، ہم جانتے تھے کہ تو موقن ہے۔ اور جو شخص منافق یا (فرمایا) شک کرنے والا ہوتا ہے وہ کہتا ہے، میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا وہی میں نے بھی کہہ دیا۔'' [بخاری، کتاب الکسوف، باب صلاة النساء مع الرجال في الکسوف : ۱۰۵۳۔ مسلم، کتاب الکسوف، باب ما عرض علی النبی ﷺ في صلاة الکسوف : ۹۰۵]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بنونجار قبیلہ کے ایک باغ میں اپنے خچر پر سوار (چلے جا رہے) تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کا خچر بدکا اور قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دے۔ وہاں چھ یا پانچ یا چار قبریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟'' ایک شخص نے کہا، میں (پہچانتا ہوں)۔ رسول اللہ ﷺ نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

فرمایا: ''یہ کب مرے تھے؟'' اس شخص نے کہا، شرک کے زمانہ میں مرے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کے لوگوں کی آزمائش بھی ان کی قبروں میں ہوگی۔ اگر یہ (اندیشہ) نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ قبر کا عذاب جو میں سنتا ہوں، تمھیں بھی سنا دے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار ...... الخ : ۲۸٦۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت یا ایک جوان مرد مسجد کی خدمت کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اسے نہ دیکھا تو دریافت کیا، صحابہ نے کہا، وہ تو فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔'' گویا کہ انھوں نے اس معاملے کو اتنا اہم نہ سمجھا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے اس کی قبر بتاؤ۔'' صحابہ نے آپ کو اس کی قبر بتا دی۔ آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی اور پھر فرمایا: ''یہ قبریں، قبر والوں پر اندھیرے سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان قبروں کو میری نماز کی وجہ سے ان کے لیے روشن کر دیتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الجنائز، باب الصلوة على القبر : ۹۵٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب قبر میں میت رکھ دی جاتی ہے یا فرمایا، تم میں سے کسی کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو اس کے پاس سیاہ فام نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں اس سے کہتے ہیں، تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا، جو وہ (دنیا میں) ان کے بارے میں کہتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (یہ سن کر) وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں، ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے۔ پھر اس کی قبر میں (ہر طرف سے) ستر ستر ہاتھ کشادگی کر دی جاتی ہے اور اس میں روشنی کر دی جاتی ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے، سو جاؤ۔ وہ کہتا ہے، کیا میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤں، تا کہ انھیں (اس بات کی) خبر دے دوں (کہ میں کامیاب ہو گیا)؟ وہ فرشتے کہتے ہیں، (نہیں!) تم اس طرح سو جاؤ جس طرح دلہن سوتی ہے، جسے سوائے اس کے محبوب کے کوئی نہیں جگاتا۔ (پھر وہ اس قبر میں سویا رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے سونے کے مقام سے (قیامت کے دن) اٹھائے گا۔ اور اگر وہ منافق ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے، میں نے جو کچھ لوگوں کو کہتے سنا میں بھی وہی کہتا رہا، میں نہیں جانتا (کہ وہ کون تھے) پھر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں، ہم جانتے تھے کہ تو یہی جواب دے گا۔ چنانچہ زمین سے کہا جاتا ہے کہ تو اس پر تنگ ہو جا، تو زمین اس کو اتنے زور سے بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جاتی ہیں، پھر قبر میں اس کو برابر عذاب دیا جاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اس کے لیٹنے کی جگہ سے اٹھائے گا۔'' [ترمذی، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر : ۱۰۷۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: ''ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے کام کی وجہ سے ان پر عذاب نہیں ہو رہا۔'' پھر فرمایا: ''ان میں سے ایک

www.sirat-e-mustaqeem.com

تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔'' پھر آپ نے ایک تازہ شاخ لی اور اسے دو ٹکڑے کیا اور ایک ایک ٹکڑا ہر قبر پر گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: ''شاید ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہو جائے، جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہوں۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الجریدة علی القبر : ۱۳۶۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ » ''اے اللہ! میں تجھ سے عذاب قبر سے، دوزخ کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر : ۱۳۷۷]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾

''کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا۔ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے لیکن درحقیقت کفار مکہ کی حالت پر اظہار تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت زار پر رحم کھاتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا، تو اس نعمت پر انھیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا، لیکن انھوں نے ناشکری کی اور ان کی رسالت اور دین اسلام کا انکار کر دیا اور سرداران قریش خود تو ڈوبے ہی تھے، اپنی قوم کو بھی لے ڈوبے۔ ہمیشہ عوام کی نظر میں کفر کو خوبصورت بنا کر پیش کیا اور انھیں اسلام میں داخل نہیں ہونے دیا اور اس طرح جہنم میں پہنچا دیا، جس سے بڑھ کر ہلاکت و بربادی کی جگہ اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو دھمکی دی کہ دنیا کی لذتوں سے خوب لطف اندوز ہو لو اور لوگوں کو گمراہ کرتے رہو، لیکن ساتھ ہی یہ بھی جان رکھو کہ تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا : یعنی اسلام جیسی نعمت ان کے پاس آ گئی تھی، چاہیے تو یہ تھا کہ اس نعمت کی قدر کرتے، اس پر عمل کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے، لیکن انھوں نے اس کی ناقدری کی، ضد اور ہٹ دھرمی سے اس کا انکار کیا اور اس کے بدلے میں کفر کو اختیار کیا۔ نعمت کی تشریح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۱] ''اور اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کو بھی جو اس نے کتاب و حکمت میں سے تم پر نازل کیا ہے، وہ تمھیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ : ۳] ''آج میں نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت : ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا ﴾ سے مراد کفار مکہ ہیں۔[بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ألم تر إلى الذين بدلوا نعمت الله كفرا ﴾ : ٤٧٠٠]

وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ : قوم کے بزرگ اور سردار ہی عموماً پوری قوم کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ قوم کے بزرگ اور سردار حق کا انکار کر دیں تو پھر پوری قوم، الا من رحم ربی، حق کا انکار کر دیتی ہے۔ اس طرح وہ بزرگ اور سردار پوری قوم کے دوزخ میں جانے کا سبب بن جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴾ [إبراهيم : ٢١] ”اور وہ سب کے سب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے کہ بے شک ہم تمھارے تابع تھے، تو کیا تم ہمیں اللہ کے عذاب سے بچانے میں کچھ بھی کام آنے والے ہو؟ وہ کہیں گے اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمھیں ضرور ہدایت کرتے، ہم پر برابر ہے کہ ہم گھبرائیں، یا ہم صبر کریں، ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔“ اور فرمایا : ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [سبا : ٣١ تا ٣٣] ”اور کاش! تو دیکھے جب یہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔ وہ لوگ جو بڑے بنے تھے، ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے، کہیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ تمھارے پاس آئی؟ بلکہ تم مجرم تھے۔ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔ اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝

”اور انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کریں۔ کہہ دے فائدہ اٹھا لو، پس بے شک تمھارا لوٹنا آگ کی طرف ہے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ اے رسول! ان کفار کے سرداروں نے اللہ کے بہت سے شریک بنا رکھے ہیں، تا کہ وہ اپنی قوم کو انھی میں الجھائے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیں۔ اس طرح وہ لوگوں کو شرک میں مبتلا کر کے توحید کی طرف آنے نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے محبت کس کو نہیں ہوتی؟ سب کو ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے، لیکن جہلا ان سے محبت کے اظہار کا طریقہ ان کی پوجا ہی کو سمجھ بیٹھے ہیں اور ان کے بزرگ ان کو یہی سکھاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ [الأنعام: ۱۳۶] ”اور انھوں نے اللہ کے لیے ان چیزوں میں سے جو اس نے کھیتی اور چوپاؤں میں سے پیدا کی ہیں، ایک حصہ مقرر کیا، پس انھوں نے کہا یہ اللہ کے لیے ہے، ان کے خیال کے مطابق اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے، پھر جو ان کے شرکاء کے لیے ہے سو وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ [الزمر: ۳] ”اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔“

قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ : یعنی دنیا میں تم جتنا فائدہ بھی حاصل کرنا چاہو کر لو، دنیا میں تم جو بھی حاصل کر لو، آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ [لقمان: ۲۴] ”ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ [يونس: ۷۰] ”دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔“

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

”میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ انھیں بتا دیں کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اس لیے قرآن کے طریقہ کے مطابق اب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو حکم دیا کہ وہ مومنوں کو کہہ دیں کہ تم لوگ نماز قائم کرو اور اللہ نے جو روزی دی ہے اس میں سے چھپا کر اور دکھلا کر اللہ کی راہ میں خرچ کرو، یعنی زکوٰۃ ادا کرو، رشتہ داروں پر خرچ کرو اور غیروں کی بھی مدد کرو اور یہ کام اس دن کے آنے سے پہلے پہلے ہونے چاہییں کہ جب کسی کی جانب سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا کہ کوئی معاوضہ دے کر اللہ کے عذاب سے جانبر ہو جائے اور نہ کوئی دوستی کام آئے گی کہ کوئی دوست اپنے دوست کے لیے اللہ کے یہاں سفارش کرے اور اسے عذاب سے نجات دلا دے۔

يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ : سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمام کاموں کا سر اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔“ [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوٰة : ۲۶۱۶]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے اور ان (کفار) کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے، لہٰذا جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔“ [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی ترك الصلوة : ۲۶۲۱]

وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً : یعنی مومنوں کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے، کبھی اعلانیہ تو کبھی پوشیدہ خرچ کرنا ان کا شیوہ ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷۴] ”وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، سو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۴، ۲۶۵] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور ان

www.sirat-e-mustaqeem.com

لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ١ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥٤] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے مستغنی و بے پرواہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا کہ اس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا تو میں اس کو بھی چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔" [مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٥]

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًاۚۖ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ١ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۭ بِبَنِيْهِۙ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِۙ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِۙ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا١ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴾ [المعارج : ١٠ تا ١٤] "اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔" اور فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [الزخرف : ٦٧] "سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔"

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ١ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ١ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ١ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ١ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا١ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵ / ۱۷

"اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ تمھارے لیے پھلوں میں سے کچھ رزق نکالا اور تمھارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا، تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور تمھاری خاطر دریاؤں کو مسخر کر دیا۔ اور تمھاری خاطر سورج اور چاند کو مسخر کر دیا کہ پے در پے چلنے والے ہیں اور تمھاری خاطر رات اور دن کو مسخر کر دیا۔ اور تمھیں ہر اس چیز میں سے دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ

www.sirat-e-mustaqeem.com

گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے اپنی بعض نعمتوں کا ذکر کیا ہے، جو اس کی وحدانیت اور علم و قدرت پر دلیل ہیں۔ آسمانوں اور زمین کو بغیر کوئی سابق نمونہ دیکھے پیدا کیا اور ان میں بہت سی دیگر اشیاء کو پیدا کیا، آسمان کو مخلوقات کے لیے قابل اطمینان چھت اور زمین کو ان کے لیے بچھونا بنا دیا، تاکہ آسمان کے نیچے سکون و اطمینان کے ساتھ زمین جیسے بہترین فرش پر اپنی زندگی بسر کرسکیں۔ پھر ان دونوں کے درمیان بھی ایسی مخلوقات پیدا کیں جو انسانوں کے لیے گوناگوں فوائد و منافع کا سبب ہیں۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے اور ہر بات پر قادر مطلق۔ آسمان سے بارش نازل کی جس کے ذریعے سے انواع و اقسام کے پھل اور غلے پیدا کیے، جو بنی نوع انسان کے لیے روزی کا کام دیتے ہیں اور کشتیوں کو اس طرح مسخر کیا کہ وہ ان کی مرضی کے مطابق اللہ کے حکم سے پانی کی سطح پر چلتی رہتی ہیں اور انھیں اور ان کا سامانِ تجارت لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتی رہتی ہیں اور نہروں کو مسخر کیا جو زمین کو چیر کر ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک پہنچ جاتی ہیں، جن کا پانی لوگ خود پیتے ہیں، جانوروں کو پلاتے ہیں اور اس سے اپنی زمینیں سیراب کرتے ہیں۔ یہ نہریں اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

آفتاب و مہتاب کو مسخر کیا جن کی روشنی سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور ان دونوں کی روشنی اور ان کی رفتار اور ایک دوسرے کے بعد آنے اور جانے میں عظیم فوائد ہیں، جن کا احاطہ خالق کائنات ہی کر سکتا ہے۔ ان سے زمین پر اگنے والے تمام پودے اور اس پر رہنے والے تمام حیوانات مستفید ہوتے ہیں، تاریکی دور ہوتی ہے اور ان دونوں کی یہ رفتار قیامت تک باقی رہے گی، کسی حال میں منقطع نہیں ہوگی اور رات اور دن کو مسخر کیا۔ رات آرام کے لیے اور دن روزی حاصل کرنے کے لیے بنایا اور بندوں کو جس چیز کی بھی ضرورت ہو سکتی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فراہم کر دیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بندو! اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے بھی تو نہیں کر سکو گے، کیونکہ ان کی کوئی انتہا نہیں ہے اور آخر میں یہ بتایا کہ جو آدمی ایمان و یقین اور اللہ کی رہنمائی سے محروم ہوتا ہے، وہ اللہ کی ناشکری کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اور وہ بہت ہی بڑا ناشکرا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے اور قول و عمل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی توفیق اس سے چھین لی جاتی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ : یعنی شمس و قمر دن رات چل رہے ہیں اور چلتے چلتے کبھی نہیں رکتے، پھر کیفیت یہ ہے کہ: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ [یٰس : ۴۰] "نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ”رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ : ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ﴾ [الحج : ٦١] ”یہ اس لیے کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ یُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴾ [الزمر : ٥] ”وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے۔ سن لو! وہی سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔“

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندے اس بات سے عاجز ہیں کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو شمار کر سکیں، ان سب کا شکر بجا لانا تو بہت دور کی بات ہے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَكًا فِیْهِ، غَیْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا » ”تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، تعریف بہت زیادہ پاکیزہ، جس میں برکت کی گئی ہے، جسے نہ کافی سمجھا گیا ہے (کہ مزید کی ضرورت نہ ہو) نہ چھوڑا گیا ہے اور نہ اس سے بے پروائی کی گئی ہے، اے ہمارے رب!“ [بخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يقول إذا فرغ من طعامه : ٥٤٥٨]

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

”اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر مشرکین عرب کے طرز عمل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس حرمت والے شہر مکہ کو جب بنایا گیا تو اسے اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کی عبادت ہی کے لیے بنایا گیا تھا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام جنھوں نے اس شہر کو بنایا اور اس میں اپنے اہل و عیال کو بسایا تھا، وہ غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں سے بری تھے اور انھوں نے اس شہر مکہ کے لیے امن کی یہ دعا بھی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾ [آل عمران : ٩٦، ٩٧] ”بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوگیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾ [البقرۃ : ۱۲٦] ’’اور جب ابراہیم نے کہا، اے میرے رب! اس (جگہ) کو ایک امن والا شہر بنا دے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾ [العنکبوت : ٦٧] ’’اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے ایک حرم امن والا بنا دیا ہے، جب کہ لوگ ان کے گرد سے اچک لیے جاتے ہیں۔‘‘

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳٦﴾

’’اے میرے رب! بے شک انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو میرے پیچھے چلا تو یقیناً وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ذکر کیا کہ بہت سے لوگ بتوں کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس لیے وہ بتوں کی پوجا کرنے والوں سے بری ہیں اور ان کے معاملے کو انھوں نے اللہ رب العزت کے سپرد کر دیا کہ وہ چاہے تو انھیں عذاب دے اور چاہے تو معاف فرما دے۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول ہے: ﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ﴾ [إبراهيم : ٣٦] اور پھر یہ آیت تلاوت کی جس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے: ﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ١١٨] ’’اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: ’’اے میرے اللہ! میری امت، میری امت۔‘‘ اور آپ رونے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے کہا: ’’اے جبریل! تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا، حالانکہ تیرا رب سب کچھ جانتا ہے اور ان سے پوچھ کہ آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟‘‘ تو جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے سب حال بیان کر دیا، پھر جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو خبر دی، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اے جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے، ناراض نہیں کریں گے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب دعاء النبي صلی اللہ علیہ وسلم لأمته وبكائه شفقة عليهم : ٢٠٢]

رَبَّنَاۤ اِنِّيْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۝۳۷

”اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں آباد کیا ہے، جو کسی کھیتی والی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ سو کچھ لوگوں کے دل ایسے کر دے کہ ان کی طرف مائل رہیں اور انھیں پھلوں سے رزق عطا کر، تا کہ وہ شکر کریں۔“

یہاں ابراہیم علیہ السلام کی بعض ذریت سے مراد اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے اور مسجد حرام کو بیت حرام اس لیے کہا گیا کہ دوسری جگہوں میں جو کام کرنا حلال ہے وہ بیت اللہ میں کرنا حرام قرار دے دیا گیا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنی اولاد کو بیت حرام کے پاس بسانے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی اولاد وہاں نماز قائم کرے۔ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیرنے کی دعا اس لیے کی کہ وہ ان سے انس و الفت حاصل کریں، آپس میں متعارف ہوں اور گوناگوں منافع سے مستفید ہوں اور انواع و اقسام کے پھلوں کی جو دعا کی تو اس میں ان کی اولاد اور وہ تمام لوگ شامل ہیں جو مکہ میں آ کر رہیں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [البقرة : ۱۲٦] ”اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس (جگہ) کو ایک امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے، جو ان میں سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ فرمایا اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا سا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کروں گا اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القصص : ۵۷] ”اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر زمزم کو انھوں نے یوں ہی چھوڑ دیا ہوتا۔“ یا آپ نے فرمایا: ”اگر وہ پانی سے چلو نہ بھرتیں تو وہ ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت اختیار کر لیتا۔“ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر ہاجرہ نے پانی پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا: ”آپ ہلاکت کا اندیشہ نہ کریں، یہاں اللہ کا ایک گھر ہے، جس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کا والد (دونوں مل کر) کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿ يزفون ﴾ …… الخ : ۳۳٦٤]

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي

www.sirat-e-mustaqeem.com

السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

”اے ہمارے رب! یقیناً تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کوئی چیز نہیں چھپتی زمین میں اور نہ آسمان میں۔“

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ہمارے رب! تو ہمارے حالات اور ہماری ضرورتوں سے خوب واقف ہے، کیا چیز ہمارے لیے مفید ہے اور کیا نقصان دہ، اسے تو خوب جانتا ہے، تو ہم سے زیادہ ہم پر رحم کرنے والا ہے۔ اس لیے دعا و طلب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تو تیرے حضور اظہار بندگی اور تیری جناب میں اظہار خشوع وخضوع کے لیے تجھے پکارتے ہیں۔ ہم اس لیے دعا کرتے ہیں کہ تیرے کرم کے محتاج ہیں اور تیرے فضل و کرم کے لیے ہمارے دل مچل رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام: ٥٩] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [التغابن : ٤] ”وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴾ [سبا : ٢] ”وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ﴾ [حٰم السجدة : ٤٧] ”اور کسی قسم کے پھل اپنے غلافوں سے نہیں نکلتے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔“

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿۳۹﴾

”سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔ بے شک میرا رب تو بہت دعا سننے والا ہے۔“

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے بڑھاپے میں انھیں دو بیٹوں سے نوازا، تاکہ ان کے بعد دعوت الی اللہ کا کام کرتے رہیں، لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں اور نماز قائم کریں۔ ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک حلیم بیٹے کی خوش خبری دی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الصّٰلِحِيْنَ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴾ [الصافات : ۹۹ تا ۱۰۱] ’’اور اس نے کہا بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔ اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔ تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔‘‘ دوسرے بیٹے اسحاق علیہ السلام کی پیدائش ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ کی عمروں کے ایسے حصے میں ہوئی کہ اس عمر میں بچہ پیدا ہونے کی کوئی امید نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ [هود : ۷۲، ۷۳] ’’اس نے کہا ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔‘‘

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۝۴۱ ع ۱۸/۶

’’اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول کر۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان والوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔‘‘

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا بھی کی کہ وہ انھیں اور ان کی اولاد کو نماز کا پابند بنا دے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ داعیان دین الٰہی کو اپنے گھر والوں کی ہدایت اور ان کی دینی تعلیم و تربیت سے غافل نہیں رہنا چاہیے، بلکہ دعوت و تبلیغ میں انھیں اولیت دینی چاہیے۔ آگے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے بھی دعائے مغفرت کی اور یہ صرف اس لیے کہ انھوں نے اپنے والد سے دعائے مغفرت کرنے کا وعدہ کیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴾ [مريم : ۴۵ تا ۴۷] ’’اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپڑے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ اس نے کہا کیا تو میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والا ہے اے ابراہیم!؟ یقیناً اگر تو باز نہ آیا تو میں ضرور ہی تجھے سنگسار کر دوں گا اور مجھے چھوڑ جا، اس حال میں کہ تو صحیح سالم ہے۔ کہا تجھ پر سلام ہو، میں اپنے رب سے تیرے لیے ضرور بخشش کی دعا کروں گا، بے شک وہ ہمیشہ سے مجھ پر بہت مہربان ہے۔‘‘ ابراہیم علیہ السلام اس وعدے کے مطابق اپنے والد کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے، لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بے زاری کا اظہار کیا اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا چھوڑ دی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ

www.sirat-e-mustaqeem.com

عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التوبة : ١١٤] ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ڛ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾

''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! آپ یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اگر انھیں مہلت دے رکھی ہے اور ان کی رسی دراز کر رکھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ان سے بے خبر ہے اور وہ انھیں ان کی بداعمالیوں کی سزا نہیں دے گا، بلکہ وہ ان کے تمام اعمال کو شمار کر رہا ہے اور جب وہ دن آ جائے گا جب مارے دہشت کے لوگوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی تو سارے اعمال بد ان کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ننگے پاؤں، ننگے بدن بغیر ختنہ کیے ہوئے اٹھائے جاؤ گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! پھر تو (اس روز) مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ وقت اتنا زیادہ سخت ہو گا کہ وہ اس کا قصد بھی نہ کر سکیں گے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر : ٢٨٥٩]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آدم! آدم علیہ السلام عرض کریں گے، اے اللہ! میں بار بار تیری خدمت میں حاضر ہوں اور خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جو لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے، انھیں نکالو۔ آدم علیہ السلام عرض کریں گے، کتنے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ تو یہی وہ وقت ہو گا کہ جب بچہ (غم سے) بوڑھا ہو جائے گا: ﴿ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ٢] ''اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ﴿ إن زلزلة الساعة شيء عظيم ﴾ …… الخ : ٦٥٣٠]

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ﴿۴۳﴾

''اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

جب قیامت برپا ہو گی تو مردے اپنی قبروں سے نکل کر میدان محشر کی طرف بڑی تیزی سے دوڑیں گے، اپنے سر اوپر کی طرف اٹھائے ہوں گے اور آنکھیں کھلی ہوں گی، پلکوں میں حرکت بھی نہیں ہو گی اور مارے گھبراہٹ کے ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ۸] ''پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾ [قٓ : ٤٤] ''جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ﴾ [طٰهٰ : ۱۰۸ تا ۱۱۱] ''اس دن وہ پکارنے والے کے پیچھے چلے آئیں گے، جس کے لیے کوئی کجی نہ ہو گی اور سب آوازیں رحمان کے لیے پست ہو جائیں گی، سو تو ایک نہایت آہستہ آواز کے سوا کچھ نہیں سنے گا۔ اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور سب چہرے اس زندہ رہنے والے، قائم رکھنے والے کے لیے جھک جائیں گے۔''

وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ : یعنی ان کے دل جھکے ہوئے ہوں گے، خالی ہوں گے، ڈر اور خوف کی شدت کے باعث دلوں میں کچھ نہیں ہو گا، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ﴾ [النازعات : ۸] ''کئی دل اس دن دھڑکنے والے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۱۸] ''اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے۔''

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝۴۴

''اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا جب ان پر عذاب آئے گا، تو وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں قریب وقت تک مہلت دے دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمھارے لیے کوئی بھی زوال نہیں۔''

یہاں بھی خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور '' النَّاسَ '' سے سب لوگ مراد ہیں، اس لیے کہ قیامت کے دن سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ڈرایا جانا مسلم و کافر سب کو شامل ہے۔ کفار موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے اور جب کوئی داعی الی اللہ ایسی بات کرتا تو قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ دوسری زندگی کا عقیدہ باطل ہے۔

رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [المنافقون : ۹، ۱۰] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے، اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔“ اور اللہ تعالیٰ نے محشر میں ان کے حال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۱۲] ”اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۳۷] ”اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس خاص ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ : یعنی کیا تم اپنی اس حالت سے پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو اس حال سے جس میں تم ہو کبھی زوال نہیں ہوگا اور نہ کبھی تمھیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور نہ جزا و سزا کا معاملہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۳۸] ”اور انھوں نے اپنی پکی قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں! وعدہ ہے اس کے ذمے سچا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝۴۵

”اور تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں آباد رہے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تمھارے لیے خوب واضح ہو گیا کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا اور ہم نے تمھارے لیے کئی مثالیں بیان کیں۔‘‘

یعنی تم ان بستیوں کو دیکھ چکے ہو، جن کے رہنے والوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا، جیسے عاد و ثمود کی بستیاں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عذاب نازل کیا تھا اس کے آثار اب تک باقی ہیں اور اس کی خبریں تواتر کے ساتھ تم تک پہنچ چکی ہیں، اور جو کچھ انھوں نے کہا تھا اور جس کی وجہ سے وہ اس انجام بد کو پہنچے، وہ ساری باتیں تمھیں معلوم ہیں۔ پھر بھی تم میں کوئی ایسا نہ ہوا جو عبرت حاصل کرتا اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے سرکش لوگوں کے انجام سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الرعد : ٦] ’’اور وہ تجھ سے بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی طلب کرتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے کئی عبرت ناک سزائیں گزر چکیں اور بے شک تیرا رب یقیناً لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے اور بلاشبہ تیرا رب یقیناً بہت سخت سزا والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴾ [يونس : ١٠٢] ’’تو یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے سے ایام کے جو ان سے پہلے گزر چکے۔ کہہ دے پس انتظار کرو، یقیناً میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ښ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٤١ تا ٤٣] ’’ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔ یقیناً اللہ جانتا ہے جسے وہ اس کے سوا پکارتے ہیں کوئی بھی چیز ہو اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف جاننے والے ہی سمجھتے ہیں۔‘‘

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

’’اور بے شک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔‘‘

اہل مکہ نبی کریم ﷺ اور دعوت اسلامیہ کے خلاف بڑی زبردست سازشیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی وہ تمام سازشیں لکھی جا رہی ہیں اور جن کا بدلہ انھیں مل کر رہے گا۔ وہ سازشیں اتنی ہیبت ناک تھیں کہ پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکتیں اور انھیں تہ و بالا کر دیتیں، لیکن اللہ اپنے نبی ﷺ اور دین اسلام کی حمایت و نصرت فرماتا رہا اور ان کی چالیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

دھری کی دھری رہ گئیں۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾

”پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔“

یعنی اللہ نے اپنے رسولوں سے دنیا اور آخرت میں مدد کرنے کا جو وعدہ کیا ہے، وہ یقیناً سچا ہے، اس سے وعدہ خلافی ممکن نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ [المؤمن : ۵۱] ”بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [المجادلة : ۲۱] ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

”جس دن یہ زمین اور زمین سے بدل دی جائے گی اور سب آسمان بھی اور لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، جو اکیلا ہے، بڑا زبردست ہے۔“

فرمایا کہ اس دن زمین و آسمان کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہوگا، پہاڑ روئی کے گالے کے مانند اڑ رہے ہوں گے۔ سمندر کا پانی پھوٹ پڑے گا اور زمین ہموار ہو جائے گی۔ آسمان کے ستارے بکھر جائیں گے اور شمس و قمر بے نور ہو جائیں گے اور لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کے لیے دوڑ رہے ہوں گے، تاکہ وہ انھیں ان کے اعمال کا بدلہ چکائے، جیسا کہ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت کے دن لوگ سفید زمین پر جو سرخی مائل ہوگی، جمع کیے جائیں گے۔ وہ زمین ایسی ہوگی جیسے میدے کی روٹی، اس زمین پر کسی کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا (یعنی چٹیل میدان ہوگی)۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب فی البعث و النشور ...... الخ : ۲۷۹۰۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب یقبض اللہ الأرض یوم القیامة : ۶۵۲۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے اس فرمان: ﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ کے سلسلہ میں دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آدمی اس دن کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(پل) صراط پر۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب فی البعث والنشور ...... الخ : ۲۷۹۱]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا، اتنے میں یہودی علماء میں سے ایک عالم آیا اور اس نے عرض کی، السلام علیک یا محمد! تو میں نے اسے ایک ایسا دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا۔ وہ بولا، تو مجھے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیوں دھکا دیتا ہے؟ میں نے کہا، تو ''یا رسول اللہ!'' کیوں نہیں کہتا؟ یہودی نے کہا، ہم آپ کو اس نام کے ساتھ پکارتے ہیں جو آپ کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا نام محمد (ﷺ ہی) ہے جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے۔'' یہودی نے کہا، آپ سے کچھ پوچھنے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں تجھے کچھ بتاؤں گا تو تجھے کوئی فائدہ ہوگا؟'' اس نے کہا، میں اپنے کانوں سے سنوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی، زمین پر لکیر کھینچی اور فرمایا: ''پوچھ!'' یہودی نے کہا، جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہو جائے گی اور آسمان بدل کر دوسرے آسمان ہو جائیں گے، تو لوگ اس وقت کہاں ہوں گے؟ فرمایا: ''لوگ اس وقت اندھیرے میں پل صراط کے قریب ہوں گے۔'' اس نے دریافت کیا، تو پھر سب سے پہلے کون اس پل سے پار ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''فقراء مہاجرین۔'' [مسلم، کتاب الحیض، باب بیان صفة منی الرجل والمرأة...... الخ : ۳۱۵]

وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۴۹

''اور تو مجرموں کو اس دن زنجیروں میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑے ہوئے دیکھے گا۔''

اور مجرموں کی حالت یہ ہوگی کہ ان میں سے ہر ایک قسم کے مجرمین کو الگ الگ جمع کیا جائے گا اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو بیڑیاں ڈال کر ان کی گردنوں کے ساتھ باندھ دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۱۳] ''اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں آپس میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہاں کسی نہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۳۰ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۳۱ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴾ [الحاقة : ۳۰ تا ۳۲] ''اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کر دو۔''

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۵۰ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۵۱

''ان کی قمیصیں گندھک کی ہوں گی اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کا بدلہ دے جو اس نے کمایا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور ان کے چہروں پر آگ لپک رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کی شکل وصورت کی قباحت اور ان کی بدترین حالت کو بیان کرنے کے لیے انھیں اس خارش زدہ اونٹ سے تشبیہ دی ہے، جس کے جسم سے پیپ نکل رہی ہو اور علاج کے لیے اس کے سارے جسم پر گندھک مل دیا گیا ہو۔ جس کی بدبو بہت ہی شدید اور جس کا منظر بڑا ہی قبیح ہوتا ہے۔ قیامت کے دن اہل جرائم کے ساتھ جو کچھ ہوگا اس لیے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیے کا بدلہ چکائے۔

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں، جنھیں وہ نہیں چھوڑیں گے: ① حسب پر فخر۔ ② نسب میں طعنہ زنی۔ ③ ستاروں سے بارش کی طلبی۔ ④ اور میت پر نوحہ۔'' پھر فرمایا: '' (سنو!) نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا قمیص اور کھجلی کا دوپٹا پہنایا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحة : ۹۳۴۔ مسند أحمد : ۳۴۲/۵، ۳۴۳، ح : ۲۲۹۶۹]

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ : یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص کو قیامت کے دن اس کے اعمال کا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴾ [النجم : ۳۱] ''تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے برائی کی، اس کا بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے بھلائی کی، بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔''

ع ۱۹ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

''یہ لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے اور تاکہ انھیں اس کے ساتھ ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ حقیقت یہی ہے کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

یہ سورت نصیحت اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کافی ہے اور جو شخص اس میں مذکور احکام و نصائح پر عمل پیرا ہوگا اسے دنیا و آخرت کی نیک بختی حاصل ہوگی۔ اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والے جو دلائل اس میں بیان ہوئے ہیں ان میں غور و فکر کرنے سے اسے یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

قرآن مجید توحید، رسالت، قیامت، جنت، دوزخ، حشر و نشر، عقائد و اعمال وغیرہ کے متعلق واضح ہدایات دیتا ہے، جن میں نہ کوئی ابہام ہے نہ کوئی اشکال۔ ہر چیز صاف اور واضح سمجھ میں آنے والی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [حم السجدة : ۱ تا ۳] ''حٰمٓ۔ اس بے حد رحم والے، نہایت مہربان کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی قرآن ہے، ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورة الحجر مكية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱﴾

’’الٓرٰ۔ یہ کامل کتاب اور واضح قرآن کی آیات ہیں۔‘‘

ارشاد فرمایا: ﴿ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۚ﴿۲﴾ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴾ [حم السجدة : ۱ تا ۳] ’’حٰمٓ۔ اس بے حد رحم والے، نہایت مہربان کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی قرآن ہے، ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ ﴾ [البقرة : ۱۸۵] ’’رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔‘‘

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۲﴾

’’کسی وقت چاہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کاش! وہ مسلم ہوتے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کے لیے بشارت ہے کہ آپ کا دین غالب ہو کر رہے گا اور ایک دن ایسا آئے گا کہ کفار تمنا کریں گے کہ کاش وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہوتے تو آج انھیں بھی وہ مقام حاصل ہوتا جو ان کبار صحابہ کو حاصل ہے، جنھوں نے ابتدا ہی میں اسلام کی دعوت پر لبیک کہا اور سابقین اولین قرار پائے۔ اس بشارت کے ضمن میں نبی کریم ﷺ کی حوصلہ افزائی کر کے ہمت بڑھائی جا رہی ہے کہ آپ دعوت کے کام میں صبر و استقامت کے ساتھ لگے رہیں، کیونکہ انجام کار غلبہ آپ کو حاصل ہو گا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کفار یہ تمنا یا تو موت کے وقت کریں گے یا قیامت

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے دن، جب حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی اور انھیں اپنے دین وعقیدہ کے باطل ہونے کا یقین ہو جائے گا، تب یہ تمنا کریں گے۔ تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب مشرکین اور گناہ گار مسلمانوں کو جہنم میں اکٹھا کر دے گا، تو مشرکین مسلمانوں سے کہیں گے کہ تمھاری توحید تمھارے کسی کام نہیں آئی، تو اللہ تعالیٰ غضبناک ہو کر اپنے فضل و رحمت سے مسلمانوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا، اس وقت مشرکین ایسا کہیں گے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنت کی خوش خبری سنائی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۠ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴾ [الزخرف : ٦٨، ٦٩] ”اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو (اعلان کرنے کا) حکم دیا، انھوں نے لوگوں میں اعلان کیا: ”سوائے مسلمان شخص کے کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب إن الله ليؤيد الدين بالرجل الفاجر : ٣٠٦٢۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه : ١١١]

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۳

”انھیں چھوڑ دے، وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں اور انھیں امید غافل رکھے، پھر جلدی جان لیں گے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے اور انھیں دھمکی دی جا رہی ہے کہ وہ جانوروں کی مانند خوب کھائیں پییں، خوب مزے کریں، اپنی خواہشوں کو پورا کریں اور ان کی جھوٹی امید کہ ان کا انجام بخیر ہوگا، انھیں توبہ و استغفار اور ذکر الٰہی سے غافل بنائے رکھے، وہ عنقریب قیامت کے دن اپنے برے انجام کو پہنچ جائیں گے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا : یہ بہت سخت ڈانٹ اور شدید سرزنش ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴾ [إبراهيم : ٣٠] ”کہہ دے فائدہ اٹھا لو، پس بے شک تمھارا لوٹنا آگ کی طرف ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴾ [المرسلات : ٤٦] ”(اے جھٹلانے والو!) تھوڑا سا کھا لو اور فائدہ اٹھا لو، یقیناً تم مجرم ہو۔“

وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ : یعنی جھوٹی امیدوں نے توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے انھیں غافل کیے رکھا، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع شکل بنائی اور اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو اس سے نکلا ہوا تھا اور اس کے بعد درمیان والے خط کے اس حصے پر جو مربع شکل کے اندر تھا، چھوٹے چھوٹے بہت سے خطوط کھینچے اور فرمایا: ”یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ باہر نکلا ہوا (درمیانی خط) اس کی آرزو ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط مصائب ہیں۔ پس اگر وہ ایک مصیبت سے بچ نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں گرفتار ہو جاتا ہے۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الأمل وطوله : ٦٤١٧]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھڑی اپنے سامنے گاڑی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری (اس سے) ذرا دور، پھر فرمایا: "کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟" انھوں نے عرض کی، اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے اور یہ اس کی آرزو ہے، اب وہ آرزو کے پانے کی کوشش میں ہے، لیکن آرزو (کے حصول) سے پہلے ہی موت اس کو آ پہنچتی ہے۔" [مسند أحمد : ۱۸/۳، ح : ۱۱۱۳۸۔ شرح السنة، کتاب الرقاق باب طول الأمل والحرص : ٤٠٩٢]

وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۝ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ۝

"اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس حال میں کہ اس کے لیے ایک مقرر لکھا ہوا وقت تھا۔ کوئی امت اپنے مقرر وقت سے نہ آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ جب کسی بستی کو گناہوں پر اصرار کی وجہ سے ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس کا ایک وقت مقرر کر دیتا ہے، تاکہ اس سے پہلے بستی والوں کو اسباب ہلاکت پر خوب غور و فکر کرنے کا موقع مل جائے، شاید کہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں۔ کوئی بھی ظالم قوم اپنے وقت مقرر سے پہلے ہلاک نہیں ہوتی اور جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک لمحہ کی تاخیر بھی نہیں ہوتی، کیونکہ حجت پوری ہو چکی ہوتی ہے اور اسے معذور سمجھے جانے کا کوئی سبب باقی نہیں رہ جاتا۔

وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ۝

"اور انھوں نے کہا اے وہ شخص جس پر یہ نصیحت نازل کی گئی ہے! بے شک تو تو دیوانہ ہے۔"

کفار مکہ کا غایت درجہ تکبر و عناد بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھبتیاں کستے تھے اور کہتے تھے کہ اے اس بات کا دعویٰ کرنے والے کہ مجھ پر قرآن اترتا ہے! تم تو صریح پاگل و دیوانے ہو کہ ہم سے اپنے آپ کو رسول منوانے کی بات کرتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ تم پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ (العیاذ باللہ!)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ضماد مکہ میں آیا اور وہ قبیلہ ازدشنوءہ کا ایک فرد تھا۔ وہ جنوں اور آسیب وغیرہ کا دم کیا کرتا تھا۔ اس نے جب مکہ کے بے وقوفوں سے یہ سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہیں تو کہنے لگا، ذرا میں بھی انھیں دیکھوں، شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے انھیں شفا دے دے۔ غرضیکہ وہ آپ سے ملا۔ اس نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں جنوں وغیرہ کا دم کیا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ سے شفا دے دیتا ہے، آپ کو کیا مرض ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

هَادِيَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَمَّا بَعْدُ!» ضماد نے کہا ان کلمات کا اعادہ فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ ضماد کے سامنے ان کلمات کا اعادہ فرمایا۔ ضماد نے کہا، میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے، جادوگروں کی باتیں سنی ہیں، شاعروں کے اشعار سنے ہیں، لیکن آپ کے اس کلام جیسا کلام کبھی نہیں سنا، یہ کلام تو سمندر کی تہ تک پہنچ گیا ہے۔ آپ اپنا دست مبارک بڑھائیے، تاکہ میں اسلام پر آپ سے بیعت کرلوں۔ ضماد نے بیعت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اور اپنی قوم کی طرف سے؟'' ضماد رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں، میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ (بعد ازاں مدینہ منورہ پہنچ کر ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا لشکر روانہ فرمایا، وہ لشکر سیدنا ضماد رضی اللہ عنہ کی قوم کے پاس سے گزرا تو سردارِ لشکر نے کہا، تم نے اس قوم کی کوئی چیز تو نہیں لی؟ ایک شخص نے کہا، ہاں! میں نے ان کا ایک لوٹا لیا ہے۔ سردار نے کہا، جاؤ! اسے واپس کر دو، یہ ضماد رضی اللہ عنہ کی قوم ہے۔ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة و الخطبة : ۸٦۸]

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝

''تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے۔''

کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کبر و عناد میں آکر کہا کہ اگر تم سچے ہو تو آسمان سے فرشتوں کو کیوں نہیں اتار لاتے جو تمھاری صداقت کی گواہی دیتے اور دعوت و تبلیغ کے کام میں تمھاری مدد کرتے؟ ان کے اس کبر و عناد کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم فرشتے نہ تو تماشا دکھانے کے لیے اتارتے ہیں اور نہ اس لیے اتارتے ہیں کہ وہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کر دیں، بلکہ فرشتے تو مجرموں پر قہر الٰہی بن کر آتے ہیں، جیسے غزوۂ بدر میں آئے تھے، یا تمھاری جانیں نکالنے کے لیے آتے ہیں، یا پھر کسی قوم کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لیے آتے ہیں، پھر جب یہ آجاتے ہیں تو تمھارا کام تمام کر کے چھوڑتے ہیں۔ اس وقت مہلت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ: یعنی ہمارے پاس ایسے فرشتے آتے جو اس بات کی گواہی دیتے کہ تو جو دین لے کر آیا ہے وہ سچا ہے، جیسا کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا: ﴿ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴾ [الزخرف : ۵۳] ''پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے ہمراہ فرشتے مل کر کیوں نہیں آئے؟'' قرآن کریم نے ان کی اس بات کو اس طرح بھی بیان کیا ہے: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ [الفرقان : ۲۱، ۲۲] ''اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے خوشی کی کوئی خبر نہ ہوگی اور کہیں گے (کاش! ہمارے اور ان کے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو۔''

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کفار مکہ نے اس قرآن کا انکار کر دیا ہے تو کیا ہوا، اس کے خلاف ان کی کوئی سازش کارگر نہیں ہوگی کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول ﷺ پر اتارا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرتا رہے گا۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی کا سامان بھی ہے اور تمام مسلمانوں کے لیے بہت بڑی خوش خبری بھی کہ اس مشعل ہدایت کو کوئی بجھا نہ سکے گا۔ اس کا نور قیامت تک انسانوں کو راہ دکھاتا رہے گا۔ آندھیاں چلیں گی، طوفان اٹھیں گے، بڑی بڑی سازشیں ہوں گی، لیکن جب تک قیامت نہیں آ جاتی یہ قرآن بغیر کسی ادنیٰ تغیر و تحریف کے باقی رہے گا اور اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کی حفاظت کرتا رہے گا۔ قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری کا اس طرح پورا ہونا بھی قرآن مجید کی صداقت کی دلیل ہے اور پھر اس کے کلام کا معجزہ ہونا اس پر مستزاد ہے۔ قرآن مجید کا یہ اعجاز زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے: ﴿قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ [بني إسرائيل : ۸۸] ''کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔'' اور فرمایا: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [هود : ۱۳، ۱۴] ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ کہہ دے پھر اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا گیا اور اسی معجزہ کے مطابق لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی (کے ذریعے سے نازل) کیا ہے (یہ معجزہ چونکہ سب معجزوں سے بڑا ہے)، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری

www.sirat-e-mustaqeem.com

پیروی کرنے والے دیگر انبیاء کی پیروی کرنے والوں سے زیادہ ہوں گے۔" [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : بعثت بجوامع الکلم : ۷۲۷٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ ...... الخ : ۱۵۲]

سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یمامہ کی لڑائی میں (جو مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی) بہت سے صحابہ شہید ہو گئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا۔ اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ میں گیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے پاس عمر آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر اسی طرح اور لڑائیوں میں بھی قرآن کے علماء اور قاری شہید ہو گئے تو بہت سا قرآن دنیا سے اٹھ جائے گا، چنانچہ اگر قرآن کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے تو یہ ڈر نہیں رہے گا، لہٰذا آپ قرآن کو جمع کروا دیں۔ میں (ابوبکر) نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دیا، میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا، تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! یہ اچھا کام ہے اور بار بار یہی کہتے رہے، تا آنکہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گیا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ خاموشی سے یہ بات سنتے رہے۔ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے کہنے لگے، تم جوان اور عاقل ہو اور ہم تمھیں سچا جانتے ہیں اور تم دور نبوی میں کاتب وحی رہے ہو، تو اب ایسا کرو کہ قرآن (کی جا بجا لکھی ہوئی تحریروں) کو تلاش کرو اور سب کو اکٹھا کر دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے کہتے تو مجھے اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا قرآن جمع کرنا ہوا ہے۔ میں نے ان سے بڑی تکرار کی، تا آنکہ اللہ نے میرا سینہ بھی کھول دیا، جس طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کھولا تھا اور میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ میں نے قرآن کو کھال، کندھے کی ہڈی اور کھجور کی شاخوں سے (جن پر قرآن لکھا ہوا تھا) جمع کیا۔ پھر اکثر لوگوں کو یاد بھی تھا، یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں : ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲۸ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے ہاں نہ پائیں۔ پھر یہ مصحف جس میں قرآن جمع کیا تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی تک ان کے پاس رہا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے پاس رہا اور ان کی وفات کے بعد ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ملا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیه ما عنتم ﴾ : ٤٦٧٩]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ
سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں رسول بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یقیناً (یہی) پہلے لوگوں کا طریقہ گزرا ہے۔‘‘

یہاں بھی نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر کفار قریش آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو اس سے آپ کو دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تو ہمیشہ سے قوموں کا شیوہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی رسول کسی قوم کے پاس آیا تو انھوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے گزشتہ مجرموں کے دلوں میں گمراہی کو داخل کر دیا تھا، کفار مکہ کے دلوں میں بھی کفر و ضلالت کو پیوست کر دیں گے، پھر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ہمیشہ سے اللہ کی یہی سنت جاری ہے کہ وہ ایسی قوموں کو ہلاک کرتا رہا ہے اور اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو غالب بناتا رہا ہے۔

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۰] ’’ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔‘‘ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: ﴿ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴾ [الحجر : ۹۵] ’’بے شک ہم تجھے مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔‘‘ اور فرمایا، نبی ﷺ کا مذاق اڑانے والے یہ لوگ تھے، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، ابوزمعہ اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی اور عاص بن وائل۔ سیدنا جبریل علیہ السلام رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو اللہ کے نبی ﷺ نے مذاق اڑانے والوں کی شکایت جبریل علیہ السلام سے کی۔ جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ولید کو کر دیا اور اس کی بغل میں ایک رگ کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ’’آپ نے (ولید کے ساتھ) کیا کیا؟‘‘ جبریل ﷺ نے کہا: ’’میں نے اس کو سزا دے دی۔‘‘ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے اسود کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کر دیا اور اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے بارے میں بھی جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ’’آپ نے (اس اسود کا) کیا کیا؟‘‘ جبریل علیہ السلام نے کہا: ’’میں نے اس سے نپٹ لیا۔‘‘ پھر جبریل علیہ السلام نے ابوزمعہ کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا اور اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے کہا: ’’آپ نے اس کا کیا بندوبست کیا؟‘‘ جبریل علیہ السلام نے کہا: ’’میں نے اس سے بھی بدلہ لے لیا۔‘‘ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حارث کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا اور اس کے سر یا پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ’’میں نے اس سے بھی انتقام لے لیا۔‘‘ اسی طرح عاص کا گزر ہوا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی جانب اشارہ کیا اور کہا: ’’میں نے اس کو بھی دبوچ لیا۔‘‘ ولید کو سزا اس طرح

www.sirat-e-mustaqeem.com

ملی کہ خزاعہ قبیلے کا ایک شخص جو اپنے تیروں کو ترتیب دے رہا تھا، اس کے پاس سے ولید کا گزر ہوا تو ایک تیر اس کی بغل کے نیچے رگ پر جا لگا اور اس نے رگ کو کاٹ دیا۔ اسود بن مطلب اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد یغوث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اس کے سر میں زخم ہو گئے جن کی وجہ سے وہ مر گیا۔ حارث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ زرد پانی نے حارث کو گھیر لیا، وہ اس کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا، پھر وہ اس (بیماری کی وجہ) سے مر گیا۔ عاص کو سزا اس طرح ملی کہ اس کے سر میں اس طرح کا پھوڑا نکلا جس طرح کا ایک کانٹے دار پودا حجاز کے ریگستان میں اگتا ہے، اس کانٹے دار حجازی پودے کی طرح کا پھوڑا اس کے سر میں نکلا، سارے سر میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ عاص کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف نکلا، گدھا کودا، اس نے اس کو کانٹوں پر گرا دیا، کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں پیوست ہو گیا اور وہ اسی سے مر گیا۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی : ۸/۹، ح : ۱۷۷۳۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی : ۲/۳۱۶ تا ۳۱۸]

وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع ۱

”اور اگر ہم ان پر آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں، پس وہ دن بھر اس میں چڑھتے رہیں۔ تو یقیناً کہیں گے کہ بات یہی ہے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں، بلکہ ہم جادو کیے ہوئے لوگ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے کفر و عناد اور سرکشی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو پھر بھی یہ تصدیق نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ محمد (ﷺ) نے ہماری آنکھوں کو مسحور کر دیا ہے، جس کی وجہ سے حقائق ہمارے سامنے بدل کر آ رہے ہیں اور پھر درحقیقت ایسا ہی ہوا، جب انھیں شق القمر کا معجزہ دکھایا گیا تو انھوں نے اسے جادو ہی کا نتیجہ بتایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۞ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴾ [القمر : ۱، ۲] ”قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔“

الغرض کفار کے تمسخر اور مطلوبہ معجزہ نہ دکھانے کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کو جو ملال ہو سکتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کو رفع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی دے کر اشارتاً صبر و استقامت کی تلقین بھی کر دی۔

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں کئی برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔ اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔ مگر جو سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ آسمانوں کو پیدا فرمایا اور انھیں مختلف نجوم و کواکب سے مزین فرمایا ہے، جو شخص ان کے نظام پر غور و فکر کرے گا اسے بہت سے عجائبات اور بے شمار روشن نشانات نظر آئیں گے اور وہ حیران و ششدر رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے شہابوں کو سرکش شیطانوں سے حفاظت کا ذریعہ بنا دیا ہے، تاکہ وہ ملائکہ کی باتیں نہ سن سکیں۔ ان میں سے اگر کوئی سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بات سننے کے لیے پیش قدمی کرتا ہے تو ایک روشن انگارا آتا ہے اور وہ اسے تباہ کر دیتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ شہاب ثاقب کے پہنچنے سے پہلے سنی ہوئی بات دوسرے شیطانوں تک منتقل کر دیتا ہے اور وہ دوسرے شیطان اسے اپنے دوست نجومی اور کاہن وغیرہ تک پہنچا دیتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی معاملے کا فیصلہ کرتا ہے تو (اس حکم کو سن کر) فرشتے جھکتے ہوئے عاجزی اختیار کرتے ہیں اور اپنے پر مارنے لگتے ہیں۔ (فرمان الٰہی انھیں اس طرح سنائی دیتا ہے) گویا کہ صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب فرشتوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمھارے رب نے کیا حکم دیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں حق بات کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا بلند و برتر ہے۔ فرشتوں کی باتیں شیطان چوری چھپے سنتے ہیں اور یہ شیطان اس طرح اوپر تلے ہوتے ہیں جیسے یہ انگلیاں۔ پھر کبھی تو باتیں سننے والے شیطانوں کو قبل اس کے کہ وہ اپنے نیچے والے کو بتائے، چنگاری جلا ڈالتی ہے اور کبھی اس چنگاری کے اس تک پہنچنے سے پہلے وہ اپنے ساتھی کو بتا دیتا ہے اور اس طرح یہ باتیں وہ زمین تک پہنچا دیتے ہیں، پھر ان باتوں کو جادوگر تک پہنچا دیا جاتا ہے اور وہ اس ایک سچی بات میں سو جھوٹی باتیں ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ اس جادوگر کی کبھی کوئی بات سچ نکل آتی ہے تو لوگ کہنے لگتے ہیں کہ دیکھو! فلاں دن اس جادوگر نے ہم سے یہ کہا تھا، لہٰذا اس کی بات سچ نکلی، حالانکہ یہ وہی بات ہے جو آسمان سے اڑائی گئی تھی۔‘‘

[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إلا من استرق السمع فأتبعه شهاب مبين ﴾ : ۴۷۰۱، ۴۸۰۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ’’فرشتے ابر میں آکر ان کاموں کا تذکرہ کرتے ہیں جو دنیا میں ہوں گے تو شیاطین ان میں سے کوئی ایک آدھ بات سن لیتے ہیں اور اسے کاہنوں کے کان میں اس طرح ڈال دیتے ہیں جیسے شیشی میں کچھ (پانی وغیرہ) ڈالا جاتا ہے۔ پھر وہ کاہن اس میں سو جھوٹ کا اضافہ کر کے بیان کرتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة : ۳۲۱۰۔ مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانة : ۲۲۲۸]

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا : ’’برج‘‘ عربی زبان میں قلعہ یا منزل کو کہتے ہیں، یہاں برجوں سے مراد وہ منزلیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں جن سے سورج اپنی گردش کے دوران میں گزرتا ہے اور وہ تعداد میں بارہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جہاں فرشتے پہرا دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٦١] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴾ [البروج : ١] ''قسم ہے برجوں والے آسمان کی!''

وَزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴾ [ق : ٦] ''تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ١٢] ''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴾ [الملك : ٥] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ⑲ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ⑳ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ㉑

''اور زمین، ہم نے اسے پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ رکھے اور اس میں ہر نپی تلی چیز اگائی۔ اور ہم نے تمھارے لیے اس میں روزیاں بنائی ہیں اور ان کے لیے بھی جنھیں تم ہرگز روزی دینے والے نہیں۔ اور کوئی بھی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے کئی خزانے ہیں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔''

اللہ تعالیٰ کے مظاہر قدرت کا بیان ابھی جاری ہے کہ زمین کو انسانوں کے لیے فرش بنا کر پھیلا دیا اور بڑے بڑے پہاڑوں کو اس کے اوپر جما دیا، تاکہ حرکت نہ کرے اور اپنی حکمتوں کے تقاضے کے مطابق اس پر پودے اگائے۔ بایں طور کہ ان چیزوں میں کوئی شخص نہ کمی لا سکتا ہے اور نہ زیادتی اور ایک بڑی ہی عمدہ ہیئت و کیفیت میں انھیں پیدا کیا ہے اور انسانوں کے کھانے پینے، پہننے کی چیزیں اور دیگر جتنی ضروریات زندگی ہو سکتی ہیں ان سب کو زمین پر مہیا کیا۔ جانوروں، چوپایوں اور دیگر تمام مخلوقات کے لیے روزی فراہم کی اور قدرت و خالقیت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے، وہ جب چاہے اور جتنا چاہے ظاہر کر دے، لیکن وہ آسمان سے زمین پر اپنے بندوں کے لیے اتنا ہی اتارتا ہے جس کا اس کی مشیت تقاضا کرتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [الشوریٰ : ۲۷] ''اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو یقیناً وہ زمین میں سرکش ہو جاتے اور لیکن وہ ایک اندازے کے ساتھ اتارتا ہے، جتنا چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔''

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۝۲۲ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۲۳

''اور ہم نے ہواؤں کو بار آور بنا کر بھیجا، پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پس ہم نے تمھیں وہ پلایا اور تم ہرگز اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں۔ اور بے شک ہم، یقیناً ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔''

یعنی ٹھنڈی ہواؤں کے ذریعے سے بادل کو (جو محض بھاپ ہوتی ہے) بارش کے پانی میں بدل دیتا ہے، پھر اسے زمین پر برساتا ہے، جس سے انسان خود بھی سیراب ہوتا ہے اور اپنی زمینوں اور جانوروں کو بھی سیراب کرتا ہے۔ انسان اس بادل کے ایجاد کرنے اور اسے بارش کی شکل میں زمین پر برسانے سے بالکل عاجز ہے اور نہ اسے وادیوں، پہاڑوں، چشموں اور کنووں تک پہنچا کر آئندہ کے لیے محفوظ کرنے کی قدرت رکھتا ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ ہے جو ان تمام باتوں پر قادر ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور تمام مخلوقات کی ہلاکت کے بعد صرف اسی کی ذات باقی رہے گی۔

<u>وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۴۸، ۴۹] ''اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو زندہ کریں اور اسے اس (مخلوق) میں سے جو ہم نے پیدا کی ہے، بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پینے کے لیے مہیا کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الروم: ۴۸ تا ۵۰] ''اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر وہ اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جیسے چاہتا ہے اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پس تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو اچانک وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ بے شک وہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے، اس سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔ سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی

www.sirat-e-mustaqeem.com

یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

فَاَسۡقَیۡنٰکُمُوۡہُ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ لَہٗ بِخٰزِنِیۡنَ: یعنی ہم نے تمھارے لیے میٹھا پانی نازل کیا ہے، تا کہ تم اسے پی سکو اور اگر ہم چاہتے تو اس پانی کو کڑوا اور کھارا بنا دیتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ ؁ ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡہُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ؁ لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰہُ اُجَاجًا فَلَوۡلَا تَشۡکُرُوۡنَ ﴾ [الواقعة: ٦٨ تا ٧٠] ”پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے سخت نمکین بنا دیں، پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟“ اور فرمایا: ﴿ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمۡ مِّنۡہُ شَرَابٌ وَّ مِنۡہُ شَجَرٌ فِیۡہِ تُسِیۡمُوۡنَ ﴾ [النحل : ١٠] ”وہی ہے جس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔“

وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِیۡنَ ؇۲۴ وَ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ یَحۡشُرُہُمۡ ؕ اِنَّہٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ؇۲۵ ع

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کو جان رکھا ہے جو تم میں سے بہت آگے جانے والے ہیں اور بلاشبہ ہم نے ان کو بھی جان رکھا ہے جو بہت پیچھے آنے والے ہیں۔ اور بے شک تیرا رب ہی انھیں اکٹھا کرے گا۔ یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے تمام انسانوں کی خبر رکھتا ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے لوگ دنیا میں آئے اور گزر گئے اور جتنے لوگ قیامت تک پیدا ہوں گے، سب کی خبر رکھتا ہے۔ کون انبیاء پر ایمان لایا، کس نے اللہ کی بندگی کی اور کس نے نافرمانی کی؟ کوئی بات بھی اس سے مخفی نہیں اور یہ حقیقت جس طرح اس کے کمال قدرت کی دلیل ہے، اسی طرح اس کے کمال علم کی بھی دلیل ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اول و آخر تمام انسانوں کو ان کی کثرت کے باوجود میدان محشر میں جمع کرے گا اور اپنے علم و حکمت کے مطابق ان سے معاملہ کرے گا۔ کس آدمی کے اندر کون سی بری صفت پوشیدہ ہے اس سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے، سب کو ان کے اعمال و اخلاق کے مطابق بدلہ دے گا۔

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ؇۲۶ وَ الۡجَآنَّ خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ ؇۲۷

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے تھی۔ اور جان (یعنی جنوں) کو اس سے پہلے لو کی آگ سے پیدا کیا۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

مٹی کی مختلف حالتوں کے اعتبار سے اس کے مختلف نام ہیں، خشک مٹی ''تُرَاب''، گیلی مٹی ''طِيْن''، گوندھی ہوئی بدبودار ''حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ''، یہ ''حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ'' خشک ہو کر کھن کھن بولنے لگے تو ''صَلْصَالٍ'' اور جب اسے آگ میں پکا لیا جائے تو ''كَالْفَخَّارِ'' (ٹھیکری) کہلاتی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا جس طرح تذکرہ کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم خاکی کا پتلا ''حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ'' (گوندھی ہوئی، سڑی ہوئی، بدبودار) مٹی سے بنایا گیا۔ جب وہ سوکھ کر کھن کھن کرنے لگا، یعنی ''صَلْصَالٍ'' ہو گیا تو اس میں روح پھونکی گئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴾ [الرحمٰن : ١٤، ١٥] ''اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو ٹھیکری کی طرح تھی۔ اور جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴾ [المؤمنون : ١٢] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔''

ابلیس جن ہے اور اس نے اپنی نافرمانی کی وجہ بتاتے ہوئے یہی کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے، لہٰذا میں انسان سے افضل ہوں کہ اسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ [الکهف : ٥٠] ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [الأعراف : ١١، ١٢] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارا خاکہ بنایا، پھر ہم نے تمھاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ سجدہ کرنے والوں سے نہ ہوا۔ فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جس کا وصف تمھارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے (یعنی مٹی سے)۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب في أحاديث المتفرقة : ٢٩٩٦]

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ
وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ
اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ
السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں ایک بشر ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہوگی۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔ تو فرشتوں نے سب کے سب نے، تمام نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس، اس نے انکار کر دیا کہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو۔ فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہے کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہوتا؟ اس نے کہا میں کبھی ایسا نہیں کہ اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہے۔‘‘

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کے وقت جو عزت بخشی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ فرشتوں کو انھیں سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو سب ان کی تعظیم کے لیے سجدے میں گر گئے، لیکن ابلیس نے کفر و عناد اور حسد و تکبر کی وجہ سے حکم الٰہی سے سرتابی کی اور اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں آدم کو سجدہ نہیں کروں گا، کیونکہ تو نے اسے سڑی ہوئی مٹی کے گارے سے پیدا کیا ہے، جبکہ مجھے آگ سے پیدا کیا ہے، جو مٹی سے برتر و بالا ہے۔ تخلیق آدم سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا، جسے اس نے ساری زمین سے جمع کیا تھا۔‘‘ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة البقرة : ۲۹۵۵]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب اللہ نے جنت میں آدم (کے پتلے) کو بنایا تو جب تک چاہا یونہی (بغیر روح پھونکے) چھوڑے رکھا۔ تو ابلیس نے ان کے ارد گرد چکر لگانے شروع کیے اور وہ انھیں بغور دیکھتا رہا کہ وہ کیا ہے، جب اس نے یہ دیکھا کہ یہ خالی پیٹ ہے تو وہ سمجھ گیا کہ یہ اس انداز سے پیدا کیا گیا ہے کہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے گا۔‘‘ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب خلق الإنسان خلقًا لا يتمالك : ۲۶۱۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوا، جمعہ کا دن ہے اور جمعہ ہی کے دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔‘‘ [مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة : ۸۵٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔‘‘ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۲٦۔ مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب يدخل الجنة أقوام ...... الخ : ۲۸٤۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا اور ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ تو جب پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا، جاؤ (سامنے) بیٹھے ہوئے فرشتوں کی جماعت کو سلام کرو اور سنو کہ وہ تمھیں کیا دعا دیتے ہیں، وہی تمھارا اور تمھاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم (علیہ السلام) نے کہا ’’اَلسَّلَامُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

عَلَيْكُمْ" تو فرشتوں نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ" انھوں نے "رَحْمَةُ اللّٰهِ" کا اضافہ کیا۔" [بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام : ٦٢٢٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا، ہاتھ پھیرتے ہی ہر روح جو ان کی اولاد میں قیامت تک پیدا ہونے والی تھی، باہر نکل آئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی آنکھوں کے درمیان نور میں سے ایک چمک پیدا کی اور پھر ان روحوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے پیش فرما دیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا، اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ تمھاری اولاد ہے۔ آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا تو انھیں اس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک بہت پسند آئی۔ انھوں نے کہا، اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا، یہ تمھاری اولاد میں سے آخری امتوں میں سے ایک شخص ہے، اس کا نام داؤد ہے۔ پوچھا، آپ نے اس کی عمر کتنی رکھی ہے؟ فرمایا، ساٹھ سال۔ عرض کی، اے میرے رب! میری عمر میں سے ان کے چالیس سال بڑھا دیجیے۔" [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الأعراف : ٣٠٧٦]

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

"فرمایا پھر اس سے نکل جا، کیونکہ یقیناً تو مردود ہے۔ اور بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک خاص لعنت ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب! پھر مجھے اس دن تک مہلت دے جب وہ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا تو بے شک تو مہلت دیے گئے لوگوں سے ہے۔ ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے ابلیس کو حکم دیا کہ وہ اس مقام و مرتبہ سے نکل جائے جو اسے فرشتوں میں حاصل ہے، کیونکہ اب وہ مردود ہے اور اب روز قیامت تک اس پر مسلسل اور متواتر لعنت برستی رہے گی۔ ابلیس نے جب قیامت کے دن تک اپنے اوپر لعنت کی بات سنی تو سمجھا کہ اس کا عذاب اس وقت تک ٹال دیا گیا ہے، اسی لیے اس نے اللہ سے طلب کیا کہ اسے اس دن تک موت نہ آئے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دے دی۔

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ع ۳ ۱۹

www.sirat-e-mustaqeem.com

''اس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ہی ان کے لیے زمین میں مزین کروں گا اور ہر صورت میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے۔ بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک تقسیم کیا ہوا حصہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی بغاوت و سرکشی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ تو نے جو مجھے گمراہ کر دیا ہے تو میں تیری قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک آدم کی اولاد دنیا میں رہے گی، میں دنیا کو اس کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کروں گا اور انھیں گناہوں پر ابھاروں گا، لیکن جو تیرے مخلص بندے ہوں گے اور اپنے دین و اعمال کو اللہ کے لیے خالص کریں گے ان پر میرا داؤ نہیں چلے گا، تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ مجھ تک پہنچنے کی یہی سیدھی راہ ہے، جو اس پر چلتا رہے گا وہ تمھارے دام فریب میں نہیں آئے گا، ہاں! جو لوگ راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہوں گے اور گمراہی جن کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہوگی، وہ تمھاری سازش کا شکار ہو جائیں گے۔ ایسے تمام لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس کے سات دروازے ہوں گے، ہر دروازے سے جہنمیوں کی ایک متعین تعداد اپنے برے اعمال کے مطابق داخل ہوگی۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱٦، ۱۷] ''اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝

''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔''

قرآن کریم اپنے معروف طریقے کے مطابق جہنم اور اہل جہنم کا حال بیان کرنے کے بعد اب اہل جنت کا حال بیان کر رہا ہے کہ وہ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کہے گا کہ تم لوگ پوری سلامتی کے ساتھ اور تمام آفات و مصائب سے محفوظ و مامون، جنت میں داخل ہو جاؤ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۲۷] ''انھی کے لیے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا مددگار ہے، ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾

''اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اس میں انھیں نہ کوئی تھکاوٹ چھوئے گی اور نہ وہ اس سے کبھی نکالے جانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اہل جنت کے سینوں میں کوئی ایسا جذبہ نہیں رہنے دے گا جو ان کی خوشیوں کو پامال کرے اور ان کے دل و دماغ کو مکدر کرے۔ اس لیے ان کے سینوں سے بغض و عداوت اور حسد و کینہ کو یکسر نکال دے گا اور جب ان کے سینے ایسے جذبوں سے پاک ہو جائیں گے تو آپس میں بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ وہاں انھیں کوئی تھکن اور کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ جنت میں کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو تکلیف کا باعث ہو، وہاں تو خوشیاں ہی خوشیاں اور راحت ہی راحت ہوگی، اہل جنت جس چیز کی بھی خواہش کریں گے وہ از خود ان کے پاس آ جائے گی اور اہل جنت وہاں سے کبھی نکالے نہیں جائیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنتیوں کے دل ایک آدمی کے دل جیسے ہوں گے کہ نہ ان میں اختلاف ہوگا اور نہ بغض۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ٣٢٤٦]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن جہنم سے نجات پا کر جنت اور جہنم کے درمیان کے پل پر روک لیے جائیں گے، چنانچہ ان کی جو ناچاقیاں اور ظلم آپس میں دنیا میں ہوئے تھے، ان کا ادلہ بدلہ ہوگا اور یوں وہ پاک دل اور صاف سینہ ہو کر جنت میں جائیں گے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة : ٦٥٣٥]

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ : یعنی انھیں وہاں کسی تکان کا سامنا ہوگا، نہ کوئی ایذا دی جائے گی۔ سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک منادی ندا دے گا، (اے جنت والو!) تمھارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے، زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور راحت میں رہو گے کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔'' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٣] ''اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة : ٢٨٣٧]

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دے دوں جو موتیوں سے بنا ہو، اس میں نہ کوئی شور و غوغا ہو گا اور نہ کوئی تکان۔'' [بخاری، کتاب العمرۃ، باب متی یحل المعتمر ؟ : ۱۷۹۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ أم المؤمنین رضی اللہ عنہا : ۲۴۳۳۔ مسند أحمد : ۲۷۹/۶، ح : ۲۶۴۳۵]

وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت (ایک مجسم صورت میں) لائی جائے گی، یہاں تک کہ جنت اور جہنم کے درمیان رکھ دی جائے گی اور پھر ذبح کر دی جائے گی۔ پھر ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا، اے جنت والو! (اب) موت نہیں، اے دوزخ والو! (اب) موت نہیں، تو (اس سے) جنت والوں کی خوشی میں اضافہ ہو جائے گا اور دوزخ والوں کا غم بڑھ جائے گا۔'' [مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون……الخ : ۲۸۵۰/۴۳]

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾

''میرے بندوں کو خبر دے دے کہ بے شک میں ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یہ بھی کہ بے شک میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔''

گزشتہ آیتوں میں جنت و جہنم کی جو بات آئی ہے، یہ دونوں آیتیں اسی کا تتمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ آپ میرے بندوں کو اس بات کی خبر دے دیجیے کہ جو اپنے گناہوں سے تائب ہو گا اور ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کرے گا اس کے گناہوں کو میں معاف کر دوں گا اور اس کے حال پر رحم کروں گا اور جو شخص اپنے کفر و عصیان پر مصر رہے گا تو اسے جان لینا چاہیے کہ میرا عذاب بڑا ہی دردناک ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۵۳، ۵۴] ''کہہ دے اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب ''رحمت'' کو پیدا کیا، تو اسے سو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ننانوے حصوں کو اپنے پاس محفوظ رکھا اور ایک حصہ اپنی تمام مخلوقات میں تقسیم کر دیا، اللہ کے پاس رحمت کا جو خزانہ ہے، اگر اس کا علم کافر کو ہو جائے تو وہ کبھی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور اللہ کے پاس عذاب کی جو

www.sirat-e-mustaqeem.com

مقدار ہے اگر اسے مومن جان لے تو جہنم کی آگ سے کبھی اپنے آپ کو مامون نہ سمجھے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف : ٦٤٦٩]

وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

”اور انھیں ابراہیم کے مہمانوں کے بارے میں خبر دے۔ جب وہ اس کے پاس داخل ہوئے تو انھوں نے سلام کہا، اس نے کہا ہم تو تم سے ڈرنے والے ہیں۔ انھوں نے کہا ڈر نہیں، بے شک ہم تجھے ایک بہت علم والے لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں۔ اس نے کہا کیا تم نے مجھے اس کے باوجود خوش خبری دی ہے کہ مجھے بڑھاپا آ پہنچا ہے، تو تم کس بات کی خوش خبری دیتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم نے تجھے حق کی خوش خبری دی ہے، سو تو ناامید ہونے والوں سے نہ ہو۔ اس نے کہا اور گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔“

فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانوں کی شکل میں مہمان بن کر آئے اور سلام کیا تو وہ بہت خوش ہوئے، لیکن جب انھوں نے کھانے اور گوشت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا، تو ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بارے میں شبہ ہوا اور ڈرے کہ شاید ان کی نیت اچھی نہیں ہے۔ فرشتوں نے ان کو فوراً بتایا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں، آپ خائف نہ ہوں اور ہم آپ کو ایسے بیٹے کی خوش خبری دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مجھے تم بڑھاپے کے باوجود ایسی خوش خبری دے رہے ہو، یہ کیسی عجیب بات ہے؟ اور کیسی انہونی خوش خبری دے رہے ہو؟ فرشتوں نے مزید تاکید کے طور پر کہا کہ ہم نے آپ کو ایسی یقینی بات کی خوش خبری دی ہے جس کے نہ ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا وعدہ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آپ ناامید نہ ہوں، تو ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ہرگز ناامید نہیں ہوں، ناامید ہونا تو گمراہوں کا طریقہ ہے، میں تو تمھاری خوش خبری کے مطابق امید کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بیٹا دے گا مجھے تو حیرت صرف اس لیے ہو رہی ہے کہ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔

<u>وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴾ [ہود : ٦٩، ٧٠] ”اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس

www.sirat-e-mustaqeem.com

خوش خبری لے کر آئے، انھوں نے سلام کہا، اس نے کہا سلام ہو، پھر دیر نہیں کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔ تو جب ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس کی طرف نہیں پہنچتے تو انھیں اوپرا جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا، انھوں نے کہا نہ ڈر! بے شک ہم لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔"

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

"اس نے کہا تو اے بھیجے ہوؤ! تمھارا معاملہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ سوائے لوط کے گھر والوں کے کہ یقیناً ہم ان سب کو ضرور بچا لینے والے ہیں۔ مگر اس کی عورت، ہم نے طے کر دیا ہے کہ بے شک وہ یقیناً پیچھے رہنے والوں سے ہے۔"

ابراہیم علیہ السلام نے سمجھ لیا تھا کہ فرشتے صرف انھیں بیٹے کی خوش خبری دینے کے لیے آسمان سے نہیں اترے، ضرور کوئی اور بات بھی ہے۔ اسی لیے انھوں نے پوچھا کہ تمھاری آمد کا دوسرا مقصد کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ہم ایک مجرم و گناہ گار قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ پھر فوراً ہی آل لوط علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا جو مجرم نہیں تھے اور تاکید کے طور پر کہا کہ ہم آلِ لوط علیہ السلام کو یقیناً نجات دیں گے۔ آل لوط علیہ السلام سے مراد ان پر ایمان لانے والے تھے، اسی لیے لوط علیہ السلام کی بیوی کے بارے میں کہہ دیا کہ وہ کافروں کے ساتھ رہ جائے گی اور ضرور ہلاک کی جائے گی، اس لیے کہ وہ ایمان نہیں لائی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴾ [التحریم : ۱۰] "اللہ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی، وہ ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی تو وہ اللہ سے (بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہہ دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔"

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

"پھر جب لوط کے گھر والوں کے پاس بھیجے ہوئے آئے۔ تو اس نے کہا تم تو ایسے لوگ ہو جن کی جان پہچان نہیں۔ انھوں نے کہا بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں وہ شک کیا کرتے تھے۔ اور ہم تیرے پاس حق لے کر آئے ہیں اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

جب فرشتے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو انھوں نے کہا کہ میں تمھیں پہچان نہیں پا رہا اور نہ تمھاری آمد کی غرض مجھے معلوم ہے، کہیں تم لوگ کسی بری نیت سے تو نہیں آئے ہو؟ فرشتوں نے کہا کہ ہم وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس میں آپ کی قوم کے لوگ شک کرتے تھے اور آپ کو جھٹلاتے تھے۔ ہم وہ امر یقینی لے کر آئے ہیں جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور جو خبر ہم آپ کو دے رہے ہیں اس میں ہم بالکل سچے ہیں۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾

”پس تو اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے چل اور خود ان کے پیچھے پیچھے چل اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور چلے جاؤ جہاں تمھیں حکم دیا جاتا ہے۔“

آپ رات کے آخری پہر میں اپنے مسلمان ساتھیوں کو لے کر یہاں سے نکل جایئے اور آپ ان کے پیچھے رہیے، تاکہ انھیں تیز چلنے پر ابھارتے رہیں اور خیال رکھیے کہ کوئی پیچھے نہ رہ جائے اور نہ کوئی پیچھے مڑ کر دیکھے اور شام کے اس علاقے میں چلے جائیں جہاں جانے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

وَ قَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾

”اور ہم نے اس کی طرف اس بات کی وحی کر دی کہ بے شک ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہی کاٹ دی جانے والی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو بذریعہ وحی اس عذاب کی خبر پہلے ہی دے دی تھی کہ صبح کے وقت تمام کفار ہلاک ہو جائیں گے اور ان میں سے کوئی نہیں بچے گا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ﴾ [هود : ۸۱] ”بے شک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی قوم پر حملہ کرنے کے لیے رات کے وقت پہنچتے تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے، بلکہ جب صبح ہو جاتی تو پھر حملہ کرتے۔ چنانچہ صبح کے وقت یہودی اپنے کلہاڑے اور ٹوکرے لے کر باہر نکلے، لیکن جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور کرنے لگے کہ محمد، اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر لے کر آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خیبر برباد ہوا، ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر : ٤١٩٧]

وَ جَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِيْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾

"اور اس شہر کے رہنے والے اس حال میں آئے کہ بہت خوش ہو رہے تھے۔ اس نے کہا یہ لوگ تو میرے مہمان ہیں، سو مجھے ذلیل نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ انھوں نے کہا اور کیا ہم نے تجھے سارے جہانوں سے منع نہیں کیا۔ اس نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں، اگر تم کرنے والے ہو۔"

جب سدوم شہر والوں کو خوبصورت نوجوانوں کی آمد کی اطلاع ملی تو خوش ہونے لگے کہ آج بدفعلی کا اچھا موقع ہاتھ آیا ہے۔ لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں، اللہ کے لیے ان کے ساتھ بدکاری کر کے مجھے رسوا نہ کرو، اس لیے کہ مہمان کی رسوائی میزبان کی رسوائی ہوتی ہے اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا، کیا ہم نے تمھیں بارہا نہیں کہا ہے کہ جب ہم کسی کے ساتھ بدکاری کرنا چاہیں تو ہمیں نہ روکا کرو۔ لوط علیہ السلام نے کہا، اگر تمھیں اپنی خواہش پوری کرنی ہے تو یہ ہماری یعنی قوم کی بیٹیاں ہیں، ان سے تم لوگ شادی کر لو۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

"تیری عمر کی قسم! بے شک وہ یقیناً اپنی مدہوشی میں بھٹکے پھرتے تھے۔ پس انھیں چیخ نے روشنی ہوتے ہی پکڑ لیا۔ تو ہم نے اس کے اوپر کا حصہ اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بے شک اس میں گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور بے شک وہ (بستی) یقیناً ایک دائمی (آباد) راستے پر ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھا کر کہا کہ بے شک سدوم بستی کے رہنے والے اپنی گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے۔ قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ایک زبردست چیخ کی شکل میں صبح کے وقت نازل ہوا، اس کے بعد فرشتوں نے پوری بستی کو الٹ دیا اور ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً ان باتوں میں غور کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ بستی مدینہ سے شام جانے والے راستے پر واقع ہے۔ اس راہ کا ہر مسافر اس کے باقی ماندہ آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور یقیناً ایمان والوں کو اس سے بڑی عبرت و نصیحت ملتی ہے۔

وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ : یعنی یہ بستی سدوم کہ جس کی حالت بدل گئی اور جس پر پتھروں کی بارش برسائی گئی حتیٰ کہ وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

بحیرہ مردار کی صورت اختیار کر گئی، وہ ان کے اس راستے پر واقع ہے جسے لوگ آج تک استعمال کر رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَ بِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۳۷، ۱۳۸] ''اور بلاشبہ تم یقیناً صبح جاتے ہوئے ان پر سے گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی، تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان عذاب یافتہ لوگوں (کے مقامات) میں داخل نہ ہوا کرو مگر اس حال میں کہ تم رو رہے ہو، اگر رونا نہ آئے تو ان (کے مقامات) میں داخل نہ ہوؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں بھی وہی (عذاب) پہنچ جائے جو انھیں پہنچا تھا۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف و العذاب : ۴۳۳۔ مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن الدخول علی أھل الحجر إلا من یدخل باکیًا : ۲۹۸۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (تبوک کو جاتے ہوئے) مقام حجر سے گزرے، تو فرمایا: ''جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا ان کے گھروں میں داخل نہ ہوؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر آیا تھا تم پر بھی آ جائے۔ اگر داخل ہوؤ تو اس حال میں کہ تم رو رہے ہو۔'' پھر آپ نے سر کو ڈھانپ لیا اور تیزی کے ساتھ اس جگہ سے نکل گئے۔ [مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن الدخول علی أھل الحجر إلا من یدخل باکیًا : ۳۹/ ۲۹۸۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک کے لیے جاتے ہوئے مقام حجر میں اترے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہاں کے کنویں کا پانی نہ پییں اور نہ (مشکوں وغیرہ میں) بھر کر رکھیں۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم نے تو اس پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے اور اسے بھر کر بھی رکھ لیا ہے، تو آپ نے انھیں آٹا پھینک دینے اور پانی بہا دینے کا حکم دیا۔ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و لقد أرسلنا إلی ثمود أخاھم صالحا﴾ : ۳۳۷۸، بعد الحدیث : ۳۳۴۵]

وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝۷۸ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۷۹ ع ۵

''اور بے شک ''ایکہ'' والے یقیناً ظالم تھے۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور بے شک وہ دونوں (بستیاں) یقیناً ظاہر راستے پر موجود ہیں۔''

اصحاب ایکہ سے مراد شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، یہ لوگ ایک ایسے علاقہ کے رہنے والے تھے جہاں کثرت سے درخت پائے جاتے تھے۔ ان کا ظلم یہ تھا کہ وہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے تھے، راہ چلتے مسافروں کو لوٹ لیتے تھے اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث کیا، لیکن انھوں نے ان کی تکذیب کی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے ایک ایسا بادل بھیجا جس میں آگ تھی۔ اس بادل نے انھیں جلا کر خاکستر کر دیا۔ قوم لوط اور قوم شعیب کی بستیاں شاہراہ پر ایک دوسرے کے قریب تھیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴾ [الشعراء : ۱۷۶ تا

www.sirat-e-mustaqeem.com

۱۷۹] ''ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔'' اور فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴾ [ق: ۱۲ تا ۱٤] ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔''

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۝۸۰ وَآتَيْنٰهُمْ آيٰتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝۸۱ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ۝۸۲ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝۸۳ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۸٤

''اور بلاشبہ یقیناً ''حجر'' والوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ اور ہم نے انھیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرنے والے تھے۔ اور وہ پہاڑوں سے مکان تراشتے تھے، اس حال میں کہ بے خوف تھے۔ پس انھیں صبح ہوتے ہی چیخ نے پکڑ لیا۔ پھر ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کمایا کرتے تھے۔''

اصحاب حجر سے مراد قوم ثمود ہے۔ ''حجر'' مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک مشہور وادی ہے، جہاں یہ لوگ رہتے تھے اور شام کے حجاج کا گزر اس وادی سے ہوا کرتا تھا۔ ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا جن کی ان لوگوں نے تکذیب کی تھی۔ ''مرسلین'' جمع کا صیغہ اس لیے آیا ہے کہ جو ایک نبی کی تکذیب کرتا ہے، گویا وہ سارے نبیوں کی تکذیب کرتا ہے۔ انھوں نے صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اگر وہ نبی ہیں تو پہاڑ سے اونٹنی نکال کر دکھائیں۔ صالح علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ کے حکم سے پہاڑ سے اونٹنی نکل آئی، لیکن جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کفر کی مہر لگا دے انھیں کب ہدایت مل سکتی ہے؟ انھوں نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تین دن کی مہلت دی اور اس کے بعد انھیں ایک انتہائی شدید اور خطرناک چیخ کے ذریعے سے ہلاک کر دیا اور ان کی دولت اور پہاڑوں کو تراش کر بنائے گئے مکانات بھی انھیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هٰهُنَا آمِنِينَ ۝ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ۝ وَّزُرُوعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ۝ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فٰرِهِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴾ [الشعراء: ۱٤۱ تا ۱۵۰] ''ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ کیا تم ان چیزوں میں جو یہاں ہیں، بے خوف چھوڑ دیے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں میں، جن کے خوشے نرم و نازک ہیں۔ اور تم پہاڑوں سے تراش کر گھر بناتے ہو، اس حال میں کہ خوب ماہر ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٨٤] ''اور ہم نے ان پر بارش برسائی، ایک زبردست بارش۔ پس دیکھ مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟''

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ : یعنی چوتھے دن کی صبح کے وقت ان پر عذاب آ گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ [هود : ٦٧، ٦٨] ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ سن لو! بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ [القمر : ٣١] ''بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب تبوک جاتے ہوئے) مقام حجر سے گزرے (تو آپ نے سر مبارک کو جھکا لیا اور اپنی سواری کی رفتار تیز کر دی) اور آپ نے (اپنے ساتھیوں سے) فرمایا: ''جن پر عذاب الٰہی اترا ہے ان کی بستیوں سے روتے ہوئے گزرو، اگر رونا نہ آئے تو ان بستیوں میں نہ جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آ جائے جو ان پر آیا تھا۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن الدخول على أهل الحجر : ٢٩٨٠۔ مسند أحمد : ٧٤/٢، ح : ٥٤٤٠۔ بخاري، كتاب المغازي، باب نزول النبي صلی اللہ علیہ وسلم الحجر : ٤٤١٩، ٤٤٢٠]

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝۸۵ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝۸۶

''اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ اور یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے۔ پس درگزر کر، خوبصورت طریقے سے درگزر کرنا۔ بے شک تیرا رب ہی کمال درجے کا پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کو بے مقصد اور بے کار پیدا نہیں کیا ہے، بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ انھیں دیکھ کر ان کے خالق کو یاد کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔ اس لیے کہ جو اس کی ناشکری کرے گا اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

کفر کی راہ اختیار کرے گا وہ اسے ہلاک کردے گا اور آخرت میں تو انھیں بڑا ہی دردناک عذاب دیا جائے گا جس کی آمد میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنی قوم کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لیجیے اور ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے میں عجلت سے کام نہ لیجیے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ رب العالمین ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، کوئی شے اسے عاجز نہیں کرسکتی۔ وہ ان تمام اجسام کی خبر رکھتا ہے جو مر کر اور مٹی میں گل سڑ کر ختم ہو گئے ہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰ تا ۱۹۲] ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۶] ”یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰي ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ [یٰسٓ : ۸۱] ”اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝۸۷

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھے بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور بہت عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔“

نبی کریم ﷺ کو کفار قریش کی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار عظیم نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ جن میں سب سے بڑی نعمت سورۃ الفاتحہ اور پورا قرآن کریم ہے۔ اس لیے آپ

www.sirat-e-mustaqeem.com

دل چھوٹا نہ کریں اور پیغام رسانی کے کام میں لگے رہیں، کیونکہ آدمی جب اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کو یاد کرتا ہے تو دعوت کی راہ کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

سیدنا ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، انھوں نے مجھے بلایا، لیکن میں آپ کے پاس نہ آیا، بعد ازاں نماز ختم کر کے پہنچا تو آپ نے پوچھا: ''اسی وقت کیوں نہ آئے؟'' میں نے کہا، یا رسول اللہ! میں نماز میں تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴾ [الأنفال : ٢٤] ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سنو! میں تجھے مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم کی بہت بڑی سورت بتلاؤں گا۔'' تھوڑی دیر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کا وعدہ یاد دلایا تو آپ نے فرمایا: ''وہ سورت ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ہے، یہی سبع مثانی (یعنی سات دہرائی جانے والی آیتوں پر مشتمل) ہے اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ ولقد آتینك سبعًا من المثاني والقرآن العظيم ﴾ : ٤٧٠٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ میں تمھیں ایک ایسی سورت کی تعلیم دوں کہ جس جیسی سورت نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ زبور میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں نازل ہوئی اور نہ قرآن ہی میں؟'' ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز میں تم کیا پڑھتے ہو؟'' سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو (سورۂ) فاتحہ پڑھ کر سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ نے اس سورت کے مثل نہ تورات میں کوئی سورت اتاری، نہ انجیل میں اتاری اور نہ زبور میں اتاری، نہ فرقان ہی میں اتاری اور بے شک یہ سبع مثانی ہے اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔'' [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل فاتحة الكتاب : ٢٨٧٥]

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۸۸

''اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف ہرگز نہ اٹھا جس کے ساتھ ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو فائدہ دیا ہے اور نہ ان پر غم کر اور اپنا بازو مومنوں کے لیے جھکا دے۔''

سورۃ الفاتحہ اور قرآن کریم جیسی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کی ہر شے حقیر ہے، اس لیے اس نعمت عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیے۔ آگے فرمایا اہل دنیا کو جو ہم نے عارضی نعمتیں دے رکھی ہیں ان کی خواہش نہ کیجیے۔ وہ نعمتیں ہم

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے انھیں اس لیے دی ہیں تاکہ ہم انھیں آزمائیں اور جو اس آزمائش میں کامیاب نہیں ہوگا اس کے لیے وہ نعمتیں وبال جان بن جائیں گی۔ کفار قریش اگر ایمان نہیں لاتے تو غم نہ کیجیے اور جو غریب اور کمزور مسلمان آپ کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ تواضع اختیار کیجیے۔ انھیں اپنے آپ سے قریب کیجیے اور رؤسائے قریش کے کفر وعناد کی پروا نہ کیجیے۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، مشرکین نے کہا کہ ان لوگوں کو آپ اپنی مجلس سے نکال دیجیے، تاکہ یہ ہم پر جرأت نہ کر سکیں۔ ان لوگوں میں میں، عبداللہ بن مسعود، ہذیل کا ایک آدمی، بلال اور دو آدمی اور تھے جن کا نام میں نہیں لے رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو خیال اللہ نے چاہا وہ آیا۔ آپ ابھی سوچ ہی رہے تھے (کہ اب کیا کرنا چاہیے) کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ ''اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه : ۲٤۱۳/٤٦]

وَ قُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

''اور کہہ دے بے شک میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ (ایسے عذاب سے) جیسا ہم نے ان تقسیم کرنے والوں پر اتارا۔''

یعنی کفار قریش سے کہہ دیجیے کہ میں اللہ کی طرف سے لوگوں کو ایسے عذاب سے ڈرانے والا ہوں، جیسا عذاب اللہ نے صالح علیہ السلام کے ان کافروں پر نازل کیا تھا جنھوں نے ان کی مخالفت اور تکذیب کی تھی اور انھیں قتل کرنے کی آپس میں قسم کھائی تھی۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور اس کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آئے اور کہے، اے میری قوم! میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے (ایک) لشکر کو دیکھا ہے اور میں تمھیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، اس لیے نجات کی جگہ تلاش کرو، تو اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس کا کہا مانا اور راتوں رات اپنی پناہ کی جگہ کی طرف چلے گئے اور نجات پائی، لیکن ان میں سے ایک گروہ نے اسے جھوٹ سمجھا اور وہ اپنی جگہ ہی ٹھہرے رہے، تو صبح کو لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور انھیں ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور اس شخص کی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کو جھٹلایا۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۳]

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ : یعنی انھوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ انبیائے کرام کی مخالفت کریں گے، ان کی تکذیب کریں گے اور انھیں تکلیف پہنچائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم صالح کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا

www.sirat-e-mustaqeem.com

بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ [النمل : ۴۹] ”انھوں نے کہا آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور ہی اس پر اور اس کے گھر والوں پر رات حملہ کریں گے، پھر ضرور ہی اس کے وارث سے کہہ دیں گے ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور بلاشبہ ہم ضرور سچے ہیں۔“ ”اَلْمُقْتَسِمِيْنَ“ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ان سے مراد قریش کے وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم کی تقسیم کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کا بعض حصہ اشعار، بعض جادو اور گزشتہ قوموں کے واقعات پر مشتمل ہے۔

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾

”جنھوں نے کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (کوئی مان لیا، کوئی نہ مانا)۔“

یعنی انھوں نے ان کتابوں کو جو ان پر نازل کی گئی تھیں، اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ یہ بعض حصے کے ساتھ ایمان لائے اور بعض حصے کے ساتھ کفر کیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸۴، ۸۵] ”اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔ پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس (مذکورہ بالا) آیت سے مراد اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں کہ انھوں نے کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پھر وہ کتاب کے بعض حصے پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کر دیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله عزوجل: ﴿ الذين جعلوا القرآن عضين ﴾ : ۴۷۰۵، ۴۷۰۶]

فَوَ رَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ربع

”سو تیرے رب کی قسم ہے! یقیناً ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ اس کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام کافروں کے اعمال کا محاسبہ کرے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے، یعنی وہ کس چیز کی عبادت کرتے تھے اور انھوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾

''پس اس کا صاف اعلان کر دے جس کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے آپ کو جس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے آپ اسے لوگوں تک پہنچا دیں، اسے نافذ کر دیں اور لوگوں کو کھلم کھلا حق سنا دیں۔ اس آیت کے نزول سے قبل نبی کریم ﷺ لوگوں کو اسلام کی طرف پوشیدہ طور پر بلاتے رہے۔ جب اس آیت میں آپ کو حکم دیا گیا کہ کھل کر لوگوں کے سامنے آئیں اور اسلام کی دعوت پیش کریں اور مشرکوں کی پروانہ کریں، تو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ باہر نکل کر لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے۔ ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [المائدة : ٦٧] ''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔''

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

''بے شک ہم تجھے مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بناتے ہیں، سو عنقریب جان لیں گے۔''

ان آیات کے ذریعے سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ضمانت دے دی کہ جو رؤسائے قریش آپ کا مذاق اڑاتے ہیں ہم ان سے نمٹ لیں گے وہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: ﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾ [الحجر : ٩٥] ''بے شک ہم تجھے مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔'' اور فرمایا، نبی ﷺ کا مذاق اڑانے والے یہ لوگ تھے، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، ابو زمعہ اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی اور عاص بن وائل۔ سیدنا جبریل علیہ السلام رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو اللہ کے نبی ﷺ نے مذاق اڑانے والوں کی شکایت جبریل علیہ السلام سے کی۔ جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ولید کو کر دیا اور اس کی بغل میں ایک رگ کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ''آپ نے (ولید کے ساتھ) کیا کیا؟'' جبریل ﷺ نے کہا: ''میں نے اس کو سزا دے دی۔'' اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے اسود کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کر دیا اور اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے بارے میں بھی جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ''آپ نے (اس اسود کا) کیا کیا؟''

www.sirat-e-mustaqeem.com

جبریل علیہ السلام نے کہا: ”میں نے اس سے نپٹ لیا۔“ پھر جبریل علیہ السلام نے ابو زمعہ کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا اور اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے کہا: ”آپ نے اس کا کیا بندوبست کیا؟“ جبریل علیہ السلام نے کہا: ”میں نے اس سے بھی بدلہ لے لیا۔“ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حارث کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا اور اس کے سر یا پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ”میں نے اس سے بھی انتقام لے لیا۔“ اسی طرح عاص کا گزر ہوا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی جانب اشارہ کیا اور کہا: ”میں نے اس کو بھی دبوچ لیا۔“ ولید کو سزا اس طرح ملی کی خزاعہ قبیلے کا ایک شخص جو اپنے تیروں کو ترتیب دے رہا تھا، اس کے پاس سے ولید کا گزر ہوا تو ایک تیر اس کی بغل کے نیچے رگ پر جا لگا اور اس نے رگ کو کاٹ دیا۔ اسود بن مطلب اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد یغوث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اس کے سر میں زخم ہو گئے جن کی وجہ سے وہ مر گیا۔ حارث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ زرد پانی نے حارث کو گھیر لیا، وہ اس کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا، پھر وہ اس سے مر گیا۔ عاص کو سزا اس طرح ملی کہ اس کے سر میں اس طرح کا پھوڑا نکلا جس طرح کا ایک کانٹے دار پودا حجاز کے ریگستان میں اگتا ہے، اس کانٹے دار حجازی پودے کی طرح کا پھوڑا اس کے سر میں نکلا، سارے سر میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ عاص کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف نکلا، گدھا کودا، اس نے اس کو کانٹوں پر گرا دیا، کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں پیوست ہو گیا اور وہ اسی سے مر گیا۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی : ۹/ ۸، ح : ۱۷۷۳۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی : ۲/ ۳۱۶ تا ۳۱۸]

وَ لَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّکَ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ کُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۹۸﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تیرا سینہ اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے کہ کفار قریش کی استہزا آمیز باتوں سے آپ کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ انسانی فطرت کا یہی تقاضا ہے، لیکن آپ صبر سے کام لیں۔ تسبیح و تحمید میں مشغول رہیں اور نماز پڑھا کریں تو آپ کا غم ہلکا ہو جائے گا اور ذہنی اذیت کم ہو جائے گی۔ یہ چیزیں آپ کا حوصلہ بڑھائیں گی، استقامت پیدا ہو گی اور دعوت دین کے سلسلہ میں جو تکلیفیں اور مصائب پیش آ رہے ہیں، آپ میں ان کے مقابلے کی قوت پیدا کر دیں گی۔ چنانچہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی یا رزق کی تنگی ہوتی تو آپ خود بھی نماز کی طرف لپکتے اور گھر والوں کو بھی ایسا ہی حکم فرماتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَ قَبۡلَ الۡغُرُوۡبِ ﴿ۚ۳۹﴾ وَ مِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡہُ وَ اَدۡبَارَ السُّجُوۡدِ ﴾ [قٓ : ۳۹، ۴۰] ”سو اس پر صبر کر جو وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔'' اور فرمایا: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ [ق : ٤٥] ''ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں اور تو ان پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، سو قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٣٣، ٣٤] ''بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔''

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ : سیدنا نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اے ابن آدم! تو دن کے ابتدائی حصے میں میرے لیے چار رکعتیں پڑھنے سے عاجز نہ آ، میں دن کے آخر تک تمھیں کفایت کروں گا۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٢٨٦، ح : ٢٢٥٣٠۔ أبو داؤد، كتاب التطوع، باب صلاة الضحى : ١٢٨٩]

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝۹۹ ع

''اور اپنے رب کی عبادت کر، یہاں تک کہ تیرے پاس یقین آ جائے۔''

یعنی اے رسول! جب تک موت نہ آئے اس وقت تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے۔ یقین سے مراد موت ہے، اس لیے کہ موت سے زیادہ یقینی بات کوئی نہیں۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآىِٕضِيْنَ ۝ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴾ [المدثر : ٣٨ تا ٤٧] ''ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔ جنتوں میں سوال کریں گے۔ مجرموں سے۔ تمھیں کس چیز نے سقر میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے۔ اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا

www.sirat-e-mustaqeem.com

کرتے تھے۔ اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین آ گیا۔‘‘

سیدہ ام العلاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انصار نے مہاجرین کی میزبانی کے لیے قرعہ اندازی کی تو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ان کے گھرانے کے حصہ میں آئے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ بعد ازاں عثمان ہمارے ہاں بیمار ہو گئے اور میں نے ان کی اچھی طرح تیمارداری کی، حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے انھیں ان کے (کفن کے) کپڑے پہنا دیے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، تو میں نے عثمان سے مخاطب ہو کر کہا، اے ابو السائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میں شہادت دیتی ہوں کہ یقیناً اللہ نے تمھیں عزت دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھیں کیسے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں عزت دی ہے؟‘‘ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! میں نہیں جانتی (لیکن اگر ان کو عزت نہیں دی گئی) تو کون ہے (جس کو عزت دی جائے)؟ آپ نے فرمایا: ’’دیکھو! عثمان کا تو واللہ! انتقال ہو گیا اور میں اللہ کی قسم! ان کے بارے میں اچھی امید رکھتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! مجھے بھی معلوم نہیں، حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ اللہ کے یہاں کیا معاملہ ہوگا۔‘‘ ام العلاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، آج کے بعد میں کسی کی تقدیس نہیں کروں گی۔ وہ کہتی ہیں کہ مجھے اس بات سے کافی رنج ہوا، پھر میں سو گئی تو میں نے دیکھا کہ خواب میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے ایک بہتا ہوا چشمہ ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ کو خواب سنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ ان کا (نیک) عمل ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبي ﷺ و أصحابه المدينة : ۳۹۲۹]

یاد رہے! عبادت، مثلاً نماز وغیرہ انسان پر اس وقت تک واجب ہے جب تک اس میں عقل باقی ہو، نماز انسان کو حسب حال پڑھتے ہی رہنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لو۔‘‘ [بخاري، كتاب التقصير، باب إذا لم يطق قاعدًا صلى على جنب : ۱۱۱۷]

www.sirat-e-mustaqeem.com

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورة النحل مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ①

’’اللہ کا حکم آ گیا، سو اس کے جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو، وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔‘‘

قرآن مجید کی مختلف آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے وعدہ کے مطابق قیامت آ جانے یا انھیں ہلاک کیے جانے کی بڑی جلدی کرتے تھے اور اس سے مقصود آپ کا مذاق اڑانا اور قیامت کی تکذیب کرنا ہوتا تھا۔ اس آیت کریمہ میں ایسے ہی کافروں سے کہا گیا ہے کہ تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا وقوع پذیر ہونا ایسا امر یقینی ہے کہ گویا وہ آ چکی، اس لیے تمھیں اس کے جلدی آنے کی تمنا نہیں کرنی چاہیے، جب وہ آ جائے گی تو اللہ کا دردناک عذاب تمھیں اپنے گھیرے میں لے لے گا اور تم ہرگز اس سے جانبر نہ ہو سکو گے۔ آیت کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بتوں اور جھوٹے معبودوں سے اپنی براءت کا اعلان کیا ہے کہ جن کی محبت میں پڑ کر وہ لوگ روز قیامت اللہ کے سامنے حاضر ہونے سے منکر تھے۔

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ : یعنی اے کافرو! عذاب یا قیامت کے سلسلہ میں اللہ کا حکم آنے ہی والا ہے اور وہ اتنا قریب ہے کہ گویا کہ آ ہی پہنچا، لہٰذا اس کے لیے جلدی نہ کرو، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَ لَوۡ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَہُمُ الۡعَذَابُ ؕ وَ لَیَاۡتِیَنَّہُمۡ بَغۡتَۃً وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَہَنَّمَ لَمُحِیۡطَۃٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۴﴾ یَوۡمَ یَغۡشٰہُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ فَوۡقِہِمۡ وَ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِہِمۡ وَ یَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۳ تا ۵۵] ’’اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں،

www.sirat-e-mustaqeem.com

حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔" ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ﴾ [الشوریٰ : ۱۸] "اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں۔"

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم ہونے سے پہلے مغرب کی جانب سے ڈھال کی طرح سیاہ ابر نمودار ہوگا اور وہ بہت جلد پورے آسمان پر پھیل جائے گا، پھر وہ پکارے گا: "اے لوگو!" لوگ تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے اور کہیں گے کیا تم نے کچھ سنا ؟ تو ان میں سے کچھ لوگ ہاں میں جواب دیں گے اور بعض شک کریں گے۔ وہ پھر دوسری دفعہ پکارے گا: "اے لوگو!" تو لوگ (ایک دوسرے سے) کہیں گے، کیا تم نے کچھ سنا ؟ تو وہ سب کہیں گے، ہاں۔ پھر وہ تیسری مرتبہ منادی کرے گا اور کہے گا، اے لوگو! امر الٰہی آ پہنچا، جلدی کرو۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! (اس کے بعد قیامت اتنی جلدی آ جائے گی کہ) دو شخص جو کسی کپڑے کو پھیلائے ہوئے ہوں گے، سمیٹنے بھی نہ پائیں گے (کہ قیامت قائم ہو جائے گی) اور کوئی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہوگا اور ابھی پانی پلا نہ پایا ہوگا (کہ قیامت آ جائے گی) اور دودھ دوہنے والے پی بھی نہ سکیں گے (کہ قیامت آ جائے گی)، ہر ایک نفسا نفسی میں لگ جائے گا۔" [مستدرك حاكم: ٥٣٩/٤، ح : ٨٦٢٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سورج مغرب سے نہیں نکلے گا۔ جب سورج مغرب سے نکلے گا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے۔ یہی وہ وقت ہوگا جب کسی کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا، (جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا، یا جس نے ایمان کے بعد عمل خیر نہ کیا ہوگا) پس قیامت آ جائے گی اور دو آدمی کپڑا درمیان میں (خرید و فروخت کے لیے) پھیلائے ہوئے ہوں گے، ابھی خرید و فروخت مکمل نہیں ہوئی ہوگی اور نہ انھوں نے اسے لپیٹا ہی ہوگا (کہ قیامت قائم ہو جائے گی) اور قیامت اس حال میں (اتنی جلدی) آئے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر آ رہا ہوگا اور اسے پی بھی نہیں سکے گا اور قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنا حوض تیار کروا رہا ہوگا اور اس کا پانی بھی نہ پی پائے گا اور قیامت اس حال میں (اس قدر تیزی سے) واقع ہوگی کہ ایک شخص اپنا لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا اور اسے کھانے بھی نہ پائے گا۔" [بخاري، كتاب الرقاق، باب : ٦٥٠٦]

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ خبردار کر دو کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو مجھ سے ڈرو۔‘‘

نبی کریم ﷺ نے جب مشرکین کو قربِ قیامت اور اس کے امرِ یقینی ہونے کی خبر دی اور اس بارے میں عجلت نہ کرنے کی نصیحت کی تو ان کے ذہنوں میں اللہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے ذریعۂ اتصال یعنی وحی کی صداقت کے بارے میں شک و شبہ پیدا ہوا۔ اس آیت میں اسی شبہ کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ وہ ذاتِ برحق فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتی ہے بھیجتی ہے، تاکہ وہ بنی نوع انسان کو ڈرائیں اور انھیں بتائیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، اس لیے صرف اسی سے ڈرنا چاہیے۔ اس آیت کریمہ اور دیگر کئی آیتوں میں وحی کو روح سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ﴾ [الشوریٰ : ٥٢] ’’اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں۔‘‘

<u>عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ</u> : مراد انبیاء ﷺ ہیں جن پر وحی نازل ہوتی تھی، ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ [الأنعام : ١٢٤] ’’اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ڬ لَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ [المؤمن : ١٥، ١٦] ’’اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی اتارتا ہے، تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔‘‘

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

’’اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔‘‘

یعنی جب آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر عبادت، اطاعت، حاجت روائی، مشکل کشائی، نذر و نیاز، استعانت وغیرہ میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ جو لوگ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے وہ کس طرح اس کے شریک ہو سکتے ہیں، وہ کس طرح عبادت، اطاعت اور نذر و نیاز کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ وہ کس طرح کسی کی حاجت روائی کر سکتے ہیں؟ بڑی نادانی کی بات ہے کہ جو لوگ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے ان کو معبود، مطاع اور مشکل کشا سمجھا جائے، جیسا

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ ارشاد فرمایا : ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ”اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تا کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳] ”اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔“

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴

”اس نے انسان کو ایک قطرے سے پیدا کیا، پھر اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ اس نے انسان کو بہت ہی کمزور نطفے سے پیدا فرمایا، مگر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اور پروان چڑھتا ہے تو پھر وہی انسان جو اتنی حقیر چیز سے پیدا ہوا تھا اپنے خالق کے معاملہ میں کھلم کھلا جھگڑنے لگتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جس خالق نے اسے پیدا کیا تھا، انسان اسی کا ہو جاتا، ہر معاملے میں اسی سے رجوع کرتا، اسی کے آگے سر تسلیم خم کرتا، اسی کے سامنے عقیدت کے نذرانے پیش کرتا، اسی کے سامنے سرنگوں اور سجدہ ریز ہوتا، لیکن افسوس ہے کہ اس نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی ان حقوق میں شریک کر لیا اور پھر ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے اس شرک پر بحث و مباحثہ بھی کرنے لگا۔ اسے چاہیے تھا کہ اپنی اصلیت پر غور کرتا اور اپنے عالی شان رب کے معاملہ میں نہ جھگڑتا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ [یٰسٓ : ۷۷ تا ۷۹] ”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا بسر بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بیٹے! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے، حالانکہ میں نے تو تجھے تھوک جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، حتیٰ کہ جب میں نے تجھے برابر کیا اور تجھے مضبوط کیا، پھر تو اکڑ کر چلنے لگا اور (مال و دولت) جمع کرنے لگا اور اسے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے رکا رہا۔ پھر جب تیری جان حلق میں پہنچی تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں، اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ اب صدقے کا وقت کہاں ہے؟'' [مستدرك حاكم : ٢/ ٥٠٢، ح : ٣٨٥٥۔ مسند أحمد : ٤/ ٢١٠، ح : ١٧٨٦٠۔ ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب النهي عن الإمساك في الحياة والتبذير عند الموت : ٢٧٠٧]

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸

''اور چوپائے، اس نے انھیں پیدا کیا، تمھارے لیے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں ایک جمال ہے، جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔ اور وہ تمھارے بوجھ اس شہر تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جس میں تم کبھی پہنچنے والے نہ تھے، مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ، بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فائدے کے لیے چوپایوں کو پیدا کیا ہے، جن کے بال اور اون سے کپڑا تیار کر کے انسان سردی سے بچتا ہے، ان کا دودھ پیتا ہے، ان پر سواری کرتا ہے، ان کا گوشت کھاتا ہے اور اپنی فطرت کے مطابق ان جانوروں کو اپنی ملکیت میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ اس کے پاس یہ جائداد ہے۔ ان جانوروں پر بوجھ لاد کر ایسے شہروں تک اسے منتقل کرتا ہے جہاں بغیر ان کے اپنا سامان منتقل نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے ہیں جنھیں انسان بطور سواری استعمال کرتا ہے اور ان جانوروں کی موجودگی سے آدمی کی دنیاوی زینت و زیبائش میں بھی اضافہ ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٢١، ٢٢] ''اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم تمھیں اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے، پلاتے ہیں اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿﴾ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۷۹ تا ۸۱] ”اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے، تاکہ ان میں سے بعض پر تم سوار ہو اور انھی میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اس حاجت تک پہنچو جو تمھارے سینوں میں ہے اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔“

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر : ۴۲۱۹۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إباحة أكل لحم الخيل : ۱۹۴۱]

ع وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآىِٕرٌ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾

”اور سیدھا راستہ اللہ ہی پر (جا پہنچتا) ہے اور ان میں سے کچھ (راستے) ٹیڑھے ہیں اور اگر وہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا۔“

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر مذکورہ بالا تمام احسانات سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے صراط مستقیم، یعنی دین اسلام کو ان کے لیے بیان کر دیا جس پر چل کر وہ اس کی رضا کو حاصل کر سکتے ہیں اور اس کے عقاب و عذاب سے بچ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جتنے بھی ادیان و مذاہب ہیں، چاہے یہودیت ہو یا نصرانیت، مجوسیت ہو یا ہندوازم، سب کے سب راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں، ان پر چل کر اللہ کی رضا کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ آیت میں ” وَ مِنْهَا جَآىِٕرٌ “ سے یہی باطل مذاہب مراد ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام بنی نوع انسان کو راہ راست پر لا کھڑا کر دیتا۔ اس کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں تھی، لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا، بلکہ خیر و شر کی دونوں راہوں کو بیان کر دیا اور انسان کو اختیار دے دیا کہ جو راہ راست پر چلے گا، اسے وہ ہدایت دے گا اور جو گمراہ ہونا چاہے گا اسے اس کے حال پر چھوڑ دے گا۔

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ : ارشاد فرمایا : ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳] ”اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لیے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ”یہ اللہ کا راستہ ہے۔“ پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا: ”یہ (شیطان کے) راستے ہیں، ان میں سے ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳]
"اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے
جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔" [مسند أحمد : ۱/۴۶۵، ح : ۴۴۳۶۔
مستدرك حاكم : ۲/۳۱۸، ح : ۳۲۴۱]

وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ﴾ [یونس : ۹۹]
"اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ
لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴾ [هود : ۱۱۸، ۱۱۹] "اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی
امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا اور تیرے رب
کی بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔"

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝١٠ يُنبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝١١

"وہی ہے جس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔ وہ تمھارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

بندوں پر اللہ تعالیٰ کے گوناگوں احسانات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے، اس پانی کو آدمی پیتا ہے، اس کے ذریعے سے پاکی حاصل کرتا ہے اور اسی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انواع و اقسام کے درخت اور پودے اگاتا ہے۔ یہ گھاس اور پودے جانوروں کے لیے چراگاہ ہوتے ہیں اور اسی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کھیتوں کو اور زیتون، کھجور، انگور اور تمام اقسام کے پھل اور سبزیوں کو اگاتا ہے۔ بارش کا اس طرح آسمان سے نازل ہونا اور اس کے ذریعے سے ان تمام فوائد و منافع کا حاصل ہونا، یقیناً اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت اور اس کی رحمت کے واضح دلائل ہیں اور اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، لیکن یہ تمام دلائل و براہین ان کے لیے مفید ہیں جو غور و فکر سے کام لیں اور عبرت حاصل کریں۔ جو لوگ چوپایوں کی مانند زندگی گزارتے ہیں اور خیر و شر کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت کھو چکے ہوتے ہیں، انھیں ان دلائل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، جیسا کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٠] ''(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ رونق والے باغات اگائے، تمھارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو راستے سے ہٹ رہے ہیں۔''

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾

''اور اس نے تمھاری خاطر رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا اور ستارے اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ بھی احسان ہے کہ اس نے رات کو سکون حاصل کرنے کے لیے اور دن کو جہد و عمل اور طلب معاش کے لیے ایک مسلسل و منظم حرکت کا پابند بنا رکھا ہے، یہ دن اور رات کبھی اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور آفتاب و مہتاب بھی اسی کی مرضی کے تابع ہیں۔ آفتاب سے روشنی اور حرارت ملتی ہے اور مہتاب سے دنوں، مہینوں اور سالوں کا حساب معلوم ہوتا ہے۔ ستارے بھی اس کے حکم و ارادہ کے پابند ہیں، تاکہ ان کے ذریعے سے بحر و بر میں راستوں کا پتا لگایا جا سکے اور یہ ستارے آسمان دنیا کے لیے زینت بھی مہیا کرتے ہیں۔ رات اور دن، آفتاب اور مہتاب اور ستاروں کی تسخیر اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور صرف اسی کے لائق عبادت ہونے کے واضح دلائل ہیں۔ لیکن یہ دلائل ان کے لیے مفید ہیں جو اپنی عقلوں سے کام لیتے ہیں اور ان مخلوقات کے اسرار و حقائق میں غور و فکر کر کے ان کے خالق تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو لوگ جانوروں کی مانند ہیں، یا پاگلوں کی مانند اپنی عقلیں کھو چکے ہیں، انھیں ان دلائل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ مَا ذَرَاَ لَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾

"اور جو کچھ اس نے تمھارے لیے زمین میں پھیلا دیا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ بھی احسان ہے کہ اس نے زمین پر ان کے فائدے کے لیے بہت سے حیوانات اور انواع و اقسام اور مختلف رنگ کے نباتات، جمادات اور معدنیات پیدا کیے، جن میں گوناگوں منافع اور خاصیتیں ہوتی ہیں۔ یہ عجائب و غرائب خالق کائنات کے وجود پر صاف اور صریح دلیل ہیں اور بنی نوع انسان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں۔ لیکن دلیلیں انھی کے لیے مفید ہیں جو نصیحت حاصل کریں اور اپنے رب کی سیدھی راہ پر گامزن رہیں، اس کے احکام کی پابندی کریں اور برائیوں اور گناہوں سے بچیں اور اس اطاعت و بندگی کے نتیجے میں دنیا و آخرت کی سعادت اور نیک بختی حاصل کریں۔

وَ هُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِیًّا وَّ تَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡیَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَ تَرَی الۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِیۡهِ وَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۴﴾

"اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔"

خشکی کی نعمتوں کے بعد اب سمندر کی نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو اس طرح مسخر کیا کہ اس میں غوطہ لگانے کو آسان بنا دیا، کشتیاں آسانی سے اس پر چلتی رہتی ہیں اور انسانوں اور ان کی ضروریات زندگی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی رہتی ہیں۔ ان سمندروں کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے مسخر کیا ہے کہ لوگ مختلف ذرائع استعمال کر کے مچھلیوں کا شکار کریں اور ان کا تازہ گوشت کھائیں۔ ان سمندروں کو اس لیے بھی مسخر کیا ہے کہ غوطہ لگا کر موتی اور دیگر قیمتی جواہر نکالیں، جو ان کے لیے اور ان کی عورتوں کے لیے زیور کا کام دیں۔ تسخیر سمندر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں کشتیاں چلتی رہیں جن کے ذریعے سے انسان بے خوف و خطر بھاری تجارتی سامان اور اسباب رزق لے کر تھوڑی مدت میں ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک چلا جاتا ہے اور روزی حاصل کرتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ بندوں کو چاہیے کہ اللہ کے ان احسانات کو یاد کریں اور اس کے شکر گزار بندے بن کر رہیں۔

وَ اَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِكُمۡ وَ اَنۡهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵﴾ۙ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجۡمِ هُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔ اور علامتیں (بنائیں) اور ستاروں کے ساتھ وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ بھی احسان ہے کہ اس نے زمین پر بڑے بڑے پہاڑ گاڑ دیے، تاکہ زمین میں حرکت نہ پیدا ہو۔ اس لیے کہ اگر زمین ہلتی تو اس پر انسان کا جینا دوبھر ہو جاتا۔ زمین پر اللہ نے نہریں جاری کر دیں جو مختلف زمینوں سے گزرتی اور انھیں سیراب کرتی ہیں اور انسانوں کی روزی کا سبب بنتی ہیں اور زمین پر مختلف راستے بنا دیے، جن پر چل کر انسان ایک شہر سے دوسرے شہر جاتا اور اپنی ضروریات زندگی حاصل کرتا ہے۔ زمین میں اللہ نے ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں جن کے ذریعے سے لوگ سفر میں اپنے راستے پہچانتے ہیں اور منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں اور بحر و بر میں رات کی تاریکی میں ستاروں کی مدد سے لوگ صحیح سمت چلتے رہتے ہیں۔ کشتیوں اور جہازوں کی رہنمائی کے لیے اب جن آلات کا استعمال ہوتا ہے ان کی بناوٹ میں ستاروں کی روشنی ہی سے مدد لی جاتی ہے۔

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾

’’تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے، اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا؟ پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔‘‘

یہ مشرکین مکہ کے لیے ایک الزامی جواب، ڈانٹ اور پھٹکار ہے کہ جس ذات واحد نے مذکورہ بالا عظیم مخلوقات کو پیدا کیا ہے، کیا اس کی مانند وہ اصنام اور جھوٹے معبود ہو سکتے ہیں جو کچھ بھی پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے؟ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [الأعراف: ٥٤، ٥٥] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ [الرعد: ١٦] ’’کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہہ دے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈ مڈ ہوگئی ہے؟ کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔"

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾

"اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بے شک اللہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

بحر و بر کی گوناگوں نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس کی نعمتیں بے شمار ہیں اور اس کے احسانات ان گنت ہیں۔ آدمی انھیں پوری زندگی گنتا رہے تو نہیں گن سکتا اور جب انھیں گن نہیں سکتا تو ان کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے۔ اس لیے آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اگر بندے سے ادائے شکر میں تقصیر ہوتی ہے تو وہ اپنی بخشش اور کرم فرمائی کو روک نہیں دیتا، بلکہ معاف کر دیتا ہے اور توبہ کی مہلت دیتا ہے۔

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾

"اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔"

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم و حکمت اور اس کی نعمتوں کے مظاہر کی آخری کڑی یہ آیت کریمہ ہے کہ وہ ان کی تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں اور ان کی حاجتوں اور ضرورتوں کو جانتا ہے، اس لیے انھیں اسی کے سامنے سر جھکانا چاہیے اور اسی کی عبادت کرنی چاہیے، تاکہ وہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا رہے اور اس کی نعمتوں کا تسلسل باقی رہے۔

وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ
۲ ع ۸ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾

"اور وہ لوگ جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ مردے ہیں، زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔"

کفار قریش کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ جن ہستیوں کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ پوجنے والوں نے ان کے مجسمے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہیں، گویا وہ نہایت عاجز اور کمزور ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ وہ تو مردہ ہیں، زندہ نہیں اور انھیں یہ شعور بھی نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے؟ تو پھر وہ اللہ کے سوا معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۲۲

’’تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، پس وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کرنے والے ہیں اور وہ بہت تکبر کرنے والے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر متعدد دلائل پیش کرنے کے بعد اب نتیجہ بیان کر دیا اور مقصود حقیقی کی صراحت کر دی کہ اے انسانو! تمھارا معبود صرف ایک اللہ ہے، جو خالق ہے، رازق ہے، آسمانوں اور زمین کے امور کا مدبر ہے، زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے اور تمام اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا اسی کے لیے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کے کفر و عناد اور ان کے تکبر کی علت یہ بیان کی کہ وہ آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، اگر وہ جزا و سزا کے دن پر ایمان رکھتے تو راہ راست پر چلتے اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [الشوریٰ : ۱۸] ’’اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۴۵] ’’اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔‘‘

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝۲۳

’’کوئی شک نہیں کہ یقیناً اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔‘‘

اس آیت میں منکرین قیامت اور باری تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنے والوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام خفیہ اور ظاہری اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ ان جیسے تکبر کرنے والوں کو بالکل پسند نہیں کرتا، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۶۰] ’’بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ ایک شخص نے عرض کی، بے شک (ہر) آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (لہٰذا خوبصورتی کو پسند کرنا تکبر نہیں ہے)، تکبر تو یہ ہے کہ کوئی حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ : ۹۱]

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے تمھارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟ تو کہتے ہیں پہلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔''

یعنی جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ تمھارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو اعراض اور استہزا کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو کچھ نہیں اتارا اور یہ محمد (ﷺ) ہمیں جو پڑھ کر سناتا ہے وہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو کہیں سے سن کر بیان کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴾ [الفرقان : ۵] ''اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوا لی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔''

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۹ ۲

''تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے بھی جنھیں وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! برا ہے جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دوسروں کو بہکا کر راہ راست سے روکتے ہیں، انھیں اس بہکانے کی بھی سزا ملے گی اور وہ سزا یہ ہوگی کہ جن لوگوں کو انھوں نے بہکایا تھا ان کے گناہوں کا بوجھ ان بہکانے والوں پر بھی لادا جائے گا۔ بہکائے جانے والے بھی سزا سے نہ بچ سکیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ''فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۝ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ مَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ۝ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الصافات : ۲۷ تا ۳۴] ''اور ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے بے شک تم ہمارے پاس قسم کی راہ سے آتے تھے۔ وہ کہیں گے بلکہ تم ایمان والے نہ تھے۔ اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم (خود) حد سے بڑھنے والے لوگ تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی۔ بے شک ہم یقیناً چکھنے والے ہیں۔ سو ہم نے تمھیں گمراہ کیا، بے شک ہم خود گمراہ تھے۔ پس بے شک وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰذَا وَ اِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ۝ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ۝ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴾ [صٓ : ۵۵ تا ۶۴] ''یہ ہے (جزا) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے یقیناً بدترین ٹھکانا ہے۔ جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، سو وہ برا بچھونا ہے۔ یہ ہے (سزا) سو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور دوسری اس کی ہم شکل کئی قسمیں۔ یہ ایک گروہ ہے جو تمھارے ساتھ گھستا چلا آنے والا ہے، انھیں کوئی خوش آمدید نہیں، یقیناً یہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں۔ وہ کہیں گے بلکہ تم ہو، تمھارے لیے کوئی خوش آمدید نہیں، تم ہی اسے ہمارے آگے لائے ہو۔ سو یہ برا ٹھکانا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی آدمی ظلم سے ناحق مارا جاتا ہے، تو اس گناہ کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے پر بھی ڈالا جاتا ہے، اس لیے کہ اسی نے سب سے پہلے (ناحق) قتل کو جاری کیا۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب إثم من دعا إلى ضلالة : ۷۳۲۱]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اسلام میں آ کر کوئی اچھا کام جاری کیا تو اس کے لیے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا ثواب بھی ہے اور عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اسلام میں آ کر کوئی برا کام جاری کیا تو اس کے لیے اپنے عمل کا بھی گناہ ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں ان کا گناہ بھی ہے اور ان گناہ کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔'' [مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة : ۱۰۱۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے تو اسے ان

www.sirat-e-mustaqeem.com

تمام لوگوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جو اس کی اتباع کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اسے ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔'' [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة ...... الخ : ٢٦٧٤]

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٢٦ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٧

''یقیناً ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے تو اللہ ان کی عمارت کو بنیادوں سے آیا۔ پس ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔ پھر قیامت کے دن وہ انھیں رسوا کرے گا اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے تھے؟ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا کہیں گے کہ بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی کافروں پر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ان مشرکین مکہ کے لیے دھمکی ہے جنھوں نے بعثت کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زندگی اجیرن بنا دی تھی۔ انبیاء کے خلاف سازشیں کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی ایسا شدید انتقام لیا کہ انھیں بیخ و بن سے ختم کر دیا اور ان پر اس طرح اچانک عذاب مسلط کر دیا کہ انھیں سوچنے کا بھی موقع نہیں ملا۔ یہ تو ان کا دنیا میں حال ہوا اور قیامت کے دن اللہ انھیں مزید ذلیل و رسوا کرے گا اور کہے گا کہ بتاؤ، کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جنھیں معبود ثابت کرنے کے لیے تم لوگ مومنوں سے جھگڑتے تھے۔ تو وہ کچھ بھی نہ بول سکیں گے، ان کی زبانیں گنگ ہوں گی، لیکن انبیاء اور علماء جن سے وہ مشرکین جھگڑتے تھے، کہیں گے کہ آج کی ذلت و رسوائی اور دردناک عذاب ان کافروں کے لیے ہے جو اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے تھے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ : یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان عہد شکنوں کی رسوائیوں کو نمایاں کرے گا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر غدار و دغا باز کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑ دے گا، جو اس کے غدر کے مطابق بلند ہو گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کا غدر ہے، جو فلاں کا بیٹا تھا۔'' [بخاری، کتاب الجزیة، باب إثم الغادر للبر والفاجر : ٣١٨٨۔ مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب تحریم الغدر : ١٧٣٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ارشاد فرمائے گا، جو جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے پاس چلا جائے۔ لہٰذا ان میں سے بعض سورج کے پاس چلے جائیں گے، بعض چاند کے پاس چلے جائیں گے اور بعض اپنے اپنے باطل معبودوں کے پاس چلے جائیں گے۔" [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰۶]

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

"جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں کہ ہم کوئی برا کام نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو، سو بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔"

شرک و معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ان کافروں کی جان نکالنے کے لیے جب فرشتے آتے ہیں اور وہ لوگ موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی اطاعت و بندگی کا اظہار کرنے لگتے ہیں اور مجسم عجز و انکسار بن جاتے ہیں اور مارے دہشت کے شرک کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے تو شرک کا ارتکاب کیا ہی نہیں تھا، تو فرشتے ان کی بات کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہاں، تم نے شرک کا ارتکاب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمھارے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے، اس لیے جھوٹ بولنے اور انکار کرنے سے تم جاں بر نہ ہو سکو گے۔ اب تم لوگ اپنے اپنے گناہوں اور شرکیہ اعمال کے مطابق جہنم کے مختلف طبقات میں ان کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ کے لیے اسی میں جلتے رہو، جو اللہ کی عبادت سے منہ پھیرنے والوں کے لیے بدترین ٹھکانا ہے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ [الأنفال : ۵۰] "اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور جلنے کا عذاب چکھو۔" اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۳] "اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی اور جو کہے میں (بھی) ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔ اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔“

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، جب ہم قبرستان پہنچے تو قبر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد (اس قدر خاموشی سے) بیٹھ گئے، گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا: ”عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔“ آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ پھر فرمایا: ”کافر آدمی جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے اور آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ (کے کفن) ہوتے ہیں اور وہ اس سے حد نگاہ کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت (عزرائیل) آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث روح! نکل (اور چل) اللہ کے غصے اور غضب کی طرف، (یہ سن کر) روح جسم کے اندر چھپتی پھرتی ہے، تو ملک الموت اسے اس طرح باہر کھینچتا ہے، جیسے کانٹے دار لوہے کی سیخ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے۔ جب فرشتہ اس کی روح نکال لیتا ہے، تو دوسرے فرشتے لحہ بھر کے لیے بھی اسے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ٹاٹ (کے کفن) میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس سے ایسی گندی بو آتی ہے، جیسے روئے زمین پر کسی مردار سے اٹھنے والی بدترین سڑاند ہو۔ فرشتے اسے لے کر اوپر (آسمان کی طرف) جاتے ہیں۔ (راستے میں) جہاں کہیں ان کا گزر مقرب فرشتوں پر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں، یہ کس خبیث کی روح ہے؟ جواب میں فرشتے کہتے ہیں، یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔ وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جو دنیا میں لیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں۔ فرشتے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے درخواست کرتے ہیں: لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔“ [مسند أحمد : ۴/ ۲۸۷، ۲۸۸، ح : ۱۸۵۶۱]

فَادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ [الحجر : ۴۳، ۴۴] ”اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک تقسیم کیا ہوا حصہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ [الهمزة : ۵ تا ۹] ”اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دلوں پر جھانکتی ہے۔ یقیناً وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۷۱، ۷۲] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہو گئی۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔“

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰

”اور جو لوگ ڈر گئے ان سے کہا گیا کہ تمھارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو انھوں نے کہا بہترین بات۔ ان لوگوں کے لیے جنھوں نے بھلائی کی اس دنیا میں بڑی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو کہیں بہتر ہے اور یقیناً وہ ڈرنے والوں کا اچھا گھر ہے۔“

گزشتہ آیات میں گزر چکا ہے کہ جب بد بخت کافروں سے قرآن کریم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ تمھارے رب نے کیا نازل کیا ہے، تو وہ اللہ کی رحمت کا انکار کرتے ہیں اور کفران نعمت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ تو گزشتہ قوموں کے واقعات کا مجموعہ ہے اور وہاں ان کا انجام بد بھی بتا دیا گیا۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ ان کے برعکس جب اہل تقویٰ مسلمانوں سے یہی سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے رب نے قرآن کریم نازل کیا ہے جو ہمارے لیے مجسم خیر و برکت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اپنے ان بندوں سے کر رکھا ہے جو دنیا میں عمل صالح کرتے ہیں کہ وہ انھیں دنیا میں اچھا بدلہ دے گا اور آخرت میں انھیں جو ملے گا وہ اللہ کی عظیم ترین نعمت (جنت) ہوگی، جو متقیوں کے لیے بہت ہی اچھا گھر ہوگا جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [النحل : ۹۷] ”جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی اور یقیناً ہم انھیں ان کا اجر ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔“

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱

www.sirat-e-mustaqeem.com

”ہیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان کے لیے ان میں جو وہ چاہیں گے (موجود) ہوگا۔ اسی طرح اللہ ڈرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔“

اس جنت کی صفت بیان کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے کہ اس میں درخت ہوں گے، نہریں جاری ہوں گی، حور و قصور ہوں گے اور کھانے پینے کی ہر لذیز چیز ہوگی اور اللہ کی جانب سے انتہائے اکرام یہ ہوگا کہ وہاں ہر وہ شے ہوگی جس کی اہل جنت خواہش کریں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ اہل تقویٰ کو ایسے ہی اچھے بدلے دیا کرتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۵، ۱۶] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [القمر : ۵۴، ۵۵] ”بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔“

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲

”جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ پاک ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں سلام ہو تم پر، جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔“

ان اہل تقویٰ کا جو کفر و معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیے ہوتے ہیں، موت کے وقت حال یہ ہوتا ہے کہ جب فرشتے ان کے پاس پہنچتے ہیں تو ان کے احترام و محبت میں انھیں سلام کرتے ہیں اور خوشخبری دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم لوگ اپنے نیک اعمال کے بدلے ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۳۰] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔“

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کسی دوسری زوجہ نے کہا، موت تو ہمیں بھی ناپسند ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی ملاقات سے مراد موت نہیں، بلکہ مومن کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا مندی اور عزت افزائی کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کو آئندہ ملنے والی نعمتوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی اور وہ (جلدی جلدی) اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند فرماتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقائہ : ٦٥٠٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا): ''جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اسے آگے سے دو فرشتے ملتے ہیں جو اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔'' (حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا اور کہا: ''آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں، کوئی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علیین میں) پہنچا دو۔'' [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ ...... الخ : ٢٨٧٢]

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع ۴/۱۰

''وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں، یا تیرے رب کا حکم آجائے۔ ایسے ہی ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے۔ پس ان کے پاس اس کے برے نتائج آپہنچے جو انھوں نے کیا اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔''

رخ سخن پھر مشرکین کی طرف پھیر دیا گیا ہے اور مقصود ان کی تنبیہ ہے کہ دنیاوی زندگی کے دھوکے میں نہ پڑے رہیں اور اپنے کفر و عناد میں آگے نہ بڑھتے جائیں، ورنہ برے انجام کے لیے تیار رہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ گویا اب انھیں صرف اس بات کا انتظار ہے کہ موت کے فرشتے آکر ان کی روحوں کو عذاب دیتے ہوئے قبض کر لیں، یا ان پر ایسا عذاب آجائے جو ان کا وجود ہی ختم کر دے، یا قیامت برپا ہو جائے اور اس کی روح فرسا خوفناکیوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے لگیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے پہلے کی قوموں نے بھی انھی کی طرح غیروں کو شریک بنایا تھا اور اپنے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا تو اللہ کے عذاب نے انھیں آدبوچا تھا اور ان کے ساتھ جو کچھ ہوا اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی ظلم نہیں تھا، بلکہ انھوں نے خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا تھا جس کا خمیازہ انھیں بھگتنا پڑا۔ تو گویا ان کے برے کرتوت ہی ان کے گلے کا پھندا بن گئے اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے اسی نے انھیں آگھیرا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

’’اور جن لوگوں نے شریک بنائے انھوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی بھی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے تو رسولوں کے ذمے صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے؟‘‘

مشرکینِ مکہ اپنے کفر و شرک کے لیے اللہ کی تقدیر کو دلیل بناتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہم اللہ کے سوا غیروں کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی طرف سے کچھ جانوروں کو حرام کہتے ہیں اور ہمارے آبا و اجداد بھی ایسا کرتے رہے ہیں تو اس میں ہمارا اور ان کا کوئی قصور نہیں ہے، یہ تو اللہ کی مشیت کے مطابق ہے، اگر اس کی مرضی نہ ہوتی، جیسا کہ محمد (ﷺ) کا گمان ہے، تو ہم ایسا نہ کرتے۔ تو گویا ہمارا اس کی مرضی کے مطابق ایسا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ محمد (ﷺ) جھوٹے ہیں اور اللہ کی طرف غلط بات منسوب کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے پہلے کے مشرک بھی اسی طرح کے ذہنی شکوک و شبہات کا شکار تھے اور انھی جیسی جھوٹی باتیں اللہ کی طرف منسوب کرتے رہے ہیں۔ پھر ان کے شک و شبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تمھارا یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ اس نے تمھارے کفر و شرک کی تردید نہیں کی، بلکہ اس نے اس کا شدید انکار کیا ہے اور انتہائی سختی کے ساتھ اس سے روکا ہے۔ اس نے ہر زمانے اور ہر قوم کے لیے انبیاء بھیجے ہیں، جنھوں نے صرف اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور غیروں کی عبادت سے روکا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ تک انبیاء کی ایک ہی دعوت تھی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہم نے ہر قوم کے لیے ایک رسول بھیجا، جس نے انھیں اس بات کی تعلیم

www.sirat-e-mustaqeem.com

دی کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے دور رہو۔ اس لیے کسی مشرک کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم غیروں کی عبادت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خیر و شر اور جنت و جہنم، دونوں کے راستے بتا دیے۔ خیر کی راہ پر چلنے کا حکم دیا اور شر کی راہ سے منع فرمایا، بلکہ اس نے مشرکوں کو دنیا میں ان کے شرک کی سزا دی، تا کہ انھیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے شرکیہ اعمال سے راضی نہیں ہے۔ آیت کے آخر میں یہی بات کہی گئی ہے۔ خیر و شر کی اس وضاحت و صراحت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب اور مشیت کونی کے مطابق جسے چاہا خیر کی توفیق دی اور جسے چاہا بھٹکتا چھوڑ دیا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ : یعنی تمام انبیاء و رسل جنھیں اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب کے تمام جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے، ان تمام انبیاء نے اللہ کی توحید ہی کی دعوت دی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبياء : ۲۵] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٤٥] ”اور ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں، جن کی عبادت کی جائے؟“

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا تھا اور میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان محض کجاوے کی لکڑی کا فاصلہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کا فرماں بردار ہوں۔ پھر کچھ دیر آپ چلتے رہے، پھر فرمایا: ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کا فرماں بردار ہوں۔ پھر کچھ دیر آپ چلتے رہے، پھر فرمایا: ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ پھر کچھ دیر آپ چلتے رہے پھر فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا حق کیا ہے؟“ میں نے کہا، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔“ پھر آپ کچھ دیر چلتے رہے، آگے جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کا فرماں بردار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تمھیں معلوم ہے کہ اگر وہ ایسا کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق کیا ہے؟“ میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ انھیں عذاب میں مبتلا نہ کرے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا : ۳۰۔ بخاري، كتاب الجهاد، باب اسم الفرس والحمار : ۲۸۵٦]

www.sirat-e-mustaqeem.com

إِنْ تَحْرِصْ عَلَى هُدٰىهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُّضِلُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

”اگر تو ان کی ہدایت کی حرص کرے تو بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کر دے اور نہ کوئی ان کی مدد کرنے والے ہیں۔“

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی مشیت کونی کے مطابق گمراہ چھوڑ دے تو نبی کریم ﷺ کی ہزار خواہش کے باوجود وہ راہ راست پر نہیں آ سکتا اور نہ عذاب الٰہی کو کوئی اس سے ٹال سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [يونس : ٩٦، ٩٧] ”بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ [المائدة : ٤١] ”اور وہ شخص کہ اللہ اسے فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے اس کے لیے تو اللہ سے ہرگز کسی چیز کا مالک نہیں ہو گا۔“ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ﴿ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ﴾ [هود : ٣٤] ”اور میری نصیحت تمھیں نفع نہ دے گی اگر میں چاہوں کہ تمھیں نصیحت کروں، اگر اللہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمھیں گمراہ کر دے۔“

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۸﴾

”اور انھوں نے اپنی پکی قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں! وعدہ ہے اس کے ذمے سچا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

کفار قریش کے کفر اور کبر و عناد کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ وہ قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو ایک امر محال سمجھتے تھے۔ اس لیے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ جو مر جائے اللہ اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں، ایسا ہو کر رہے گا۔ یہ اللہ کا ایسا وعدہ ہے جسے پورا ہونا ہے، لیکن اکثر لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ یہ کام اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔ اس کی حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ لوگ دوبارہ زندہ ہوں، تاکہ دنیا میں اپنے کیے کی پاداش پائیں، اعمال صالحہ کرنے والے جنت میں داخل کیے جائیں اور اعمال سیئہ کرنے والے اپنے کیے کی سزا پائیں۔

لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ : یعنی بعث بعد الموت کو انھوں نے بہت ہی بعید سمجھا اور انبیائے کرام علیہم السلام نے بعث

www.sirat-e-mustaqeem.com

بعدالموت کی جو خبر دی تو اس وجہ سے انھوں نے انبیاء ہی کی تکذیب کر دی اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اس مشرکانہ عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، حالانکہ یہ اسے زیب نہیں دیتا اور اس نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ اسے پھر زندہ نہیں کرے گا جس طرح اس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور اس کا مجھے گالیاں دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنایا ہے، حالانکہ میں احد ہوں، میں صمد ہوں، نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ٤٩٧٤۔ مسند أحمد : ٢/ ٣٩٣، ٣٩٤، ح : ٩١٣٨۔ ابن حبان : ٢٦٧]

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٠﴾ ع ٥

''تاکہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کر دے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور تاکہ جن لوگوں نے کفر کیا جان لیں کہ یقیناً وہ جھوٹے تھے۔ ہمارا کہنا کسی چیز کو، جب ہم اس کا ارادہ کر لیں، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ ہم اسے کہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جھوٹے تھے اور انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو ''كُنْ'' (ہو جا) کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شے اللہ کے اس قول کے بعد وجود میں نہ آئے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ : بعث بعدالموت کے عقیدے کے بطلان کی وجہ سے ان مشرکوں اور کافروں کو قیامت کے دن آتش دوزخ کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا اور دوزخ پر مقرر فرشتے ان سے کہیں گے: ﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الطور : ١٤ تا ١٦] ''یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ٢٧] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

﴿ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ
الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

’’اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا، بلاشبہ ہم انھیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور یقیناً آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔‘‘

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی جزا کو بیان فرمایا ہے جنھوں نے اس کی رضا کے حصول کے لیے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ سے ثواب اور جزا کی امید میں اپنے گھروں، بھائیوں اور دوستوں کو چھوڑ دیا۔ ممکن ہے کہ یہ آیت ان مہاجرین حبشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہو جن پر جب مکہ میں اپنی قوم کی ایذا رسانیاں نہایت شدت اختیار کر گئیں تھیں، تو انھوں نے مکہ سے بلاد حبشہ کی طرف ہجرت کر لی تھی، تاکہ وہاں اپنے رب کی عبادت کر سکیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد مہاجرین مدینہ ہیں، جنھیں اللہ نے ہجرت سے پہلے ہی اجر عظیم کی خوش خبری دے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کو دنیا میں عزت و منزلت، عمدہ روزی اور فتح و نصرت کی خوش خبری دی اور اس کے بعد کہا کہ آخرت میں انھیں جو اجر ملے گا وہ تو بڑا ہی عظیم ہوگا، جس کا تصور بھی انسان اس دنیا میں نہیں کر سکتا۔ جس اجر کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ مہاجرین کو اس لیے ملے گا کہ انھوں نے مشرکین مکہ کی ایذا رسانی پر صبر کیا اور اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر گئے۔ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۱۸] ’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۵] ’’تو وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انھیں میرے راستے میں ایذا دی گئی اور وہ لڑے اور قتل کیے گئے، یقیناً میں ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کروں گا اور ہر صورت انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، اللہ کے ہاں سے بدلے کے لیے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔‘‘

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ’’عملوں کا دار و مدار

www.sirat-e-mustaqeem.com

نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ پس جس کی ہجرت، اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی، اس کی ہجرت انھی کی طرف سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انھی مقاصد کے لیے ہوگی۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنیة : ۵۴۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : إنما الأعمال بالنیة : ۱۹۰۷]

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

النصف

"اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ سو ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔ واضح دلائل اور کتابیں دے کر۔ اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

"اَهْلَ الذِّكْرِ" سے مراد اہل کتاب ہیں، جو پچھلے انبیاء اور ان کی تاریخ سے واقف تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ انسان ہی تھے، اس لیے محمد رسول اللہ ﷺ بھی اگر انسان ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں کہ تم ان کی بشریت کی وجہ سے ان کی رسالت کا انکار کر دو۔ اگر تمھیں شک ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لو کہ پچھلے انبیاء بشر تھے یا ملائکہ؟ اگر وہ فرشتے تھے تو پھر بے شک انکار کر دینا، اگر وہ بھی سب انسان ہی تھے تو پھر محمد ﷺ کی رسالت کا محض بشریت کی وجہ سے انکار کیوں؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی مزید تائید و تصدیق کے طور پر فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے جو لوگوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتا ہے اور انھیں خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے اور آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ بحیثیت رسول ان اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید کو لوگوں کے لیے بیان کر دیں جو اس قرآن میں موجود ہیں، جبکہ لوگوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ قرآن کی آیات میں غور و فکر کر کے ہدایت کی راہ پر گامزن ہوں اور فلاح دارین حاصل کریں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

"تو کیا وہ لوگ جنھوں نے بری تدبیریں کی ہیں، اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے، یا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان پر عذاب آ جائے جہاں سے وہ سوچتے نہ ہوں۔ یا وہ انھیں ان کے چلنے پھرنے کے دوران پکڑ لے۔ سو وہ کسی طرح عاجز کرنے والے نہیں۔ یا وہ انھیں خوفزدہ ہونے پر پکڑ لے۔ پس بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

مشرکین مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے، تاکہ شرک سے توبہ کریں اور نبی کریم ﷺ کی نبوت، روز قیامت اور جزا و سزا پر ایمان لائیں۔ آیت کریمہ میں '' السَّيِّاٰتِ '' سے مراد وہ تمام معاصی ہیں جن کا اہل مکہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔ ان میں سرفہرست نبی کریم ﷺ کے قتل کی سازش، کمزور مسلمانوں کو ایمان سے برگشتہ کرنے کے لیے روح فرسا سزائیں اور اسلام کی بیخ کنی کی سازشیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مشرکین جو شرک کا ارتکاب کرتے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور روز قیامت کا انکار کرتے رہے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے بدترین سازشیں کرتے رہے ہیں، کیا انھیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے، یا اچانک کسی عذاب میں مبتلا کر دے۔ کوئی طوفان آ جائے، یا کوئی وبا یا قحط سالی جو انھیں محتاج وفقیر بنا دے، یا جب تجارت کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جا رہے ہوں تو اچانک اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کر دے اور ایسا کرنے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے، یا انھیں یکے بعد دیگرے ہلاک کرے، یہاں تک کہ ان کا ایک فرد بھی باقی نہ رہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بڑا ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اس لیے اس نے اہل مکہ کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا، بلکہ انھیں تائب ہونے اور حق کی طرف رجوع کرنے کی مہلت دی۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ : اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴾ [الملك : ۱۶، ۱۷] ''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے، تو اچانک وہ حرکت کرنے لگے؟ یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے، پھر عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟''

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ : یعنی جب اپنی معیشت کے سلسلہ میں آ جا رہے ہوں، یا غافل کر دینے والے کاموں میں مصروف ہوں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ۝ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۷، ۹۸] ''تو کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔''

فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ : یعنی وہ تمھیں جلد سزا نہیں دیتا، جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے (کم بخت) مشرک لوگ اس کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور وہ پھر بھی انھیں رزق و عافیت سے نوازتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الأدب ، باب الصبر في الأذى ...... الخ : ٦٠٩٩۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين ، باب في الكفار : ٢٨٠٤]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے، لیکن جب پکڑ نازل فرماتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ١٠٢] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير ، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرىٰ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدة

''اور کیا انھوں نے اس کو نہیں دیکھا جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، جو بھی چیز ہو کہ اس کے سائے دائیں طرف سے اور بائیں طرفوں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں، اس حال میں کہ وہ عاجز ہیں۔ اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی بھی چلنے والا (جانور) ہو اور فرشتے بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے، جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔''

مشرکین مکہ کو جو گزشتہ آیات میں دھمکی دی گئی ہے اسی کی مزید تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و جلال اور کبریائی بیان کی ہے کہ یہ بات تم سے وہ اللہ کہہ رہا ہے جس کی بارگاہ میں جن و انس، حیوانات و جمادات اور فرشتے سبھی سجدہ ریز ہیں، حتیٰ کہ ہر چیز کا سایہ بھی صبح و شام نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اس کو سجدہ کرتا ہے اور اس کی مرضی سے سرِمو انحراف نہیں کرتا۔ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں میں رہنے والے تمام فرشتے اور زمین پر چلنے والے تمام چوپائے سب اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں، سبھی اس کے منشا اور ارادہ کے پابند ہیں۔ حیات و ممات اور صحت و بیماری ہر شے میں اس کے فیصلے کے پابند ہیں۔ بالخصوص فرشتے اس کی عبادت اور اس کے سامنے سجدہ کرنے سے کبھی انکار نہیں کرتے اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں، جو ہر عظمت و کبریائی والا ہے اور تمام مخلوق اس کے نیچے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو احکام و اوامر ان کے لیے صادر ہوتے ہیں انھیں پورے جذبۂ بندگی کے ساتھ بجا لاتے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾: ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴾ [الرعد : ۱۵] ”اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اللہ ہی کو سجدہ کر رہا ہے، خوشی اور ناخوشی سے اور ان کے سائے بھی پہلے اور پچھلے پہر۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ﴾ [الحج : ۱۸] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ﴾ [النور : ۴۱] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اس کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے۔“

ربیعہ بن عبداللہ بن ہدیر تیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۂ نحل کی تلاوت کی اور جب سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپ منبر سے اترے اور سجدہ کیا اور دیگر لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر جب آئندہ جمعہ آیا تو آپ نے پھر یہی سورت تلاوت کی اور جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو کہنے لگے، لوگو! ہم سجدہ کی آیت پڑھتے ہیں تو جس نے سجدہ کیا، اس نے اچھا کیا اور جو کوئی نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا۔ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت فرض نہیں کیا، اسے ہماری خوشی پر رکھا۔ [بخاری، کتاب سجود القرآن، باب من رأى أن الله عزوجل لم يوجب السجود : ۱۰۷۷]

وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

”اور اللہ نے فرمایا تم دو معبود مت بناؤ، وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے، سو مجھی سے پس تم ڈرو۔ اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور عبادت بھی ہمیشہ اسی کی ہے، پھر کیا اللہ کے غیر سے ڈرتے ہو۔ اور تمھارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف تم گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو اچانک تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتے ہیں۔ تاکہ وہ اس کی ناشکری کریں جو ہم نے انھیں دیا ہے۔ سو تم فائدہ اٹھا لو، پس عنقریب تم جان لو گے۔“

جب آسمان اور زمین کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے اور اس بات کا اعتراف کرتی ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ صرف اسی کی ذات عبادت کے لائق ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، تو جن وانس کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ بھی عملی طور پر اس کا ثبوت بہم پہنچائیں اور ایک اللہ کے سوا دو یا زیادہ معبودوں کا انکار کر دیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس آیت میں حکم دیا ہے کہ معبود حقیقی صرف ایک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے اور صرف اسی سے ڈرنا چاہیے، اس کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ اس لیے کہ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے، کسی دوسرے کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہی مارنے والا، زندہ کرنے والا اور نفع و نقصان پہنچانے والا ہے۔ اس کے علاوہ سبھی عاجز ہیں اور کوئی قدرت نہیں رکھتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہی آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک ہے اور ہر حال میں اور ہر وقت اسی کی اطاعت و بندگی واجب ہے اور اس کے علاوہ کسی سے ڈرنا اس کی وحدانیت، خالقیت اور رزاقیت پر ایمان لانے کے منافی ہے۔ نیز فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو، حالانکہ تمھارے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ تمام کی تمام اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ جب تمھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی جناب میں گریہ وزاری کرتے ہو، اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ اس کے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کر سکتا۔ تمھارے حال پر رحم کھاتے ہوئے جب وہ اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے لگتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ یہ ہمارے معبودوں کا کرشمہ ہے۔ انھی کی بدولت ہماری تکلیف دور ہوئی ہے اور اس طرح وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور کفر وعناد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ دنوں کے لیے مزے اڑا لو، عنقریب قیامت کے دن تمھیں اپنے انجام اور ٹھکانے کا پتا چل جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٨٤ تا ٨٩] ”کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟“

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ [إبراهيم : ٣٤] ”اور تمھیں ہر اس چیز میں سے دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٦٣، ٦٤] ”کہہ کون تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑ گڑا کر اور خفیہ طریقے سے پکارتے ہو کہ بے شک اگر وہ ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ کہہ دے اللہ تمھیں اس سے نجات دیتا ہے اور ہر بے قراری سے، پھر تم شریک بناتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [الروم : ٣٣] ”اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتا ہے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔“

فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ : یعنی جو چاہے عمل کرو اور دنیا کی اس زندگی میں قلیل مدت کے لیے فائدے اٹھا لو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ [النساء : ٧٧] ”کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی (شہادت والی) انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر وہ دیکھے کہ وہ (پانی کی) کتنی مقدار لے کر لوٹتی ہے۔“ [مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة : ٢٨٥٨]

وَ يَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾
وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَ لَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾

”اور وہ ان (معبودوں) کے لیے جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے، ایک حصہ اس میں سے مقرر کرتے ہیں جو ہم نے انھیں دیا ہے۔ اللہ کی قسم! تم اس کے بارے میں ضرور ہی پوچھے جاؤ گے جو تم جھوٹ باندھتے تھے۔ اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ان مشرکین مکہ کی قبیح عادات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ بتوں، شریکوں اور معبودان باطلہ کی بھی علم کے بغیر پوجا کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جو رزق دیا تھا، اس میں سے انھوں نے اپنے بتوں کے لیے بھی حصہ مقرر کر دیا۔ انھوں نے اپنے گمان سے تقسیم کرتے ہوئے کہا کہ یہ حصہ اللہ کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے، تو جو حصہ ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں جا سکتا اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف جا سکتا ہے۔ ان کے یہ فیصلے برے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ صرف اپنے شریکوں کے لیے بھی حصہ مقرر کر رکھا ہے، بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کے حصے پر فوقیت بھی دی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ پاک کی قسم کھا کر فرمایا کہ وہ ان سے اس کذب و افترا کے بارے میں ضرور باز پرس کرے گا اور انھیں اس کی آتش جہنم میں سخت سزا دی جائے گی۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے فرشتوں کو مؤنث قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا، پھر ان کی بھی پوجا شروع کر دی تو ان تینوں باتوں میں انھوں نے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے کہ انھوں نے اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں، اس کی ذات بابرکت اور اولاد سے پاک ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، جبکہ اپنے لیے بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾ [النجم : ۲۱، ۲۲] ”کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ ﴾ [الصافات : ۱۵۱ تا ۱۵٤] ”سن لو! بے شک وہ یقیناً اپنے جھوٹ ہی سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد جنی اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟ کیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو؟“

<u>وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ</u> : یعنی چند سنے سنائے نام ہیں کہ جن کی اصلیت کا بھی انھیں علم نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾ [النجم : ۲۳] ”یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف گمان کے اور ان چیزوں کے پیچھے چل رہے ہیں جو ان کے دل چاہتے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی۔“

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝۵۸ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۵۹

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔‘‘

مشرکین عرب کی اس بات کی مزید شناعت واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خود ان کا حال یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کے گھر لڑکی پیدا ہو جاتی ہے تو مارے شرم و خجالت کے اس کا چہرہ کالا ہو جاتا ہے اور کرب و الم سے اس کی حالت غیر ہو جاتی ہے کہ اب وہ لوگوں کو کیسے منہ دکھائے گا؟ اور دو حالتوں کے درمیان حیران و پریشان ہوتا ہے کہ اسے اپنے پاس رہنے دے اور ذلت و رسوائی برداشت کرے، یا زندہ درگور کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا یہ فیصلہ کتنا برا ہے کہ جس لڑکی کو وہ اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں، اسے اللہ کے لیے ثابت کرتے ہیں اور اپنے لیے اس سے بہتر یعنی لڑکا پسند کرتے ہیں۔ اسلام نے اس ظالمانہ و جاہلانہ انداز فکر کو تبدیل کرتے ہوئے لڑکی کی تعلیم و پرورش کی زبردست فضیلت بیان کی اور یوں بچیوں کو وہ تحفظ فراہم کیا کہ کوئی دوسرا مذہب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جیسا کہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے، انھیں اچھا کھلائے، اچھا پلائے اور اچھا پہنائے تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن جہنم کی آگ سے ڈھال ثابت ہوں گی۔‘‘ [ابن ماجه، كتاب الأدب، باب بر الوالد : ۳۶۶۹۔ مسند أحمد : ۱۵۴/۴، ح : ۱۷۴۱۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کے رہنے کا انتظام کرے، ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے اور ان کے معاملہ میں تکالیف برداشت کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔‘‘ ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر دو لڑکیاں ہوں تو تب؟ آپ نے فرمایا: ’’اگر دو ہوں تب بھی۔‘‘ [مسند أحمد : ۳۰۳/۳، ح : ۱۴۲۵۷]

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع ۷ ۱۴

’’ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، بری مثال ہے اور اللہ کے لیے سب سے اونچی مثال ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

انھی مشرکین عرب کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ذلت و حقارت کی تمام صفات سے وہ خود ہی متصف ہیں، وہی اولاد کے محتاج ہیں، وہی لڑکیوں کو ناپسند کرتے ہیں اور خجالت کی وجہ سے انھیں زندہ درگور کرتے ہیں۔ ان کے اندر یہ تمام بری صفات انکار آخرت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے لیے تو تمام اعلیٰ ترین صفات ثابت

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں اور وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ وہ سارے جہاں کا پالنے والا اور سب کا مالک ہے، ساری بھلائیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، نہ کوئی اس کا مقابل ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور وہ بڑا زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾

''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑے تو اس کے اوپر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر وقت تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔''

بنی نوع انسان کے کفر و شرک اور معاصی کو بیان کرنے کے بعد، یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا انتہائے کرم، عفو و درگزر اور حلم و بردباری کو بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگوں کا ان کے گناہوں پر مؤاخذہ کرتا تو زمین پر کسی ذی روح کو باقی نہ چھوڑتا، لیکن ان پر رحم کرتے ہوئے موت کے وقت تک انھیں مہلت دیتا ہے، تاکہ جو کوئی مغفرت طلب کرے، اسے معاف کر دے اور جو اپنے گناہوں پر اصرار کرے اس کے عذاب میں اضافہ کرے۔ جس کا وقت مقرر آجائے گا اسے ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دی جائے گی اور نہ وقت مقرر سے پہلے اسے موت آئے گی۔

وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَ تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

''اور وہ اللہ کے لیے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جسے وہ (خود) ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ بے شک انھی کے لیے بھلائی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ بے شک انھی کے لیے آگ ہے اور یہ کہ بے شک وہ سب سے پہلے (اس میں) پہنچائے جانے والے ہیں۔''

مشرکین کی زجر و توبیخ کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ وہ خود تو گوارا نہیں کرتے کہ کوئی ان کے مال و جائداد میں ان کا شریک بن جائے اور اللہ کے لیے غیروں کو شریک بناتے ہیں، اسی طرح جن (لڑکیوں) کی نسبت اپنی طرف کرنا اپنے لیے معیوب سمجھتے ہیں، ان کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس افترا پردازی کے باوجود کہتے ہیں کہ اگر بالفرض قیامت آئے گی تو ہمارا انجام اچھا ہی ہوگا، جیسا کہ منکرین قیامت کا قول نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۵۰] ''اور یقیناً اگر ہم اسے کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو، اپنی طرف

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو ضرور ہی کہے گا یہ میرا حق ہے اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف واپس لے جایا گیا تو یقیناً میرے لیے اس کے پاس ضرور بھلائی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴾ [الكهف : ٣٦] ''اور نہ میں قیامت کو گمان کرتا ہوں کہ قائم ہونے والی ہے اور واقعی اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا گیا تو یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔'' یعنی بد عملی کرتے ہیں اور اللہ سے ناممکن نتیجہ کی تمنا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے زعم باطل اور جھوٹی تمنا کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا ٹھکانا جہنم کے سوا کہیں نہیں ہوگا اور اس میں وہ بہت جلد ڈال دیے جائیں گے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

''اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوش نما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے سابقہ امتوں کی طرف بھی جب اپنے پیغمبروں کو بھیجا تو انھوں نے ان کی تکذیب کی تھی، تو اے محمد (ﷺ)! آپ کے ان بھائیوں اور پیغمبروں میں آپ کے لیے اسوہ ہے، آپ اپنی قوم کی تکذیب سے آزردہ خاطر نہ ہوں۔ مشرکوں نے پیغمبروں کی تکذیب اس لیے کی تھی کہ شیطان نے انھیں اس بات پر اکسایا اور ان کے اس کرتوت کو اس نے مزین کر کے دکھلایا۔ تو وہ آج اپنے آپ کو ان کا دوست ظاہر کر لے اور انھیں خوب گمراہ کر لے اور مشرکین بھی اس کی آج بندگی کر لیں، لیکن قیامت کے دن کا دردناک عذاب ان مشرکوں کا انتظار کر رہا ہے، جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکیں گے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

''اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل نہیں کی، مگر اس لیے کہ تو ان کے لیے وہ بات واضح کر دے جس میں انھوں نے اختلاف کیا ہے اور ان لوگوں کی ہدایت اور رحمت کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مزید تسلی دینے کے لیے اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ آپ عظیم رسول ہیں، فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ توحید و شرک اور ہدایت و گمراہی جیسے مسائل کو کھول کر بیان کر دیں جن

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں لوگ آپس میں اختلاف کرتے ہیں، یہ عظیم کتاب ہدایت کا سرچشمہ اور رحمت باری تعالیٰ کا منبع ہے۔ اس میں صحیح عقیدہ، عبادت کے طریقے، اسلامی آداب واخلاق اور انسانی زندگی کے تمام ضروری امور بیان کر دیے گئے ہیں۔ ہدایت و رحمت کے ان خزانوں سے وہی لوگ مستفید ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائیں گے، غیر مومنین ان سے محروم رہ جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ١ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [يونس : ۵۷] ''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔''

وَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا١ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ۠ ﴿۶۵﴾ ع ۸ ۱۴

''اور اللہ نے آسمان سے کچھ پانی نازل کیا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو سنتے ہیں۔''

جس طرح اللہ تعالیٰ وحی و رسالت کے ذریعے سے کفر وشرک کی بیماری کو دور کرنے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے، اسی طرح وہ اپنی عظیم قدرت کے ذریعے سے آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے جس کی وجہ سے مختلف قسم کے نباتات اگتے ہیں۔ یقیناً یہ باتیں دلیل ہیں کہ اللہ ایک ہے اور مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ اٹل حقیقت ہے کہ ان دلائل سے انھی لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے جو آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور قرآن کریم کی آیات میں غور وفکر کرتے ہیں اور ان میں موجود عبرتوں اور نصیحتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔

وَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا : یعنی زمین سوکھی پڑی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بارش کے ذریعے سے سرسبز وشاداب کر دیتا ہے اور یہی اس کا زندہ کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ١ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴾ [يٰس : ۳۳] ''اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا١ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى١ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الروم : ۵۰] ''سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً١ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ١ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا١ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ١ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴾ [النمل : ۶۰] '' (کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس کے ساتھ رونق والے باغات اگائے، تمھارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو راستے سے ہٹ رہے ہیں۔"

وَ اِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾

"اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، گوبر اور خون کے درمیان سے تمھیں خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔"

اس ذات باری تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے ذریعے سے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو پیدا کیا ہے۔ ان کی تخلیق سے ایک بڑی عبرت یہ ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ میں موجود گوبر اور خون کے درمیان سے، ان کے تھنوں میں سے خالص دودھ جاری کرتا ہے، جو خون کی سرخی اور گوبر کی گندگی سے بالکل پاک و صاف ہوتا ہے۔ چوپایہ جب چارا کھاتا ہے تو اس کا ایک حصہ معدہ میں چلا جاتا ہے جو گوبر کہلاتا ہے اور ایک حصہ خون بن کر رگوں میں دوڑنے لگتا ہے۔ دونوں کے بیچ کا حصہ دودھ بن کر تھنوں میں پہنچ جاتا ہے، جو مفید و لذیذ ہوتا ہے اور پینے والے کے حلق میں نہیں اٹکتا۔ حق تو یہ ہے کہ انسان کو اس سے بہت بڑی نصیحت ملتی ہے اور اللہ کی ایسی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ بندہ اس سے بے پناہ محبت کرنے اور اس کی اطاعت و بندگی پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔

وَ مِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾

"اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے بھی، جس سے تم نشہ آور چیز اور اچھا رزق بناتے ہو۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو سمجھتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے ذریعے سے کھجور اور انگور کے پھل پیدا کیے ہیں، جن کے رس سے شراب (جیسی خراب چیز بھی بناتے ہو) اور کھانے کی دیگر عمدہ چیزیں بھی بناتے ہو، مثلاً پھل، کھجور کا رس، کشمش اور سرکہ وغیرہ، یقیناً ان باتوں میں عقل والوں کے لیے بڑی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم اور اس کے رحم و کرم پر دلالت کرتی اور انسان کو دعوت دیتی ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کرے۔

<u>تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا</u> : اس سے معلوم ہوا کہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے شراب جائز تھی، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت کھجور اور انگور کی شراب میں کوئی فرق نہ تھا، نیز گندم، جو، چنا اور شہد سے بنائی جانے والی شراب میں بھی کوئی فرق

www.sirat-e-mustaqeem.com

نہ تھا، جیسا کہ درج ذیل احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔'' [مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر و أن کل خمر حرام : ۲۰۰۳]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کر دی ہے، لہٰذا جس شخص تک یہ حکم پہنچ جائے اور اس کے پاس شراب موجود ہو تو وہ اسے نہ پیے اور نہ اسے فروخت کرے۔'' [مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر : ۱۵۷۸]

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ میں فرمایا، (اے لوگو!) جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت یہ پانچ چیزوں انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد سے تیار کی جاتی تھی، (یاد رکھو کہ) شراب ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فی أن الخمر ما خامر العقل من الشراب : ۵۵۸۸۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر : ۳۰۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شراب پر دس وجوہ سے لعنت ہے، شراب بذات خود ملعون ہے، اس کا پینے والا، پلانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، نچوڑنے والا، جس کے لیے نچوڑی جائے، اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والا، (یہ سب کے سب ملعون ہیں)۔'' [مسند أحمد : ۲۵/۲، ح : ۴۷۸۶۔ أبو داؤد، کتاب الأشربة ، باب العصیر للخمر : ۳۶۷۴۔ ابن ماجه ، کتاب الأشربة ، باب لعنت الخمر علی عشرة أوجه : ۳۳۸۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں شراب پیے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔'' [بخاری، کتاب الأشربة، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ إنما الخمر والمیسر ...... الخ ﴾ : ۵۵۷۵۔ مسلم، کتاب الأشربة ، باب بیان أن کل مسکر خمر ...... الخ : ۲۰۰۳]

وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ کچھ پہاڑوں میں سے گھر بنا اور کچھ درختوں میں سے اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھا، پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو مسخر کیے ہوئے ہیں۔ ان کے پیٹوں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں، اس میں لوگوں کے لیے ایک قسم کی شفا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی ایک نشانی شہد کی مکھی بھی ہے جس کی تفصیل اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے دماغ میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنا عجیب وغریب گھر جو چھ برابر اضلاع پر منقسم ہوتا ہے، پہاڑوں، درختوں اور لوگوں کے گھروں میں بنائے اور اسے یہ بات بھی سکھلائی کہ چراگاہوں میں گھوم پھر کر اپنی غذا حاصل کرنے سے پہلے اپنا گھر بنائے۔ اسی لیے شہد کی مکھی پہلے اپنا گھر بناتی ہے پھر روزی کی تلاش میں نکلتی ہے اور انواع واقسام کے پھلوں کے رس چوس کر اپنے گھر کی طرف لوٹتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اس رس کا شہد بناتی ہے۔ ﴿ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ﴾ میں ''سُبُلَ'' سے مراد شہد بنانے کے طریقے ہیں، یا اس سے مراد ''راستے'' ہی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے اندر یہ بات ودیعت کر دی ہے کہ پھلوں کا رس چوسنے کے لیے چاہے وہ کتنی ہی دور چلی جائے، لیکن پھر بآسانی اپنے گھر کو لوٹ آتی ہے اور راستہ نہیں بھولتی۔ ان مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے، جسے شہد کہا جاتا ہے اور غذا کے رنگ اور اس کے مزاج کے اختلاف سے اس کی بعض قسم سفید، بعض زرد اور بعض سرخی مائل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت سے امراض کے لیے شافی بنایا ہے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تمھاری دواؤں میں سے کسی میں بھلائی ہے، تو وہ پچھنا لگوانے، شہد پینے اور آگ سے داغنے میں ہے، اگر وہ مرض کے مطابق ہو، مگر میں آگ سے داغنے کو پسند نہیں کرتا۔'' [بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل ...... الخ : ٥٦٨٣۔ مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دواء و استحباب التداوی : ٢٢٠٥]

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، میرے بھائی کا پیٹ خراب ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا: ''اس کو شہد پلا۔'' اس نے شہد پلایا، پھر آیا اور کہنے لگا (اے اللہ کے رسول !) میں نے اسے شہد پلایا ہے، لیکن شہد پلانے سے تو پیٹ اور زیادہ خراب ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین مرتبہ یہی جواب دیا (کہ اسے شہد پلا)، پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر یہی) فرمایا: ''اسے شہد پلا۔'' اس نے کہا، میں نے اسے شہد پلایا ہے، لیکن اس کا پیٹ مزید خراب ہو گیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے (کہ شہد میں شفا ہے) اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔'' اب اس نے پھر شہد پلایا تو اس کا بھائی ٹھیک ہو گیا۔ [مسلم، کتاب السلام، باب التداوی بسقی العسل : ٢٢١٧۔ بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل ...... الخ : ٥٦٨٤]

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙۛ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۷۰

ع ٩ ١٥

''اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا، پھر وہ تمھیں فوت کرتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جان لینے کے بعد کچھ نہ جانے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قادر ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق سے متعلق عجائب کو بیان کیا ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش سے آخری عمر تک چار مراحل سے گزرتا ہے۔ پہلا مرحلہ نشو ونما کا ہوتا ہے، دوسرا جوانی کا، تیسرا ادھیڑ عمر کا جس میں آدمی اپنی عمر اور صحت کے اعتبار سے زوال پذیر ہونے لگتا ہے اور چوتھا بڑھاپے کا، جب کمزوری اور ناتوانی اس کا لازمہ بن جاتی ہے اور جوں جوں اس کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اس کی تمام جسمانی صلاحیتیں کمزور ہوتی جاتی ہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ بالکل بچے کی مانند ہو جاتا ہے، اس کی عقل جاتی رہتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴾ [التين : ٤، ٥] ”بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴾ [الروم : ٥٤] ”اللہ وہ ہے جس نے تمھیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے۔“

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا : یعنی پہلے جانتے ہوتے ہیں، پھر بڑھاپے کے باعث سب کچھ بھول جاتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے۔ ردی عمر کا ہونا ایک عیب ہے جس سے پناہ مانگی گئی ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ » ”اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخل اور سستی سے، نکمی وخراب عمر سے اور قبر کے عذاب سے اور دجال کے فتنے اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ و منكم من يرد إلى أرذل العمر ﴾ : ٤٧٠٧۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من العجز والكسل : ٢٧٠٦]

مصعب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پانچ باتوں کی دعا کا حکم دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا يَعْنِيْ فِتْنَةَ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ » ”اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور (اے اللہ!) میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور (اے اللہ!) میں ذلیل عمر کی طرف لوٹائے جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور (اے اللہ!) میں دنیا کے فتنے یعنی دجال کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور (اے اللہ!) میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ [بخاري، كتاب الدعوات، باب التعوذ من عذاب القبر : ٦٣٦٥]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

”اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فوقیت بخشی ہے، پس وہ لوگ جنھیں فوقیت دی گئی ہے کسی صورت اپنا رزق ان (غلاموں) پر لوٹانے والے نہیں جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں، تو کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں مشرکین کے لیے ایک مثال بیان کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے روزی میں بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔ کوئی فقیر ہوتا ہے اور کوئی مال دار، کوئی آقا ہوتا ہے اور کوئی غلام۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے درمیان عقل وعلم، فہم و دانائی، اخلاق و اطوار، قوت و توانائی اور صحت و بیماری کے اعتبار سے فرق رکھا ہے اور جس کی روزی میں اللہ نے وسعت دی ہے وہ اپنی دولت اپنے غلاموں کو نہیں دے دیتا، تاکہ وہ اس کے برابر ہو جائیں تو جب تم اپنے ہی انسان غلاموں کو اپنے برابر دیکھنا گوارا نہیں کرتے تو اللہ کے غلاموں کو اس کے برابر کیسے بناتے ہو؟ اور ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ﴾ [الروم : ۲۸] ”اس نے تمھارے لیے خود تمھی میں سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمھارے لیے ان (غلاموں) میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہیں، کوئی بھی اس رزق میں شریک ہیں جو ہم نے تمھیں دیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو۔“

گویا اس آیت میں مشرکین پر ان کے جہل و کفر کو خوب واضح کر دیا گیا ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ شریک بنا دیتے تھے، حالانکہ وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتے تھے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، جیسا کہ حج کے تلبیہ میں وہ کہا کرتے تھے: « لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ...... اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ » ”میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ...... سوائے اس شریک کے جو تیرے لیے ہو، تو اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة و صفتها و وقتها : ۱۱۸۵]

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

”اور اللہ نے تمھارے لیے خود تمھی میں سے بیویاں بنائیں اور تمھارے لیے تمھاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا تو کیا وہ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں آسمانوں اور زمین سے کچھ بھی رزق دینے کے مالک ہیں اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں۔ پس اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو۔ بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہاں انسانوں کی ایک دوسری حالت بیان کر کے شرک اور غیر اللہ کی عبادت کی نکیر کی ہے کہ اس نے انھی کی جنس سے اور انھی کی شکل و صورت کی ان کی بیویاں بنائیں، تاکہ ان کے درمیان انس و محبت پیدا ہو۔ پھر ان بیویوں سے لڑکے، لڑکیاں، پوتے اور نواسے پیدا کیے، جو ان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہوتے ہیں اور ان کی خدمت کے لیے ہمہ دم ان کے اشارے کے منتظر رہتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس نے انھیں کھانے اور پینے کے لیے عمدہ روزی عطا کی، لیکن مشرکوں کے کفرانِ نعمت کا حال یہ ہے کہ وہ ان تمام نعمتوں کو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا ان معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو ان کی روزی کے مالک نہیں ہیں۔ چونکہ اس سے بڑھ کر احسان فراموشی نہیں ہو سکتی کہ آدمی کھائے کسی اور کا اور گائے کسی اور کا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم کے بیٹو! کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اور اس کے لیے مثالیں بیان نہ کرو کہ جس طرح وزیر بادشاہ کے دربار میں لوگوں کی سفارش کرتا ہے، اسی طرح تمھارے یہ جھوٹے معبود اللہ کے دربار میں تمھاری سفارش کریں گے۔ تمھارے یہ مشرکانہ اعمال کس قدر قبیح اور برے ہیں اس کا علم صرف اللہ کو ہے، تمھیں کچھ بھی معلوم نہیں۔ اگر تمھیں اس کا صحیح اندازہ ہو جاتا تو ان کے ارتکاب کی جرأت نہ کرتے۔

وَ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ : یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو چھپاتے اور غیر اللہ کی طرف ان کی نسبت کرتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں کو اپنے احسان جتاتے ہوئے) فرمائے گا، اے فلاں شخص! کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا، تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرے تابع نہیں کیا تھا اور کیا میں نے تجھے چھوڑ نہیں رکھا تھا کہ تو اپنی قوم پر سرداری کرتا تھا اور ٹیکس لیتا تھا؟“ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر : ۲۹۶۸]

وَ يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ رِزۡقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ شَيۡـًٔا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَ لَا يَنۡفَعُهُمۡ وَ يَقُوۡلُوۡنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ اَتُنَبِّـُٔوۡنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الۡاَرۡضِ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴾ [یونس : ۱۸] ”اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے کیا تم

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ [الزمر : ۳] ’’خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔‘‘

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵

’’اللہ نے ایک مثال بیان کی، ایک غلام ہے جو کسی کی ملکیت ہے، کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ شخص جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق دیا ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور کھلم کھلا خرچ کرتا ہے، کیا وہ برابر ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی دوسرے کے قبضے میں ہو اور اسے کسی بھی چیز کا اختیار نہ ہو اور ایک ایسے شخص کی (مثال بیان فرماتا ہے) جس کو ہم نے اپنے فضل سے عمدہ مال عطا کیا ہو، پھر وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور علی الاعلان بھی (جس طرح چاہتا ہو) خرچ کرتا ہو۔ کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ایک غلام، بے اختیار اور مجبور۔ دوسرا آزاد، مال دار اور با اختیار، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، غلام کو نہ دینے کا اختیار ہے اور نہ اس کے پاس دینے کے لیے کچھ ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ کے بندے جو اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں، نہ انھیں دینے کا اختیار ہے اور نہ ان کے پاس دینے کے لیے کچھ ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ غنی ہے، اس کے پاس دینے کے لیے سب کچھ ہے اور وہ با اختیار بھی ہے، جسے چاہے اور جتنا چاہے دے دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [فاطر : ۲] ’’جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ... مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۱۷] ’’تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم

www.sirat-e-mustaqeem.com

عبادت کرتے ہو تمھارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع ۱۶

’’اور اللہ نے ایک مثال بیان کی، دو آدمی ہیں جن میں سے ایک گونگا ہے، کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے، وہ اسے جہاں بھی بھیجتا ہے، کوئی بھلائی لے کر نہیں آتا، کیا یہ اور وہ شخص برابر ہیں جو عدل کے ساتھ حکم دیتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر ہے۔‘‘

اس دوسری مثال کے ذریعے سے بھی بتوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان فرق واضح کیا گیا ہے کہ ایک آدمی گونگا اور بہرا ہے، اپنا مافی الضمیر بیان نہیں کر سکتا اور نہ کسی مفید قول و عمل کی قدرت رکھتا ہے، بلکہ اپنے رشتہ داروں پر یکسر بوجھ بنا ہوا ہے۔ کسی بھی حیثیت سے نہ اپنے کام کا ہے اور نہ دوسروں کے کام کا۔ ایسا آدمی اس شخص کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو گفتگو کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور ہوش و خرد کا مالک ہے؟ وہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دے کر انھیں نفع پہنچاتا ہے اور اچھے اخلاق والا اور صاحب دین ہے اور اپنا مقصد آسان اور سیدھے راستوں سے حاصل کر لیتا ہے۔ جس طرح یہ دونوں آدمی برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے اس کے برابر وہ پتھر کے بت کیسے ہو سکتے ہیں جنھیں بت پرست ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈھوتا پھرتا ہے اور وہ اس کے لیے بوجھ بنے ہوئے ہیں؟ نہ اسے نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، گویا کہ معبودان باطلہ کو پکارنا بے سود اور لایعنی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ [الرعد : ١٤] ’’برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ؕ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ [النحل : ٢٠، ٢١] ’’اور وہ لوگ جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ مردے ہیں، زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا

www.sirat-e-mustaqeem.com

يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷۴] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔''

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

''اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ ہی کے پاس ہے اور قیامت کا معاملہ نہیں ہے مگر آنکھ جھپکنے کی طرح، یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں بندوں سے متعلق جتنی بھی باتیں، فیصلے اور احکام پوشیدہ ہیں ان سب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اسی ضمن میں قیامت کا علم بھی ہے اور جب اس کا وقت آ جائے گا تو پلک جھپکتے ہی آ جائے گی، یا اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ [لقمان : ۲۸] ''نہیں ہے تمھارا پیدا کرنا اور نہ تمھارا اٹھانا مگر ایک جان کی طرح۔''

وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾

''اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیے، تاکہ تم شکر کرو۔''

توحید باری تعالیٰ کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کو جب اس کی ماں کے پیٹ سے نکالتا ہے تو اسے کسی بات کی خبر نہیں ہوتی۔ اللہ اسے کان، آنکھ اور دل دیتا ہے اور بچپن سے لے کر بڑا ہونے تک ان قوتوں کو بڑھاتا ہے، تاکہ وہ ان نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرے، اس کی وحدانیت کا اعتراف کرے اور اسی کی عبادت کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ نعمتیں اس لیے دی ہیں کہ ان کی مدد سے اس کے سامنے زندگی بھر جھکتا رہے۔

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ [الملك : ۲۳، ۲۴] ”کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو۔ کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی دوست و ولی سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے لڑائی کا اعلان کرتا ہوں۔ میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ چیز ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ نفل عبادات کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وہ اگر مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور دیتا ہوں، اگر پناہ چاہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام کے کرنے میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح کے قبض کرنے میں۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع : ۶۵۰۲]

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بندہ جب اخلاص کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت بجا لائے تو اس کے سارے افعال اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو جاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دیکھتا ہے، یعنی اس چیز کی طرف دیکھتا ہے جس کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کے لیے پکڑتا ہے اور اسی کے لیے چلتا ہے اور ان تمام امور کے بجا لانے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۷۹

”کیا انھوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا، آسمان کی فضا میں مسخر ہیں، انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں تھامتا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی ایک دلیل پرندوں کی تخلیق بھی ہے۔ جو فضا میں بغیر کسی مادی سہارے کے اطمینان کے ساتھ چہار طرف اڑتے رہتے ہیں۔ وہ اللہ کی ذات ہے جس نے ان کے اندر یہ قدرت ودیعت کی ہے اور جو انھیں فضا میں روکے رکھتی ہے۔ پرندوں کے لیے اس کام کے لائق پر بنانا اور انھیں کھولنا اور بند کرنا سکھانا اور فضا اور ہوا کی اس طرح تسخیر میں یقیناً اہل ایمان کے لیے بڑی نشانیاں ہیں، جن میں غور و فکر کر کے وہ اپنے خالق کی عظمت کا اعتراف

www.sirat-e-mustaqeem.com

کرتے ہیں اور صرف اس کی عبادت کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ
اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴾ [الملك : ١٩] ”اور کیا انھوں نے اپنے اوپر پرندوں کو اس حال میں نہیں دیکھا
کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں۔ رحمان کے سوا انھیں کوئی تھام نہیں رہا ہوتا۔ یقیناً وہ ہر چیز کو
خوب دیکھنے والا ہے۔“

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا
تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ
اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ
اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ
نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱/۱۷

”اور اللہ نے تمھارے لیے تمھارے گھروں سے رہنے کی جگہ بنا دی اور تمھارے لیے چوپاؤں کی کھالوں سے ایسے گھر بنائے جنھیں تم اپنے کوچ کے دن اور اپنے قیام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو اور ان کی اونوں سے اور ان کی پشموں سے اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانے کی چیزیں بنائیں۔ اور اللہ نے تمھارے لیے ان چیزوں سے جو اس نے پیدا کیں، سائے بنا دیے اور تمھارے لیے پہاڑوں میں سے چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمھارے لیے کچھ قمیصیں بنائیں جو تمھیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ قمیصیں جو تمھیں تمھاری لڑائی میں بچاتی ہیں۔ اسی طرح وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرتا ہے، تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو تیرے ذمے تو صرف واضح پیغام پہنچا دینا ہے۔ وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔“

یہاں ان نعمتوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہیں، تاکہ ان میں غور و فکر کر کے اس کی وحدانیت کا اقرار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پتھروں، بالوں اور دیگر چیزوں کے ذریعے سے بنے ہوئے گھر دیے، تاکہ ان میں سکونت و راحت حاصل کر سکیں۔ یہ اللہ کی نعمت ہے۔ خیموں کے، اسی طرح چوپایوں کے چمڑے سے بھی بنے ہوئے گھر دیے جنھیں وہ سفر و حضر میں اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان چوپایوں کے بالوں اور اون سے بنے ہوئے سامان، بستر اور کمبل وغیرہ دیے جن سے لوگ ایک مدت تک استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سایہ حاصل کرنے کے دوسرے بہت سے ذرائع پیدا کیے ہیں، تاکہ اگر کسی کے پاس خیمہ یا مکان نہیں ہے یا حالت سفر میں ہے تو ان ذرائع کو

www.sirat-e-mustaqeem.com

استعمال کرے، مثلاً درخت، دیوار یا چھتری سے سایہ حاصل کرے، اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں جنھیں انسان بہت سے مواقع پر نہایت مفید اغراض کے لیے استعمال کرتا ہے، مثلاً سفر کرتا ہوا انسان کبھی ان میں سے اپنے دشمن، بارش، سردی اور گرمی سے پناہ لیتا ہے۔ اس زمانے میں پہاڑوں میں سرنگیں بنا کر فوج، جہاز اور اسلحہ جات کے لیے مامون جگہ بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اون، روئی اور کتان وغیرہ کے بنے ہوئے لباس مہیا کیے، تاکہ ان کے ذریعے سے سردی اور گرمی سے بچا جائے اور لوہے سے بنے ہوئے زرہ، خود اور بکتر بند گاڑیاں دیں، تاکہ آدمی انھیں جنگوں میں استعمال کر کے تلواروں، نیزوں، توپوں، راکٹوں اور میزائلوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام نعمتیں اور اسی طرح کی دوسری بہت سی نعمتیں انسانوں کو دی ہیں، جن میں آدمی اگر غور کرے تو دین اسلام کو قبول کر لے اور اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ اسی طرح آیت نمبر (۸۲) میں فرمایا کہ اگر ان تمام نعمتوں کو گنائے جانے اور حق کو اس وضاحت کے ساتھ بیان کیے جانے کے باوجود اسلام سے روگردانی کرتے ہیں تو آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور اب ان کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ آگے فرمایا کہ مشرکین مکہ جانتے ہیں کہ ان تمام نعمتوں کا خالق اللہ ہے، لیکن کہتے ہیں کہ یہ ہمیں ہمارے معبودوں کی سفارشات سے ملی ہیں اور اس طرح ان میں سے اکثر لوگ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۲۱٤] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اعلان کرنے لگے: ''اے قریش کے لوگو! اللہ کی اطاعت کے ذریعے سے اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ، (اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو) اللہ کے ہاں میں تمھارے کسی کام نہیں آؤں گا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ...... الخ ﴾ : ٤٧٧١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ یہود کے بیت المدراس میں گئے، آپ نے انھیں آواز دی اور فرمایا: ''اے یہودیو! اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔'' اس پر یہودیوں نے کہا، اے ابو القاسم! آپ نے (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: ''یہی میرا مقصد ہے، اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔'' انھوں نے پھر کہا، اے ابو القاسم! آپ نے (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا دیا۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ﴿ و كان الإنسان أكثر شيء جدلا ﴾ ...... الخ : ۷۳٤۸]

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۸۴

''اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے، پھر ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، نہ اجازت دی جائے گی اور نہ ان سے معافی کی درخواست لی جائے گی۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

کفار و مشرکین کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا اسے یہاں بیان کیا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ہر قوم کے نبی کو ان کے سامنے لائے گا جو ان کے حق میں یا تو ایمان و یقین کی شہادت دے گا یا ان کے خلاف کفر و عناد کی گواہی دے گا۔ اس دن کافروں کو کوئی معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ انھیں موقع دیا جائے گا کہ وہ اپنے رب کی ناراضی کو دور کریں۔ اس لیے کہ آخرت دار عمل نہیں ہوگی اور نہ دنیا کی طرف بھیجے جائیں گے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں۔

قیامت کے دن ہر امت میں سے ایک گواہ گواہی کے لیے طلب کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ۴۱] ”پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴾ [الزمر : ۶۹] ”اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا (سامنے) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(قیامت کے دن) نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے نوح!) کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے، ہاں! اے میرے رب! پھر ان کی امت سے کہا جائے گا، کیا انھوں نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تمھارا گواہ کون ہے؟ نوح کہیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ پھر ہم گواہی دیں گے کہ بے شک نوح نے تبلیغ کی تھی اور اللہ عزوجل کے اس فرمان سے یہی مراد ہے: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ۱۴۳] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ﴿ و لقد أرسلنا نوحا إلى قومه ﴾ : ۳۳۳۹]

وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾

”اور جب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، عذاب کو دیکھ لیں گے تو نہ وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

جب مشرکین عذاب جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، تو ان کی ہزار تمنا ہوگی کہ کسی طرح یہ عذاب ان سے ٹل جائے، لیکن ٹلنا تو دور کی بات ہے اس میں کوئی کمی بھی نہیں کی جائے گی اور نہ انھیں توبہ کی مہلت دی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾
[المائدة : ٣٦، ٣٧] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۞ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴾
[الأحزاب : ٦٤ تا ٦٦] ''بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کی ہے۔ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہمیشہ، نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، کہیں گے اے کاش! کہ ہم نے اللہ کا کہنا مانا ہوتا اور ہم نے رسول کا کہنا مانا ہوتا۔''

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞ ٨٦ الثلاثة

''اور جب وہ لوگ جنھوں نے شریک بنائے اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہی ہیں ہمارے وہ شریک جنھیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔ تو وہ ان کی طرف یہ بات پھینک ماریں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم جھوٹے ہو۔''

جب مشرکین ان معبودوں کو دیکھیں گے جنھیں وہ دنیا میں اللہ کا شریک بناتے تھے تو پکار اٹھیں گے کہ اے ہمارے رب! یہی معبود ہیں جن کی ہم تیرے سوا عبادت کرتے تھے۔ تو وہ ان کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو تمھیں نہیں کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۞ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾
[فاطر : ١٣، ١٤] ''اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۞ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مریم : ٨١، ٨٢] ''اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٥، ٦] ”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“

وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَىِٕذِ اِ۟لسَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۸۷

”اور اس دن وہ اللہ کے سامنے فرماں بردار ہونا پیش کریں گے اور ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔“

اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے دن مشرکین اللہ کے عذاب کے سامنے سپر ڈال دیں گے اور عجز و انکسار کی تصویر بن جائیں گے اور دنیا میں جنھیں اللہ کا شریک بناتے رہے تھے سبھی ایک ایک کر کے ان سے چھوٹ جائیں گے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْۤا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۵] ”اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں گے، پھر ہم کہیں گے لاؤ اپنی دلیل، تو وہ جان لیں گے کہ بے شک سچ بات اللہ کی ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۲] ”اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ۝۸۸

”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔“

جو لوگ اس دنیا میں کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہ حق پر چلنے سے روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن دوہرا عذاب دے گا، ایک تو ان کے کفر کی وجہ سے اور دوسرا اس لیے کہ وہ اللہ کے بندوں کو گمراہ کرتے رہے تھے۔ یہ آیت دلیل ہے کہ جہنم میں کافروں کے عذاب کے درجات ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸] ”فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔“

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى

www.sirat-e-mustaqeem.com

هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۱۲ ۱۸

’’اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر انھی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آپ اس دن کو یاد کریں جب ہم ہر قوم کے نبی کو بحیثیت شاہد اور گواہ ان کے سامنے پیش کریں گے اور پھر آپ اور آپ کی امت کے لوگ ان انبیاء کی بابت گواہی دیں گے کہ یہ سچے ہیں، انھوں نے یقیناً تیرا پیغام پہنچا دیا تھا، تو کافروں کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہے گا، اور اے نبی! ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے جس میں ہر بات کھول کر بیان کر دی گئی ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ، رحمت کا ذریعہ اور جنت کی خوش خبری لیے ہوئے ہے۔

وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ : یہ آیت سورۂ نساء کی اس آیت کے مشابہ ہے: ﴿ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴾ [النساء : ٤١] ’’پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ’’مجھے قرآن سناؤ۔‘‘ میں نے عرض کی، بھلا میں آپ کو کیا سناؤں، آپ ہی پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ’’ٹھیک ہے، مگر دوسرے سے سننا مجھے اچھا لگتا ہے۔‘‘ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا: ﴿ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴾ [النساء : ٤١] ’’پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے‘‘ تو آپ نے فرمایا: ’’بس کرو۔‘‘ میں نے دیکھا تو اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد …… الخ ﴾ : ٤٥٨٢]

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کتاب کے متعلق فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ ’’ الْكِتٰبَ ‘‘ سے مراد قرآن مجید بھی ہو سکتا ہے اور شریعت الٰہیہ بھی ہو سکتی ہے۔ شریعت الٰہیہ میں قرآن مجید اور حدیث نبوی دونوں شامل ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اللہ کی قسم

www.sirat-e-mustaqeem.com

دیتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیجیے۔ یہ سن کر اس کا فریق مخالف کھڑا ہوا اور وہ اس کی نسبت زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا، یا رسول اللہ ! یہ سچ کہتا ہے، آپ میرا اور اس کا فیصلہ کتاب اللہ کے موافق کر دیجیے اور اے اللہ کے رسول ! مجھے اجازت دیجیے (کہ میں مقدمہ کی تفصیلات بیان کروں)۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں بیان کرو۔'' وہ کہنے لگا، میرا بیٹا اس کے گھر میں کام کاج کے لیے نوکر تھا، سو وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر بیٹھا۔ تو میں نے سو بکریاں اور ایک غلام دے کر اپنے بیٹے کو چھڑا لیا۔ پھر جو میں نے اہل علم سے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلا وطن ہوگا اور اس کی بیوی سنگسار ہوگی۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے موافق کروں گا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''تم نے جو سو بکریاں اور غلام ان کو دیا ہے وہ تم کو واپس کیا جائے گا، تمھارے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک برس کے لیے جلاوطن ہوگا اور اے انیس ! تم کل صبح اس دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو سنگسار کر دو۔'' سیدنا انیس رضی اللہ عنہ اس شخص کی بیوی کے پاس گئے تو اس نے زنا کا اقرار کیا، چنانچہ انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کر دیا۔
[بخاری، کتاب الحدود، باب هل يأمر الإمام رجلاً فيضرب الحد غائبا عنه : ۶۸۵۹، ۶۸۶۰۔ مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى : ۱۶۹۷، ۱۶۹۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ بریرہ رضی اللہ عنہا جو لونڈی تھیں، وہ ان کے پاس آئیں، دراصل وہ اپنی مکاتبت (غلام اور مالک کا معاہدہ کہ اتنی رقم کے بدلے تو آزاد ہے) کے روپیا کے سلسلہ میں ان سے مدد چاہتی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اگر تیری مرضی ہو تو میں تیرے مالکوں کو یہ روپیا ادا کر دیتی ہوں، مگر اس صورت میں تمھارا ولاء کا تعلق مجھ سے قائم ہوگا۔ اس کے مالکوں نے کہا، اگر تم چاہو تو جو مکاتبت کا روپیا اس کے ذمہ باقی ہے وہ دے دو (تم چاہو تو اس کو روپیا دے کر آزاد کر دو)، لیکن اس کا ترکہ تو ہم ہی لیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: ''تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو اور ولاء کی نسبت اسی کی طرف ہوگی جو آزاد کرے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں؟ (سنو!) جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، چاہے وہ سو مرتبہ وہ شرط لگائے۔'' [بخاری، کتاب الصلوة، باب ذكر البيع والشراء على المنبر في المسجد : ۴۵۶۔ مسلم، کتاب العتق، باب إنما الولاء لمن أعتق : ۱۵۰۴/۶]

مندرجہ بالا احادیث میں جو مسائل بیان کیے گئے ہیں وہ قرآن مجید میں نہیں ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں کتاب اللہ میں شمار کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کتاب سے مراد قرآن مجید بھی ہے اور حدیث نبوی بھی اور ان دونوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں تفصیل کے ساتھ دین کے تمام مسائل آ گئے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

’’بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ : ’’عدل‘‘ کے مشہور معنی انصاف کرنے کے ہیں، یعنی اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ انصاف کیا جائے، کسی کے ساتھ دشمنی یا عناد یا محبت یا قرابت کی وجہ سے انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۵۸] ’’بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تمھیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ٞ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ٞ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۸] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔‘‘

وَ الْاِحْسَانِ : ’’احسان‘‘ کا معنی وہ بھی ہے جسے حدیث جبریل میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کی جائے کہ جیسے بندہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہے۔ احسان کا معنی یہ بھی ہے کہ ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنا، حسن سلوک سے پیش آنا۔ عفو و درگزر سے کام لینا اور معاف کر دینا۔ احسان اور حسن سلوک میں سب سے مقدم ماں باپ ہیں، پھر عزیز و اقارب، پھر یتامیٰ، مساکین، پڑوسی، ہم نشین اور مسافر ہیں۔ اگر کافر دین کے معاملے میں جنگ نہ کریں تو ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ [الممتحنۃ : ۸] ’’اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

جانوروں کے ساتھ بھی احسان کرنا چاہیے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص راستے میں محو سفر تھا، اس کو سخت پیاس لگ رہی تھی۔ اس نے (راستے میں) ایک کنواں دیکھا تو اس نے اس میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ باہر نکلا تو دیکھا ایک کتا پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے اپنے دل میں سوچا، اس کتے کو بھی پیاس سے ویسی ہی تکلیف پہنچ رہی ہوگی جیسی مجھ پر گزری ہے۔ چنانچہ وہ پھر سے کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر منہ میں اس کو پکڑ کر اوپر چڑھا اور یوں اس نے کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کام کی قدر کی اور اس کو بخش دیا۔'' لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا ہم کو جانوروں پر رحم کرنے میں بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہر تازہ کلیجے والے (پر احسان کرنے) میں ثواب ملے گا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ٦٠٠٩]

جانوروں کے ساتھ بدسلوکی باعث عذاب ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا، اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ مر گئی اور اس کی وجہ سے وہ عورت جہنم میں چلی گئی، کیونکہ جب اس نے بلی کو باندھا تو نہ اسے خود کھلایا اور نہ پلایا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ خود زمین کے کیڑوں مکوڑوں سے اپنی غذا حاصل کر لیتی۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب تحریم قتل الهرة : ٢٢٤٢]

وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى : اسے حدیث میں صلہ رحمی کہا گیا ہے اور اس کی نہایت تاکید بیان کی گئی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٢٦] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔''

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ : '' الْفَحْشَآءِ '' سے مراد بے حیائی کے کام ہیں، آج کل بے حیائی اتنی عام ہو گئی ہے کہ اس کا نام تہذیب، ترقی اور آرٹ قرار پا گیا ہے، یا '' تفریح '' کے نام پر اس کا جواز تسلیم کر لیا گیا ہے، تاہم محض خوش نما لیبل لگا لینے سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اسی طرح شریعت اسلامیہ نے زنا اور اس کے اسباب، مثلاً رقص و سرود، بے پردگی اور فیشن پرستی کو اور مرد و زن کے بے باکانہ اختلاط اور مخلوط معاشرت اور دیگر اس قسم کی خرافات کو بے حیائی ہی قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٣٢] ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان کی تقدیر میں زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، جس کو وہ لامحالہ کرے گا۔ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل تو خواہش اور تمنا کرتا ہے اور بعد ازاں شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب قدر على ابن ادم حظه من الزنا : ٢٦٥٧/٢١]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَالْبَغْيِ : ''بغی'' کا مطلب ظلم و زیادتی کا ارتکاب ہے، سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تم پر بھی حرام کیا ہے، لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا دنیا میں بھی جلدی دے دے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کی سزا جمع رکھے، جیسے کہ ظلم و زیادتی اور قطع رحمی ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في النهي عن البغي : ۴۹۰۲۔ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب في عظم الوعيد على البغي : ۲۵۱۱]

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۹۱

''اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو اور قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ یقیناً تم نے اللہ کو اپنے آپ پر ضامن بنایا ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان کو پورا کرنے اور قسموں کو نہ توڑنے کی نصیحت کی ہے، نیز جن قسموں میں تاکید پیدا کی گئی ہوتی ہے ان کا توڑ دینا زیادہ بڑا گناہ ہوتا ہے، لیکن صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قسم کھانے کے بعد آدمی کو پتا چل جائے کہ اس کا پابند نہ رہنا ہی دینی اعتبار سے بہتر ہے تو قسم توڑ دے اور وہ کرے جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

• ابو بردہ رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واللہ! میں جس چیز پر قسم کھا لوں اور پھر اس کے علاوہ دوسری چیز میں بہتری دیکھوں تو ان شاء اللہ ضرور اس نیک کام کو کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔'' [بخاری، كتاب الأيمان والنذور، باب قول الله تعالى : ﴿ لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ﴾ : ۶۶۲۳۔ مسلم، كتاب الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا : ۱۶۴۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص کسی کام کی بابت قسم کھا لے، پھر وہ دیکھے کہ زیادہ خیر دوسری چیز میں ہے (یعنی قسم کے خلاف کرنے میں) تو وہ بہتری والے کام کو اختیار کرے اور قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے۔'' [مسلم، كتاب الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا : ۱۶۵۰]

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَ لَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾

''اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرکے توڑ ڈالا، تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان فریب کا ذریعہ بناتے ہو، اس لیے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہو، اللہ تو تمھیں اس کے ساتھ صرف آزماتا ہے اور یقیناً قیامت کے دن وہ تمھارے لیے ضرور واضح کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔''

اس آیت کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے، یعنی اللہ کے نام پر کیے گئے وعدوں کو پورا کرو اور اپنی قسموں کو نہ توڑو، اس لیے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمھاری مثال اس احمق اور پاگل عورت کی ہو جائے گی جو مضبوط اور پائیدار سوت بنتی ہو اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے توڑ دیتی ہو۔ اس مثال میں اس طرف اشارہ ہے کہ عقل و ہوش والے مرد اپنی قسمیں نہیں توڑتے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ احمق و ناسمجھ ہیں۔ اس کے بعد اہل ایمان کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنی قسموں کو دھوکا دہی اور زمین میں فساد پھیلانے کا ذریعہ بنائیں۔ مثال کے طور پر مسلمان کسی جماعت یا قبیلہ کے ساتھ معاہدہ کرلیں اور پھر اس پر قائم نہ رہیں اور اس جماعت یا قبیلہ کی مخالف جماعت یا قبیلہ کے ساتھ صرف اس لیے معاہدہ کرلیں کہ یہ لوگ پہلے لوگوں سے زیادہ طاقت ور یا جتھا والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے حالات پیدا کرکے وہ تمھیں آزمانا چاہتا ہے کہ تم اپنے عہد و پیمان پر باقی رہتے ہو یا دنیا کو آخرت پر ترجیح دے کر نقض عہد کر بیٹھتے ہو۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام میں وہ معاہدہ نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں ہوا کرتا تھا (کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو لوٹنے اور غارت کرنے کے لیے تیسرے قبیلے سے دوستی اور عہد کرتا) اور جو قسم جاہلیت کے زمانے میں نیک بات کے لیے کھائی ہو تو اسلام اسے اور مضبوط کرے گا۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب مؤاخاة النبی ﷺ بین أصحابه : ۲۵۳۰۔ مسند أحمد : ۸۳/۴، ح : ۱٦۷٦٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں باہم عہد و پیمان کروایا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب الإخاء والحلف : ٦۰۸۳۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب مؤاخاة النبی ﷺ بین أصحابه : ۲۵۲۹]

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ یزید بن معاویہ کی بیعت توڑنے لگے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام گھر والوں کو جمع کیا اور اللہ کی تعریف کی اور اس کے بعد فرمایا، ہم نے یزید کی بیعت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر کی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''ہر غدار کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ یہ غدر فلاں بن فلاں کا ہے۔'' اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے بعد سب سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بڑا غدر یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کسی کے ہاتھ پر کر کے توڑ دی جائے۔ یاد رکھو! تم میں سے کوئی یزید کی بیعت نہ توڑے اور اس بارے میں حد سے نہ بڑھے، کیونکہ میرے درمیان اور اس (یزید) کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی بیعت) ہے۔[مسند أحمد : ۴۸/۲، ح : ۵۰۸۷۔ بخاري، كتاب العتق، باب إذا قال عند قوم ...... الخ : ۷۱۱۱]

سلیم بن عامر رحمہ اللہ جو قبیلہ حمیر کے ایک آدمی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور شاہ روم میں ایک مدت تک کے لیے صلح نامہ ہو گیا تھا۔ (اس مدت کے خاتمے کے قریب) آپ مجاہدین کے ہمراہ سرحد روم کی طرف روانہ ہو گئے کہ (سرحد پر پڑاؤ ڈالیں گے اور) مدت ختم ہوتے ہی دھاوا بول دیں گے (تاکہ رومیوں کو تیاری کا موقع نہ ملے)۔ جب عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اللہ اکبر، اللہ اکبر! (اے معاویہ!) عہد پورا کرو، غدر اور بدعہدی سے بچو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کا کسی دوسری قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو اس وقت تک کوئی نیا معاہدہ نہ کرے اور نہ اسے ختم کرے جب تک کہ پہلے معاہدے کی مدت باقی ہو، یا برابری کی سطح پر اسے توڑنے کا اعلان کر دے۔“ تو یہ سنتے ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔[أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في الإمام يكون بينه وبين العدو عهد : ۲۷۵۹۔ ترمذي، كتاب السير، باب ما جاء في الغدر : ۱۵۸۰]

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

”اور اگر اللہ چاہتا تو یقیناً تمھیں ایک ہی امت بنا دیتا اور لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور یقیناً تم اس کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو مومن اور کافر تمام لوگوں کو دین حق پر جمع کر دیتا، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ جسے حق کی جستجو ہو اور اسے قبول کرنے کی جس میں رغبت ہو اسے ہدایت دے اور جو گمراہ ہونا چاہے اور گمراہی پر اصرار کرے اسے بھٹکتا چھوڑ دے۔ دنیا میں انسان جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے قیامت کے دن ضرور پوچھا جائے گا اور اس سوال سے مقصود زجر و توبیخ ہو گا نہ کہ استفسار اور دریافت کرنا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے، اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ﴾ [یونس : ۹۹] ”اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ﴾ [ہود : ۱۱۸، ۱۱۹] ”اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر

www.sirat-e-mustaqeem.com

جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا۔“

وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

”اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان فریب کا ذریعہ نہ بناؤ، (ایسا نہ ہو) کہ کوئی قدم اپنے جمنے کے بعد پھسل جائے اور تم برائی کا مزہ چکھو، اس کے بدلے جو تم نے اللہ کی راہ سے روکا اور تمھارے لیے بہت بڑا عذاب ہو۔“

فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے نام کی قسم اس لیے کھائیں کہ کسی کو دھوکا دیں اور کوئی دنیاوی مقصد حاصل کریں۔ اس لیے کہ یہ حق وصداقت پر ثابت قدمی کے خلاف ہے اور جو لوگ ایسا کریں گے انھیں اللہ کی طرف سے دنیا ہی میں اس کا برا انجام مل جائے گا، کیونکہ ایسا کرنے سے اسلام کی دعوت کو بہت بڑا نقصان پہنچے گا اور جن لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہوگا وہ مسلمانوں کی جانب سے بدعہدی اور بے وفائی دیکھ کر اسلام سے برگشتہ ہو جائیں گے، جبکہ دوسرے لوگ بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اسلام کو قبول نہیں کریں گے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں بھی بڑے عذاب کی دھمکی دی ہے۔ کسی کو دھوکا دینے کے لیے جھوٹی قسمیں کھانا گناہِ کبیرہ ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، (ناحق) کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الیمین الغموس : ٦٦٧٥]
عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جھوٹی قسم سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کے ذریعے سے کسی مسلمان کا مال اڑایا جائے، حالانکہ وہ اس معاملہ میں جھوٹا ہے۔“ [بخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین و قتالهم، باب إثم من أشرك بالله ...... الخ : ٦٩٢٠]

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

”اور اللہ کے عہد کے بدلے کم قیمت نہ لو، بے شک وہ چیز جو اللہ کے پاس ہے وہی تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“

قریش کے لوگ کمزور مسلمانوں کو لالچ دیتے تھے کہ اگر وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے تو وہ انھیں مال و متاع سے نوازیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اللہ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کی گئی بیعت کے بدلے تم لوگ دنیا کے حقیر متاع کو قبول نہ کرو۔ اس کے بعد کہا کہ فتح و نصرت، مال غنیمت اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

آخرت میں جنت جیسی لازوال نعمت اس عارضی متاع سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس کا قریش لالچ دیتے ہیں۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

”جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور یقیناً ہم ان لوگوں کو جنھوں نے صبر کیا، ضرور ان کا اجر بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔“

فرمایا کہ تمھارے پاس دنیا کی جو بھی نعمت ہے وہ ختم ہو جائے گی اور اللہ کی جنت ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس کے بعد مکی دور کے مسلمانوں ہی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو لوگ آج مشرکین کی اذیتوں پر صبر کریں گے اور اسلام پر ثابت قدم رہنے کے لیے تکلیفیں جھیلیں گے، اللہ تعالیٰ انھیں ان کے صبر و استقامت کا کئی گنا اچھا بدلہ دے گا۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس نے فلاح پائی جو مسلمان ہو گیا اور حسب ضرورت روزی دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس روزی پر قناعت نصیب فرمائی جو اسے دی۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی الکفاف و القناعۃ : ۱۰۵۴۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه : ۲۳۴۸]

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

”جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی اور یقیناً ہم انھیں ان کا اجر ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔“

اس آیت کریمہ میں ہر مسلمان (مرد و عورت) کو خوش خبری دی گئی ہے کہ ایمان لانے کے بعد جو کوئی بھی قرآن و سنت کے مطابق عمل کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا میں راحت و سعادت اور وسیع رزق حلال عطا کرے گا اور قیامت کے دن اسے اس کے اعمال صالحہ کا کئی گنا بہتر بدلہ دے گا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر نیکی (کا اجر دینے) کے معاملہ میں ظلم نہیں کرتا، وہ انھیں ان کی نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی انھیں ان کا بدلہ دیتا ہے، لیکن کافر کو اللہ تعالیٰ اس کے ان اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہے جو اس نے اللہ کے لیے کیے ہوں، حتیٰ کہ جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کی کوئی ایسی نیکی باقی نہیں ہوتی کہ اس کا اسے بدلہ دیا جائے۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة...... الخ : ۲۸۰۸۔ مسند أحمد : ۱۲۳/۳، ح : ۱۲۲٤٥]

www.sirat-e-mustaqeem.com

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

١٣ ع ١١ ١٩

”پس جب تو قرآن پڑھے تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کر۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ اہل ایمان ہوتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا کرتے اور راہ حق میں اذیتوں پر صبر کرتے ہیں، ان پر شیطان کے وسوسوں کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ لوگ اس کی تمناؤں کو خاک میں ملا دیتے ہیں اور اس کی سازشوں کو ناکام بنا دیتے ہیں۔ اس کے وسوسوں کا اثر ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس کی پیروی کرتے ہیں اور اسے اللہ کا شریک بنا کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز سخت ناپسند ہے، اس نے شیطان کی عبادت و اطاعت سے سختی سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [يٰسٓ : ٦٠، ٦١] ”کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [فاطر : ٦] ”بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ١١٩، ١٢٠] ”اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔ وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔“

قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ تلاوت سے پہلے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو (نماز کے لیے کھڑے) ہوتے تو « اَللّٰهُ اَكْبَرُ » کہتے، پھر یہ دعا پڑھتے: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ » پھر کہتے:« لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » تین بار، پھر کہتے:« اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا » تین بار، پھر کہتے:« اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ »''میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو سننے والا جاننے والا ہے، شیطان مردود سے، اس کے خبط سے، اس کے تکبر سے اور اس کی شعروشاعری سے۔'' [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم و بحمدك : ۷۷۵]

وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

''اور جب ہم کوئی آیت کسی دوسری آیت کی جگہ بدل کر لاتے ہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں تو تو گھڑ کر لانے والا ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ کہہ دے اسے روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، تاکہ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھے جو ایمان لائے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہو۔''

مشرکین مکہ کا قرآن کریم سے متعلق ایک شبہ بیان کیا گیا ہے اور اس کی تردید کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں بعض مقامات پر ایسا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آیت نازل فرمائی، پھر مخلوق کی مصلحت کے پیش نظر اس آیت کو منسوخ کر دیا اور اس کی جگہ دوسرے حکم نے لے لی۔ مشرکین اپنی کم عقلی کی وجہ سے کہتے کہ محمد (ﷺ) جھوٹے ہیں، ہر روز اپنی طرف سے ایک نئی بات گھڑ لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تبدیلی اللہ کی جانب سے ہے۔ ان کے اسی شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں کی مصلحت کی خاطر ایک آیت نازل فرماتا ہے، پھر اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق اسے منسوخ کر دیتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا حکم لے آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، بلکہ جبریل علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے اسے آپ کے پاس لے کر آتے ہیں، تاکہ مومنوں کے ایمان و یقین میں اضافہ ہو۔ ﴿ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن مسلمانوں کے برعکس دشمنان اسلام کے کفر کو اور بڑھا دیتا ہے اور ان کے غم میں اضافہ کر دیتا ہے۔

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک وہ کہتے ہیں اسے تو ایک آدمی ہی سکھاتا ہے، اس شخص کی زبان، جس کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

طرف وہ غلط نسبت کر رہے ہیں، عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔''

مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہے، بلکہ محمد (ﷺ) کسی آدمی سے سیکھ کر لوگوں کو سناتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ مفسرین نے اس کے کئی نام بتائے ہیں، زیادہ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام ''جبر'' تھا، جو روم کا نصرانی تھا اور اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی افترا پردازی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جس آدمی کے بارے میں کفار کہتے ہیں کہ اس سے نبی کریم ﷺ سیکھتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور قرآن فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عجمی آدمی اعلیٰ عربی زبان میں ایسی حکمت کی باتیں کرے اور محمد (ﷺ) کو ان کی تعلیم دے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

''بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انھیں ہدایت نہیں دیتا اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ اصل جھوٹے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کی طرف افترا پردازی کی نسبت کی تردید کرنے کے بعد کہا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تصدیق نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ حق کی طرف ان کی راہنمائی نہیں کرتا، آخرت میں انھیں دردناک عذاب ملے گا اور نبی کریم ﷺ کی صداقت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ جھوٹ وہ لوگ بولتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس سے بڑھ کر جھوٹ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تو مومنوں کے سردار ہیں اور سب سے سچے، سب سے نیک اور ایمان و عمل کے اعتبار سے سب سے اچھے انسان ہیں، وہ کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی طویل روایت میں ہے کہ شاہ ہرقل نے جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نسبت بہت سے سوالات کیے تو ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ دعوائے نبوت سے پہلے تم نے اس شخص کو کبھی جھوٹ بولتے پایا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا، کبھی نہیں۔ اسی پر شاہ روم نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وہ شخص جس نے دنیاوی معاملات میں لوگوں کے بارے میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو، لیکن وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگے؟ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ۷۔ مسلم، کتاب الجہاد، باب کتب النبی ﷺ إلی ہرقل : ۱۷۷۳]

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

’’جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد، سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں محبوب رکھا اور اس لیے کہ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ یقیناً یہ لوگ، آخرت میں وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔‘‘

ان آیات میں ان لوگوں کے لیے وعید بیان کی جا رہی ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد کسی عارضی تکلیف و مصیبت کی وجہ سے دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اس حکم سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے جو ظلم و ستم سے تنگ آ کر جان بچانے کے لیے کفر کا کوئی کلمہ اپنی زبان پر لے آتے ہیں، لیکن دل سے کفر کو قبول نہیں کرتے۔ جو لوگ دل سے دوبارہ کفر کو قبول کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان پر اللہ کا غضب ہوگا اور قیامت کے دن بڑے عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی۔ کفر کی راہ اختیار کر لینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت بھی نہیں دے گا اور ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دے گا۔ انھیں غفلت میں مبتلا کر دے گا اور ان پر خیر و صلاح کے سارے دروازے بند کر دے گا۔ یہ یاد رہے کہ دنیا میں مومن کی حیثیت تاجر کی سی ہے جو اپنی نیکیوں کے ذریعے سے آخرت کی سعادت خریدتا ہے، لیکن جب کسی انسان میں محرومی کے مذکورہ بالا اسباب جمع ہو جائیں تو اسے خسارے کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آخری آیت میں فرمایا کہ آخرت میں درحقیقت یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا، نسیان اور وہ گناہ معاف کر دیے ہیں جن پر انھیں زبردستی مجبور کیا گیا ہو۔‘‘ [ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي : ۲۰۴۵۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۱۹۸، ح : ۲۸۰۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے سات حضرات ہیں،

www.sirat-e-mustaqeem.com

رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے (مشرکین کی اذیتوں سے) محفوظ رکھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ نے ان کی قوم کے ذریعے سے محفوظ رکھا، باقی جو حضرات تھے انھیں مشرکوں نے پکڑ لیا اور انھیں لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا۔ چنانچہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے (جان بچانے کے لیے زبان سے) مشرکین کے مطلب کی بات نہ کہہ دی ہو، سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے۔ انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی پروا نہ کی اور ان کی قوم کی نظر میں بھی ان کی کوئی قدر نہ تھی (اس لیے کوئی ان کی حمایت میں نہیں بولتا تھا) کافروں نے انھیں پکڑ کر بچوں کے حوالے کر دیا، وہ انھیں مکہ کی گھاٹیوں میں لیے (گھسیٹے) پھرتے تھے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے، احد، احد (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے)۔[ابن ماجه، المقدمة، باب فضل سلمان و أبی ذر و المقداد : ۱۵۰۔ مسند أحمد : ۱/ ۴۰۴، ح : ۳۸۳۱۔ مستدرك حاكم : ۳/ ۲۸۴، ح : ۵۲۳۸]

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے انھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلوا دیا۔ جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا، میں تو انھیں آگ میں نہ جلاتا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”تم اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ دو۔“ بلکہ میں انھیں قتل کرا دیتا، اس لیے کہ فرمان رسول ﷺ ہے: ”جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔“ جب یہ خبر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا، کیا خوب ہیں ام عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما)۔[مسند أحمد : ۱/ ۲۱۷، ح : ۱۸۷۶۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب لا یعذب بعذاب الله : ۳۰۱۷۔ أبو داؤد، أول كتاب الحدود، باب الحكم فيمن ارتد : ۴۳۵۱]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ان کے پاس ایک شخص تھا، جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں، سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یہ کون شخص ہے؟ جواب ملا، یہ یہودی عالم تھا، مسلمان ہو گیا، مگر اب پھر یہودی ہو گیا ہے اور اب ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں۔ تو آپ نے فرمایا، واللہ! میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا، جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑا دو، یہی فیصلہ ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو۔“ یا فرمایا: ”جو اپنے دین کو بدل دے، اسے قتل کر دو۔“ [مسند أحمد : ۵/ ۲۳۱، ح : ۲۲۰۷۶۔ بخاری، کتاب استتابة المرتدین، باب حکم المرتد والمرتدة : ۶۹۲۳۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب النهی عن طلب الإمارة أعرض علیها : ۱۷۳۳، قبل الحدیث : ۱۸۲۵]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی مسلمان کا خون جو کلمہ ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا ماننے والا ہو، حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب سے، (قصاص میں) جان کے بدلے جان،

www.sirat-e-mustaqeem.com

شادی شدہ زانی اور اپنے دین کو چھوڑنے والا، جماعت کو ترک کر دینے والا۔" [بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ أن النفس بالنفس والعين بالعين ﴾ : ۶۸۷۸]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ : دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کی تباہی و بربادی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ وَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراهيم : ۲، ۳] "اور کافروں کے لیے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۙ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [النازعات : ۳۷ تا ۳۹] "پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔"

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ
بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ ع ۱۴/۲۰
مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

"پھر بے شک تیرا رب ان لوگوں کے لیے جنھوں نے وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ فتنے میں ڈالے گئے، پھر انھوں نے جہاد کیا اور صبر کیا، یقیناً تیرا رب اس کے بعد ضرور بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ جس دن ہر شخص اس حال میں آئے گا کہ اپنی طرف سے جھگڑ رہا ہوگا اور ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔"

مکہ میں کچھ ایسے کمزور مسلمان تھے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت نہیں کر سکے تھے اور جب ہجرت کرنا چاہی تو قریش نے انھیں روک دیا اور زبان سے کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا، لیکن ان لوگوں نے دل سے کفر کو ایک لمحہ کے لیے بھی قبول نہیں کیا اور کچھ دنوں کے بعد جب انھیں ہجرت کا موقع ملا تو مدینہ پہنچ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا اور صبر و استقامت کا ثبوت بہم پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھی مسلمانوں کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن معاف کر دے گا اور ان کے حال پر رحم کرے گا۔ جب ہر آدمی کو صرف اپنی فکر ہوگی اور اس کوشش میں لگا ہوگا کہ اسے عذاب نار سے نجات مل جائے اور دنیا میں ہر آدمی نے جو بھی نیک اور برے اعمال کیے ہوں گے اس کا اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ

www.sirat-e-mustaqeem.com

كَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

''اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی، اطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا، تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اس مثال سے مراد اہل مکہ ہیں، وہاں کے لوگ سکون کی زندگی گزارتے تھے اور چہار جانب سے اللہ کی روزی وہاں پہنچتی تھی، لیکن جب انھوں نے اللہ کی ناشکری کی اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں حالتیں بدل دیں اور نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے بد دعا کر دی۔ چنانچہ مکہ میں ایسا قحط پڑا کہ ہر چیز ختم ہو گئی اور پھر نبی کریم ﷺ کے مدینہ میں ہجرت کر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آہستہ آہستہ ان کے دل و دماغ پر لشکر اسلام کا ایسا رعب مسلط کر دیا کہ ان کا امن و سکون چھن گیا، یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور سب کچھ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

يَاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ﴾ [القصص : ۵۷] ''اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے۔''

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ : یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا کہ جن میں عظیم ترین نعمت محمد کریم ﷺ کی بعثت تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴾ [إبراھیم : ۲۸، ۲۹] ''کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا۔ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ : یعنی انھیں بھوک کا مزہ چکھا دیا، جبکہ ان کے پاس ہر طرح کے پھل آیا کرتے تھے اور ہر جگہ سے وافر رزق آیا کرتا تھا۔ جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری سے انکار کر دیا تو آپ نے ان کے لیے بد دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انھیں ایسے قحط میں مبتلا کر دے جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط آیا تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (صبح کی نماز میں) قنوت (نازلہ) میں یہ دعا پڑھتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ، اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، اَللّٰهُمَّ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ)) ''اے اللہ! سلمہ بن ہشام، ولید بن ولید، عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر کمزور مومنوں کو (کافروں کے شکنجے) سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

نجات عطا فرما۔ اے اللہ! مضر کے کافروں کو سختی سے کچل دے اور ان پر ایسی خشک سالی مسلط کر دے جیسی تو نے یوسف علیہ السلام کے دور میں مسلط کی تھی۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة : ۲۹۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار قریش کی سرکشی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی: ’’اے اللہ! ان پر سات برس کا قحط نازل فرما، جیسا قحط تو نے یوسف علیہ السلام کے دور میں بھیجا تھا۔‘‘ تو ایسا قحط پڑا کہ ہر چیز تباہ ہو گئی اور لوگ چمڑا اور مردار تک کھا گئے۔ بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آسمان کی طرف نظر اٹھائی جاتی تو دھویں کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر ابوسفیان حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، اب تو آپ کی قوم برباد ہو رہی ہے، اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں دعا کیجیے۔ [بخاری، کتاب الاستسقاء، باب دعاء النبي ﷺ ...... الخ : ۱۰۰۷]

وَالْخَوْفِ: خوف یہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تھے تو کفار مکہ آپ کی سطوت، شوکت اور آپ کے لشکروں سے خوف کی وجہ سے لرزہ براندام تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرما دی۔

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ۝۱۱۳

’’اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس انھی میں سے ایک رسول آیا تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، تو انھیں عذاب نے اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظالم تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین مکہ کی ہدایت کے لیے انھی میں سے ایک رسول آیا جس کے حسب نسب کو وہ لوگ جانتے تھے۔ اس رسول نے انھیں بھلائی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ تم رسول نہیں، تو اللہ کے عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ لوگ بڑے ہی ظالم تھے کہ اپنے لیے ابدی عذاب کا سبب بنے اور دوسروں کو بھی راہ حق سے روکا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ [البقرة : ۱۵۱، ۱۵۲] ’’جس طرح ہم نے تم میں ایک رسول تمھی سے بھیجا ہے، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا اور تمھیں پاک کرتا اور تمھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ سو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔‘‘

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝۱۱۴

www.sirat-e-mustaqeem.com

”سو کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں حلال، پاکیزہ رزق دیا ہے اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ حلال اور پاک رزق کھائیں اور اس کا شکر بجا لائیں کہ اس منعم حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے رزق عطا فرمایا ہے اور وہ وحدہ لاشریک لہ ہی مستحق عبادت ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا بندہ جب کوئی چیز کھائے تو اس پر اس کا شکر ادا کرے اور (اسی طرح) جب کوئی چیز پیے تو اس پر اس کا شکر ادا کرے۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب حمد اللہ تعالی بعد الأکل و الشرب : ٢٧٣٤]

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾

”اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ چیزیں حرام کی ہیں جن پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ سرکش ہو اور نہ حد سے گزرنے والا، تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾ [المائدۃ : ٣] ”تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو۔ اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّآ أَجِدُ فِيْ مَآ أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ إِلَّآ أَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَإِنَّهٗ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ١٤٥] ”کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی (کا باعث) ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تیرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

”اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ بہت تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

کسی انسان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال اور کسی کو حرام بنا لے، ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس نے جس چیز کو چاہا حلال بنایا اور جسے چاہا حرام بنایا، لیکن مشرکین عرب کا دستور تھا کہ وہ بعض جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دیتے تھے۔ جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی وغیرہ جانور، جنھیں وہ اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کا گوشت کھانا حرام سمجھتے تھے۔ انھی مشرکوں کو خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ اللہ کے بارے میں جھوٹ نہ بولا کرو اور اپنی طرف سے چیزوں اور جانوروں پر حلال اور حرام کا حکم نہ لگایا کرو۔ یہ اللہ کے خلاف افترا پردازی ہوگی کہ اس نے تو ایک چیز کو حلال بنایا اور تم اسے حرام کہتے ہو اور جو اللہ کے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ اگر ایسے لوگ دنیا میں کھا پی رہے ہیں اور ظاہری طور پر ٹھاٹھ سے رہ رہے ہیں تو اس سے کسی کو دھوکا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ بڑے کامیاب ہیں۔ یہ دنیا تو بالکل عارضی چیز ہے، مرنے کے بعد دردناک عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: ارشاد فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ [لقمان : ۲٤] ”ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [يونس : ۶۹، ۷۰] ”کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔“

یہ آیت کریمہ ہر اس مفتی کو بھی شامل ہے، جو اللہ کی کتاب یا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف فتویٰ دے، جیسا کہ بہت سے وہ لوگ کرتے ہیں جو کسی امام کی رائے کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، یا وہ لوگ جو کتاب و سنت کے علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ یقین کر لے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔“ [مسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ : ۳]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

’’اوران لوگوں پر جو یہودی ہوئے ہم نے وہ چیزیں حرام کیں جو ہم نے تجھ پر اس سے پہلے بیان کی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے تھے۔‘‘

شریعت اسلامیہ میں محرمات کا ذکر کیے جانے کے بعد یہود کی شریعت میں محرمات کا ذکر کیا جارہا ہے اور مقصود یہ بتانا ہے کہ مشرکین عرب نے جن جانوروں کو اپنی طرف سے حرام بنا رکھا ہے ان کی حرمت آسمانی دین سے ثابت نہیں ہے، یہ محض ان کی افترا پردازی ہے، نیز یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر جن سابقہ حلال چیزوں کو حرام کر دیا تھا تو یہ تحریم ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ [الأنعام : ١٤٦] ’’اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے، ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشتیں یا انتڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہو۔ یہ ہم نے انھیں ان کی سرکشی کی جزا دی اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔‘‘

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ : جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ۝ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [النساء : ١٦٠، ١٦١] ’’تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔ اور ان کے سود لینے کی وجہ سے، حالانکہ یقیناً انھیں اس سے منع کیا گیا تھا اور ان کے لوگوں کے اموال باطل طریقے کے ساتھ کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کفر کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

۱۵ ع ۹ ۲۱ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

’’پھر بے شک تیرا رب ان لوگوں کے لیے جنھوں نے جہالت سے برے عمل کیے، پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح

www.sirat-e-mustaqeem.com

کر لی، بلاشبہ تیرا رب اس کے بعد یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حال پر رحم کرتے ہوئے توبہ کا دروازہ کھول دیا کہ جو لوگ اب تک نادانی اور جہالت کی وجہ سے شرک کا ارتکاب کرتے رہے ہیں اور وحی و رسالت اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے رہے ہیں، وہ اگر اپنے گناہوں سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان لائیں اور اپنی نیت اور اپنے اعمال و احوال کی اصلاح کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرے گا اور ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ٥٤] ’’تمھارے رب نے رحم کرنا اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی برائی کرے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۸،۱۹] ’’توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵، ۱۳۶] ’’اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔ یہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں اور (یہ) عمل کرنے والوں کا اچھا اجر ہے۔‘‘

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَ اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٣﴾

”بے شک ابراہیم ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا۔ اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں سے ہے۔ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کر، جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“

مشرکین مکہ کہتے تھے کہ وہ اپنے جد اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں، جنھوں نے اللہ کا گھر بنایا تھا، حج کے اعمال بیان کیے تھے اور خانہ کعبہ اور اس کے اردگرد کے علاقے کو حرام قرار دیا تھا۔ یہود و نصاریٰ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ وہ لوگ بھی ملت ابراہیمی کے پیروکار ہیں اور سب نے دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، جو فی الحقیقت وہی دین ہے جسے ابراہیم علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ اسی لیے یہاں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی روحانی اور دینی زندگی کو بیان کر کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو آئینہ دکھایا ہے، تاکہ ان میں سے ہر جماعت اپنا چہرہ دیکھ کر پہچانے کہ کیا وہ واقعی دین ابراہیم پر قائم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام ایک صالح، تمام خوبیوں کے مالک اور لائق اقتدا امام تھے، وہ اپنے رب کے بڑے ہی فرماں بردار تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک نہیں بناتے تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رسالت اور اپنی دوستی کے لیے چن لیا تھا۔ اس لیے کہ جب انھوں نے ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی تو ان کے دل میں اس کی محبت پیوست ہو گئی اور کسی دوسرے کی محبت کے لیے اس میں جگہ باقی نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سیدھی راہ یعنی دین اسلام کی طرف رہنمائی کی اور دنیا میں انھیں اچھائی دی، یعنی ان کا ذکر جمیل تمام اہل ادیان کی زبانوں پر ہمیشہ کے لیے ثبت ہو گیا، جبکہ آخرت میں وہ صالحین کی جماعت کے ساتھ جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور قدر و منزلت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کریں جو اللہ کی خاطر تمام مشرکین سے الگ ہو گئے تھے اور جنھوں نے اپنی عبادت اور اپنا جینا اور مرنا صرف اللہ رب العالمین کے لیے خاص کر دیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ [الممتحنة : ٤] ”یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا

www.sirat-e-mustaqeem.com

قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱٦۱] ''کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو اندر داخل نہ ہوئے، جب تک آپ کے حکم سے انھیں مٹا نہ دیا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ (تصویروں میں) ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ان (تصویریں بنانے والوں) کو تباہ کرے! قسم ہے اللہ کی! انھوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی تھی۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قوله تعالٰی : ﴿ واتخذ اللہ إبراهيم خليلا ﴾ ...... الخ : ۳۳۵۲]

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

''ہفتے کا دن تو صرف ان لوگوں پر مقرر کیا گیا جنھوں نے اس میں اختلاف کیا اور بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن یقیناً اس کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

اس آیت کریمہ کا پہلی آیت سے یہ تعلق ہے کہ یہود کہتے تھے کہ ہفتہ کے دن کی تعظیم ابراہیم علیہ السلام کے دین کا حصہ تھی۔ انھی کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہ ابراہیم علیہ السلام کے دین کا حصہ تھی اور نہ کسی اور نبی کے دین کا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ان یہود پر فرض کر دیا تھا جنھوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ ان کے اس اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ جمعہ کا دن افضل ہے، تو انھوں نے عناد میں آ کر کہا کہ ہفتے کا دن افضل ہے، تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو حکم دیا کہ وہ ہفتہ میں کسی ایک دن کی تعظیم کریں، تو انھوں نے آپس میں اختلاف کیا اور یہود نے ہفتے کا دن پسند کیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسی دن تمام مخلوقات کی تخلیق سے فارغ ہوا تھا اور نصاریٰ نے اتوار کا دن پسند کیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دن تمام مخلوقات کو پیدا کرنا شروع کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لیے ان کے پسند کیے ہوئے دن کی تعظیم کو لازم کر دیا اور اس امت کے لیے اس نے اپنے فضل و کرم سے جمعہ کا دن پسند کیا، جو ان کے لیے ہر طرح سے بابرکت دن ثابت ہوا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ہم سب امتوں کے بعد دنیا میں آئے، لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، فرق صرف یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو ہم سے پہلے کتاب ملی،

www.sirat-e-mustaqeem.com

پھر یہی جمعہ کا دن ان کے لیے بھی مقرر ہوا تھا، لیکن انھوں نے اس میں اختلاف کیا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ دن عنایت فرما دیا، لہٰذا سب لوگ ہمارے پیچھے ہو گئے، یہودیوں کا دن کل ہے اور نصاریٰ کا پرسوں۔'' [بخاري، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة : ۸۷٦۔ مسلم، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة : ۸۵۵]

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ ہم سے پہلے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو جمعہ کے دن سے محروم کر دیا تو یہود کا دن ہفتہ اور نصاریٰ کا دن اتوار مقرر ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیجا اور جمعہ کے لیے ہم کو ہدایت دی، غرض یہ کہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن مقرر ہوئے اور اسی ترتیب کے لحاظ سے وہ (یہود و نصاریٰ) قیامت کے روز ہمارے پیچھے رہیں گے۔ دنیا میں ہم سب سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہمارا فیصلہ ہو گا۔'' [مسلم، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة : ۸۵٦]

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن انھیں دین میں اختلاف کرنے، زمین میں فساد پھیلانے اور راہ حق سے برگشتہ ہونے کا بدلہ ضرور دے گا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۲۵

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بے شک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ مخلوق کو اس کے دین کی طرف حکمت و دانائی کے ساتھ بلائیں، لیکن اگر داعی الی اللہ کا واسطہ کبھی سخت اور جھگڑالو مخالف سے پڑ جائے تو اس کے سامنے حق کو بیان کرنے کے لیے مناظرانہ اسلوب اختیار کرنا پڑے تو وہ بھی بہترین اور سب سے اچھا ہی ہونا چاہیے۔ ﴿ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص حق کی دعوت کو قبول نہیں کرتا تو آپ پریشان نہ ہوں، اس لیے کہ ہدایت دینا آپ کا کام نہیں ہے۔ اللہ زیادہ جانتا ہے کہ گمراہی پر کون باقی رہے گا اور کون ہدایت کو قبول کرے گا اور وہ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کی ہدایت یا گمراہی کے مطابق بدلہ دے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت نرمی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚۖ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ [طٰہٰ : ۴۳، ۴۴] ''دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید

www.sirat-e-mustaqeem.com

پر کہ وہ نصیحت حاصل کر لے، یا ڈر جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۳] ''اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔''

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا، اے ابو عبدالرحمٰن! میری آرزو یہ ہے کہ آپ ہر روز ہمیں وعظ و نصیحت کیا کریں۔ انھوں نے کہا، کوئی چیز مجھے اس کام سے نہیں روکتی مگر یہ کہ میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ۔ میں اسی طرح وقفے سے تم کو نصیحت کرتا ہوں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وقفے کے ساتھ نصیحت کرتے تھے، اس ڈر سے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔ [بخاری، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة : ۷۰۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب الاقتصاد في الموعظة : ۲۸۲۱/۸۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسانی پیدا کرو، سختی میں نہ ڈالو، خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يتخولهم بالموعظة ...... الخ : ٦٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! اگر تمھاری قوم کا زمانۂ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ گزرا ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا حکم دیتا اور جتنا حصہ اس میں سے نکال دیا گیا ہے (یعنی حطیم) وہ بھی شریک تعمیر کر دیتا۔ مزید برآں اس کی کرسی زمین کے برابر کر دیتا اور اس میں ایک مشرقی اور ایک مغربی دو دروازے رکھتا، اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر اس کی تعمیر ہو جاتی۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب فضل مکة و بنيانها و قوله تعالى ...... الخ : ۱۵۸٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عائشہ! میں نے تیری قوم (قریش) کی طرف سے کتنی ہی تکلیفیں سہی ہیں، لیکن اس سارے دور میں سب سے سخت دن مجھ پر عقبہ کا دن گزرا ہے، جس دن میں نے (رئیس طائف) عبد یالیل بن عبد کلال کو تبلیغ کی تو اس نے میرا کہنا نہ مانا، تو میں رنجیدہ خاطر ہو کر وہاں سے لوٹا اور جب قرن الثعالب میں پہنچا تو ذرا ہوش آیا۔ میں نے اوپر سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے اور اس میں جبریل علیہ السلام موجود ہیں۔ وہ مجھے پکار کر کہنے لگے، اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سن لیں جو آپ کی قوم نے آپ سے کہیں اور جو جواب آپ کو دیا، اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ ان (لوگوں کے سلسلہ) میں آپ جو چاہیں ان کو حکم دیں۔ اسی اثنا میں پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کیا۔ اس نے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سن لیں جو آپ کی قوم نے آپ سے کہیں، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ اپنے کام کا جو آپ چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اخشبین (دو پہاڑوں) کو ملا کر ان کو پیس

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''نہیں، مجھے امید ہے (اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ بھی آئے تو کوئی بات نہیں) ان کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب : إذا قال أحدکم امین ...... الخ : ۳۲۳۱۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب مالقی النبی ﷺ : ۱۷۹۵]

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ : یعنی وہ جانتا ہے کہ بد بخت کون ہے اور نیک بخت کون؟ لہٰذا انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت تو دیں، لیکن ان میں سے جو گمراہ ہو جائے اور دعوت الی اللہ کو قبول نہ کرے تو اس پر غم کھاتے ہوئے اپنے آپ کو ہلکان نہ کریں، کیونکہ انھیں ہدایت دینا آپ کے اختیار میں نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [القصص : ۵۶] ''بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [البقرۃ : ۲۷۲] ''تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

''اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ قصاص کے وقت اور اپنا حق وصول کرتے وقت عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے اور بہر حال بہتر یہی ہے کہ جس پر زیادتی ہوئی ہے وہ صبر کرے اور عفو و درگزر سے کام لے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں چونسٹھ (۶۴) انصاری شہید ہوئے اور چھ مہاجر، تو (کچھ) اصحاب رسول ﷺ نے کہا کہ جب ہم ان مشرکوں پر غلبہ پائیں گے تو ہم بھی ان کے ٹکڑے کیے بغیر نہ رہیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ والے دن ایک شخص نے کہا، آج کے دن کے بعد قریش پہچانے بھی نہ جائیں گے، تو اس وقت اللہ کے رسول ﷺ کے ایک منادی نے اعلان کیا کہ کسی کالے اور سفید کو قتل نہ کیا جائے، سوائے فلاں فلاں کے اور اس نے چند لوگوں کے نام لیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی : ﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۶] ''اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔'' تو نبی ﷺ نے اسی وقت فرمایا: ''ہم صبر کرتے ہیں اور بدلہ نہیں لیتے۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۱۳۵، ح : ۲۱۲۸۷۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النحل : ۳۱۲۹]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاصۡبِرۡ وَ مَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا تَكُ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾

ع ۱۶ / ۲۲ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾

”اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کر اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں۔ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔“

نبی کریم ﷺ کو دعوت اسلام کی راہ میں جو تکلیفیں پہنچتی تھیں، اللہ نے انھیں ان پر صبر کرنے کی نصیحت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر مشرکین مکہ اسلام قبول نہیں کرتے تو آپ غم نہ کھائیں اور ان کی سازشوں کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی اور آپ کا حامی و ناصر ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے ان بندوں کا معین و مددگار ہوتا ہے جو خیر کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں، ان کی حفاظت کرتا ہے اور انھیں ان کے دشمنوں پر غلبہ دیتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا﴾ [الكهف : ٦] ”پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ﴾ [فاطر : ٨] ”سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”عائشہ! میں نے تیری قوم (قریش) کی طرف سے کتنی ہی تکلیفیں سہی ہیں، لیکن اس سارے دور میں سب سے سخت دن مجھ پر عقبہ کا دن گزرا ہے جس دن میں نے (رئیس طائف) عبد یالیل بن عبد کلال کو تبلیغ کی تو اس نے میرا کہنا نہ مانا، تو میں رنجیدہ خاطر ہو کر وہاں سے لوٹا اور جب قرن ثعالب میں پہنچا تو ذرا ہوش آیا۔ میں نے اوپر سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے اور اس میں جبریل علیہ السلام موجود ہیں۔ وہ مجھے پکار کر کہنے لگے، اللہ نے وہ باتیں سن لیں جو آپ کی قوم نے آپ سے کیں اور جو جواب آپ کو دیا، اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ان (لوگوں کے سلسلہ) میں آپ جو چاہیں ان کو حکم دیں۔ اسی اثنا میں پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کیا۔ اس نے کہا، اے محمد (ﷺ)! اللہ نے وہ باتیں سن لیں جو آپ کی قوم نے آپ سے کیں، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ اپنے کام کا جو آپ چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اخشبین (دو پہاڑوں) کو ملا کر ان کو پیس دوں۔“ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ”نہیں، مجھے امید ہے (اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ بھی آئے تو کوئی بات نہیں) ان کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب : إذا قال أحدكم آمين ...... الخ : ٣٢٣١۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب ما لقى النبى ﷺ : ١٧٩٥]

www.sirat-e-mustaqeem.com

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مال تقسیم کیا تو ایک آدمی کہنے لگا، اس تقسیم میں رضائے الٰہی کا خیال نہیں رکھا گیا، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انھیں اس بات کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا، حتیٰ کہ میں نے غصے کے آثار آپ کے چہرے پر دیکھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحمت کی برکھا برسائے، ان کو اس سے بھی بڑھ کر مصائب کا سامنا کرنا پڑا، پھر بھی ان کے ہاتھ سے دامن صبر نہ چھوٹا تھا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، بابٌ : ۳٤٠٥]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی، آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر لپیٹے تشریف فرما تھے۔ ہم نے عرض کی، آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد کیوں طلب نہیں کرتے ؟ آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیوں نہیں مانگتے ؟ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، آپ کے رخ زیبا پر لالی چھا گئی تھی، آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کو پکڑ کر زمین میں اس کے لیے گڑھا کھودا جاتا تھا، آدمی اس میں گاڑ دیا جاتا، پھر آرا اس کے سر پر رکھ کر اسے دولخت کر دیا جاتا اور یہ ظلم و ستم بھی اسے دین حق سے پھیر نہ سکی اور پھر لوہے کی کنگھی اس کے جسم پر پھیری جاتی، جو اس کا گوشت ہڈیاں اور پٹھے الگ کر دیتی، پھر بھی یہ ستم رانی اسے دین سے نہ پھیر سکی۔ اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت (یمن کے شہر ہیں) تک محو سفر ہو گا اور اسے اللہ کے سوا کوئی خوف نہیں ہو گا، یا صرف بھیڑیے کا خوف ہو گا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے، لیکن تم (اے خباب !) جلدی کر رہے ہو۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳٦۱۲، ۳۸٥۲]

www.sirat-e-mustaqeem.com

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورۃ بنی اسرآءیل مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، سورۂ مریم، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ انبیاء یہ ابتدائی اور نہایت فصیح و بلیغ سورتیں ہیں۔ [بخاري، كتاب التفسير، سورة بني إسرائيل : ٤٧٣٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزے کبھی تو اس طرح لگا تار رکھتے چلے جاتے کہ ہم خیال کرتے کہ شاید آپ یہ پورا مہینا روزوں ہی میں گزار دیں گے اور کبھی آپ بالکل ہی روزہ نہ رکھتے، یہاں تک کہ ہم سمجھتے کہ شاید آپ اس مہینے میں روزے رکھیں گے ہی نہیں اور آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر پڑھا کرتے تھے۔ [مسند أحمد : ٦٨/٦، ح : ٢٤٤٤٢۔ ترمذي، كتاب فضائل القرآن، باب قراءة سورة بني إسرائيل والزمر قبل النوم : ٢٩٢٠۔ مستدرك حاكم : ٤٣٤/٢، ح : ٣٦٢٥]

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

”پاک ہے وہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو حرمت والی مسجد سے بہت دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ارد گرد کو ہم نے بہت برکت دی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“

عربی زبان میں ”سُبۡحَانَ“ سَبَّحَ یُسَبِّحُ کا مصدر ہے جس کے معنی پاکی بیان کرنا ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور تمام عیوب سے اس کی پاکی بیان کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے، لیکن یہاں یہ لفظ اللہ تعالیٰ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی عظمت اور اس کی کبریائی بیان کرنے کے لیے آیا ہے کہ اس کی ذات ایسی چیزوں پر قادر ہے جس پر کوئی دوسرا قادر نہیں ہے۔ اس قوت کا مظہر اسراء اور معراج کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے صرف ایک پہر میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، یہ اتنی مسافت ہے جو عام حالات میں ایک مسافر چالیس راتوں میں طے کرتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں ''عبد'' سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اگر آپ کے لیے عبد یعنی بندہ سے بہتر کوئی نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوتا تو اس آیت میں، جبکہ آپ کا عظیم مقام بیان کیا جا رہا ہے، ضرور اس نام سے آپ کو یاد کیا جاتا۔ آیت بتاتی ہے کہ معراج کی رات نبی کریم ﷺ کو مسجد حرام سے لے جایا گیا۔ آپ کو ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے خانۂ کعبہ کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں آپ کے دل کو آب زم زم سے دھویا گیا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ پھر آپ کو وہاں سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کو جمع کر دیا۔ تمام انبیاء نے آپ کی امامت میں نماز پڑھی اور اس طرح آپ تمام نبیوں کے امام ہو گئے۔ آیت میں مسجد اقصیٰ کی صفت ﴿الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ﴾ بیان کی گئی ہے، یعنی دور دراز کی وہ مسجد جس کے ارد گرد اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی بے شمار برکتیں رکھی ہیں، جہاں بڑے بڑے اولوالعزم انبیاء مبعوث ہوئے، جو بے شمار اولیاء و صالحین کا مسکن رہا ہے اور جس سرزمین میں انواع و اقسام کے پھل اور کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

اس (اسراء و معراج) کا مقصد آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اپنی عظیم آیات اور نشانیوں کا مشاہدہ کروایا۔ ان نشانیوں میں سے بعض وہ ہیں جو بیت المقدس تک کے سفر میں آپ نے دیکھیں اور بعض وہ ہیں جو آپ نے آسمانوں کے سفر میں دیکھیں۔ بیت المقدس تک کے سفر میں آپ نے مندرجہ ذیل نشانیاں دیکھیں: ① چھت کا پھٹ جانا اور جبریل علیہ السلام کا نازل ہونا۔ ② ایمان و حکمت سے بھرے ہوئے طشت کو دیکھنا۔ ③ سینہ مبارک کا چیرا جانا اور پھر اس کا سل جانا۔ ④ برق رفتار براق کو دیکھنا اور اس پر سوار ہونا۔ ⑤ ایک رات میں بیت المقدس تک پہنچ جانا۔ ⑥ انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا۔ ⑦ جہنم کے داروغہ مالک کو دیکھنا وغیرہ۔

''اسراء'' یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کے حوالے سے مزید تفصیلات درج ذیل احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں اس زمانے میں مکہ میں تھا، پھر جبریل علیہ السلام اترے، انھوں نے میرا سینہ چیرا اور اسے زم زم کے پانی سے دھو دیا، پھر وہ ایک سونے کا طشت لائے جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اور انھوں نے وہ طشت میرے سینے میں انڈیل کر سینے کو ملا دیا۔'' [بخاری، كتاب الصلوة، باب كيف فرضت الصلوة فى الإسراء : ۳۴۹۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ : ۱۶۲]

سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا

www.sirat-e-mustaqeem.com

جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر میرا سینہ (ہنسلی سے لے کر) ناف تک چیرا گیا، پھر میرا دل نکالا گیا اور اسے زم زم کے پانی کے ساتھ دھویا گیا، پھر اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا، پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا۔ اس کے بعد ایک سفید جانور لایا گیا، جسے براق کہا جاتا تھا، وہ خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا، وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی نگاہ پہنچتی تھی۔ بہرحال مجھے اس پر سوار کیا گیا اور وہ (جبریل علیہ السلام) مجھے لے کر چل دیے۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ٢٦٤، ٢٦٥/١٦٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس رات مجھے معراج نصیب ہوئی اس رات میں لال ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ وہ وہاں کھڑے اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔" [مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى عليه السلام : ٢٣٧٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اس (جانور) پر سوار ہوا، بیت المقدس تک آیا اور میں نے اس جانور کو اس حلقے سے باندھ دیا جس سے انبیاء اپنے اپنے جانوروں کو باندھا کرتے تھے۔ بعد ازاں میں مسجد کے اندر داخل ہو گیا اور دو رکعتیں ادا کیں، اس کے بعد باہر نکلا تو جبریل علیہ السلام دو برتن لے کر آئے۔ ایک میں شراب تھی اور ایک میں دودھ۔ میں نے دودھ پسند کیا۔ اس پر جبریل علیہ السلام نے کہا، آپ نے فطرت (یعنی ہدایت) کو پسند کیا۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ١٦٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "معراج کی رات جب میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا تو میں نے ملاحظہ کیا کہ وہ لمبے، کم گوشت اور سیاہ بالوں والے شخص تھے، جیسے کہ شنوءہ (قبیلہ) کے لوگ ہوتے ہیں۔ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملا، وہ میانہ قامت تھے اور سرخ رنگ گویا وہ ابھی حمام سے نکلے ہیں (یعنی تر و تازہ اور خوش رنگ تھے)۔ پھر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں۔ پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے، ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب۔ مجھ سے کہا گیا جس کو چاہو پسند کر لو۔ میں نے دودھ لے لیا اور اسے پی لیا۔ تو اس فرشتے نے کہا، آپ کو فطرت کی راہ دکھائی گئی، یا آپ فطرت کو پہنچ گئے، اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی (ساری) امت گمراہ ہو جاتی۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ١٦٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے خود کو پیغمبروں کی ایک جماعت میں پایا۔ دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، وہ چھریرے بدن کے اور گھنگریالے بالوں والے ایک شخص تھے، جیسے شنوءہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بھی دیکھا، وہ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ سب سے زیادہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا، وہ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور ان سے سب سے زیادہ مشابہ تمھارے صاحب (یعنی آپ خود) ہیں۔ پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے امامت کروائی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک کہنے والے نے کہا، اے محمد! یہ مالک ہیں جہنم کے داروغہ! انھیں سلام کیجیے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انھوں نے مجھے پہلے سلام کر دیا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال : ۱۷۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے معراج کا واقعہ لوگوں سے ذکر کیا۔ جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور یوں میں نے اسے دیکھ دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب حدیث الإسراء : ۳۸۸۶۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب ذکر المسیح ابن مریم ...... الخ : ۱۷۰]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! سب سے پہلے زمین میں کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: ”مسجد حرام۔“ میں نے عرض کی، پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا: ”مسجد اقصیٰ۔“ میں نے پوچھا، ان دونوں (کی تعمیر) کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ آپ نے فرمایا: ”چالیس سال کا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۳۶۶]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان تین مسجدوں کے سوا (زیارت کا قصد کر کے) کسی مقام کے لیے سفر نہ کیا جائے، یعنی مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی)۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلی حج وغیرہ : ۸۲۷، بعد الحدیث : ۱۳۳۸]

وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ؕ﴿۲﴾

”اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز نہ پکڑو۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور معراج کے ذکر کے بعد موسیٰ کلیم اللہ اور ان کی کتاب تورات کا ذکر کرنا مناسب ہوا، اس لیے کہ بعض اوقات قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام، اور قرآن و تورات کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے، یہاں پہلی آیت میں چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور معراج کا ذکر آیا ہے، اس لیے مناسب رہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا اور بتایا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے انھیں تورات جیسی آسمانی کتاب دی تھی۔ دونوں ہی کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو یہی حکم دیا تھا کہ وہ اس کے علاوہ کسی کو اپنا دوست اور معبود نہ بنائیں۔

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾

”اے ان لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا! بے شک وہ بہت شکر گزار بندہ تھا۔“

طوفان نوح کے بعد نسل انسانی نوح علیہ السلام کے ان بیٹوں کی نسل سے ہے جو نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہوئے تھے اور طوفان سے بچ گئے تھے۔ اس لیے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ تمھارا باپ نوح علیہ السلام اللہ کا بہت شکر گزار بندہ تھا،

www.sirat-e-mustaqeem.com

تم بھی اپنے باپ کی طرح شکر گزاری کا راستہ اختیار کرو اور ہم نے جو محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، ان کا انکار کر کے کفرانِ نعمت مت کرو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ وَ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴾ [الصافات : ۷۵ تا ۷۷] ''اور بلاشبہ یقیناً نوح نے ہمیں پکارا تو یقیناً ہم اچھے قبول کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔ اور ہم نے اس کی اولاد ہی کو باقی رہنے والے بنا دیا۔''

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو کوئی چیز کھائے تو اللہ کا شکر بجا لائے اور کوئی چیز پیے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب حمد الله تعالٰی بعد الأكل والشرب : ۲۷۳٤۔ مسند أحمد : ۱۱۷/۳، ح : ۱۲۱۷۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث شفاعت میں فرمایا: ''جب لوگ طلب شفاعت کے لیے سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے، چنانچہ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجیے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله عزوجل : ﴿ ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه ﴾ : ۳۳٤۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ۱۹٤]

وَ قَضَيْنَاۤ اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ بے شک تم زمین میں ضرور دو بار فساد کرو گے اور بے شک تم ضرور سرکشی کرو گے، بہت بڑی سرکشی۔ پھر جب ان دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے کچھ بندے بھیجے، پس وہ گھروں کے اندر گھس گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو (پورا) کیا ہوا تھا۔ پھر ہم نے تمھیں دوبارہ ان پر غلبہ دیا اور تمھیں مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمھیں تعداد میں زیادہ کر دیا۔ اگر تم نے بھلائی کی تو اپنی جانوں کے لیے بھلائی کی اور اگر برائی کی تو انھی کے لیے، پھر جب آخری بار کا وعدہ آیا (تو ہم نے اور بندے تم پر بھیجے) تاکہ وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہوں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے اور تا کہ جس چیز پر غلبہ پائیں اسے برباد کر دیں، بری طرح برباد کرنا۔"

اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنی اسرائیل کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ وہ لوگ گناہوں کا ارتکاب کر کے زمین میں فساد پھیلائیں گے، اللہ کے قوانین کی نافرمانی کریں گے اور لوگوں پر ظلم کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور زمین کو ظلم و فساد سے بھر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیا جو بہت ہی زیادہ طاقت ور اور ظلم و جور والے تھے۔ انھوں نے ان کے گھروں میں گھس کر خوب قتل و غارت گری کی اور انھیں غلام بنا لیا۔ جب انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دوبارہ اولاد اور مال و دولت سے نوازا اور ان کی ذریت میں خوب برکت دی، یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت ہو گئی۔ آیت نمبر (۷) میں اوپر کہی گئی بات کی علت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لیے کیا کہ بنی اسرائیل کو معلوم ہو جائے کہ اگر وہ توبہ کریں گے اور اپنے اعمال کی اصلاح کریں گے تو اس کا اچھا نتیجہ انھی کو ملے گا اور اگر اپنے گناہوں پر اصرار کریں گے تو اس کا برا انجام انھی کو ملے گا۔ جیسا کہ اب تک ہوا ہے کہ جب وہ اچھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نعمتوں سے نوازا اور جب تمرد اور سرکشی کی زندگی اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے طاقت ور بندوں کو ان پر مسلط کر دیا اور اپنی نعمتیں چھین لیں۔ جب دوبارہ راہِ راست سے بھٹک گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر دوبارہ ان کے دشمن مسلط کر دیے جنھوں نے ان پر خوب ظلم کیا اور انھیں قید و بند کی زندگی سے گزارا، مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی اور ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیا۔ آخری آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ جو کچھ ہوا ان کے برے اعمال کا نتیجہ تھا اور اس لیے ہوا تا کہ وہ دوبارہ اللہ کی طرف رجوع کریں، اپنے گناہوں سے تائب ہوں اور تورات کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ اس لیے کہ اب تو انھیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب گناہوں کی وجہ سے آتا ہے اور نجات توبہ کے ذریعے سے ملتی ہے۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸

"تمھارا رب قریب ہے کہ تم پر رحم کرے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم (بھی) دوبارہ کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔"

دو بار کی انتہائی سرکشی اور اس کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد دورِ نبوی کے یہود کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم نے اس نبی آخر الزمان ﷺ سے وہی سرکشی اور بغاوت جاری رکھی جو تم سابقہ انبیاء کے ساتھ کرتے رہے تو پھر تمھیں ایسی ہی سزا ملے گی جیسے پہلے مل چکی ہے، لیکن اس تنبیہ کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور یہود مدینہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے آپ ﷺ سے بدعہدیاں، شرارتیں اور فتنہ انگیزیاں ہی کرتے رہے۔ جس کے نتیجہ میں انھیں یہ سزا ملی کہ کچھ قتل

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیے گئے، کچھ غلام بنائے گئے اور کچھ جلا وطن کر دیے گئے۔ حتیٰ کہ دور فاروقی میں سب یہود کو وہاں سے نکال کر خطہ عرب کو ان سے پاک کر دیا گیا۔

وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا : سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو مہلت دیتا رہتا ہے، لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦]

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ۝۹ وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۰ ع

''بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور یہ کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کی وہ خوبی بیان کی گئی ہے جس کے سبب وہ تمام دیگر آسمانی کتابوں پر فائق ہو گیا، یعنی یہ قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے، اس راستہ میں کوئی کجی یا ٹیڑھ نہیں اور نہ کوئی پیچیدگی ہے۔ جس کی اتباع ہی میں انسانوں کے لیے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی ہے اور یہ قرآن ان لوگوں کو جنت کی خوش خبری دیتا ہے جو اپنے ایمان میں مخلص ہوتے ہیں، عمل صالح کرتے ہیں اور گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں، مگر جو لوگ بعث بعد الموت اور آخرت میں جزا و سزا پر ایمان نہیں رکھتے انھیں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ : یعنی یہ قرآن سیدھے اور نہایت واضح راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ۝ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ۝ وَّ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ [الكهف : ۱ تا ٤] ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔ بالکل سیدھی، تاکہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [الزمر : ۲۸] ''واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمھیں روشن (دین) پر چھوڑ رہا ہوں۔ اس کی رات بھی اس کے دن کی مانند ہے (یعنی اس میں کسی قسم کی پیچیدگی، کجی اور شک وشبہ نہیں) میرے بعد اس کو چھوڑ کر کجی وہی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۲٦/٤، ح : ۱۷۱٤۷]

وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا : یعنی ان مومنوں کو بشارت دیتا ہے جو اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے لیے اجر عظیم ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، نیک لوگوں کے لیے میں نے جنت میں جو نعمتیں پیدا کی ہیں انھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ (ان کے بارے میں) کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفی لهم من قرة أعین ﴾ : ٤۷۸۰۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب صفة الجنة ...... الخ : ۲۸۲٤]

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا : یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، قرآن انھیں یہ بشارت دیتا ہے کہ روز قیامت ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہوگا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر تم وہ کچھ دیکھ لو جو میں نے دیکھا ہے تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔'' [مسلم، کتاب الصلاة، باب تحریم سبق ...... الخ : ٤۲٦۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لا تسئلوا عن أشیاء ...... الخ ﴾ : ٤٦۲۱]

وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

''اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے اپنے بھلائی کی دعا کرنے کی طرح اور انسان ہمیشہ سے بہت جلد باز ہے۔''

اس آیت میں انسان کی اس فطرت کو بیان کیا گیا ہے کہ جب اسے کوئی سانحہ پیش آتا ہے تو فوراً بددعا دینا شروع کر دیتا ہے، خواہ وہ بددعا اس کے دشمنوں کے خلاف ہو، یا اس کے اپنے اور اپنی اولاد وغیرہ کے خلاف ہو۔ پھر وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی یہ بددعا جلد قبول ہو جائے، حالانکہ بعد میں اسے خود احساس ہو جاتا ہے کہ اگر اس کی بددعا قبول ہو جاتی تو اس کا اسے کتنا نقصان پہنچ سکتا تھا۔ گویا انسان کی جلد باز طبیعت اکثر اوقات نقصان دہ ہی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے کاموں میں تدریج اور مہلت دینے کا قانون جاری وساری ہے، جس میں طرح طرح کی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ : یعنی انسان جلد بازی کی وجہ سے بعض اوقات اپنے خلاف یا اپنی اولاد یا اپنے مال کے لیے ہلاکت، تباہی و بربادی یا لعنت کی بددعا کرنے لگتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس کی بددعا کو قبول فرمالے تو

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ اپنی ہی بددعا کی وجہ سے ہلاک ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ﴾ [یونس : ۱۱] ''اور اگر اللہ لوگوں کو برائی جلدی دے انھیں بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح تو یقیناً ان کی طرف ان کی مدت پوری کر دی جائے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندے کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! جلدی کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس طرح کہے کہ میں نے دعا کی اور خوب دعا کی، میں نہیں سمجھتا کہ وہ قبول ہوگی، پھر ناامید ہو جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب بيان أنه يستجاب للداعي ما لم يعجل ...... الخ : ۹۲/ ۲۷۳۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی جانوں کے لیے بددعا نہ کیا کرو، نہ اپنی اولاد کے لیے بددعا کیا کرو اور نہ اپنے اموال و مواشی کے لیے بددعا کیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس گھڑی میں بددعا کر بیٹھو جس میں اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے وہ عطا کرتا ہے (اور تمھاری بددعا قبول ہو جائے)۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب حديث جابر الطويل، وقصة أبي اليسر : ۳۰۰۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمین پر جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو یا تو اللہ تعالیٰ اس کی وہ دعا قبول فرما لیتا ہے، یا اس سے اسی کے مثل کوئی برائی ٹال دیتا ہے، بشرطیکہ دعا گناہ یا رشتہ داری توڑنے کے متعلق نہ ہو۔'' [ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة : ۳۳۸۱۔ مسند أحمد : ۳/ ۳۶۰، ح : ۱۴۸۹۱]

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: ''تجھ میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، ایک تو بردباری و برداشت اور دوسری وقار و سنجیدگی (یعنی کوئی کام وقار و سنجیدگی اور اطمینان سے کرنا، جلد بازی میں نہ کرنا)۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بالإيمان بالله تعالى ورسوله وشرائع الدين والدعاء إليه ...... الخ : ۲۵/ ۱۷]

وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا، تاکہ تم اپنے رب کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

رات اور دن کی ہیئت، ان کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا اور چھوٹا بڑا ہونا، دو ایسی نشانیاں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کا ایک خالق ہے جو بڑی حکمتوں والا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رات کے لیے چاند کو بنایا ہے، جس کی روشنی دھیمی ہوتی ہے اور دن کے لیے سورج کو بنایا ہے جس کی روشنی تیز ہوتی ہے، تاکہ آدمی کو معاش کی تلاش میں آسانی ہو۔ ان دونوں کا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انھی کے آنے جانے، گھٹنے بڑھنے اور مسلسل حرکت کے ذریعے سے دن اور رات کے اوقات، گھنٹوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کا حساب معلوم کیا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا نہ کیا ہوتا تو یہ حسابات معلوم نہ ہوتے اور لوگوں کے معاملات ٹھپ ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مزید عظمت ذہنوں میں بٹھانے کے لیے فرمایا کہ ہم نے قرآن میں ہر وہ بات بیان کر دی ہے جس کی انسان کو دین و دنیا کی بہتری کے لیے ضرورت پڑ سکتی ہے۔

وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰] "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔"

فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً : اس آیت سے معلوم ہوا کہ دن روزی کمانے کے لیے بنایا گیا ہے اور عموماً دن ہی کو روزی کمانی چاہیے۔ رات عموماً آرام کے لیے بنائی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴾ [النبا : ۹ تا ۱۱] "اور ہم نے تمھاری نیند کو (باعث) آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔" اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴾ [يونس : ٦٧] "وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن۔ بے شک اسی میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [النور : ٤٤] "اللہ رات اور دن کو ادل بدل کرتا ہے، بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔"

لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ : دن، مہینا اور سال کی معلومات اور حساب کتاب کے سلسلہ میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴾ [يونس : ٥، ٦] "وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۱ تا ۷۳] "کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی روشنی لے آئے؟ تو کیا تم نہیں سنتے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔" اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ﴾ [البقرۃ : ۱۸۹] "وہ تجھ سے نئے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں۔"

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ پڑھتے وقت یہ فرمایا: "وقت گھوم پھر کر اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس دن تھا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ سال بارہ ماہ کا ہے، جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، ان میں سے تین تو لگاتار ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا مہینا مضر کا رجب ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداع : ٤٤٠٦۔ مسلم، کتاب القسامة والمحاربین، باب تغلیظ تحریم ...... الخ : ١٦٧٩]

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳
اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝۱۴

"اور ہر انسان کو، ہم نے اسے اس کا نصیب اس کی گردن میں لازم کر دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے، جسے وہ کھولی ہوئی پائے گا۔ اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر چیز بیان کر دی ہے تو کسی کے پاس راہ ضلالت اختیار کرنے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اسی لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر آدمی اپنی مرضی اور اختیار سے جو بھی اچھے اور برے اعمال کرتا ہے اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اس کا عمل اس کے ساتھ ایسے ہی لگا ہوتا ہے جیسے کسی کی گردن کا طوق، اس سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کسی حال میں بھی الگ نہیں ہوتا۔ اس عمل کے مطابق سعادت و نیک بختی یا شقاوت و بدبختی بھی اس کے ساتھ لگی ہوتی ہے، اس سے وہ چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اگر بد بخت ہوگا تو جہنم اور نیک بخت ہوگا تو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔ قیامت کے دن ہر آدمی اپنا نامۂ اعمال اپنے آگے کھلا ہوا پائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھو جس میں تمھارے چھوٹے بڑے تمام اعمال درج ہیں۔ تم خود ہی اپنے اعمال کا حساب لگاؤ گے اور گواہ بنو گے کہ تم نے ان کا ارتکاب کیا تھا یا نہیں۔ آج تو خود ہی فیصلہ کرے گا کہ تو مستحق عذاب ہے یا مستحق اجر و ثواب، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَؕ۝۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌۙ۝۱۴ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗؕ۝۱۵ ﴾ [القيامة : ١٣ تا ١٥] ''اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔ بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے بہانے پیش کرے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ہنس دیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس وجہ سے ہنس رہا ہوں؟'' ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں بندے کی اس گفتگو پر ہنس رہا ہوں، جو وہ اپنے مالک سے کرے گا۔ بندہ کہے گا، اے میرے مالک! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ جواب دے گا، کیوں نہیں۔ بندہ کہے گا، تو پھر میں کسی کی گواہی کو اپنے خلاف جائز نہیں سمجھتا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج کے دن تیری ذات ہی کی گواہی تیرے خلاف کافی ہے اور کراماً کاتبین بھی گواہی دیں گے۔ پھر بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں کو بولنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ اس کے سارے اعمال بتا دیں گے۔ پھر بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو بندہ اپنے ہاتھ پاؤں سے کہے گا، چلو دور ہو جاؤ، اللہ کی مار ہو تم پر، میں تو تمھارے ہی لیے جھگڑ رہا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٦٩]

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۝۱۵

''جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔''

گزشتہ آیت میں جو کچھ بیان ہوا ہے، اس سے ہر آدمی کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جو شخص آج راہ ہدایت کو اختیار کرے گا، اللہ پر، اس کے رسول پر، یوم آخرت پر اور جنت و جہنم پر ایمان لائے گا، عمل صالح کرے گا اور شرک و

www.sirat-e-mustaqeem.com

معاصی سے اجتناب کرے گا تو اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا، عذاب سے نجات پائے گا اور جنت کا مستحق بنے گا۔ جبکہ جو شخص گمراہ ہوگا، قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کو جھٹلائے گا اور شرک و معاصی کا ارتکاب کرے گا تو اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا اور جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے گناہوں کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کو اپنا رسول بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں دیتا۔ جب اپنا رسول بھیج کر حق و باطل کو ان کے لیے آشکارا کر دیتا ہے اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے، تو ان پر اپنا عذاب نازل کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۶۵] ''ایسے رسول جو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تا کہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴾ [الملك : ۸، ۹] ''قریب ہوگی کہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ ھٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۷۱] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۳۷] ''اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس خاص ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

وہ بچے جو بچپن میں فوت ہو جائیں اور ان کے باپ کافر ہوں ان کے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں، جیسا کہ تمھارے جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہیں، کیا ان میں کوئی کان کٹا پیدا ہوتا ہے؟ وہ تو تم خود ہی ان کے کان کاٹ دیتے ہو۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگر کوئی بچپن ہی میں فوت ہو جائے تو؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال کی صحیح اور پوری خبر ہوتی ہے۔'' [بخاري، كتاب القدر، باب الله أعلم بما كانوا عاملين : ٦٥٩٩، ٦٦٠٠۔ مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة : ٢٦٥٨/٢٣]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معراج والی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بزرگ کو جنت کے ایک درخت تلے دیکھا، ان کے پاس بہت سے بچے جمع تھے۔ دریافت کرنے پر جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں کی اور مشرکوں کی اولادیں ہیں۔ لوگوں نے کہا، مشرکوں کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں مشرکین کی اولاد بھی۔'' [بخاري، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلوة الصبح : ٧٠٤٧۔ مسند أحمد : ٩٠٨/٥، ح : ٢٠١١٧]

وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾

''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں حکم نہیں مانتے تو اس پر بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اسے برباد کر دیتے ہیں، بری طرح برباد کرنا۔''

جس عذاب کا اوپر ذکر آیا ہے، اب اسی کا سبب بیان کیا جا رہا ہے کہ جب ہم کسی قوم کو عذاب کے ذریعے سے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں اور ناز و نعم میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اپنے رسول کی زبانی اطاعت و بندگی کا حکم دیتے ہیں، لیکن وہ لوگ ہمارے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور سرکشی و بغاوت ان کا شیوہ بن جاتا ہے تو ان پر عذاب کا نزول واجب ہو جاتا ہے، پھر ہم انھیں یکسر تباہ و برباد کر دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ [هود : ١١٦] ''پھر ان امتوں میں سے جو تم سے پہلے تھیں، کچھ بچی کھچی بھلائی والے لوگ کیوں نہ ہوئے، جو زمین میں فساد سے منع کرتے، سوائے تھوڑے سے لوگوں کے جنھیں ہم نے ان میں سے نجات دی اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، وہ ان چیزوں کے پیچھے پڑ گئے جن میں انھیں عیش و آرام دیا گیا تھا اور وہ مجرم تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿٢٣﴾ قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [الزخرف : ٢٣ تا ٢٥] ''اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا

www.sirat-e-mustaqeem.com

مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اس نے کہا اور کیا اگر میں تمھارے پاس اس سے زیادہ سیدھا راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ انھوں نے کہا بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، سو دیکھ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔''

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ، خرابی ہے عرب کی اس آفت سے جو نزدیک آ چکی ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا۔'' اور (راویٔ حدیث) سفیان نے دس کا ہندسہ بنایا (یعنی انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے حلقہ بنایا) میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا ہم تباہ ہو جائیں گے، ایسی حالت میں بھی جب کہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جب برائی زیادہ ہو گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب اقتراب الفتن : ۲۸۸۰]

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

''اور ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا نوح علیہ السلام تک سب لوگ توحید پر قائم اور شرک سے نا آشنا تھے۔ صحیح احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ شرک کا آغاز قوم نوح سے ہوا، جب ان میں پانچ بزرگ فوت ہو گئے تو شیطان نے انھیں پٹی پڑھائی کہ ان کی یاد کے طور پر ان کے مجسمے تیار کر لیں، انھوں نے ان کے مجسمے بنا لیے، پھر جب یہ نسل چلی گئی تو ان کے بعد آنے والوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ اس طرح بنی نوع انسان میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ جب انھوں نے کفر و سرکشی کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ اس آیت میں کفار مکہ کے لیے ایک قسم کی دھمکی ہے کہ اگر وہ بھی اپنے کفر میں جمے رہے تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ کا عذاب ان پر نازل ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۳۹] ''اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴾ : فرمایا کہ آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب واقف ہے۔ اس لیے انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان کا گناہ ان کی ہلاکت کا باعث نہ بن جائے، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو مہلت دیتا رہتا ہے (اور جب وہ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے) تو پھر جب انھیں پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ﴾ : ٤٦٨٦]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

''جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس میں جلدی دے دیں گے جو چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے، اس میں داخل ہوگا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا۔''

یعنی جو شخص دنیا کے عارضی فائدے کی طلب میں لگا رہتا ہے، اس کی کوشش کا منتہائے مقصود دنیا کی کامیابی ہوتا ہے اور آخرت پر اس کا ایمان نہیں ہوتا، اس لیے مرنے کے بعد اسے اللہ تعالیٰ سے نہ ثواب کی امید ہوتی ہے اور نہ سزا کا ڈر۔ ایسے لوگوں میں سے کسی کے لیے تو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق دنیاوی منافع کے دروازے کھول دیتا ہے اور کسی پر ان دروازوں کو تنگ کر دیتا ہے، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ انھیں کسی فوری عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیتا ہے اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اللہ کے ناشکرے بندے ہونے کی وجہ سے اس کی نگاہ میں برے اور اس کی رحمت سے دور ہوں گے۔

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [هود : ١٥، ١٦] ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہوگیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴾ [الشورٰى : ٢٠] ''جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔''

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کا مقصود حصول دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے کام بکھیر دیتا ہے اور اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیے مقدر ہوتی ہے اور جس کی نیت آخرت کا حصول ہو، اللہ تعالیٰ اس کے کام مرتب کر دیتا ہے اور اس کے دل میں استغنا پیدا فرما دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا : ٤١٠٥۔ ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب أحاديث : ابتلينا بالضراء ...... الخ : ٢٤٦٥ ، عن أنس بن مالك رضي الله عنه]

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا : یعنی وہ جہنم میں اپنی برائیوں اور بد اعمالیوں کی وجہ سے مذموم ہو کر داخل ہو گا کہ اس نے دنیا فانی کو ابدی اور دائمی آخرت کے مقابلے میں ترجیح دی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی آیا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ٢٨٠٧]

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲

''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔''

یعنی جو لوگ ایمان لانے کے بعد طلب آخرت کے لیے کوشاں ہوں گے اور ان کی زندگی کا منتہائے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو گا تو قیامت کے دن انھیں ان کے نیک اعمال کا بہترین بدلہ دیا جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے مدینہ آنے کے بعد کبھی جو کی روٹی بھی دو دن متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی، حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ [مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٢/٢٩٧٠۔ بخاری، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه : ٦٤٥٤]

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں، اللہ کی قسم! اے میرے بھتیجے! ہم چاند دیکھتیں، پھر (دوسرا) چاند، پھر (تیسرا) چاند دیکھتیں، دو ماہ میں تین چاند دیکھ لیتیں، (لیکن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ تک نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا، خالہ جان! پھر آپ کا گزارا کس چیز پر ہوتا تھا؟ فرمایا، دو سیاہ چیزوں کھجور اور پانی پر۔ [بخاری، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه : ٦٤٥٩۔ مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٧٢]

سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (ابتدائی) سات ساتھیوں میں سے ایک ہوں۔ (ہمارا حال اس وقت یہ تھا کہ) ہمارے پاس کھانے کے لیے درختوں کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا، (جنھیں کھاتے) ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں۔ (انھی ایام میں) مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اسے اپنے اور سعد بن مالک رضی اللہ عنہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے درمیان پھاڑ کر آدھا آدھا کر لیا۔ چنانچہ اس کے آدھے حصے کی میں نے ازار باندھ لی اور آدھے کی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے، لیکن آج کیفیت یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔[مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۶۷]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عرب میں سے پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیراندازی کی۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہمارا حال یہ تھا کہ ہمارے پاس کھانے کے لیے حبلہ (ایک قسم کا جنگلی درخت) اور کیکر کے پتوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ ہم اس طرح قضائے حاجت کرتے، جس طرح اونٹ یا بکری (مینگنیاں) کرتی ہے اور وہ (خشکی کی وجہ سے) ملی ہوئی نہ ہوتیں۔[بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب سعد بن أبی وقاص الزهری : ۳۷۲۸۔ مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۶۶]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا یہ حال ہوتا کہ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا اور آنے والا آتا اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا اور خیال کرتا کہ میں دیوانہ ہوں، حالانکہ مجھے کوئی دیوانگی نہ تھی، صرف بھوک تھی (جس کی شدت سے مجھے غشی آ جایا کرتی تھی)۔[بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما ذكر النبی ﷺ وحض على اتفاق أهل العلم ...... الخ : ۷۳۲۴]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھیجا اور سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا، (مقصد ہمارے بھیجنے کا یہ تھا) کہ ہم قریش کے ایک قافلے کا تعاقب کریں۔ زاد راہ کے طور پر کھجور کا ایک تھیلا ہمیں دیا۔ اس کے علاوہ آپ کو کچھ اور میسر نہ آیا (ورنہ آپ ہمیں ضرور دیتے)، بہر حال سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے رہے۔ ان سے پوچھا گیا، آپ لوگ اس سے کیسے گزارا کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا، ہم اسے اس طرح چوستے جیسے بچہ چوستا ہے، پھر ہم پانی پی لیتے اور یوں ایک کھجور ہی ہمیں پورے دن اور رات تک کافی ہو جاتی اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے بھی جھاڑتے اور پھر انھیں پانی میں تر کر کے کھا لیتے۔[مسلم، کتاب الصيد والذبائح، باب إباحة ميتات البحر : ۱۹۳۵]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم چھ ساتھی تھے اور (سواریوں کی قلت کے باعث) ہمیں ایک اونٹ ملا تھا، ہم باری باری اس پر سوار ہوتے اور یوں (زیادہ پیدل چلنے کی وجہ سے) ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اور خود میرے پاؤں بھی زخمی تھے، بلکہ ان کے ناخن بھی جھڑ چکے تھے۔ پس ہم اپنے پیروں پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لیتے تھے۔ چنانچہ اس غزوے کا نام ہی غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا، کیونکہ ہم اپنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

پاؤں پر چیتھڑے باندھتے تھے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع : ۴۱۲۸۔ مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب غزوۃ ذات الرقاع : ۱۸۱۶]

كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَ هٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾

”ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی اور ان کی بھی، تیرے رب کی بخشش سے اور تیرے رب کی بخشش کبھی بند کی ہوئی نہیں۔“

جہاں تک دنیاوی زندگی کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی اس کے تمام بندوں کو شامل ہے، چاہے وہ مومن ہو یا کافر۔ وہ دونوں قسم کے لوگوں کو زندگی کے آخری لمحہ تک روزی پہنچاتا ہے، البتہ موت کے بعد دونوں کے احوال مختلف ہو جائیں گے۔ جس کا مقصد حیات ہی صرف دنیوی غرض و غایت ہو گا، اسے جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا اور جو آخرت کا طلب گار ہو گا اسے جنت میں جگہ ملے گی۔ دنیا میں کسی کافر کا کفر اور کسی نافرمان کی نافرمانی اللہ کی روزی سے محرومی کا سبب نہیں بنتی۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

”دیکھ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے اور یقیناً آخرت درجوں میں بہت بڑی اور فضیلت دینے میں کہیں بڑی ہے۔“

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی نعمتوں کی تقسیم میں اپنی حکمت کی بنیاد پر ایک کو دوسرے پر فوقیت دیتا ہے۔ کسی کو زیادہ دیتا ہے تو کسی کو کم۔ کوئی قوی ہوتا ہے تو کوئی کمزور، کوئی صحت مند ہوتا ہے تو کوئی بیمار، لیکن آخرت تو درجات کے لحاظ سے بھی برتر ہے اور فضیلت کے لحاظ سے بھی۔ وہاں درجات کا تفاوت دنیا کے درجات کے تفاوت سے کہیں زیادہ ہو گا، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانوں میں رہنے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح لوگ اس چمکتے ستارے کو دیکھتے ہیں جو صبح کے وقت آسمان کے مشرقی یا مغربی افق پر باقی رہ گیا ہو۔ یہ فرق اس فضیلت کی وجہ سے ہو گا جو ایک کو دوسرے پر حاصل ہو گی۔“ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ تو نبیوں کے مقام ہوں گے اور کوئی دوسرا ایسے بلند مقاموں پر کیسے پہنچ سکے گا؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور جنھوں نے نبیوں کی تصدیق کی۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة : ۳۲۵۶۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب ترائي أهلِ الجنة أهل الغرف كما يرى الكوكب في السماء : ۱۱/ ۲۸۳۱]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے، خواہ وہ جہاد کرے اور خواہ اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں وہ پیدا ہوا ہو۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! کیا ہم لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنا دیں؟ آپ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے تو اللہ تعالیٰ سے جب تم جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو، کیونکہ فردوس جنت کا درمیانی اور اونچا ترین حصہ ہے اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور جنت کی نہریں فردوس ہی سے پھوٹتی ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين : ۲۷۹۰، ۷۴۲۳]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوسعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے سے، اسلام کے دین ہونے سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہو، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔'' ابوسعید کو (یعنی مجھے) اس بات پر بڑا تعجب ہوا، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ان کلمات کو ذرا پھر سے دہرا دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو دہرایا اور مزید اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک اور عمل بھی ہے، جس کی وجہ سے بندے کو جنت میں سو درجے ملیں گے اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهد في الجنة : ۱۸۸۴]

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع ۲/۲

''اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بنا، ورنہ مذمت کیا ہوا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر قائم رہنے کا حکم دیا اور شرک سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس لیے کہ جو شخص عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک کرتا ہے وہ اس کا بدترین بندہ ہوتا ہے اور وہ اسے انھی جھوٹے معبودوں کے سپرد کر کے اس کی نصرت و تائید سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ ''مذموم'' وہ شخص ہے جس کی مذمت کی جائے اور ''مخذول'' وہ شخص ہے جس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے اور حمایت، مدد اور نصرت سے محروم کر دیا جائے۔ ایسا شخص دنیا میں ذلیل و خوار ہوتا ہے اور آخرت میں جنت سے بھی محروم ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ۳۱] ''اس حال میں کہ اللہ کے لیے ایک طرف ہونے والے ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے۔" اور فرمایا: ﴿ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۵۱] "ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دیں گے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اس کو شریک بنایا جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ ظالموں کا برا ٹھکانا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [المائدة : ۷۲] "بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔"

فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا : یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے تم ملامت زدہ و بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے، کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ تیری مدد نہیں کرے گا، بلکہ تجھے اس کے سپرد کر دے گا جس کی تو نے عبادت کی ہو گی اور وہ جھوٹا الٰہ تیرے کسی بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے، کیونکہ نفع و نقصان کا مالک تو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جسے کوئی شدید حاجت آ پڑے اور اس نے اسے لوگوں پر پیش کر دیا (یعنی ان کے سامنے ہاتھ پھیلا دیا) تو اس کی وہ حاجت پوری نہیں ہو گی، لیکن جس نے (اس مشکل وقت میں) اپنی جھولی اللہ تعالیٰ کے سامنے پھیلا دی تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے بے پروا کر دے گا، جلدی موت دے کر (کہ دنیا کے بکھیڑوں سے جان چھوٹ جائے گی) یا اسے جلد ہی غنی کر دے گا (اور اسے کسی کی محتاجی نہیں رہے گی)۔" [أبو داوٗد، کتاب الزکوة، باب فی الاستعفاف : ۱٦٤٥۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الھم فی الدنیا : ۲۳۲٦۔ مسند أحمد : ۱/ ٤٠٧، ح : ۳۸٦۸]

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ
اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾
وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ط

"اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ ہی جائیں تو ان دونوں کو "اف" مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

پر رحم کر جیسے انھوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔"

شرک سے ممانعت کے بعد یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے صراحت کے ساتھ توحید کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا حکم دے کر انسان کو یہ بات بتلا دی کہ توحید باری تعالیٰ اور اس کے حقوق کی ادائیگی کے بعد دنیا میں والدین کے حقوق سے بڑھ کر کوئی حق نہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق و مالک ہے، اس لیے اس کی عبادت ضروری ہوئی اور رحم مادر میں باپ کا نطفہ قرار پانے کے بعد ماں نو ماہ تک ہزارہا تکلیفیں برداشت کر کے اس بچے کا بوجھ اٹھائے رکھتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بالکل عاجز اور کمزور ہوتا ہے۔ اس میں حرکت کرنے کی بھی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس وقت سے ماں اور باپ اللہ کے بعد اس کا سہارا بنتے ہیں، اس کی حفاظت کی خاطر دن کا چین اور رات کا سکون کھو دیتے ہیں اور ہر جتن کر کے اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اسے اپنی نگاہ شفقت کے زیر سایہ پالتے ہیں، گویا اس کے وجود و بقا کے لیے اللہ کی قدرت و ربوبیت کے بعد انھی دونوں کی شفقت و محبت کام کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کا جو طریقہ سکھلایا اس سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے والدین کی تعظیم و تکریم اور خدمت کرنے میں کوئی کسر باقی اٹھا نہیں رکھنی چاہیے۔ جب ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو ان پر نگاہ شفقت و محبت ڈالے، ان کی خدمت کر کے قلبی راحت محسوس کرے اور ان کی خدمت کرتے ہوئے اگر کوئی تکلیف پہنچے تو اف تک نہ کہے اور ان سے غایت درجہ محبت و اکرام کا معاملہ کرے۔ ان کے سامنے اپنے آپ کو جھکا کر رکھے، سخت لہجہ میں بات نہ کرے، آواز اونچی نہ کرے، ان کی خدمت کو دنیا و آخرت کی سعادت و نیک بختی کا سبب سمجھے۔ اس لیے کہ آج وہ دونوں اس شخص کی مدد کے محتاج ہو گئے ہیں جو پیدائش کے بعد سے ان کی مدد کا سب سے زیادہ محتاج فرد تھا۔ یہاں تک کہ ان کے سایۂ عاطفت میں پل بڑھ کر جوان ہو گیا۔ ﴿وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح چڑیا غایت حفاظت کے پیش نظر اپنے بچوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتی ہے اور جب پرواز سے فارغ ہو کر زمین پر اترنا چاہتی ہے تو اپنے پر سمیٹ لیتی ہے۔ اسی طرح لڑکا جب جوان ہو جائے اور والدین بوڑھے ہو جائیں تو ہر دم ان کی حفاظت کرتا رہے اور ان کے سامنے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ رہے۔ آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ اے انسان! تو اپنے والدین کے لیے اس طرح تواضع اور انکسار کا اظہار کر جس طرح غلام اپنے سخت مزاج اور سخت گیر آقا کے سامنے کرتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ والدین کے لیے اپنی عارضی شفقت و محبت پر اکتفا نہ کرو، بلکہ جب تک زندہ ہو، روزانہ کم از کم پانچ نمازوں میں ان کے حق میں دعا کرو کہ اللہ ان پر دائمی رحمت کرے، ان کی مغفرت فرما دے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے، کیونکہ انھوں نے بہت زیادہ شفقت و محبت کے ساتھ تمھاری پرورش کی تھی

www.sirat-e-mustaqeem.com

جب تم چھوٹے تھے اور حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ [لقمان : ١٤] ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [لقمان : ١٥] ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس آئیں (تب وہ کافرہ تھیں) وہ (مجھ سے ملاقات کی) خواہش مند تھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا میں ان سے نیک سلوک کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' [بخاری، کتاب الأدب، باب صلة الوالد المشرك : ٥٩٧٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا ، پھر کون؟ فرمایا: ''تیرا باپ۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة : ٥٩٧١۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین و أیهما أحق به : ٢٥٤٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا، پھر اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوة عملاً : ٧٥٣٤]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، غیر کا حق روکنا اور جس چیز کا حق دار نہ ہو اس کا مانگنا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کر دیا ہے اور اس نے تمھارے لیے قیل و قال (یعنی فضول باتوں) کو، کثرت سوال کو اور مال کے ضیاع کو ناپسند فرمایا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر : ٥٩٧٥]

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: ''کیا میں تم لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کی، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! (بتایئے!) آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے، بعد ازاں آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ، اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' پھر آپ برابر یہی فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں سمجھا کہ اب شاید آپ خاموش نہیں ہوں گے۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر : ۵۹۷۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: '' (وہ یہ ہیں) اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کو (ناحق) قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔'' مزید فرمایا: ''کیا میں تم کو کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟'' پھر فرمایا: ''جھوٹ بولنا'' یا یہ فرمایا: ''جھوٹی گواہی دینا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر : ۵۹۷۷]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔'' [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الیمین الغموس : ۶۶۷۵]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! بھلا اپنے ماں باپ پر کون لعنت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: '' (مطلب یہ ہے کہ) ایک شخص دوسرے کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا۔ وہ اس کی ماں کو گالی دے گا، تو وہ (دوسرا جواب میں) اس کی ماں کو گالی دے گا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیہ : ۵۹۷۳]

سیدنا مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا میرے ماں باپ کے فوت ہو جانے کے بعد بھی مجھ پر ان کا کوئی حق باقی ہے کہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! ان کے لیے دعا کرنا، ان کے لیے استغفار کرنا، ان کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا، ایسے رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھنا کہ ان (ماں باپ) کے بغیر ان سے رشتے داری نہیں ہو سکتی تھی اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی بر الوالدین : ۵۱۴۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی، مجھے اس سے بہت محبت تھی، تاہم میرا والد اس سے نفرت کرتا تھا، چنانچہ انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں، لیکن میں نے انکار کیا۔ انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے عمر کے بیٹے عبداللہ! اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔'' [ترمذی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی الرجل یسئله أبوہ أن یطلق زوجته : ۱۱۸۹]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے اور میرا باپ چاہتا ہے کہ میرے مال سے اپنی ضرورت پوری کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اور تمھارا مال تمھارے باپ ہی کا ہے۔“ [ابن ماجه، كتاب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده : ۲۲۹۱]

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۲۵

”تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہوگے تو یقیناً وہ بار بار رجوع کرنے والوں کے لیے ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا ہے۔“

دلوں کے بھید اور احوال کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون جانتا ہے؟ جو شخص والدین کے لیے نیک جذبات رکھتا ہے، اللہ اسے خوب جانتا ہے اور اگر کوئی شخص ان کے لیے نفرت کا جذبہ رکھتا ہے اور انھیں بوجھ سمجھتا ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ دونوں قسم کے آدمیوں کے ساتھ اس کی نیت کے مطابق اللہ تعالیٰ معاملہ کرے گا۔ آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اچھی نیت اور عام حالات میں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے باوجود اگر کبھی کوئی تقصیر ہو جائے اور اس پر آدمی نادم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا اور عذاب نہیں دے گا۔

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا : ” اَوَّابٌ “ کا لفظ اَوَّبَ سے مشتق ہے، اَوَّبَ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ جب کوئی شخص واپس آئے تو اس کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ اَوَّبَ فُلَانٌ۔ صحیح حدیث میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد یا حج یا عمرہ سے لوٹ کر آتے تو پہلے تین مرتبہ ” اَللّٰهُ اَكْبَرُ “ کہتے، پھر یوں فرماتے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. آئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ » ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کو تعریف سجتی ہے، وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ہم لوٹ کر آ رہے ہیں، توبہ کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، اپنے رب کے شکر گزار ہیں کہ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور کافروں کی فوجوں کو اکیلے ہی اس نے شکست دی۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق : ۴۱۱۶]

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۲۶ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۲۷

”اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔ بے شک بے جا خرچ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کرنے والے ہمیشہ سے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔‘‘
والدین کے بعد دیگر رشتہ داروں، ضرورت مندوں اور مسافروں کا خیال کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اور آخر میں فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے، جیسے کوئی آدمی اپنا مال ناجائز کاموں میں خرچ کرے یا ان لوگوں پر خرچ کرے جو شرعی اصولوں کے مطابق مستحق نہ ہوں۔ اگلی آیت میں اس حکم کی علت بیان کی گئی ہے کہ فضول خرچی کرنے والے لوگ ناشکری میں شیطان کی مانند ہیں اور یہ انسان کی بہت زیادہ مذمت ہے، کیونکہ شیطان سے زیادہ کوئی برا نہیں ہے۔ یا مفہوم یہ ہے کہ فضول خرچی کرنے والے لوگ جہنم میں شیطان کے ساتھی ہوں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ شیطان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا کوئی ناشکرا نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جتنی صلاحیتیں دی ہیں ان سب کو اس نے ارتکاب معاصی، زمین میں فساد پھیلانے، لوگوں کو گمراہ کرنے اور کفر کی طرف بلانے میں لگا دیا ہے۔ اس طرح اگر کوئی آدمی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ کی بندگی کے بجائے ناجائز کاموں پر خرچ کرتا ہے تو گویا وہ شیطان کی مانند ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ : قبیلہ بنی یربوع کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، تو اپنی ماں پر، اپنے باپ پر، اپنی بہن پر اور اپنے بھائی پر خرچ کر، پھر ان پر جو تیرے درجہ بدرجہ قریبی ہیں۔‘‘ [مسند أحمد : ٤/ ٦٤، ٦٥، ح : ١٦٦١٨]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو اپنے رزق کی اور اپنی عمر کی ترقی چاہتا ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم : ٥٩٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها : ٢٥٥٧]

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا : جب اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی اسراف اور فضول خرچی سے منع فرما دیا، بلکہ اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾ [الفرقان : ٦٧] ’’اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔‘‘

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنا، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، اپنا ہاتھ روک لینا اور دوسرے سے سوال کرنا حرام کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ فضول باتیں کرنے، کثرت سے سوال کرنے اور مال کے ضائع کرنے کو بھی ناپسند کرتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الاستقراض و أداء الدیون، باب ما ینهی عن إضاعة المال : ٢٤٠٨]

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

’’اور اگر کبھی تو ان سے بے توجہی کر ہی لے، اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش کی وجہ سے، جس کی تو امید رکھتا ہو تو ان

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے وہ بات کہہ جس میں آسانی ہو۔‘‘

اس آیت کریمہ میں نصیحت کی گئی ہے کہ جن لوگوں کا اوپر ذکر آیا ہے اگر ان میں سے کوئی کسی کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرے اور اس کے پاس اس کو دینے کے لیے مال نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ مانگنے والے کو مایوس نہ کرے، اس سے سخت لہجہ میں بات نہ کرے اور اس وعدے کے ساتھ اسے واپس کرے کہ اللہ تعالیٰ جب وسعت دے گا تو اس کی مدد کرے گا۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝۲۹

’’اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے اور نہ اسے کھول دے، پورا کھول دینا، ورنہ ملامت کیا ہوا، تھکا ہارا ہو کر بیٹھ رہے گا۔‘‘

اس آیت میں بخیل کو اس آدمی سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیے گئے ہوں کہ ان ہاتھوں سے وہ نہ کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے اور نہ ان کے ذریعے سے کسی کو کوئی چیز دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ جن لوگوں پر خرچ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لیں اور نہ خرچ میں اتنی فضول خرچی سے کام لیں کہ سب کچھ لٹا دیں، بال بچوں کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑیں۔ اس لیے کہ بخل کی صورت میں لوگ ملامت کریں گے کہ مال ہوتے ہوئے ان کی مدد نہیں کی، جبکہ فضول خرچی کی وجہ سے سارا مال ضائع ہو جائے گا تو باقی عمر کف افسوس ملتے ہوئے گزارے گا اور دوسروں کا دست نگر رہے گا، پھر اس کی حالت اس اونٹ کی سی ہوگی جو راستے میں چلتے چلتے تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے، آگے نہیں چل سکتا تو اس کا مالک اسے وہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ گویا اس آیت میں خرچ کرنے میں افراط و تفریط سے منع کیا گیا ہے، اس کے متعلق کتاب و سنت کے دلائل پیش خدمت ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ [الفرقان : ٦٧] ’’اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’بخیل اور سخی کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جو لوہے کے دو کرتے چھاتیوں سے ہنسلیوں تک پہنے ہوئے ہوں۔ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو وہ کرتا پھیل جاتا ہے یا لمبا چوڑا ہو کر سارا بدن ڈھانپ لیتا ہے، حتیٰ کہ انگلیوں کو بھی چھپا دیتا ہے اور چلتے وقت اس شخص کے پاؤں کے نشان مٹاتا چلا جاتا ہے، لیکن بخیل جب خرچ کرنا چاہتا ہے تو ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ کر رہ جاتا ہے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

وہ اس کو کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتا۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب مثل البخیل و المتصدق : ۱٤٤٣۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب مثل المنفق والبخیل : ۱۰۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ بندے صبح کریں مگر یہ کہ دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے یا اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے اور دوسرا کہتا ہے یا اللہ! بخیل کا مال تلف کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فأما من أعطى واتقى ...... الخ ﴾ : ۱٤٤٢۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اپنے معاف کیے جانے کے شکریہ میں اپنا سارا مال بطور صدقہ اللہ اور اللہ کے رسول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کچھ مال اپنے لیے بھی رہنے دو، یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی، (اچھا) خیبر میں جو میرا حصہ ہے وہ میں رہنے دیتا ہوں (باقی سب خیرات کر دیتا ہوں)۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب : ٤٤١٨۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب : ۲۷٦۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دینار وہ ہے جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ایک وہ جو تم نے غلام کی آزادی میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے مسکین کو دیا اور ایک دینار وہ جو تم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا تو اجر کے لحاظ سے افضل وہ دینار ہے جو تم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال : ۹۹۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے مرنے کے بعد ایک غلام آزاد کرنے کی وصیت کی۔ اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''تیرے پاس اس کے علاوہ اور مال بھی ہے؟'' اس نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھ سے اس غلام کو کون خریدتا ہے؟'' نعیم نے آٹھ سو درہم کے عوض یہ خرید لیا اور درہم آپ کو ادا کر دیے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو، پھر اگر بچے تو اپنے گھر والوں پر، پھر بچے تو اپنے رشتہ داروں پر، پھر بچے تو ادھر بھی خرچ کرو، ادھر بھی خرچ کرو۔'' اور آپ نے اشارہ سے بتایا کہ آگے بھی، دائیں طرف بھی اور بائیں طرف بھی۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ثم أهله ثم القرابۃ : ۹۹۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الشجاعۃ فی الحرب : ۲۸۲۰]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایسا ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا، دیگر لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ جنگ حنین سے لوٹ رہے تھے تو کچھ (بدو) لوگ آپ سے لپٹ گئے، وہ آپ سے مال طلب کر رہے تھے۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا تنگ کیا کہ آپ ببول کے درخت کی طرف جانے پر مجبور ہو گئے۔ آپ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی چادر اس میں اٹک کر رہ گئی۔ آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: ''میری چادر تو مجھے دے دو، اگر میرے پاس ان (کانٹے دار درختوں کے) کانٹوں کے شمار کے برابر بیل، بکریاں اور اونٹ وغیرہ ہوتے تو میں وہ سب تم لوگوں میں بانٹ دیتا، تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب الشجاعة في الحرب والجبن : ٢٨٢١]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کسی نے کچھ مانگا تو آپ نے ''نہیں'' کبھی نہیں کہا۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق ...... الخ : ٦٠٣٤ ـ مسلم، كتاب الفضائل، باب في سخائه صلی اللہ علیہ وسلم : ٢٣١١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے واسطے سے کسی چیز کا سوال ہوا ہو اور آپ نے وہ چیز نہ دی ہو۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا، (اس وقت آپ کے پاس) دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں (یعنی اتنی کہ وہ وادی ان سے بھر جائے)، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب اسے دے دیں۔ وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا، اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کر لو، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا کچھ دیتے ہیں کہ فقر و فاقہ کا ڈر نہیں رہتا۔ [مسلم، كتاب الفضائل، باب في سخائه صلی اللہ علیہ وسلم : ٢٣١٢]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے اسے پکارا اور اسے دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ دوسرے جمعہ کو وہ پھر مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے، آپ نے اسے پکارا اور اس کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ تیسرے جمعہ کو وہ پھر داخل ہوا آپ نے اسے دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا: ''صدقہ دو۔'' تو لوگوں نے صدقہ دیا۔ آپ نے اس صدقے کے مال میں سے دو کپڑے اس کو دے دیے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''صدقہ دو۔'' تو اس شخص نے بھی اپنے کپڑوں میں سے ایک کپڑا پیش کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹا اور اس کے اس فعل کو اچھا نہیں سمجھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اس شخص کو دیکھو، یہ بری حالت میں مسجد میں داخل ہوا۔ میں نے اس کو اس امید سے پکارا کہ تم اسے کچھ دو، اس کے لیے صدقہ کرو اور اسے پہننے کے لیے کپڑے دو، لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ تو میں نے کہا صدقہ دو، تم نے صدقہ دیا اور میں نے اس صدقے کے مال میں سے اسے بھی دو کپڑے دے دیے، پھر میں نے تم سے کہا، صدقہ دو، تو اس نے اپنے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا پیش کر دیا۔'' آپ نے اس سے فرمایا: ''اپنا کپڑا لے لو۔'' پھر آپ نے اسے ڈانٹا (کہ اس نے اپنی ضرورت کی چیز کیوں دے دی)۔ [مسند أحمد : ٢٥/٣، ح : ١١٢٠٣]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ''بردہ'' لے کر آئی۔ سہل نے لوگوں سے پوچھا، تم جانتے ہو ''بردہ'' کسے کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا، تہ بند کو۔ سہل نے کہا، ہاں، تہ بند جس میں حاشیہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ وہ عورت کہنے لگی، اے اللہ کے رسول! یہ میں آپ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تہ بند کی ضرورت تھی، آپ نے وہ تہ بند لے لیا اور باندھ لیا۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ کو یہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

تہ بند باندھے ہوئے دیکھا تو کہا کیا عمدہ تہ بند ہے، مجھے عنایت فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”اچھا لے لو۔“ جب آپ مجلس سے اٹھے (اور وہ اسے دے دیا) تو لوگوں نے اسے ملامت کی اور کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا، کیا تم نہیں جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی ضرورت ہے، پھر تم نے کیوں آپ سے تہ بند مانگا؟ تم یہ بھی جانتے ہو کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ انھوں نے کہا، میں نے (یہ تہ بند باندھنے کے لیے نہیں بلکہ) برکت کے لیے مانگا ہے، کیونکہ آپ اس کو باندھ چکے تھے اور میری غرض یہ تھی کہ مجھے اس میں کفن دیا جائے۔[بخاری، کتاب الأدب، باب حسن الخلق : ٦٠٣٦]

اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَ يَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا ﴿۳۰﴾ ۳ ع ۸ ۳

”بے شک تیرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے، بے شک وہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“

بندوں کی روزی میں وسعت اور تنگی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے، وہ ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق جس کی روزی چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے۔

وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَ اِيَّاكُمۡ ؕ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا ﴿۳۱﴾

”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ روزی رساں ہے اور ہر ایک کی روزی کا ضامن ہے، اس لیے اولاد کو فقر و محتاجی کے ڈر سے مارنے سے منع کیا گیا۔ عہد جاہلیت میں بعض قبائل اپنی اولاد کو محتاجی کے ڈر سے قتل کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں اور تمھیں سب کو ہم روزی دیتے ہیں۔ اس لیے بھوک اور محتاجی کے ڈر سے انھیں قتل نہ کرو، کیونکہ ایسا کرنا گناہ عظیم ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ مِّنۡ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ وَ اِيَّاهُمۡ ﴾ [الأنعام : ١٥١] ”اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَ يَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَ مُسۡتَوۡدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ﴾ [هود : ٦] ”اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا

www.sirat-e-mustaqeem.com

گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' میں نے کہا، بے شک یہ تو بڑا گناہ ہے۔ میں نے پوچھا، پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ''پھر یہ کہ تو اپنے بچے کو اس ڈر سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا۔'' میں نے پوچھا، پھر کون سا گناہ؟ آپ نے فرمایا: ''پھر یہ کہ کوئی اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ فلا تجعلوا لله أندادا ﴾ : ۷۵۲۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب : ۸۶]

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

قتل اولاد سے منع کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں زنا سے منع کیا گیا ہے، جو نسب کے خلط ملط ہونے اور بالآخر نسل انسانی کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ زنا وہ بدترین فعل ہے جو فطرت سلیم، عقل اور شریعت یعنی ہر اعتبار سے گناہ عظیم ہے اور معاشرے پر اس کے نہایت خطرناک اور برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کی عزت محفوظ نہیں رہتی۔ ان کا نسب اور ان کی نسل خطرے میں پڑ جاتی ہے اور پاک وصاف معاشرہ اخلاقی انارکی کا شکار ہو جاتا ہے، جو اس فعل بد کا مرتکب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴾ [الفرقان : ۶۸، ۶۹] ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان کی تقدیر میں زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جس کو وہ لامحالہ کرے گا، تو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا جانا ہے اور دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ ان باتوں کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔'' [مسلم، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا : ۲۶۵۷/۲۱]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پاؤں تو میں تو اسے سیدھی تلوار سے قتل کر دوں گا۔ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم لوگوں کو سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے، اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے اور غیرت

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے (تمام) ظاہر و باطن کاموں کو حرام کر دیا ہے۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول النبي ﷺ : لا شخص أغير من الله : ٧٤١٦]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے زنا کی اجازت چاہی۔ لوگ اس طرف متوجہ ہوئے، اسے ڈانٹا اور کہا کہ خاموش ہو جا، تاہم آپ ﷺ نے فرمایا: ”(میرے) قریب آ۔“ وہ قریب آیا اور جب بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ”کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتا ہے؟“ اس نے کہا، نہیں۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! مجھے آپ پر اللہ فدا کرے (ہرگز نہیں)۔ آپ نے فرمایا: ”تو لوگ بھی اس کام کو اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”اچھا تو اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟“ اس نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے (ہرگز نہیں)۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ بھی اس کام کو اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تو اس کام کو اپنی بہن کے لیے پسند کرتا ہے؟“ اس نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ بھی اس کام کو اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔“ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تو اس کام کو اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتا ہے؟“ اس نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ بھی اس کام کو اپنی پھوپھیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔“ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تو اس کام کو اپنی خالہ کے لیے پسند کرتا ہے؟“ اس نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے (ہرگز نہیں)۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ بھی اس کام کو اپنی خالاؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور یہ دعا کی: ”الٰہی! اس کے گناہ بخش، اس کے دل کو پاک کر اور اسے عصمت والا بنا۔“ پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ نوجوان ایسے کسی کام کی طرف نہیں جھانکتا تھا۔ [مسند أحمد : ٢٥٦/٥، ٢٥٧، ح : ٢٢٢٧٤]

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۳۳

”اور اس جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔“

قتل اولاد اور زنا سے ممانعت کے بعد اس آیت کریمہ میں کسی بھی بے گناہ آدمی کے قتل سے منع کیا گیا ہے، سوائے اس شخص کے جس کا شرعی طور پر قتل کرنا ضروری ہو جائے۔ جیسے کوئی مرتد ہو جائے یا شادی کرنے کے بعد زنا کا مرتکب ہو، یا کسی آدمی کو ناحق قتل کر دے۔ اگر کوئی کسی کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دے تو اس کے ولی کو پورا اختیار ہے، چاہے تو قاتل

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے حاکم وقت کے ذریعے سے قصاص کا مطالبہ کرے، یا دیت لے لے، یا چاہے تو اللہ کے لیے معاف کر دے۔ ہاں! اگر قصاص لینا ہے تو قصاص لینے میں حد سے تجاوز نہ کرے، قاتل کے علاوہ دوسرے کو قتل نہ کرے، اگر قاتل ایک ہے تو دو یا دو سے زیادہ کو قتل نہ کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قصاص واجب کر کے مقتول کے اولیاء کی مدد فرما دی ہے اور جو مناسب بدلہ ہونا چاہیے، اسے مقرر کر دیا ہے۔ اس لیے اللہ کے حکم سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان یہ گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو اس کا قتل تین باتوں کے سوا حلال نہیں، یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو، یا اس نے شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کیا ہو، یا وہ دین چھوڑ کر جماعت کو خیر باد کہہ گیا ہو۔'' [بخاری، كتاب الديات، باب قول الله تعالٰى : ﴿ أن النفس بالنفس ...... الخ ﴾ : ٦٨٧٨۔ مسلم، كتاب القسامة، باب ما يباح به دم المسلم : ١٦٧٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا تو فرمایا: '' (وہ یہ ہیں) اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ نہ بیان کروں؟'' چنانچہ آپ نے فرمایا: ''جھوٹ بولنا'' یا آپ نے فرمایا: ''جھوٹی گواہی دینا۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ٥٩٧٧]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مسلمان کے قتل کی نسبت ساری دنیا کا ختم ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں کم تر ہے۔'' [ترمذی، كتاب الديات، باب ما جاء فى تشديد قتل المؤمن : ١٣٩٥۔ نسائی، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم : ٣٩٩٢]

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۴

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔''

جان کی حفاظت کا حکم دینے کے بعد اب مال کی حفاظت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ چونکہ یتیم کا اللہ کے علاوہ کوئی مضبوط سہارا نہیں ہوتا، اس لیے اس کے مال پر بدنیت لوگوں کی نگاہ لگی رہتی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے اسی کے مال کی حفاظت کا حکم دیا گیا اور اس بارے میں احتیاط کی تعلیم دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، ہاں! اگر نیت یہ ہو کہ اس کی دیکھ بھال کی جائے، تجارت کر کے اسے ترقی دی جائے تو پھر اس میں تصرف کرنا جائز ہے، یہاں تک کہ یتیم بالغ ہو جائے اور عقلی طور پر اپنے مال میں صحیح تصرف کرنے کے قابل بن جائے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ تمھارے جو عقود اور معاہدے ہوں ان کی پابندی کرو اور دھوکا نہ دو۔ اس لیے کہ قیامت کے دن بندوں سے عہود و مواثیق کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا اور اگر کسی نے بے سبب نقض عہد کیا ہوگا تو اس دن اس کی سزا اسے بھگتنا ہوگی۔

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴾ [النساء : ٥، ٦] ”اور بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو، جو اللہ نے تمھارے قائم رہنے کا ذریعہ بنائے ہیں اور انھیں ان میں سے کھانے کے لیے دو اور انھیں پہننے کے لیے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔“

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو ذر! میں تو تجھے بہت کمزور دیکھ رہا ہوں اور تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، خبردار، کبھی دو شخصوں کا بھی حاکم نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کا متولی بننا۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب کراهة الإمارة بغير ضرورة : ١٨٢٦]

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔“ [بخاری، کتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٣۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٩]

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

”اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ناپ تول میں کمی نہ کریں، جب کسی کے لیے ناپیں تو پورا ناپیں، اور وزن کریں تو صحیح ترازو سے وزن کریں، ڈنڈی نہ ماریں اور دھوکا نہ دیں۔ اسی میں ہر بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بھی یہی بہتر ہے۔ اس لیے کہ معاملات میں سچائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت دے گا اور قیامت کے دن کوئی مظلوم اس سے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المطففین : ۱ تا ٦] ”بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔“

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۶

”اور اس چیز کا پیچھا نہ کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک، اس کے متعلق سوال ہوگا۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آدمی کو ایسی بات کہنے سے منع فرمایا ہے جس کا اسے علم نہ ہو۔ یہ آیت قاعدہ کلیہ ہے، جس کے ضمن میں وہ تمام اقوال و افعال داخل ہیں جن کی صداقت و حقانیت کا آدمی کو علم نہ ہو، مثلاً جھوٹی گواہی دینا، بغیر ثبوت کسی کی مذمت کرنا، پاکدامن مردوں اور عورتوں پر بہتان باندھنا، بغیر دلیل شرعی کے کسی چیز کو حلال اور کسی کو حرام ٹھہرانا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کی علت یہ بیان فرمائی کہ قیامت کے دن انسان سے اس کے کان، آنکھ اور دل سب کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا، یا پھر اللہ تعالیٰ ان اعضا کو قوت گویائی عطا کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ ان کے ذریعے سے کن کن گناہوں کا ارتکاب کیا گیا تھا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ جو سنے، اسے (بغیر تحقیق کیے) آگے بیان کر دے۔“ [مسلم، المقدمة، باب النهی عن الحديث بكل ما سمع : ٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(برے) گمان سے بچو، یقیناً (برا) گمان بدترین جھوٹی بات ہے۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب ﴿ يأيها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ...... الخ ﴾ : ٦٠٦٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن والتجسس : ٢٥٦٣]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے بدتر جھوٹ یہ ہے کہ آدمی

www.sirat-e-mustaqeem.com

(خواب میں) ایسی چیز کے دیکھنے کا دعویٰ کرے جو اس کی آنکھ نے نہ دیکھی ہو۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمه : ۷۰۴۳]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کوئی ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا تو قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہرگز نہیں ہو سکے گا۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمه : ۷۰۴۲]

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کی باتیں سننے کے لیے کان لگائے اور وہ اس کا سننا پسند نہ کرتے ہوں، یا اس سے بھاگتے پھرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمه : ۷۰۴۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں دف بجا کر وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے دن کہے تھے۔ یہ لڑکیاں گانے والیاں نہیں تھیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے کہا، یہ شیطانی باجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ اور یہ عید کا دن تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوبکر! انھیں چھوڑ دو، ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔'' [بخاری، کتاب العیدین، باب سنة العیدین لأهل الإسلام : ۹۵۲]

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری شادی کے موقع پر میرے ہاں تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اسی طرح بیٹھ گئے جس طرح تم میرے پاس بیٹھے ہو۔ اس وقت ہماری کچھ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور ہمارے کچھ بزرگوں کا ذکر کر کے گا رہی تھیں جو بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ اتنے میں ایک لڑکی یہ مصرع گانے لگی، ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اور وہی گاتی رہو جو پہلے گا رہی تھیں۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة : ۵۱۴۷]

وَالْبَصَرَ : سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی مرد دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے۔'' [مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم النظر إلی العورات : ۳۳۸]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک (غیر محرم پر) نظر پڑ جانے سے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے نگاہ پھیر لینے کا حکم دیا۔ [مسلم، کتاب الآداب، باب نظر الفجاءة : ۲۱۵۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی کو کوئی عورت اچھی معلوم ہو اور اس کے دل میں اس کا خیال آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آ جائے اور اس سے صحبت کرے، اس سے اس کے دل کا

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ خیال جاتا رہے گا۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من رأی امرأۃ فوقعت فی نفسہ : ۱۴۰۳/۱۰]

وَالْفُؤَادَ : سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک (انسان کے) جسم میں (گوشت) کا ایک ایسا لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، آگاہ رہو کہ وہ دل ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه : ۵۲۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال و ترك الشبهات : ۱۵۹۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل کے خیالات کو معاف کر دیا ہے، جب تک کہ وہ انھیں زبان سے نہ نکالے یا ان پر عمل نہ کرے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس ...... الخ : ۱۲۷]

وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾

''اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو نہ کبھی زمین کو پھاڑے گا اور نہ کبھی لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نصیحت کی ہے کہ وہ زمین میں کبر و غرور کے ساتھ اکڑ کر نہ چلے، اس لیے کہ ایسا کرنے سے وہ اونچا نہیں ہو جاتا، بلکہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ کبر و غرور کی وجہ سے زمین کو روند کر چلنے سے وہ زمین میں سوراخ نہیں کر سکتا اور نہ اکڑ کر چلنے سے پہاڑ کے مانند اونچا ہو سکتا ہے۔ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ تواضع کو اختیار کرے۔ یہی عباد الرحمٰن کی شان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ﴾ [الفرقان : ۶۳] ''اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔''

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ تم عجز و انکسار کو اختیار کیا کرو اور تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة : ۲۸۶۵/۶۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص تکبر کی نیت سے تہ بند کو گھسیٹتا ہوا چلے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء : ۵۷۸۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص ایسا جوڑا پہن کر جو اسے بہت پسند تھا اور بالوں میں کنگھی کیے (اتراتا ہوا) چلا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے (زمین میں) دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک اسی طرح دھنستا چلا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء : ۵۷۸۹۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم التبختر فی المشی ...... الخ : ۲۰۸۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اقامت کی آواز سنو تو نماز کے لیے چل

www.sirat-e-mustaqeem.com

پڑو اور سکون اور وقار کو اپنے اوپر لازم کرلو، دوڑو نہیں، پھر جتنی نماز ملے وہ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کو پورا کرلو۔"

[بخاری، کتاب الأذان، باب لا یسعی إلی الصلوٰة ولیأتها بالسکینة والوقار : ٦٣٦]

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

"یہ سب کام، ان کا برا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مذکورہ بالا آیتوں میں جن بری باتوں سے روکا گیا ہے، وہ سب نہایت برے اعمال ہیں، آدمی کو چاہیے کہ اپنی زندگی میں ان سے اجتناب کرے اور جن اچھی باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل پیرا رہے۔

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

"یہ اس میں سے ہیں جو تیرے رب نے حکمت میں سے تیری طرف وحی کی اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بنا، پس تو ملامت کیا ہوا، دھتکارا ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ گزشتہ آیتوں میں جن اخلاق حمیدہ کا حکم دیا گیا ہے اور جن بری صفات سے منع کیا گیا ہے، حکمت کی یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی بتائی ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے شرک سے منع فرمایا ہے۔ نصیحتوں کا آغاز اسی دعوت توحید سے ہوا تھا اور اب بات اسی پر ختم کی جا رہی ہے۔ یہ احساس دلانے کے لیے کہ تمام حکمتوں کی اصل اور بنیاد توحید باری تعالیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرک کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس وقت وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا پھرے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام مخلوق بھی اسے ملامت کرے گی اور وہ رحمت باری تعالیٰ سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیا جائے گا۔

عٓ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

"پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔"

اس آیت کریمہ میں ان مشرکین عرب کی تردید ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے، حالانکہ وہ تو اللہ کے بندے ہیں جنھیں اللہ نے اپنی تسبیح و تحمید اور دیگر کارہائے عالم کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا اس نے تمھارے لیے سب سے اچھی اولاد یعنی لڑکا پسند کیا ہے اور اپنے لیے کم تر اولاد یعنی بیٹیاں پسند کی ہیں، جنھیں تم اپنے لیے گوارا نہیں کرتے، بلکہ زندہ درگور کر دیتے ہو؟ یہ کتنی عقل و حکمت کے خلاف بات ہے کہ آقا اپنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

غلام کو تو سب سے اچھی چیز دے اور اپنے لیے کم تر چیز پسند کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندوں کے منہ سے اپنے خالق و مالک کے بارے میں یہ بات بہت ہی بری ہے کہ ایک تو اللہ کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں اور وہ بھی ایسی اولاد جنھیں وہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۞ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾ [النجم : ۲۱، ۲۲] ''کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۞ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴾ [النجم : ۲۷، ۲۸] ''بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقیناً وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔ حالانکہ انھیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں، وہ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۞ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴾ [النحل : ۵۷، ۵۸] ''اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔''

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۞ ۴۱

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور وہ انھیں نفرت کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے دلائل اور مثالوں کے ذریعے سے حق بات کو بیان کر دیا ہے، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں، اللہ کی طرف رجوع کریں اور شرک کی تمام اقسام سے اس کے پاک ہونے کا عقیدہ رکھیں، لیکن کافروں کا حال یہ ہے کہ قرآن سن کر بدکتے ہیں اور حق سے اعراض کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴾ [الكهف : ۵۴] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال پھیر پھیر کر بیان کی ہے اور انسان ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۴۶] ''کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تمھاری سماعت اور تمھاری نگاہوں کو لے لے اور تمھارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمھیں یہ چیزیں لا دے؟ دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ
وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

”کہہ دے اگر اس کے ساتھ کچھ اور معبود ہوتے، جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو اس وقت وہ عرش والے کی طرف کوئی راستہ ضرور ڈھونڈتے۔ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، بہت زیادہ بلند ہونا۔ ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔“

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجیے کہ ان کے کہنے کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتے جو انھیں اللہ سے قریب کرتے ہیں تو وہ معبود بھی عرش والے صاحب جلال و کمال اللہ کی رضا کی جستجو میں لگے ہوتے، جو سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ معبود نہ ہوتے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ آسمان و زمین میں اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کہ جس کی بندگی کی جائے اور جو اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ بنے۔ آگے فرمایا کہ وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور مشرکین جو کچھ اس ذات واحد کے بارے میں کہتے ہیں اس سے وہ بلند و بالا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ تمام آسمان و زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوقات اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور ان تمام نقائص و عیوب سے اسے بلند و بالا سمجھتی ہیں جنھیں مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ تمام اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ صفت ربوبیت و الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ حیوانات، نباتات اور جمادات سبھی اسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں، لیکن لوگ ان کی تسبیحات کو نہیں سمجھ سکتے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ وہ بڑا ہی حلیم ہے، کفر و تمرد کے باوجود عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور وہ بڑا ہی معاف کرنے والا ہے کہ جو اس کے حضور عاجزی کرتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ : یعنی مخلوقات میں سے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے، لیکن لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، کیونکہ ان کی زبان تمھاری زبان سے مختلف ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [النور : ٤١] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اس کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے، ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان لی ہے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [التغابن : ۱] ”اللہ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) کھانا کھاتے وقت کھانے کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳۵۷۹]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ میں نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تسلیم الحجر علیه قبل النبوة : ۲۲۷۷]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے لیے کھجور (کے ایک تنے) کے پاس (ٹیک لگا کر) کھڑے ہوئے، پھر ایک انصاری عورت یا کسی صحابی نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیوں نہ ہم آپ کے لیے ایک منبر تیار کر دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم چاہتے ہو تو کر دو۔“ چنانچہ انھوں نے آپ کے لیے ایک منبر تیار کر دیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لیے) اس منبر پر تشریف لے گئے، اس پر اس کھجور کے تنے سے بچے کے رونے کی طرح آواز آنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس طرح چپ کروایا جس طرح کسی بچے کو چپ کروایا جاتا ہے۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ تنا اس لیے رو رہا تھا کہ وہ اللہ کے اس ذکر کو سنا کرتا تھا جو اس کے قریب ہوتا تھا۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳۵۸۳]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو ایسی قبروں پر ہوا جنھیں عذاب ہو رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور انھیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، بلکہ ان میں سے ایک شخص کا جرم یہ تھا کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرے شخص کا جرم یہ ہے کہ وہ چغل خور تھا۔“ پھر آپ نے ایک ہری ٹہنی لی، اس کے دو حصے کیے اور انھیں دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں گی، شاید ان دونوں کے عذاب میں تخفیف رہے۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الجریدة علی القبر : ۱۳۶۱]

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا : یعنی اپنی نافرمانی کرنے والے کو وہ فوراً سزا نہیں دیتا، بلکہ اسے مہلت اور ڈھیل دے دیتا ہے اور اگر وہ اپنے کفر و عناد پر بدستور قائم رہے تو وہ اسے اس طرح پکڑ لیتا ہے جس طرح قوی اور غالب پکڑ لیتا ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہے، مگر جب

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [ھود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔''

[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وکذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝۴۵

''اور جب تو قرآن پڑھتا ہے ہم تیرے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ایک پوشیدہ پردہ بنا دیتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو جو مشرکین قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ ان کے کفر و تمرد اور قرآن سے تغافل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ نہیں پاتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۵] ''اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں ایک بوجھ ہے اور ہمارے درمیان اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے۔''

یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ ابوجہل اور ابولہب کی بیوی ام جمیل وغیرہ، لیکن رسول اللہ ﷺ ہجرت کی رات قرآنی آیات پڑھتے ہوئے اور دشمنوں کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے نکل گئے اور کسی نے آپ کو نہیں دیکھا۔

وَّجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝۴۶

''اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں، (اس سے) کہ وہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ۔ اور جب تو قرآن میں اپنے رب کا، اکیلے اسی کا ذکر کرتا ہے تو وہ بدکتے ہوئے اپنی پیٹھوں پر پھر جاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر بہت دبیز پردہ ڈال دیتا ہے، تاکہ وہ قرآن کو نہ سمجھ پائیں اور ان کے کانوں کو بہرا کر دیتا ہے، تاکہ وہ قرآن کو نہ سن پائیں۔ کافروں کی ایک بدترین خصلت یہ بھی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے بتوں کا ذکر بھی سننا چاہتے تھے، اسی لیے جس مجلس میں صرف اللہ کا نام لیا جاتا، اسے پسند نہیں کرتے تھے اور وہاں سے چل دیتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھے۔آیت کے دوسرے حصے میں ان کی یہی بات بیان کی گئی ہے۔

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٦، ٧] ”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی نگاہوں پر ایک پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٥] ”اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔“

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۴۷ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۴۸ الربع

”ہم اس (نیت) کو زیادہ جاننے والے ہیں جس کے ساتھ وہ اسے غور سے سنتے ہیں، جب وہ تیری طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں، جب وہ ظالم کہہ رہے ہوتے ہیں کہ تم پیروی نہیں کرتے مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو کیا گیا ہے۔ دیکھ انھوں نے کس طرح تیرے لیے مثالیں بیان کیں۔ پس گمراہ ہو گئے، سو وہ کسی راہ پر نہیں آ سکتے۔“

مشرکین اگر کبھی قرآن سنتے بھی ہیں تو آپس میں بیٹھ کر اس کا مذاق اڑانے کے لیے۔ ان کا مقصد علم و معرفت کا حصول اور حق کو پانا نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) پر جادو کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے انھیں جنون لاحق ہو گیا ہے اور وہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کے جواب میں فرمایا کہ آپ ان ظالموں کو دیکھیے کہ وہ آپ کو شاعر، ساحر اور مجنون کہتے ہیں اور راہ حق سے بالکل برگشتہ ہو گئے ہیں اور حق تک پہنچنے کے لیے کوئی راستہ نہیں پا رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٣٣، ٣٤] ”بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی

www.sirat-e-mustaqeem.com

کا انکار کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم لوگوں کو تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں اور لعنت کو کس طرح مجھ پر سے دور کر دیتا ہے؟ وہ تو کسی مذمم کو برا کہتے ہیں اور اس پر لعنت کرتے ہیں اور میں تو محمد (ﷺ) ہوں۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ : ۳۵۳۳]

وَ قَالُوْٓا ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ
حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ
فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ
يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع

”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔ جس دن وہ تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ تم نہیں رہے مگر تھوڑا۔“

توحید و رسالت کے سلسلے میں مشرکین مکہ کے شکوک و شبہات کی تردید کرنے کے بعد، اب بعث بعد الموت کے بارے میں ان کے شبہات کی تردید کی جارہی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کی ہڈیاں گل سڑ کر مٹی میں مل جاتی ہیں۔ یہ بات بعید از عقل ہے کہ سابق جسم کے اجزا دوبارہ جمع ہو جائیں اور ان میں زندگی لوٹ آئے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ مردہ بدن کو دوبارہ زندہ کر دینا ہمارے لیے بہت ہی آسان ہے، چاہے اس بدن سے زندگی کے آثار پتھر یا لوہے کی طرح کیوں نہ ناپید ہو گئے ہوں، یا کسی اور چیز کی طرح جس کا زندہ ہونا تمھارے نزدیک ناممکن ہو۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے زندہ کر دے گا اور یہ کام اس کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ مشرکین اس جواب پر کوئی اعتراض نہ کر سکے تو کہنے لگے ہمیں کون زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ یقیناً تمھیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اس جواب پر کفار حیرت و استعجاب اور استہزا آمیز انداز میں کہنے لگے کہ ایسا کب ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ وہ دن قریب ہے جب وہ تمھیں بلائے گا تو تم لوگ

www.sirat-e-mustaqeem.com

فوراً اس کا جواب دو گے، یعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کو دیر نہیں لگے گی اور مردے جب زندہ ہوں گے تو اللہ کی تعریف اور اس کی پاکی بیان کر رہے ہوں گے اور مارے دہشت کے قبروں میں رہنے یا دنیاوی زندگی کی مدت کو بہت کم سمجھیں گے۔

ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا : یعنی جب ہم بوسیدہ اور معدوم ہو جائیں گے کہ جن کا کوئی ذکر مذکور نہ ہوگا تو کیا قیامت کے دن ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِى الۡحَافِرَةِ ۞ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۞ قَالُوۡا تِلۡكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴾ [النازعات : ۱۰ تا ۱۲] ”یہ لوگ کہتے ہیں کیا بے شک ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا یہ تو اس وقت خسارے والا لوٹنا ہوگا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ۞ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمُ ﴾ [یٰسٓ : ۷۸، ۷۹] ”اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“

قُلِ الَّذِىۡ فَطَرَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ : یعنی جس نے تمھیں اس وقت پیدا کیا جب تمھارا کوئی ذکر تک نہ تھا، پھر اس نے تمھیں پیدا فرمایا اور تم انسان بن کر زمین پر بسنے لگے، وہی اس پر قادر ہے کہ مرنے کے بعد تم، خواہ جس حالت میں بھی ہو گے وہ تمھیں زندہ کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ ﴾ [الروم : ۲۷] ”اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے۔“

يَوۡمَ يَدۡعُوۡكُمۡ فَتَسۡتَجِيۡبُوۡنَ بِحَمۡدِهٖ : یعنی اس دن اللہ تعالیٰ تمھیں پکارے گا اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو گے اور قبروں سے نکل کر میدان محشر میں آ کر جمع ہو جاؤ گے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسۡتَمِعۡ يَوۡمَ يُنَادِ الۡمُنَادِ مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ ۞ يَّوۡمَ يَسۡمَعُوۡنَ الصَّيۡحَةَ بِالۡحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُرُوۡجِ ﴾ [قٓ : ۴۱، ۴۲] ”اور کان لگا کر سن جس دن پکارنے والا ایک قریب جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے، یہ نکلنے کا دن ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ ۘ يَوۡمَ يَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰى شَىۡءٍ نُّكُرٍ ۞ خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ كَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ ۞ مُّهۡطِعِيۡنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوۡلُ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا يَوۡمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ۶ تا ۸] ”سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ بِاَمۡرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمۡ دَعۡوَةً ۖ مِّنَ الۡاَرۡضِ ۖ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ تَخۡرُجُوۡنَ ﴾ [الروم : ۲۵] ”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمھیں زمین سے ایک ہی دفعہ پکارے گا تو اچانک تم

www.sirat-e-mustaqeem.com

نکل آؤ گے۔"

﴿ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ : یعنی تم خیال کرو گے کہ دنیا میں بہت ہی کم رہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٦] "گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔" اور فرمایا: ﴿ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۲ تا ۱۰۴] "جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے۔ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے تم دس دن کے سوا نہیں ٹھہرے۔ ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہوں گے، جب ان کا سب سے اچھے طریقے والا کہہ رہا ہوگا کہ تم ایک دن کے سوا نہیں ٹھہرے۔" اور فرمایا: ﴿ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۱۳، ۱۱٤] "وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔"

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۵۳

"اور میرے بندوں سے کہہ دے وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔"

مسلمانوں کا مشرکین مکہ کے ساتھ کبھی کبھار توحید و شرک اور رسالت و آخرت کے مسائل پر تکرار ہو جاتا، تو مسلمان کوئی سخت لفظ استعمال کر جاتے، مثلاً جہنم کی دھمکی دیتے، اس اسلوب کلام سے کافروں کی عداوت مزید بھڑک اٹھتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ مسلمانوں کو نصیحت کریں کہ وہ کافروں کو دعوت اسلام دیتے وقت گفتگو کا انداز اچھا رکھیں اور سخت کلامی سے پرہیز کریں، کیونکہ شیطان تو گھات لگائے بیٹھا رہتا ہے کہ کب اسے لوگوں کے درمیان شر پھیلانے کا موقع مل جائے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلم بھائی کی طرف چھری کے ساتھ اشارہ کرے، اس لیے کہ بعض اوقات شیطان اس سے غلطی کروا کر چھری سے زخمی کروا دیتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چلوا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔“ [بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ : من حمل علینا …… الخ : ۷۰۷۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن الإشارة …… الخ : ۲٦۱۷]

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾

”تمھارا رب تمھیں زیادہ جاننے والا ہے، اگر وہ چاہے تو تم پر رحم کرے، یا اگر چاہے تو تمھیں عذاب دے اور ہم نے تجھے ان پر کوئی ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔“

اس آیت میں مشرکین قریش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے متعلق حقائق سے خوب واقف ہے، اگر چاہے گا تو تم پر رحم فرمائے گا اور تم حلقہ بگوش اسلام ہو کر اس کی جنت کے حق دار بن جاؤ گے۔ اگر چاہے گا تو تمھیں دولت ایمان سے محروم کر دے گا تو تمھاری موت شرک پر ہوگی اور تم قیامت کے دن عذاب کے مستحق ہو گے۔ آیت کے آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ ہم نے آپ کو کافروں کی ہدایت کا ذمہ دار بنا کر مبعوث نہیں کیا کہ آپ انھیں ہر صورت ایمان لانے پر مجبور کریں، آپ تو ہمارے رسول ہیں، پیغام پہنچا دینے کے بعد آپ کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ : ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ [طٰہٰ : ۷۴ تا ۷٦] ”بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم ہے، نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ جیے گا۔ اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔“

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا : یعنی اے محمد (ﷺ) ! ہم نے آپ کو بشیر و نذیر یعنی خوش خبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، جس نے آپ کی اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی تو جہنم رسید ہو گا۔ ارشاد فرمایا : ﴿ فَذَكِّرْ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشية : ۲۱، ۲۲] ”پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔“

وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

”اور تیرا رب ان کو زیادہ جاننے والا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر

www.sirat-e-mustaqeem.com

فضیلت بخشی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔‘‘

آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ انھیں خوب جانتا ہے، ان کے احوال اور ضرورتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ کون نیک بخت ہے اور کون بد بخت، کون ایمان کو اختیار کرے گا اور کون کفر کو، یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل عیاں ہیں۔ اس لیے اے میرے رسول! اور میرے مسلمان بندو! تم لوگ کافروں کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کرو اور جو تمھارے اختیار میں نہیں ہے، اس کے لیے ملول خاطر نہ ہوؤ۔ دعوت کے سلسلے میں تم پر جو ذمہ داریاں ہیں انھیں پورا کرو اور اسے قبول کرنے یا رد کر دینے کی بات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم کرتے ہوئے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کو مبعوث کرتا ہے، اس ذمہ داری کے لیے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، وہی جانتا ہے کہ مقام نبوت پر سرفراز ہونے کا کون اہل ہے۔ پھر اس نے ان انبیاء کے درمیان فرق مراتب رکھا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی اور اپنا کلیم بنایا، عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل اور داؤد علیہ السلام کو زبور دی اور دیگر انبیاء پر ان کو فوقیت دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید جیسی عظیم المرتبت کتاب عنایت فرمائی اور اس کی بدولت انھیں تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت بخشی۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴾ [البقرة : ۲۵۳] ’’یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔ اور اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اور لیکن انھوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی تو وہ تھا جو ایمان لایا اور ان سے کوئی وہ تھا جس نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے: ① یہ کہ مجھے وہ کلام ملا جس میں لفظ تھوڑے اور معنی بہت زیادہ ہیں (یعنی قرآن اور حدیث)۔ ② (دشمن پر) رعب کے ذریعے سے میری مدد کی گئی ہے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے اموال حلال کیے گئے ہیں۔ ④ میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنائی گئی ہے۔ ⑤ میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ⑥ اور میرے اوپر نبوت ختم کی گئی ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلاة : ۵۲۳]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سیدنا داود علیہ السلام کے لیے قرآن (یعنی زبور) کی قراءت بہت آسان کر دی گئی تھی، چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسے جانے سے پہلے ہی پورا قرآن (یعنی زبور) پڑھ لیتے تھے۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالٰى : ﴿ واتينا داوٗد زبورًا ﴾ : ۳٤۱۷]

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾

”کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔“

اس آیت کریمہ میں ان مشرکین کی تردید کی گئی ہے جو فرشتوں کے مجسموں کی پوجا کرتے تھے اور ان اہل کتاب کی بھی تردید کی گئی ہے جو عزیر، عیسیٰ اور مریم علیہم السلام کے معبود ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان تمام مشرکین اور اہل کتاب سے کہہ دیجیے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں کہ تم پر جب کوئی مصیبت آئے تو ذرا اپنے ان معبودوں کو پکار کر دیکھو تو سہی، کیا وہ تمھاری تکلیف دور کر دیتے ہیں، یا دوسروں کی طرف اسے پھیر دیتے ہیں؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اس کی قطعی طور پر قدرت نہیں رکھتے، کیونکہ نفع ونقصان پر قادر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأنعام : ۱۷] ”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤۰، ٤۱] ”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے، یا تم پر قیامت آ جائے تو کیا اللہ کے سوا غیر کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، تو وہ دور کر دے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے، اگر اس نے چاہا اور تم بھول جاؤ گے، جو شریک بناتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [يونس : ۱۰۷] ”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ٦۲] ”یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف

www.sirat-e-mustaqeem.com

دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔“

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

”وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ و عزیر علیہما السلام، فرشتے، جن اور دیگر صالحین، جنھیں یہ مشرکین پکارتے ہیں، یہ سب تو خود اعمال صالحہ کے ذریعے سے اللہ کی جناب میں قربت چاہتے ہیں، اللہ کی رحمت کی امید لگائے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کا عذاب وہ عذاب ہے جس سے تمام ارباب عقل و خرد پناہ مانگتے ہیں تو جو خود اپنے انجام سے واقف نہیں اور جو اللہ کی رضا کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کی عبادت کیسے کی جا سکتی ہے؟

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے کچھ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ پھر وہ جنات مسلمان ہو گئے، تو انسانوں کو (ان کے مسلمان ہونے کی) کوئی خبر نہیں ہوئی، لہٰذا وہ (برابر) ان جنوں کی عبادت کرتے رہے۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ ”وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔“ [مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قولہ تعالٰی : ﴿ أولئك الذين يدعون …… الخ ﴾ : ۳۰۳۰۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قل ادعوا الذين زعمتم من دونه ﴾ : ۴۷۱۴]

﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ﴾ : نیک اعمال کو وسیلہ بنانے کے سلسلے میں درج ذیل حدیث قابل مطالعہ ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی (راستہ میں) چلے جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ لوگ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاق سے (ایک بڑا پتھر گرا اور) غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں کہنے لگے، اللہ کی قسم! اب تو (اس مصیبت سے) تمھیں صرف سچائی ہی نجات دلائے گی۔ لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اپنے کسی ایسے

www.sirat-e-mustaqeem.com

نیک عمل کے وسیلہ سے جو اس نے خالص اللہ کے لیے کیا ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک فرق (تین صاع) چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا۔ اس نے میرا کام تو کیا، مگر پھر (کسی بات پر غصہ میں آ کر) وہ اپنے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔ اب میں نے اس کے حصہ کے چاول بو دیے اور ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے اس کی آمدنی سے گائے بیل خریدے، پھر (جب ایک مدت کے بعد) وہ اپنی مزدوری مانگنے آیا تو میں نے کہا کہ جا وہ سب گائے بیل لے جا۔ اس نے کہا، میرے تو تیرے پاس (صرف) ایک فرق چاول تھے۔ میں نے کہا وہ سب گائے بیل لے جا، وہ تیرے چاولوں ہی سے خریدے گئے ہیں۔ آخر وہ ان سب کو لے گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ (خالص) تیرے ڈر سے کیا تو ہماری مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے۔ میں ہر رات کو (ان کے پلانے کے لیے) اپنی بکری کا دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے دیر ہو گئی۔ میں جب (دودھ لے کر) آیا تو وہ سو گئے تھے اور میرے بیوی بچے سب بھوک سے بے چین تھے۔ میری عادت تھی کہ پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو۔ مجھے ان کو جگانا بھی اچھا معلوم نہیں ہوا اور یہ بھی میں نے پسند نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور وہ (رات بھر) دودھ کا انتظار کرتے رہیں۔ چنانچہ میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے (اپنے ماں باپ کی) یہ (خدمت محض) تیرے ڈر سے کی تھی، سو تو اب ہماری مصیبت کو دور کر دے۔ اس پر وہ پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور ان کو آسمان دکھائی دینے لگا۔ پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی جس کو میں سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ میں نے اس سے صحبت کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا، ایسا اس حالت میں ہو سکتا ہے کہ تو مجھے سو اشرفیاں لا کر دے۔ سو میں سو اشرفیوں کی طلب میں نکلا، یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئیں۔ چنانچہ میں نے سو اشرفیاں لا کر اس کے حوالے کر دیں اور اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو وہ کہنے لگی، اللہ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ توڑ۔ یہ سنتے ہی میں کھڑا ہو گیا اور میں نے وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑ دیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے، اگر میں نے (خالص) تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا تو اے اللہ! تو ہماری مصیبت دور کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ہٹا دیا اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔" [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار : ٣٤٦٥]

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا : یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب واقعی ایسا ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کے وقوع پذیر ہونے سے خوف کھایا جائے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ بے شک آسمان چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانا ہی چاہیے، کیونکہ اس

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں کہیں بھی ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کسی فرشتے کا سر سجدہ میں نہ ہو۔ واللہ! اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ، بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز ہونا چھوڑ دو اور اللہ کی پناہ طلب کرنے جنگلوں اور صحراؤں کی طرف نکل جاؤ۔“ [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء : ٤١٩٠۔ ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء في قول النبي ﷺ : لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا : ٢٣١٢]

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

”اور کوئی بھی بستی نہیں مگر ہم قیامت کے دن سے پہلے اسے ہلاک کرنے والے ہیں، یا اسے عذاب دینے والے ہیں، بہت سخت عذاب۔ یہ (بات) ہمیشہ سے کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اہل کفر کی بستیوں کا انجام بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے یا تو اللہ تعالیٰ انھیں موت دے کر ہلاک کر دے گا یا ان پر کوئی شدید عذاب نازل کرے گا۔ قیامت کے دن سے پہلے کی قید اس لیے لگائی کہ اس دن تو دنیا کی عمر ختم ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمام ہی بستیوں کو ختم کر دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٣٤] ”اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴾ [الحجر : ٤، ٥] ”اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس حال میں کہ اس کے لیے ایک مقرر لکھا ہوا وقت تھا۔ کوئی امت اپنے مقرر وقت سے نہ آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴾ [الطلاق : ٨، ٩] ”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ اور انھیں سزا دی، ایسی سزا جو دیکھنے سننے میں نہ آئی تھی۔ تو انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ تھا۔“

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

”اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا اور ہم نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ثمود کو اونٹنی واضح نشانی کے طور پر دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں دے کر نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل قریش کی مطلوبہ نشانیاں ہم اس لیے نہیں بھیجتے کہ وہ بھی گزشتہ قوموں کی طرح ان نشانیوں کو جھٹلائیں گے اور انجام کار انھیں یکسر ختم کر دیا جائے گا۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا نہ ہو، اس امید میں کہ شاید وہ ایمان لے آئیں یا ان کی نسلوں میں ایسے لوگ آئیں جو ایمان لے آئیں۔ اس کے بعد قوم صالح کا ذکر بطور نمونہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اونٹنی بطور نشانی دی، جسے انھوں نے ہلاک کر دیا تو سنت الٰہیہ کے مطابق انھیں بالکل ختم کر دیا گیا۔ آگے فرمایا کہ ہم یہ نشانیاں لوگوں کو ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں کہ جو بھی ایسا کرے گا اس کا انجام ہلاکت و بربادی ہوگا۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمارے لیے کوہ صفا کو سونے کا بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم (واقعی) ایمان لے آؤ گے؟“ انھوں نے کہا، ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کر دی، جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: ”(اے اللہ کے رسول!) آپ کا رب آپ پر سلامتی بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں اس کوہ صفا کو ان کے لیے سونے کا بنا دیتا ہوں، لیکن اس کے بعد ان میں سے جس نے بھی ایمان لانے سے انکار کیا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ میں نے ایسا عذاب کسی اور کو نہیں دیا ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کے دروازے کھلے رکھتا ہوں۔“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلکہ (میں چاہتا ہوں کہ ان کے لیے) توبہ اور رحمت کے دروازے کھلے رہیں۔“ [مسند أحمد : ۲۴۲/۱، ح : ۲۱۷۰۔ دلائل النبوة للبيهقي : ۲۷۲/۲، ۲۷۳۔ مستدرك حاكم : ۳۱٤/۲، ح : ۳۲۲۵، ۵۳/۱، ح : ۱۷٤۔ اتحاف المهرة لابن حجر : ٦٤٩/۷، ح : ۸٦۷۹]

وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴾ [هود : ٦٤، ٦٥] ”اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے، تمھارے لیے عظیم نشانی، پس اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ، ورنہ تمھیں ایک قریب عذاب پکڑ لے گا۔ تو انھوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں، تو اس نے کہا اپنے گھروں میں تین دن خوب فائدہ اٹھالو، یہ وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔“

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انھیں کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے اپنے بندوں کو (اپنے آپ سے) ڈراتا ہے، جب تم گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اس کی کبریائی و بڑائی بیان کرو، نماز (کسوف) پڑھو اور صدقہ دو، حتیٰ کہ گرہن ختم ہو جائے۔'' [بخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقۃ فی الکسوف : ۱۰۴۴۔ مسلم، کتاب الکسوف، باب صلاۃ الکسوف : ۹۰۱]

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ
وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۠﴿۶۰﴾ ۶ ع ۸ ۶

''اور جب ہم نے تجھ سے کہا کہ بے شک تیرے رب نے لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہم نے وہ منظر جو تجھے دکھایا، نہیں بنایا مگر لوگوں کے لیے آزمائش اور وہ درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ اور ہم انھیں ڈراتے ہیں تو یہ انھیں بہت بڑی سرکشی کے سوا زیادہ نہیں کرتا۔''

<u>وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ</u> : یعنی اے رسول! وہ وقت یاد کیجیے جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو (چہار طرف سے) گھیر رکھا ہے۔ نہ یہ آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ بچ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے انھیں گھیر کر سخت سزا دی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۷﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۷، ۸] ''اور جب اللہ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمھارے لیے ہوگا اور تم چاہتے تھے کہ جو کانٹے والا نہیں وہ تمھارے لیے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ وہ حق کو سچا کر دے اور باطل کو جھوٹا کر دے، خواہ مجرم ناپسند ہی کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الأنفال : ۴۴] ''اور جب وہ تمھیں، جس وقت تم مقابل ہوئے، ان کو تمھاری آنکھوں میں تھوڑے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی آنکھوں میں بہت کم کرتا تھا، تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا اور سب معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۴۲] ''جب تم قریب والے کنارے پر اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور مقرر وقت کے بارے میں آگے پیچھے ہو جاتے اور لیکن تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا، تاکہ جو ہلاک ہو واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے واضح دلیل سے زندہ رہے اور بے شک اللہ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ

www.sirat-e-mustaqeem.com

جاننے والا ہے۔“

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ﴾ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ﴾ میں رؤیا سے آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دکھایا گیا تھا اور آیت: ﴿ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ﴾ سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما جعلنا الرؤیا …… الخ ﴾ : ۴۷۱۶]

﴿ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ﴾ : اس درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴾ [الصافات : ٦٢ تا ٦٦] ”کیا مہمانی کے طور پر یہ بہتر ہے، یا زقوم کا درخت؟ بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٤٦] ”بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔“

﴿ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴾ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کفار قریش کو ان باتوں اور انھی جیسی دوسری باتوں کے ذریعے سے ڈرانا چاہتے ہیں، تاکہ وہ ایمان لے آئیں، لیکن نتیجہ الٹا ہوتا ہے اور ان کی سرکشی اور بڑھ جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤١] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور وہ انھیں نفرت کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔“

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝۶۱
قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ؗ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ
اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۲

”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے کہا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ اس نے کہا کیا تو نے دیکھا، یہ شخص جسے تو نے مجھ پر عزت بخشی، یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی اولاد کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

چونکہ کفار و مشرکین کی سرکشی ابلیس لعین کی پیروی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس لیے اب شیطان کی سرکشی بیان کی جا رہی ہے۔ فرمایا، اے ہمارے نبی! آپ اس وقت کو یاد کیجیے جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کی تکریم و احترام میں اس کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کفر و تمرد کی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے، تو نے جو اسے مجھ پر فوقیت دی ہے اور مجھے اس کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے، تو ایسا کیوں کیا ہے؟ اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو سوائے چند مخلص مسلمانوں کے، میں سب کو گمراہ کر کے ہلاک کر دوں گا یا میں جدھر چاہوں گا انھیں بہکا کر لے جاؤں گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵ تا ۱۷] ”فرمایا بے شک تو مہلت دیے جانے والوں سے ہے۔ اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔“

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝۶۳ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۶۴ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝۶۵

”فرمایا جا، پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک جہنم تمھاری جزا ہے، پوری جزا۔ اور ان میں سے جس کو تو اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکے بہکا لے اور اپنے سوار اور اپنے پیادے ان پر چڑھا کر لے آ اور اموال اور اولاد میں ان کا حصہ دار بن اور انھیں وعدے دے اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں وعدہ نہیں دیتا۔ بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو کرنا چاہتے ہو کرو۔ جو لوگ تمھاری پیروی کریں گے، ان کا اور تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا جو تمھارے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔ تو اب تم ان میں سے جسے آواز دے کر اپنی پیروی پر ابھار سکتے ہو ابھارو اور انھیں دھوکا دو۔ (بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد لہو و لعب، راگ اور موسیقی ہے) اور انھیں اپنا پیروکار بنانے کے لیے تمام حربے اور تمام ذرائع استعمال کرو، مکر و فریب کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں سب کو اختیار کرو اور ان کے مال و دولت اور اولاد میں شریک بن جاؤ۔ بایں طور کہ وہ حرام ذرائع سے دولت حاصل کریں، غصب کریں، چوری کریں، سود کھائیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور حرام کاموں پر خرچ کریں۔ جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑیں اور اپنی اولاد کو ملحد، زندیق اور کافر بنائیں۔ ان سے وعدہ کرو کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے، یا یہ کہ ان کا انجام ہمیشہ اچھا ہو گا اور ہر دم غلبہ انھی کو ملے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ شیطان کا وعدہ ہمیشہ فریب پر مبنی ہوتا ہے۔ پھر شیطان سے کہا کہ میرے جو مخلص بندے ہوں گے ان پر تمھاری ایک نہیں چلے گی، تم انھیں گمراہ نہیں کر سکو گے۔ ان کا رب ان کا حامی و ناصر ہو گا اور وہ اپنے رب پر بھروسا کریں گے اور تمام امور میں اسی کی جناب میں پناہ لیں گے اور وہ ان کے لیے کافی ہو گا۔

وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ : ہر وہ کام جس میں یا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے، یا جس کام میں یا جس کے ساتھ شیطان کی اطاعت کی جائے تو وہ شیطان کی طرف سے مشارکت ہے۔ سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے سب بندوں کو موحد و مسلمان پیدا کیا، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انھیں ان کے دین سے ہٹا دیا اور ان کے لیے وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا ...... الخ : ۲۸۶۵]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے وہ یہ دعا پڑھ لے: « بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا » ”اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا کرے۔“ تو اگر اس دن کوئی بچہ اللہ کی طرف سے ٹھہر جائے گا، تو اسے ہرگز ہرگز شیطان کبھی کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔“ [بخاري، كتاب الوضوء، باب التسمية على كل حال و عند الوقاع : ۱۴۱۔ مسلم، كتاب النكاح، باب ما يستحب أن يقوله عند الجماع : ۱۴۳۴]

وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں فرمایا کہ جب روز قیامت حق واضح ہو جائے گا تو وہ کہے گا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ﴾ [إبراهيم : ۲۲] ”بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی کی۔“ اور فرمایا: ﴿ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۰] ”وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔“

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الحجر : ۴۲، ۴۳] ”بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۷] ”بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ اس کے نزدیک مرتبہ میں زیادہ بلند وہ ہوتا ہے جو (زیادہ) بڑا فتنہ برپا کرے۔ کوئی شیطان ان میں سے آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا۔ (یعنی فلاں سے چوری کرائی، فلاں کو شراب پلوائی وغیرہ) تو شیطان کہتا ہے تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ان میں سے ایک آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی کرا دی، تو ابلیس اس کو اپنے پاس کر لیتا ہے، اسے گلے سے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو نے (بڑا کام کیا)۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان : ۶۷/۲۸۱۳]

سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک آدمی کی مثال ہے کہ اس کے پیچھے بڑی تیزی سے دشمن لگا ہوا ہے، تو جب وہ کسی مضبوط قلعے میں داخل ہو جاتا ہے تو اس نے دشمن سے اپنے آپ کو بچا لیا، اب اسی طرح بندہ اپنے آپ کو شیطان سے صرف ذکر الٰہی کے ذریعے سے بچا پاتا ہے۔“ [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل الصلاۃ و الصیام : ۲۸۶۳۔ ابن حبان : ۶۲۳۳۔ مسند أحمد : ۱۳۰/۴، ح : ۱۷۳۰۲]

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾

”تمھارا رب وہی ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے، تاکہ تم اس کا کچھ نہ کچھ فضل تلاش کرو۔ یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر بے حد مہربان ہے۔“

بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمھارا رب وہ ہے جو کشتیوں کو سمندر میں ہواؤں کے سہارے چلاتا ہے، تاکہ تم اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہو تجارت کی غرض سے جاؤ اور اللہ کی پیدا کی ہوئی روزی حاصل کرو۔ بے شک وہ تم پر بہت مہربان ہے کہ سمندر تک کو تمھارے لیے مسخر کر دیا، تاکہ تم اسے اپنے سفر اور تجارت کے لیے بآسانی استعمال کر سکو۔

”فضل“ کا لفظ قرآن مجید میں جگہ جگہ روزی کے معنی میں آیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۲] ”اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا، تاکہ تم اپنے رب کا کچھ فضل تلاش کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [الجمعۃ : ۹، ۱۰] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

پھر جب نماز پوری کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾

”اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔“

فرمایا کہ جب تم کشتی میں سوار ہوتے ہو اور بیچ سمندر میں تمھیں کوئی بیماری یا پریشانی لاحق ہو جاتی ہے، یا راستہ کھو بیٹھتے ہو، یا کسی بھنور میں پھنس جاتے ہو اور کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو تم اپنے باطل معبودوں کو یکسر بھول جاتے ہو اور فطرت کے تقاضے کے مطابق صرف ایک اللہ کو پکارنے لگتے ہو، جس فطرت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ لیکن جب وہ تمھیں خیر و خوبی کے ساتھ ساحل پر پہنچا دیتا ہے تو اس کی یاد سے غافل ہو جاتے ہو اور پھر اپنے جھوٹے معبودوں کو پکارنے لگتے ہو، اس لیے کہ انسان طبعی طور پر بڑا احسان فراموش واقع ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٢] ”یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ٣٨] ”اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔“

وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا : یعنی انسان کی خصلت یہ ہے کہ نعمتوں کو بھول جاتا اور انکار کر دیتا ہے، سوائے مومن کے۔ جیسا کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بھی بڑا حیران کن ہے کہ اس کے لیے ہر معاملہ میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح کہ) اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے تو صبر کرنے میں بھی اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کله خیر : ۲۹۹۹]

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَـكُمۡ وَكِيۡلًا ۙ﴿۶۸﴾

''تو کیا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔''

انسان کو ناشکری پر ڈراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا کہ سمندر سے نکل کر جس حصۂ زمین پر اترے ہو، اللہ تعالیٰ اسے دھنسا دے اور تم زمین کے نیچے چلے جاؤ، یا کسی شدید آندھی کو بھیج دے جو تم پر پتھروں کی بارش کر دے اور تمھیں ہلاک کر دے اور کوئی تمھاری مدد کے لیے نہ آئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوۡرُ ۙ﴿۱۶﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ اَنۡ يُّرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ كَيۡفَ نَذِيۡرِ ﴾ [الملك : ۱۶، ۱۷] ''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے، تو اچانک وہ حرکت کرنے لگے؟ یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے، پھر عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟''

<u>اَوۡ يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا</u> : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (بدر کے موقع پر) ابو جہل نے یہ دعا کی: « اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ » ''اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و إذ قالوا اللهم إن كان هذا هو الحق ...... الخ ﴾ : ۴۶۴۸]

اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ يُّعِيۡدَكُمۡ فِيۡهِ تَارَةً اُخۡرٰى فَيُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيۡحِ فَيُغۡرِقَكُمۡ بِمَا كَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَـكُمۡ عَلَيۡنَا بِهٖ تَبِيۡعًا ﴿۶۹﴾

''یا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں دوسری بار اس میں پھر لے جائے، پھر تم پر توڑ دینے والی آندھی بھیج دے، پس تمھیں غرق کر دے، اس کی وجہ سے جو تم نے کفر کیا، پھر تم اپنے لیے ہمارے خلاف اس کے بارے میں کوئی پیچھا کرنے والا نہ پاؤ۔''

یعنی کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ وہ تمھیں دوبارہ سمندر میں پہنچا دے اور پھر کسی شدید طوفان کی زد میں ڈال کر کفر و تمرد کی وجہ سے فرعونیوں کی طرح ڈبو دے؟ تمھارا کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو جو پوچھ سکے کہ ہم نے تمھیں عذاب کیوں دیا؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا۠ﳒ ۷ ع

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی اور انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی اس میں سے بہت سوں پر انھیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو قوت گویائی، عقل و ہوش، علم و معرفت، اچھی شکل و صورت اور زمین پر پائی جانے والی تمام اشیاء سے استفادہ کرنے کی قوت دے کر انھیں بڑی عزت دی ہے۔ ہم نے ان کے لیے خشکی اور پانی میں سفر کرنے کے تمام ذرائع آسان کر دیے ہیں۔ انواع و اقسام کی روزی دی ہے اور انھیں جنوں اور تمام جانوروں پر فضیلت دی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ : یعنی اے لوگو! ہم نے بنی آدم کو عزت دی، خشکی اور تری میں ان کو سواریاں بخشیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۠ۚ۝ وَ لَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَ حِیْنَ تَسْرَحُوْنَ۠ۚ۝ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۠ۙ۝ وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِیْنَةً وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵ تا ۸] ’’اور چوپائے، اس نے انھیں پیدا کیا، تمھارے لیے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں ایک جمال ہے، جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔ اور وہ تمھارے بوجھ اس شہر تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جس میں تم کبھی پہنچنے والے نہ تھے، مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ، بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۴] ’’اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔‘‘

وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ : یعنی دنیا میں فصلوں، پھلوں، گوشت، دودھ اور کھانے پینے کی دیگر تمام انواع و اقسام کی چیزوں کی صورت میں جن کے ذائقے، رنگ اور شکلیں بڑی خوبصورت اور دل آویز ہیں۔ اور آخرت میں جنت کی ناز و نعم کے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے (جنت میں) اپنے نیک بندوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں انھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے (ان کی بابت) سنا ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور کسی انسان کے دل میں ان کے بارے میں کوئی خیال تک نہیں گزرا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين ﴾ : ۴۷۸۰۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب صفة الجنة : ۲۸۲۴/۴]

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۷۱

’’جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، پھر جسے اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر (بھی) ظلم نہ ہوگا۔‘‘

قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے اور جزا و سزا کے عقیدہ کو انسانوں کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ اس دن کو یاد کیجیے جب ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں کے نام کے ساتھ پکاریں گے۔ مفسرین نے ’’امام‘‘ کے کئی معانی بیان کیے ہیں، بعض نے اس سے مراد نبی لیا ہے، بعض نے ہر زمانے کا دینی پیشوا، بعض نے وہ کتاب الٰہی جو ہر قوم کے لیے نازل ہوئی تھی اور بعض نے اس سے دین مراد لیا ہے۔ بہت سے صحابہ و تابعین نے اس سے مراد ہر آدمی کا نامۂ اعمال لیا ہے۔ بہر حال اس آیت کریمہ میں ’’اصحاب الحدیث‘‘ کے لیے بہت بڑا شرف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب سارے انسان اپنے اپنے اماموں اور پیشواؤں کے ناموں سے پکارے جائیں گے تو اصحاب الحدیث اپنے امام و پیشوا جناب نبی کریم ﷺ کے نام سے پکارے جائیں گے، اس لیے کہ ان کے امام اور پیشوا و مقتدا وہی ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اسے پڑھیں گے اور اس میں اپنے اعمال صالحہ کو دیکھ کر نہایت خوش ہوں گے اور ان کے اجر و ثواب میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجاثية : ۲۸، ۲۹] ’’اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی، آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔‘‘

فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾ [الحاقة : ۱۹ تا ۲۴] ’’سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔ یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

والا ہوں۔ پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہوگا۔ ایک بلند جنت میں۔ جس کے میوے قریب ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔''

وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجاثية : ٢٨، ٢٩] ''اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی، آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ١١١] ''جس دن ہر شخص اس حال میں آئے گا کہ اپنی طرف سے جھگڑ رہا ہوگا اور ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ١٩] ''اور ہر ایک کے لیے الگ الگ درجے ہیں، ان اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے کیے اور تاکہ اللہ انھیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنی ذات پر حرام ٹھہرا لیا ہے اور تمھارے درمیان بھی اسے حرام کر دیا ہے، سو تم آپس میں ظلم نہ کرو۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٧٧]

وَ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۞

''اور جو اس میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا۔''

جو بدنصیب انسان اس دنیا میں بصیرت سے محروم ہو کر حق کو قبول نہیں کرے گا اور صراط مستقیم پر گامزن نہیں ہوگا وہ آخرت میں بھی راہ نجات نہیں پا سکے گا اور اوندھے منہ جہنم میں گر جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٦] ''پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

دنیا کی محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے، اس کی روحانی بینائی جاتی رہتی ہے، اسے بس دنیا نظر آتی ہے اور آخرت کو بالکل بھلا دیتا ہے۔ ایسے شخص کو کیسے ہدایت مل سکتی ہے؟ اور جب ہدایت نہیں مل سکتی تو عذاب آخرت سے نجات کیسے مل سکتی ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۞ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۞ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾ [طٰه : ١٢٤ تا ١٢٦]

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا۔ وہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو انھیں بھول گیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جائے گا۔‘‘

وَ اِنۡ کَادُوۡا لَیَفۡتِنُوۡنَکَ عَنِ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ لِتَفۡتَرِیَ عَلَیۡنَا غَیۡرَہٗ ٭ۖ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوۡکَ خَلِیۡلًا ﴿۷۳﴾ وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰکَ لَقَدۡ کِدۡتَّ تَرۡکَنُ اِلَیۡہِمۡ شَیۡـًٔا قَلِیۡلًا ﴿٭۷۴﴾

’’اور بے شک وہ قریب تھے کہ تجھے اس سے ضرور ہی بہکا دیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی، تاکہ تو ہم پر اس کے سوا جھوٹ باندھ دے اور اس وقت وہ ضرور تجھے دلی دوست بنا لیتے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا تو بلاشبہ یقیناً تو قریب تھا کہ کچھ تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہو جاتا۔‘‘

مشرکین عرب نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی کہ نبی کریم ﷺ کو جادۂ حق سے برگشتہ کر دیں، انھیں تکلیفیں دیں اور ظلم و تشدد کا ہر طریقہ اختیار کیا، تاکہ آپ توحید کی دعوت سے باز آ جائیں، شرک پر نکیر نہ کریں، ان کے ساتھ باطل کی تائید پر مصالحت کر لیں اور ان کے جھوٹے معبودوں کے بارے میں ان کی مرضی کی بات کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ایسا کرتے تو مشرکین بظاہر آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اور لوگوں سے کہتے کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے کفر کی تائید کر دی ہے اور ہمارے شرک سے راضی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ مشرکین کی تمام سازشوں کے باوجود آپ محض اللہ تعالیٰ کی تائید سے حق پر قائم رہے اور ان کی طرف نہ جھکے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک جن (شیطان) اس کا ساتھی مقرر کر رکھا ہے۔‘‘ صحابہ نے دریافت کیا، (یا رسول اللہ!) اور آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے، وہ مجھے خیر کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتا۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه لفتنة الناس …… الخ : ۲۸۱٤]

اِذًا لَّاَذَقۡنٰکَ ضِعۡفَ الۡحَیٰوۃِ وَ ضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیۡنَا نَصِیۡرًا ﴿۷۵﴾

’’اس وقت ہم ضرور تجھے زندگی کے دگنے اور موت کے دگنے (عذاب) کا مزہ چکھاتے، پھر تو اپنے لیے ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بہت بڑی دھمکی دی گئی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت کی وجہ سے شرک سے بچا لیا، لیکن ایسی غلطی اگر آپ سے ہو جاتی تو آپ اپنے حق میں بہت ہی برا کرتے کہ ہم عذاب دنیا اور عذاب آخرت

www.sirat-e-mustaqeem.com

دونوں ہی کو آپ کے لیے دگنا کر دیتے اور آپ کا کوئی نجات دہندہ نہ ہوتا۔ دگنا عذاب اس لیے ہوتا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اپنی خصوصی نعمتوں سے نوازتا ہے، اس لیے ان کے گناہ بھی بڑے شمار کیے جاتے اور ان کی سزا بھی اس اعتبار سے بڑی ہوتی۔

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا
٨ ع ٧ ٨ قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾

”اور بے شک وہ قریب تھے کہ تجھے ضرور ہی اس سرزمین سے پھسلا دیں، تاکہ تجھے اس سے نکال دیں اور اس وقت وہ تیرے بعد نہیں ٹھہریں گے مگر کم ہی۔ ان کے طریقے (کی مانند) جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا اور تو ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت توحید سے روکنے کی جب تمام شیطانی چالیں ناکام ہوگئیں تو کافروں نے آپ کو پریشان کرنا شروع کر دیا، تاکہ آپ تنگ آ کر مکہ سے باہر چلے جائیں۔ اس آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اگر مشرکین آپ کو نکال دیتے تو آپ کے بعد وہ لوگ کچھ ہی دن زمین میں زندہ رہتے۔ اس لیے کہ اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اپنے نبی کو شہر بدر کیا، اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا، یا جب بھی اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہا تو پہلے اپنے نبی کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا، لیکن اللہ نے ان کی اس سازش کو ناکام کیا اور آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ اس کے بعد آپ خود ہی اللہ کے حکم کے مطابق ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد کافروں کو چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ معاشی ناکہ بندی، قحط اور جنگوں نے ان کی حالت خراب کر دی، جیسا کہ سیدنا مسور اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوبصیر رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل کر سیدھے سمندر کے کنارے پہنچے اور ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے بھاگ کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے آ کر مل گئے۔ اب جو آدمی بھی قریش کا مسلمان ہوتا وہ وہاں سے نکل کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاتا، یہاں تک کہ ان کے پاس ایک جتھا تیار ہوگیا۔ اللہ کی قسم! انھوں نے یہ کام کیا کہ قریش کا جو قافلہ ملک شام جاتا اس کو راستے میں روک لیتے، اہل قافلہ کو قتل کر دیتے اور ان کے اسباب و اموال کو لوٹ لیتے۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تاخیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی: ((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ)) ”اے اللہ! ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانے کا سا سات سالہ قحط بھیج۔“ چنانچہ ان پر ایسا قحط پڑا جس سے ہر چیز ملیامیٹ ہوگئی، حتیٰ کہ وہ لوگ ہڈیاں تک کھا گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ تب اگر کوئی آدمی اوپر آسمان کی طرف دیکھتا (تو ناتوانی کی وجہ سے) اس کو اپنے اور آسمان کے درمیان

www.sirat-e-mustaqeem.com

دھویں کی طرح (اندھیرا) نظر آتا تھا۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ و راودته التي هو في بيتها عن نفسه ...... الخ ﴾ : ٤٦٩٣۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب الدخان : ٢٧٩٨]

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿٧٨﴾

”نماز قائم کر سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور فجر کا قرآن (پڑھ)۔ بے شک فجر کا قرآن ہمیشہ سے حاضر ہونے کا وقت رہا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے جو سب سے اہم عبادت اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے۔ ﴿ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ ﴾ کا معنی زوال آفتاب ہے جو ظہر اور عصر کی نماز پر دلالت کرتا ہے، جبکہ ﴿ غَسَقِ الَّيْلِ ﴾ سے مراد رات کی تاریکی ہے جو مغرب اور عشاء کے درمیان مشترک ہے اور ﴿ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ﴾ سے مراد نماز فجر ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا : اس سے مراد فجر کی نماز کا وقت ہے، جب رات اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور رات اور دن کے فرشتے صبح کی نماز میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔“ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو: ﴿ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴾ ”اور فجر کا قرآن (پڑھ)۔ بے شک فجر کا قرآن ہمیشہ سے حاضر ہونے کا وقت رہا ہے۔“[بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاة الفجر في جماعة : ٦٤٨۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة : ٦٤٩/٢٤٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رات اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر جو فرشتے رات کو زمین پر تھے وہ (صبح کے وقت) آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خود ان سے زیادہ جانتا ہے کہ تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں، جب ہم نے ان کو چھوڑا اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔“[بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة : ٣٢٢٣]

وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿٧٩﴾

”اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب

www.sirat-e-mustaqeem.com

تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔‘‘

نماز پنجگانہ کے بعد اس آیت میں نبی ﷺ کو نماز تہجد کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ نماز آپ ﷺ پر اس لیے واجب کی گئی تھی کہ آپ کے درجات بلند ہوں، ورنہ آپ کے تو اگلے پچھلے سبھی گناہ معاف کر دیے گئے تھے۔ نماز پنجگانہ اور نوافل کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے یہ کریمانہ وعدہ کیا ہے کہ ان کا رب انھیں ’’مقام محمود‘‘ یعنی شفاعت کبریٰ کی اجازت مرحمت فرمائے گا، جس کے بموجب آپ قیامت کے دن مخلوق کے لیے اللہ کے حضور سفارش کریں گے، تاکہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرمائے، جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں بھیج دیے جائیں اور مخلوق کو میدان محشر کے طویل قیام اور اس کی صعوبتوں سے نجات مل جائے۔

وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ : یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نمازوں کے بعد قیام اللیل کا حکم ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم : ۲۰۳/۱۱۶۳۔ أبو داؤد، كتاب الصيام، باب في صوم المحرم : ۲٤۲۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو اتنا طویل قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا۔ میں عرض کرتی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف فرما دی ہیں؟ آپ ارشاد فرماتے: ’’اے عائشہ! کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟‘‘ [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب إكثار الأعمال والاجتهاد في العبادة : ۲۸۲۰۔ بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ...... الخ ﴾ : ٤۸۳۷]

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ فوراً آپ کی طرف بڑھے (اور آپ کا استقبال کیا) اور ہر جانب یہ آواز لگائی گئی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ چنانچہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو گیا، تاکہ آپ کو دیکھ سکوں۔ پھر جب میں نے آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا اور میں نے آپ سے جو سب سے پہلی حدیث سنی وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو اس وقت نماز پڑھا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، (اگر یہ کام کرو گے تو) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔‘‘ [مسند أحمد : ٤٥١/٥، ح : ۲۳۸٤٦۔ مستدرك حاكم : ۱۳/۳، ح : ٤۲۸۳۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء في قيام الليل : ۱۳۳٤۔ ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب حديث أفشوا السلام...... الخ : ۲٤۸٥]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’صرف دو قسم کے آدمی ہی قابل رشک ہیں،

www.sirat-e-mustaqeem.com

ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا اور وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن …… الخ : ۸۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہمارا رب جو بابرکت اور بلند و بالا ہے، جب ہر رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے تو وہ آسمان دنیا کی طرف تشریف لاتا ہے، پھر کہتا ہے، کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے معاف کر دوں۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء نصف اللیل : ۶۳۲۱۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل : ۷۵۸]

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ تو انھوں نے ارشاد فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور اس کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ [بخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ : ۱۱۴۷۔ مسلم، صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل …… الخ : ۷۳۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''اے عبد اللہ! تم فلاں آدمی کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کو قیام کیا کرتا تھا، مگر بعد ازاں اس نے اسے چھوڑ دیا۔'' [بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ : ۱۱۵۲۔ مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر : ۱۱۵۹/۱۸۵]

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا : یعنی آپ فرض اور نفل نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام کرتے رہیں، تا کہ قیامت کے دن ہم آپ کو مقام محمود پر فائز کریں، اس دن ساری مخلوق آپ کی تعریف کرے گی اور اپنے خالق و مالک کی حمد بیان کرے گی۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اذان (کی آواز) سنے، پھر یہ دعا پڑھے: « اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادِ » ''اے اللہ! اس مکمل دعوت اور قائم صلوٰۃ کے پروردگار! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص قرب اور خاص فضیلت عطا فرما اور انھیں مقام محمود (تعریف کیے ہوئے مقام) پر کھڑا کر، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ تو قیامت کے دن اس کو میری شفاعت نصیب ہو گی۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿ عسی أن یبعثک ربک مقاما محمودا ﴾ : ۴۷۱۹۔ السنن الکبریٰ للبیہقی : ۴۱۰/۱، ح : ۱۹۳۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سب لوگ گھٹنوں کے بل ہوں گے اور ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی اور سب لوگ اپنے اپنے نبی سے کہیں گے کہ اے فلاں! شفاعت کر، (اے فلاں! شفاعت کر) حتیٰ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ شفاعت کا معاملہ محمد ﷺ تک پہنچ جائے گا۔ اور یہی وہ دن ہو گا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ عسى أن يبعثك ...... الخ ﴾ : ٤٧١٨]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ایمان والے جمع ہوں گے اور کہیں گے، بہتر ہے کہ ہم اپنے رب کے سامنے کسی کی سفارش پہنچائیں، تو سب مل کر سیدنا آدم (علیہ السلام) کے پاس آئیں گے۔ ان سے کہیں گے کہ آپ سب لوگوں کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور پھر تمام چیزوں کے نام آپ کو بتائے، چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کیجیے، تاکہ وہ ہمیں اس (مصیبت کی) جگہ سے نکال کر آرام و سکون کی جگہ پہنچائے۔ وہ کہیں گے، میں اس لائق نہیں۔ دراصل وہ اپنی لغزش کو یاد کر کے (اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے) شرمائیں گے۔ وہ کہیں گے، تم نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے۔ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ بھی کہیں گے، میں اس لائق نہیں۔ وہ اپنے رب سے اس چیز کا سوال کرنا جس چیز کا انھیں علم نہیں تھا، یاد کریں گے اور (اللہ کے پاس جاتے ہوئے) شرمائیں گے اور کہیں گے، تم رحمٰن کے خلیل (ابراہیم علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ ان کے پاس جائیں گے (اور ان سے عرض کریں گے) وہ کہیں گے، میں اس لائق نہیں ہوں، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور انھیں تورات عنایت فرمائی۔ پھر یہ لوگ ان کے پاس جائیں گے (ان سے عرض کریں گے) وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں۔ دراصل دنیا میں جو انھوں نے ایک جان کو بغیر جان کے قتل کیا تھا وہ اس کو یاد کر کے اپنے رب سے شرمائیں گے اور کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ (پھر وہ لوگ ان کے پاس جا کر ان سے عرض کریں گے) تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں، تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی ہیں، وہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے اور میں وہاں سے چل کر اللہ کے حضور حاضر ہونے کی اجازت چاہوں گا، چنانچہ مجھے اجازت ملے گی۔ میں اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا، پھر ارشاد ہو گا، (اے میرے محبوب!) اپنا سر اٹھاؤ اور سوال کرو، تمھیں دیا جائے گا، کہو! تمھاری بات سنی جائے گی، سفارش کرو! تمھاری سفارش قبول کی جائے گی۔ تو میں سر اٹھا کر اپنے مالک کی ایسی تعریف کروں گا جو وہ اس وقت مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا، لیکن سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ چنانچہ میں ان لوگوں کو جنت میں پہنچا دوں گا، پھر پلٹ کر اللہ کے پاس آؤں گا اور اس کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر ویسا ہی ہو گا جیسا پہلے ہوا تھا۔ اب کے پھر میرے لیے سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی، میں ان لوگوں کو بھی جنت میں پہنچا دوں گا۔ پھر تیسری

www.sirat-e-mustaqeem.com

بار اللہ کے پاس حاضر ہوں گا، اسی طرح پھر چوتھی بار اپنے رب کے پاس حاضر ہوں گا اور عرض کروں گا، اے میرے رب! اب تو دوزخ میں وہی لوگ رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک لیا ہے اور جن کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قول الله تعالى : ﴿ و علم ادم الأسمآء كلها ﴾ ٤٤٧٦ ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٣]

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

''اور کہہ اے میرے رب! داخل کر مجھے سچا داخل کرنا اور نکال مجھے سچا نکالنا اور میرے لیے اپنی طرف سے ایسا غلبہ بنا جو مددگار ہو۔''

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اپنی دعا میں یوں کہا کریں کہ میرے رب! مجھے مدینہ میں داخل کر دے جو میرا دار الہجرت ہے اور جہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں دے گا اور مجھے مکہ سے نکال دے، بایں طور کہ میرے دل میں دوبارہ وہاں لوٹ جانے کا جذبہ باقی نہ رہے اور اپنی جانب سے میرا کوئی معین و مددگار بنا دے جو تیرے دین کے دشمنوں کے خلاف میری مدد کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرت کی تو اس دعا کے اثرات پوری طرح سے ظاہر ہوئے۔ آپ دار الہجرت مدینہ میں داخل ہوئے تو بڑی شان سے داخل ہوئے اور جب مکہ سے نکلے تو بخیر و عافیت نکلے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت و غلبہ عطا فرمایا اور کافروں کی تمام سازشیں بے کار ہو گئیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ جانے کی تیاری کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''ذرا ٹھہر جاؤ، امید ہے کہ مجھے بھی عنقریب ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، آپ پر میرے والد قربان! کیا آپ کو امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے۔ ان کی بھی خواہش یہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی ہجرت کریں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیوں کو جو ان کے پاس تھیں، کیکر کے پتے کھلانا شروع کیے، چار ماہ تک وہ کھلاتے رہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ہم ٹھیک دوپہر کے وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک کہنے والا کہنے لگا، دیکھو! یہ رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں۔ آپ سر ڈھانپے ہوئے ایسے وقت آئے جو عموماً آپ کے تشریف لانے کا وقت نہیں تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! آپ جو اس وقت تشریف لا رہے ہیں تو ضرور کوئی بڑا کام ہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ پہنچ گئے۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت دی تو آپ اندر تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے: ''جو لوگ تمھارے پاس بیٹھے ہیں، انھیں باہر نکال دو۔'' انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہاں کون ہے، آپ ہی کے گھر

www.sirat-e-mustaqeem.com

والے ہیں، آپ پر میرا باپ قربان! آپ نے فرمایا: ''مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیجیے، میرا باپ آپ پر قربان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! تم میرے ساتھ چلو۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، تو آپ ان دونوں اونٹنیوں میں سے کوئی ایک اونٹنی لے لیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''درست ہے مگر میں قیمتاً لوں گا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اب ہم نے جلدی میں دونوں کے سفر کا سامان تیار کیا اور توشہ چمڑے کے ایک تھیلے میں رکھا۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا کمر بند پھاڑا اور اس سے تھیلے کا منہ باندھا، تو اس روز سے اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب ذات النطاق (یا ذات النطاقین) ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں روانہ ہو کر اس غار میں چلے گئے، جو ثور پہاڑ پر ہے، تین راتیں وہیں چھپے رہے۔ عبد اللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما جو جوان، سمجھ دار اور ہوشیار تھے۔ رات کو غار میں جا کر ان کے پاس رہتے اور (صبح کے وقت) واپس آ جاتے اور صبح قریش کے لوگوں کے ساتھ مکہ میں کرتے، پھر پورا دن ان کے ساتھ ہی گزارتے اور یوں ظاہر کرتے گویا انھوں نے رات بھی مکہ ہی میں گزاری ہے۔ وہ دن بھر جتنی باتیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچانے کی سنتے انھیں یاد رکھتے اور جب رات کا اندھیرا پھیل جاتا تو (غار میں آ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنا دیتے۔ عامر بن فہیرہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، ایک دودھ دینے والی بکری کو غار کے پاس ہی چرایا کرتے تھے، پھر جب ایک گھڑی رات گزر جاتی تو وہ اس بکری کو لے کر اس غار میں آ جاتے اور یوں وہ دونوں تازہ دودھ پی کر رات بسر کر لیتے اور وہ صبح سے پہلے ہی بکری کو لے کر واپس آ جاتے اور یوں تین راتوں تک وہ برابر ایسا ہی کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی الدیل قبیلے کے ایک شخص کو راہ بتانے کے لیے اجرت پر رکھا۔ یہ راستوں کا بڑا ماہر تھا اور عبد بن عدی کے خاندان کا فرد تھا اور عاص بن وائل سہمی کے خاندان کا حلیف تھا۔ یہ شخص اسی دین پر تھا جس پر قریش کے کافر تھے۔ دونوں نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ تین راتوں کے بعد اونٹنیاں لے کر غار ثور پر آ جائے گا۔ وہ (حسب وعدہ) تیسری رات کی صبح اونٹنیاں لے کر حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ اس راستہ بتانے والے شخص کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ بتانے والے نے ساحل کا راستہ اختیار کیا۔ سراقہ بن جعشم کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قریش کے کافروں کا ایلچی آیا۔ اس نے اعلان کیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے، یا قید کر کے لے آئے تو اسے ہر ایک کے بدلے میں سو اونٹ دیے جائیں گے۔ میں بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں بنی مدلج قبیلے کا ایک شخص آیا اور ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے، وہ کہنے لگا، سراقہ! میں نے ابھی چند آدمی دیکھے ہیں جو ساحل کے راستہ سے جا رہے تھے، میں سمجھتا ہوں وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہ نے کہا، میں دل میں سمجھ گیا کہ یہ وہی لوگ ہوں گے، لیکن میں نے کہا، یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی نہیں ہیں، تو نے جن کو دیکھا وہ فلاں فلاں

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوں گے، وہ ہمارے سامنے سے ابھی گئے ہیں۔ اس کے بعد میں تھوڑی دیر اس مجلس میں ٹھہرا رہا، پھر کھڑا ہوا اور اپنے گھر جا کر اپنی لونڈی سے کہا کہ وہ میرے گھوڑے کو لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جائے اور وہیں میرا انتظار کرے، پھر میں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور اپنے گھر کی پشت کی طرف سے باہر آ گیا، میں نے نیزہ کی نوک کو زمین پر ٹکایا اور برچھے کے اوپر کے حصے کو جھکایا۔ اس طرح میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو کر اس کو سرپٹ دوڑایا۔ جب میں آپ کے قریب پہنچا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں گر پڑا۔ پھر میں کھڑا ہوا اور میں نے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھا کر تیر نکالے اور ان سے فال نکالی کہ میں ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں۔ فال وہ نکلی جس کو میں پسند نہیں کرتا تھا۔ میں نے فال کی پروا نہ کی اور پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوڑا مجھ کو لیے ہوئے سرپٹ بھاگ رہا تھا، یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ آپ ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے۔ اتنے میں میرے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں اور میں پھر سے گر پڑا۔ میں نے گھوڑے کو ڈانٹا، وہ اٹھا، مگر معلوم ایسا ہوتا تھا کہ وہ ٹانگیں زمین سے نہ نکال سکے گا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس کی دونوں ٹانگوں سے ایک گرد نکلی جو دھوئیں کی طرح آسمان پر بلند ہو گئی۔ میں نے پھر تیروں سے فال نکالی تو وہ پھر میرے خلاف نکلی۔ آخر میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو امان کے لیے پکارا تو وہ ٹھہر گئے۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس گیا۔ وہ رکاوٹیں جو مجھے پیش آئیں ان سے میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب غالب آ جائیں گے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، آپ کی قوم والوں نے آپ کے لیے انعام مقرر کیا ہے اور میں نے وہ سب خبریں بیان کیں جو قریش سے آپ کے متعلق سنی تھیں۔ میں نے ان کی خدمت میں کچھ سامان اور توشہ پیش کیا، لیکن نبی ﷺ نے کوئی چیز نہیں لی اور نہ مجھ سے کسی اور چیز کا مطالبہ کیا، البتہ رسول اللہ ﷺ نے اتنا فرمایا کہ ہمارا حال پوشیدہ رکھنا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ امن کی ایک سند مجھے لکھ دیجیے۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا تو اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر سند لکھ دی اور یوں رسول اللہ ﷺ آگے روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو (راستے میں) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ملے جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام سے لوٹ کر آ رہے تھے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے۔ ادھر مدینہ والوں کو رسول اللہ ﷺ کے مکہ سے نکلنے کی خبر ہو گئی تھی، وہ ہر صبح مقام حرہ تک آتے اور آپ کا انتظار کرتے رہتے، یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انھیں واپس جانے پر مجبور کرتی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مسلمان بڑی دیر تک انتظار کر کے واپس لوٹ گئے۔ جب وہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو ایک یہودی کسی کام سے ایک ٹیلے پر چڑھا، اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ دور سے سفید نظر آ رہے تھے۔ آپ جتنا قریب آ رہے تھے اتنا ہی سراب (یعنی ریت کا چمکنا) کم ہوتا جاتا تھا۔ یہودی سے یہ دیکھ کر رہا نہ گیا، وہ بے اختیار زور

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے پکارنے لگا، عرب کے لوگو! یہ تمھارے بزرگ سردار آ گئے، جن کا تمھیں انتظار تھا۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں نے ہتھیار سنبھالے اور انھوں نے حرہ پہنچ کر آپ کا استقبال کیا، آپ سے ملاقات کی۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ داہنی طرف مڑ گئے اور بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں جا ٹھہرے۔ یہ پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینا تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر لوگوں سے ملاقات کرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ بہت سے انصاریوں نے کہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا، وہ ابوبکر ہی کو سلام کرتے رہے، یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آ گئی، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اپنی چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کیا۔ اس وقت سب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا۔ آپ نے دس سے کچھ زیادہ دن بنی عمرو بن عوف کے محلے میں قیام فرمایا اور اس مسجد کی بنیاد ڈالی جو تقویٰ پر قائم کی گئی تھی (یعنی مسجد قبا) اور وہیں نماز پڑھتے رہے۔ پھر (ایک دن) آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور (مدینہ کی طرف) روانہ ہوئے، لوگ آپ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ چلتے چلتے آپ کی اونٹنی وہاں جا کر بیٹھ گئی جہاں اب مدینہ میں مسجد نبوی ہے۔ اس زمانہ میں وہاں چند مسلمان نماز پڑھتے تھے، وہ زمین دو یتیم بچوں سہل اور سہیل (رضی اللہ عنہما) کی تھی اور یہاں کھجور کا کھلیان لگتا تھا۔ وہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے۔ جب آپ کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا: ''ان شاء اللہ! یہی ہماری منزل ہے۔'' پھر آپ نے ان دونوں لڑکوں کو بلایا اور ان سے اس زمین کی قیمت پوچھی، تاکہ آپ اس جگہ کو مسجد بنائیں۔ انھوں نے کہا، یا رسول اللہ! ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں، قیمت نہیں لیں گے، لیکن آپ نے مفت لینے سے انکار کر دیا اور وہ زمین ان سے خرید لی۔ پھر آپ نے وہاں مسجد بنائی۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی مسجد کی تعمیر کے لیے مسلمانوں کے ساتھ اینٹیں اٹھاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے: ''یہ (نیکی کا) بوجھ (ہے)، خیبر (میں پتھر وغیرہ اٹھانے) کا بوجھ نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! یہ (بہت بڑی) نیکی اور پاکیزہ کام ہے۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ و أصحابه إلى المدينة: ۳۹۰۵، ۳۹۰۶]

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

''اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔''

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو بشارت دی گئی ہے کہ مکہ فتح ہو گا اور آپ اس میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوں گے۔ کعبہ کے ارد گرد رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں کو توڑیں گے اور اپنی زبان مبارک سے کہیں گے کہ اب حق آ پہنچا اور باطل کی کمر ٹوٹ گئی اور حق کی جولانیوں کے سامنے باطل کب ٹھہر سکتا ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ﴾ [الأنبياء: ۱۸] ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ

www.sirat-e-mustaqeem.com

عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [الصف : ۹] ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۷، ۸] ”اور جب اللہ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمھارے لیے ہوگا اور تم چاہتے تھے کہ جو کانٹے والا نہیں وہ تمھارے لیے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ وہ حق کو سچا کر دے اور باطل کو جھوٹا کر دے، خواہ مجرم ناپسند ہی کریں۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ اپنے ہاتھ کی چھڑی سے انھیں کچوکے مارتے جا رہے تھے اور یہ آیات پڑھتے جا رہے تھے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بني إسرائيل : ۸۱] ”حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔“ اور ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا : ۴۹] ”حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و قل جاء الحق و زهق الباطل ﴾ : ۴۷۲۰۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة : ۱۷۸۱]

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۸۲

”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔“

قرآن مجید میں تمام لوگوں کے لیے روحانی بیماریوں کا علاج ہے اور ایمان والوں کے لیے تو وہ سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔ ظالموں کے نقصان میں اضافہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ظالم قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے، بلکہ جیسے جیسے قرآن مجید کی آیتیں اترتی ہیں ان کی ضد، مخالفت اور حسد میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ چیزیں نہ صرف ان کے لیے آخرت میں باعث عذاب ہیں، بلکہ دنیا میں بھی ان کی ذلت کا سبب ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [يونس : ۵۷] ”اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ۭ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰٓىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [حٰم

www.sirat-e-mustaqeem.com

السجدۃ : ٤٤] ”کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ١٢٤، ١٢٥] ”اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دوران سفر میں ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو ایک لڑکی آئی اور کہنے لگی، اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے کاٹا ہے اور ہمارے قبیلے کے مرد موجود نہیں ہیں، کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ تو ایک آدمی اس کے ساتھ چل دیا، حالانکہ ہم نے کبھی نہیں سنا تھا کہ وہ دم کرتا ہے، لیکن اس نے دم کیا اور سردار ٹھیک ہو گیا۔ سردار نے دم کرنے والے کو تیس بکریاں دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہمیں دودھ بھی پلایا۔ جب دم کرنے والا پلٹ کر واپس آیا تو ہم نے اس سے پوچھا، کیا تو اچھی طرح دم کرنا جانتا ہے؟ اس نے کہا، نہیں! میں نے تو بس سورۂ فاتحہ پڑھی اور پھونک مار دی۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحۃ الکتاب : ٥٠٠٧]

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سورۂ بقرہ (ضرور) پڑھا کرو، کیونکہ اس کا پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑنا باعث حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔“ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ : ٨٠٤]

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا۝۸۳

”اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت ناامید ہو جاتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اس کافر انسان کی حالت بیان کی گئی ہے جو نور ایمان سے محروم ہوتا ہے اور دنیا کی محبت فکر آخرت پر غالب ہوتی ہے، ایسا انسان اللہ کا بڑا ہی ناشکرا ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اسے ہلاکت سے نجات دے دیتے ہیں تو ناشکری پر اتر آتا ہے اور اسے پکارنا بھول جاتا ہے، لیکن جب اسے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے، خوف، مرض یا بھوک میں مبتلا ہوتا ہے، تو اللہ پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے یاس و ناامیدی کے گہرے بادل اس پر چھا جاتے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس کے برعکس مومن نعمت پا کر سراپا شکر بن جاتا ہے اور مصیبت کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَاۗءَ بَعْدَ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [ھود : ۹ تا ۱۱] ”اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھائیں، پھر اسے اس سے چھین لیں تو بے شک وہ یقیناً نہایت نا امید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے۔ اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے، یہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴾ [الروم : ۳۶] ”اور جب ہم لوگوں کو کوئی رحمت چکھاتے ہیں وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔“

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح کہ) اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوئی تو اس نے شکر ادا کیا، تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے اور جو اس کو نقصان پہنچا اور اس پر صبر کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے۔“ [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر : ۲۹۹۹]

ع ۹ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰي شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ۧ ۸۴

”کہہ دے ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے، سو تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے کہ کون زیادہ سیدھی راہ پر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں مومن کی تعریف اور کافر کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ ہر انسان اپنے مذہب و طریقہ اور اخلاق و کردار کے مطابق عمل کرتا ہے۔ کافر اپنے طریقے پر چلتا ہے اور مومن اپنے طریقے پر۔ پھر ہر شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے، لیکن ہدایت یافتہ کون ہے اس کا صحیح علم صرف اللہ کو حاصل ہے اور قیامت کے دن وہ ہر ایک کو اس کے عمل اور کردار کے مطابق بدلہ دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۴۸] ”اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔‘‘

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

’’اور وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں علم میں سے بہت تھوڑے کے سوا نہیں دیا گیا۔‘‘

روح وہ لطیف شے ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی، لیکن ہر جان دار کی قوت و توانائی اسی روح کے اندر مضمر ہے۔ اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ یہودیوں نے بھی ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے اس کی بابت پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمھارا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں قلیل ہے اور یہ روح جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو، اس کا علم تو اللہ نے انبیاء سمیت کسی کو بھی نہیں دیا۔ بس اتنا سمجھو کہ یہ میرے رب کا امر (حکم) ہے، یا میرے رب کی شان میں سے ہے جس کی حقیقت کو صرف وہی جانتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کھیت میں چل رہا تھا۔ آپ کھجور کی چھڑی کے سہارے چل رہے تھے۔ اتنے میں کچھ یہودی سامنے سے گزرے۔ وہ آپس میں کہنے لگے، ان سے پوچھو! روح کیا چیز ہے؟ پھر کسی نے کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی بات کہیں جو تم کو ناگوار گزرے، مگر ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے، تو ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا، اے ابو القاسم! روح کیا چیز ہے؟ آپ کچھ دیر خاموش رہے، ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے۔ تو میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا، جب وحی اتر چکی تو آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ ’’اور وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں علم میں سے بہت تھوڑے کے سوا نہیں دیا گیا۔‘‘ [بخاری، کتاب العلم، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وما أوتیتم من العلم إلا قلیلا ﴾ : ۱۲۵۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب سؤال الیهود النبی ﷺ عن الروح ...... الخ : ۲۷۹۴]

وَ لَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ضرور ہی وہ وحی (واپس) لے جائیں جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے، پھر تو اپنے لیے اس کے متعلق ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہیں پائے گا۔ مگر تیرے رب کی رحمت سے۔ یقیناً اس کا فضل ہمیشہ سے تجھ پر بہت بڑا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر قرآن کریم جیسی عظیم ترین نعمت کا احسان جتلا رہا ہے کہ جو مومنوں کے ہر درد کا درماں اور مجسم رحمت ہے۔ اگر وہ چاہتا تو اسے آپ کے سینے اور صفحۂ قرطاس سے مٹا دیتا اور ایک آیت بھی باقی نہ رہتی اور کوئی ہستی بھی ایسی نہ ہوتی جو اللہ تعالیٰ کو اس سے روک سکتی، لیکن اس کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ وہ قیامت تک اس کی حفاظت فرمائے گا اور آپ کی نبوت کی صداقت پر دلیل و حجت بنا کر اسے باقی رکھے گا۔ آپ ﷺ پر اللہ کا یہی فضل و کرم نہیں ہے بلکہ اس کے احسانات آپ پر بے شمار ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا، آسمان کی زیارت کروائی، معراج کی رات بیت المقدس میں آپ نے انبیاء کی امامت کرائی اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کو شفاعت عظمیٰ کی اجازت دے گا۔

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۱۳] ’’اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً ان کے ایک گروہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ تجھے گمراہ کر دیں، حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے اور تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا رہے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔‘‘

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سورت پڑھا کرتے تھے، جو طوالت اور سخت وعیدوں میں سورۂ براءت کے برابر تھی، پھر میں اسے بھول گیا ہوں۔ [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لو أن لابن آدم...... الخ : ۱۰۵۰۔ اتحاف المهرة : ۱۰/ ۶۰، ح : ۱۲۲۷۰]

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۸۸

’’کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے شرف کے بارے میں توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر تمام انس و جن جمع ہو

www.sirat-e-mustaqeem.com

جائیں اور وہ اس طرح کا قرآن بنانا چاہیں جس طرح کا قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو انھیں قطعاً اس کی طاقت و استطاعت نہ ہوگی۔ خواہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں، وہ قرآن کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکیں گے، کیونکہ مخلوق کا کلام اس خالق کے کلام کے مشابہ ہو ہی نہیں سکتا، جس کی نہ کوئی نظیر ہے نہ مثال اور نہ ہمسر۔

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال پھیر پھیر کر بیان کی مگر اکثر لوگوں نے کفر کے سوا (ہر چیز سے) انکار کر دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے، اس قرآن کریم میں ہر وہ بات اور مثال بیان کر دی ہے جس میں غور و فکر انھیں راہ راست پر لا کر کھڑا کر دے، لیکن بنی نوع انسان کا حال عجیب رہا ہے کہ اکثر لوگوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ کفر کی راہ اختیار کر لی اور قرآن کی تکذیب کی اور یہ اس قضائے الٰہی کے مطابق ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لشکر ابلیس سے جہنم کو بھر دے گا۔

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا
اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ
نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ۱۰ ع ۹ ۱۰

”اور انھوں نے کہا ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگور کا ایک باغ ہو، پس تو اس کے درمیان نہریں جاری کر دے، خوب جاری کرنا۔ یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے، جیسا کہ تو نے دعویٰ کیا ہے، یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو، یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ تو کہہ میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے۔“

کفار مکہ جب قرآن جیسا کلام نہ لا سکے اور اس دلیل کے سامنے اپنے آپ کو بالکل بے بس پایا تو دوسری نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے، جن میں سے بعض کا ذکر مندرجہ بالا آیتوں میں آیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمھاری دعوت توحید پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے اور روز قیامت اور تمھاری نبوت کی اس وقت تک تصدیق نہیں کریں گے جب تک تم

www.sirat-e-mustaqeem.com

کوئی نشانی نہ پیش کردو، یا تو زمین میں کوئی ایسا چشمہ جاری کردو جس کا پانی ہمیشہ جاری رہے، یا تمھارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ وجود میں آجائے جن کے درمیان نہریں جاری ہوں، یا اپنے گمان کے مطابق آسمان ہی کو بطور عذاب ہمارے سروں پر گرادو، یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ جو تمھاری صداقت کی گواہی دیں یا تمھارے لیے سونے کا کوئی گھر ہی اچانک نکل آئے، یا سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھو اور دیکھو، تمھارے صرف آسمان پر چڑھ جانے ہی سے ہم ایمان نہیں لائیں گے، بلکہ ضروری ہے کہ وہاں سے ایک کتاب لے کر آؤ جس میں ہمیں حکم دیا گیا ہو کہ تم پر ایمان لے آئیں اور تمھاری پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان کافروں سے کہیے کہ میں تو ایک انسان ہوں جسے اللہ نے اپنا رسول بنایا ہے۔ ایک بندۂ مامور ان باتوں پر کہاں قادر ہوتا ہے جن کا تم نے ذکر کیا ہے، یہ سب باتیں تو صرف اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ لوگ ان مطالبات کے پورا ہونے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس: ۹۶، ۹۷] ”بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴾ [سبا: ۹] ”تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان و زمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اگر ہم چاہیں انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔“ کفار مکہ نے بھی کہا تھا: ﴿ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال: ۳۲] ”اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ [الأنعام: ۱۱۱] ”اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔“

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝۹۴

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝۹۵

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ دے اگر زمین میں فرشتے ہوتے، جو مطمئن ہو کر چلتے (پھرتے) تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام پہنچانے والا اتارتے۔‘‘

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کا ایک شبہ بیان کیا ہے، جسے قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اپنا رسول بنا سکتا ہے۔ ان کا یہی شبہ رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے سے مانع تھا۔ ان کے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو اس کا فضل و کرم ہے کہ بندوں کی رہنمائی کے لیے انھی جیسا رسول بھیجا، تاکہ اس کی بات سمجھیں اور اس کی زندگی ان کے لیے مشعل راہ بنے۔ اگر زمین پر رہنے والے فرشتے ہوتے تو حکمت کا تقاضا یہی ہوتا کہ ان کی رہنمائی کے لیے انھی جیسا کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا، تاکہ وہ ان کی باتوں کو سمجھتا اور اس کی زندگی ان کے لیے مشعل راہ بنتی۔ رسول ہم جنس ہی ہوا کرتا ہے، تاکہ اپنے ہم جنسوں کو اچھی طرح سمجھا سکے اور لوگ بھی صحیح معنوں میں اس کی پیروی کر سکیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴾ [ق : ۱، ۲] ’’قٓ۔ قسم ہے قرآن کی جو بہت بڑی شان والا ہے! بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، تو کافروں نے کہا یہ ایک عجیب چیز ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸، ۹] ’’اور انھوں نے کہا اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو ضرور کام تمام کر دیا جاتا، پھر انھیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو یقیناً اسے آدمی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈالتے جو وہ شبہ ڈال رہے ہیں۔‘‘

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝۹۶

’’کہہ دے میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ کے طور پر اللہ کافی ہے، بے شک وہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں کفارِ مکہ کے لیے ایک قسم کی دھمکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے میں نے بحیثیت رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔ میری صداقت و امانت پر خود اللہ گواہ ہے جو اپنے بندوں کے تمام احوال سے باخبر ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے اور جو قیامت کے دن ہر ایک کو اپنے عدل و انصاف کے ساتھ اس کے اعمال کا بدلہ چکائے گا۔ اس لیے اے کفار مکہ! تمھارے لیے خیر اسی میں ہے کہ میری نبوت پر ایمان لے آؤ اور دین اسلام قبول کر لو، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

www.sirat-e-mustaqeem.com

شَهِيدًا ﴾ [الفتح : ۲۸] ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے۔''

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾

''اور جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جنھیں گمراہ کر دے تو تو ان کے لیے اس کے سوا ہرگز کوئی مدد کرنے والے نہیں پائے گا اور قیامت کے دن ہم انھیں ان کے چہروں کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب کبھی بجھنے لگے گی ہم ان پر بھڑکانا زیادہ کر دیں گے۔''

رشد و ہدایت اور ضلالت و گمراہی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے، وہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے وہی راہ راست پر آ سکتا ہے۔ جسے خود اس کے غلط راہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے گمراہ کر دیتا ہے، اسے نہ کوئی راہ راست پر لا سکتا ہے اور نہ اس کے قہر و غضب سے بچا سکتا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں کو ہم ان کے چہروں کے بل گھسیٹیں گے۔ چونکہ وہ دنیا میں اپنی آنکھوں سے راہ حق کو نہیں دیکھ پاتے تھے، اپنی زبانوں سے کلمہ حق ادا نہیں کرتے تھے اور کانوں سے حق بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اس لیے قیامت کے دن اندھے، گونگے اور بہرے اٹھائے جائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس کی لپک اور تپش جب بھی کم ہوگی، اللہ اسے اور تیز کر دے گا۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٥١] ''اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف (لے جا کر) اکٹھے کیے جائیں گے، ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، تاکہ وہ بچ جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الدخان : ٤١، ٤٢] ''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، بے شک وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٣٤] ''وہ لوگ جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے وہی ٹھکانے میں بدترین اور راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [النمل : ٩٠] ''اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

چہرے آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے۔ تم بدلہ نہیں دیے جاؤ گے مگر اسی کا جو تم کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴾ [القمر : ۴۷، ۴۸] ''یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! کافر کا حشر قیامت والے دن منہ کے بل کیسے ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ''جس نے اس کو دونوں پاؤں پر دنیا میں چلایا کیا وہ اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلائے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ الذين يحشرون على وجوههم إلى جهنم ﴾ : ۴۷۶۰۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب يحشر الكافر على وجهه : ۲۸۰۶]

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾ [النبا : ۳۰] ''پس چکھو کہ ہم تمھیں عذاب کے سوا ہرگز کسی چیز میں زیادہ نہیں کریں گے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔'' صحابہ نے کہا، واللہ! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی دنیا کی آگ کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: ''لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝۹۸

النصف

''یہی ان کی جزا ہے، کیونکہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو گئے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں؟''

فرمایا کہ ایسا برتاؤ ان کے ساتھ اس لیے ہو گا کہ انھوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کر دیا تھا اور کہتے تھے ہم جب مر کر صرف ہڈیاں اور راکھ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴾ [ق : ۳] ''کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی ہو گئے؟ یہ واپس لوٹنا بہت دور ہے۔''

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۹۹

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا کر دے اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے، جس میں کچھ شک نہیں، پھر (بھی) ظالموں نے کفر کے سوا (ہر چیز

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے) انکار کر دیا۔"

کافروں کے مذکورہ بالا شبہ کی تردید کی جا رہی ہے کہ انھیں آخر بعث بعد الموت پر کیوں حیرت ہے؟ کیا وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اس بات پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن ان جیسا انسان دوبارہ پیدا کرے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ [یٰسٓ : ۸۱] "اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف : ۳۳] "اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے انھیں دوبارہ قبروں سے اٹھانے اور زندہ کرنے کی ایک مدت مقرر کر رکھی ہے، جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جب وہ گھڑی آ جائے گی تو سارے لوگ زندہ ہو کر میدان محشر میں جمع ہو جائیں گے، لیکن جو لوگ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان کا شیوہ کفر ہی ہوتا ہے۔ وہ تمام کھلی اور روشن نشانیوں کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔

فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم اپنی ذات پر حرام ٹھہرا لیا ہے اور اسے تمھارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے، سو آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔" [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ؑ (۱۰۰)

"کہہ دے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے ضرور روک لیتے اور انسان ہمیشہ سے بہت بخیل ہے۔"

مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ جبل صفا کو سونے میں اور مکہ کے ارد گرد کی زمینوں کو باغوں اور نہروں میں بدل دیں۔ اسی کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی دیا ہے کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے تمام خزانوں کے مالک بن جاتے تو بھی تمھارا بخل دور نہ ہوتا اور اس ڈر سے خرچ نہ کرتے کہ کہیں یہ خزانے ختم نہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ بخل انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روزی کے خزانوں کا مالک صرف اللہ ہے اور وہ بڑا ہی جود و سخا والا ہے۔ اس نے جب سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے، خرچ کر رہا ہے اور اس کے دائیں ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ ختم نہیں ہوا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کیے جا رہا ہے، لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں آئی۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ وکان عرشه علی الماء ﴾ : ٤٦٨٤۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب الحث علی النفقة : ٩٩٣]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر بنی آدم کو دو وادیاں مال و دولت سے بھری ہوئی مل جائیں تو یہ تیسری کی تلاش (و حرص) میں رہے گا اور اولاد آدم کا پیٹ تو مٹی ہی بھرتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر مہربان ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال : ٦٤٣٦۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب لو أن لابن آدم وادیین لابتغی ثالثا : ١٠٤٩]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دیں، سو بنی اسرائیل سے پوچھ، جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا یقیناً میں تو تجھے اے موسیٰ! جادو زدہ سمجھتا ہوں۔''

مشرکین مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب نشانیوں کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو نو نشانیاں دی گئی تھیں وہ انھی مطلوبہ نشانیوں کے برابر تھیں، لیکن پھر بھی فرعون اور اس کے پیروکار ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ اہل مکہ کے مطالبہ کے باوجود نشانیاں اس لیے نہیں بھیجی جا رہی کہ اگر ان کے آ جانے کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے تو انھیں ہلاک کر دیا جائے گا، جبکہ اللہ مالک کائنات انھیں یکسر ختم نہیں کرنا چاہتا۔ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی بعض نشانیوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں کیا ہے:

﴿ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۚ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٠٧، ١٠٨] ''تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدہا تھی۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٣٠] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کی آل کو قحط سالیوں اور پیداوار کی کمی کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔'' اور فرمایا:

﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٣٣] ''تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں،

www.sirat-e-mustaqeem.com

پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔" اور فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٦٣ تا ٦٦] "تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچالیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔"

ان تمام نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی فرعون ایمان نہیں لایا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ! میں سمجھتا ہوں کہ تمھاری عقل میں جادو کی وجہ سے خلل واقع ہو گیا ہے کہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ [النمل : ۱۳، ۱٤] "تو جب ان کے پاس ہماری نشانیاں آنکھیں کھول دینے والی پہنچیں تو انھوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔ اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل ان کا اچھی طرح یقین کر چکے تھے، پس دیکھ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔"

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ ۚ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝۱۰۲

"اس نے کہا بلاشبہ یقیناً تو جان چکا ہے کہ انھیں آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نہیں اتارا، اس حال میں کہ واضح دلائل ہیں اور یقیناً میں تو اے فرعون! تجھے ہلاک کیا ہوا سمجھتا ہوں۔"

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا، تمھیں معلوم ہے کہ یہ نشانیاں اس اللہ نے نازل کی ہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور دل سے اللہ کی ہدایت طلب کرنے والوں کے لیے ان میں بڑی عبرتیں ہیں، لیکن تم اپنے کبر وعناد کی وجہ سے ان کا انکار کر رہے ہو اور انھیں جادو کا اثر بتا رہے ہو۔ اے فرعون! میرا خیال ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے دور کر دیے گئے ہو اور بالآخر تم ہلاک کر دیے جاؤ گے۔

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝۱۰۳ۙ وَ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝۱۰۴ؕ

"تو اس نے ارادہ کیا کہ انھیں اس سرزمین سے پھسلا دے تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو غرق کر دیا۔ اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس سرزمین میں رہو، پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمھیں اکٹھا کر

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے لے آئیں گے۔‘‘

فرعون نے جب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ نشانیوں کے سامنے مجبور پایا تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف اپنی مادی طاقت استعمال کرنے پر تل گیا اور انھیں سرزمین مصر سے جلاوطن کرنے کا فیصلہ کر لیا، یا سب کو قتل کر دینا چاہا، لیکن اللہ تعالیٰ پر کون غالب آ سکتا ہے؟ چنانچہ اللہ نے فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کر دیا اور بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی زبانی حکم دیا کہ وہ شام و فلسطین کی سرزمین میں اقامت پذیر ہو جائیں۔ مرور زمانہ کے ساتھ ایک وقت ایسا آیا جب بنی اسرائیل کے لوگ فرعون کی سرزمین، اس کے مال و دولت اور زمین و جائداد کے مالک بن گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۶، ۱۳۷] ’’تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴾ [الدخان : ۲۵ تا ۲۸] ’’کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور عمدہ مقام۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔‘‘

فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا : فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اچھے اور برے تمام لوگ ایک ساتھ زندہ کیے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا اور نیک بختوں اور بدبختوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۲۸، ۱۲۹] ’’موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بناتا ہے اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔ انھوں نے کہا ہمیں اس سے پہلے ایذا دی گئی کہ تو ہمارے پاس آئے اور اس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا تمھارا رب قریب ہے کہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمھیں زمین

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں جانشین بنا دے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الواقعۃ : ۴۹، ۵۰] ”کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔“

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝۱۰۵

”اور ہم نے اسے حق ہی کے ساتھ نازل کیا اور یہ حق ہی کے ساتھ نازل ہوا اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔“

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ : اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے قرآن کریم میں جو احکام اور اوامر ونواہی بیان کیے ہیں وہ اس کے علم کا حصہ ہیں اور قرآن ایسی برحق کتاب ہے جو تمام شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ اس میں انسانوں کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے اور نہ کوئی کمی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۴۱، ۴۲] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس نصیحت کے ساتھ کفر کیا، جب وہ ان کے پاس آئی (وہ بھی ہم پر مخفی نہیں ہیں) اور بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت کتاب ہے۔ اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴾ [الجن : ۲۶ تا ۲۸] ”(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کر لے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تاکہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔“

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا : فرمایا کہ ہم نے آپ کو یہ قدرت دے کر نہیں مبعوث کیا کہ لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا کر دیں۔ آپ کا کام تو صرف دعوت وتبلیغ ہے، اللہ کی اطاعت کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری دیں اور نافرمانی کرنے والوں کو جہنم سے ڈرائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۫ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ﴾ [الغاشیۃ : ۲۱، ۲۲] ”پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔“

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝۱۰۶

”اور عظیم قرآن، ہم نے اس کو جدا جدا کر کے (نازل) کیا، تاکہ تو اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور ہم نے اسے نازل

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیا، (تھوڑا تھوڑا) نازل کرنا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم کو تیئیس (۲۳) سالوں میں کسی حکمت کے تقاضے کے مطابق نازل کیا ہے۔ اس لیے ایسا کیا ہے کہ آپ بتدریج اس کی تعلیم صحابہ کو دیتے رہیں اور لوگوں کے احوال و مصالح کے مطابق بتدریج احکام الٰہی نازل ہوتے جائیں اور ان کے دل و دماغ میں ثبت ہوتے جائیں۔ مزید برآں کفار کے اعتراضات کے جوابات ان کو بروقت ملتے رہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور تشفی بھی ہوتی رہتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۲، ۳۳] ’’اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ قرآن اس پر ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اتارا) تاکہ ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر کر پڑھنا۔ اور وہ تیرے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر بھیج دیتے ہیں۔‘‘

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝۱۰۷ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝۱۰۸ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝۱۰۹ السجدة

’’کہہ دے تم اس پر ایمان لاؤ، یا ایمان نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، روتے ہیں اور وہ (قرآن) انھیں عاجزی میں زیادہ کر دیتا ہے۔‘‘

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کافروں کو احساس دلائیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان کا ایمان لانا کوئی بڑی اہم بات ہے اور نہ ان کے کفر و عناد سے کسی اور کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ اگر وہ اللہ پر ایمان نہیں لائیں گے اور قرآن کریم کو اس کی کتاب تسلیم نہیں کریں گے تو کیا ہوگا؟ ان سے بہت ہی اچھے لوگ، یعنی اہل کتاب کے نیک علماء مثلاً عبد اللہ بن سلام، سلمان فارسی اور نجاشی وغیرہم اس قرآن کو اللہ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کو وہی رسول مان چکے ہیں جن کی بشارت تورات و انجیل میں دی جا چکی ہے۔ ان علمائے صالحین کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سر بسجود ہو جاتے ہیں کہ اس اللہ نے ان پر یہ احسان کیا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا اور ان پر اور قرآن کریم پر ایمان لے آئے۔ اس

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور پاکی بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور نبی کریم ﷺ کو دنیا والوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے رب کا ہر وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ قرآن کریم میں مذکور وعظ و نصیحت سن کر شدت تاثیر سے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر کر روتے ہیں اور اللہ کے لیے ان کی عاجزی اور انکسار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اہل کتاب کی اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۝ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [المائدة : ۸۳، ۸٤] ”اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ (پر) اور اس چیز پر ایمان نہ لائیں جو حق میں سے ہمارے پاس آئی ہے اور یہ طمع نہ رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کر لے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۝ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ۝ اُولٰٓىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [القصص : ۵۲ تا ۵٤] ”وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہی ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے۔ یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے ڈر سے رو دیا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہوں گے۔“ [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الغبار في سبيل الله : ۱٦۳۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت میں جب نماز کا وقت ہوا اور اذان دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔“ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نرم دل آدمی ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے روتے وہ (قرآن) لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔ لیکن آپ نے پھر وہی حکم دیا۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب حد المريض أن يشهد الجماعة : ٦٦٤۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر : ۹۵/ ٤۱۸]

ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس (افطاری کے وقت) کھانا لایا گیا جب کہ آپ روزہ دار تھے، تو آپ نے فرمایا، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھے، ان کے کفن کے لیے صرف ایک چادر میسر آئی (جو اتنی چھوٹی تھی) کہ اس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر ننگے ہو جاتے اور پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھلا رہ جاتا۔ اس کے بعد ہم پر دنیا فراخ کر دی گئی، جو تم دیکھ رہے ہو، یا (یہ فرمایا کہ) ہمیں دنیا اتنی عطا کر دی گئی جو ظاہر ہے۔ ہم تو ڈر رہے ہیں کہ کہیں دنیا ہی میں ہمیں ہماری نیکیوں کا جلدی بدلہ تو نہیں دے دیا گیا؟ پھر رونے لگ گئے، یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٤٥]

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾

’’کہہ دے اللہ کو پکارو، یا رحمان کو پکارو، تم جس کو بھی پکارو گے سو یہ بہترین نام اسی کے ہیں اور اپنی نماز نہ بلند آواز سے پڑھ اور نہ اسے پست کر اور اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کر۔‘‘

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ : کفار مکہ ’’رحمٰن‘‘ نام سے نفرت کرتے تھے، اسی پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٣٦] ’’اور جب تجھے وہ لوگ دیکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا تو تجھے مذاق ہی بناتے ہیں، کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے، اور وہ خود رحمان کے ذکر ہی سے منکر ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٦٠] ’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں اور رحمان کیا چیز ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کے لیے تو ہمیں حکم دیتا ہے اور یہ بات انھیں بدکنے میں بڑھا دیتی ہے۔‘‘

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب صلح نامہ حدیبیہ لکھا جا رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب سے فرمایا: ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔‘‘ تو (کافروں کے نمائندہ) سہیل نے کہا، رحمٰن، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا رحمٰن کون ہے، بلکہ آپ ”بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ“ لکھیں، جیسا کہ (پہلے) لکھا کرتے تھے۔ [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد : ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى : اللہ تعالیٰ کے تمام نام اچھے ہی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انھی ناموں سے پکارا جائے جو اس نے اپنے لیے پسند فرمائے ہیں۔ ان غلط ناموں سے نہ پکارا جائے جو انسانوں نے خود رکھ دیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨٠] ’’اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت : ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جب آپ مکہ میں (کافروں سے) چھپے رہتے تھے، تو اس زمانہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرتے، جب مشرکین سنتے تو وہ قرآن کو گالی دیتے، ساتھ اس کے نازل کرنے والے اور اس کے لانے والے کو بھی گالی دیتے، تو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ﴾ یعنی قراءت اتنی بلند آواز سے نہ کرو کہ مشرکین سن کر قرآن کو گالیاں دیں اور ﴿ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ اتنی آہستہ قراءت کرو کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سن سکیں، بلکہ ﴿ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴾ اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کرو۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها ﴾ : ۴۷۲۲۔ مسلم، کتاب الصلوٰة، باب التوسط فی القراءة …… الخ : ۴۴۶]

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

”اور کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ عاجز ہو جانے کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کر، خوب بڑائی بیان کرنا۔“

اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے کہیں کہ وہی ذات واحد ہر حمد و ثنا کی مستحق ہے، جس کی نہ کوئی اولاد ہے، جیسا کہ بعض عربوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا اور یہود نے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ پھر نہ دو جہان کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے، جیسا کہ مشرکین عرب حج میں تلبیہ پکارتے ہوئے کہتے تھے: « اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ » ”اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں مگر وہ جو تیرا شریک ہے۔“ نہ اس میں ذلت اور عاجزی پائے جانے کی وجہ سے اس کا کوئی ولی اور دوست ہے، جیسا کہ بے دین اور مجوس کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ کے اولیاء نہ ہوتے تو اللہ کو ذلت لاحق ہوتی۔ (العیاذ باللہ!)

مذکورہ بالا مضمون کی مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، آپ یہ بیان کر دیں کہ میرا رب اس سے بلند و برتر ہے کہ اسے کوئی نقص، عیب، محتاجی اور عاجزی لاحق ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۲] ”وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا

www.sirat-e-mustaqeem.com

شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ [الحج : ٦٢] ''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی ہے جو حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اس کے سوا وہ جسے بھی پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند ہے، بہت بڑا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الجاثیة : ٣٦، ٣٧] ''پس اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو کلام میں سب سے زیادہ محبوب چار کلمات ہیں: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ)) ان میں سے جس سے بھی شروع کر لو تمھیں کوئی نقصان نہیں۔'' [مسلم، کتاب الآداب، باب کراهة التسمیة بالأسماء : ۲۱۳۷]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورۃ الکھف مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی (اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ) نے (نماز میں) سورۂ کہف کی تلاوت شروع کی، ان کے گھر میں ایک گھوڑا تھا، جس نے اچھلنا کودنا اور بدکنا شروع کر دیا۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ سائبان کی طرح بادل کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا۔ انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے فلاں! (کاش) تو پڑھتا رہتا، یہ تو وہ سکینت ہے جو (اللہ کی طرف سے) قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتی ہے۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳۶۱۴۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن : ۷۹۵/۲۴۱۔ مسند أحمد : ۲۸۱/۴، ح : ۱۸۵۰۳]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کر لیں، وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔'' [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی : ۸۰۹۔ مسند أحمد : ۱۹۶/۵، ح : ۲۱۷۷۰]

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿ؕ۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔ بالکل سیدھی، تاکہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے بہت سی سورتوں کی ابتدا اور انتہا میں اپنی تعریف بیان کی ہے، اس اسلوب کلام سے اس طرف اشارہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

مقصود ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ ہر حال میں لائق حمد و ثنا ہے۔ بندوں کو یہ تعلیم دینا بھی مقصود ہے کہ ہر اہم چیز کی ابتدا اور انتہا اللہ ہی کی حمد و ثنا سے ہونی چاہیے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑائی اس بات پر بیان کی ہے کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لیے قرآن کریم نازل فرمایا، جو اس کی عظیم ترین نعمت ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ کو صفت عبدیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی اور قرآن کریم کی عظمت ظاہر ہو۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اللہ کے بندے ہیں اور یہی آپ کا اعلیٰ مقام ہے، نہ یہ کہ انھیں اللہ کا بیٹا کہا جائے۔ جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ قرآن کریم میں نہ لغوی اعتبار سے کوئی نقص ہے، نہ اس کے معانی میں کوئی تضاد ہے اور نہ لوگوں کو حق و صداقت کی طرف بلانے کے علاوہ اس کا کوئی اور پیغام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ”قیم“ کہا، یعنی یہ قرآن نہایت ہی معتدل کتاب ہے، ہر افراط و تفریط سے پاک اور تمام آسمانی کتابوں پر غالب ہے، جس بات کو وہ حق بتاتا ہے وہ حق ہے اور جسے باطل قرار دیتا ہے وہ باطل ہے۔ قرآن کریم کا مشن یہ ہے کہ یہ اہل شرک و معاصی کو اللہ کے دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈراتا ہے اور مومنین صالحین کو اس جنت کی خوش خبری دیتا ہے کہ جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جس میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن مجید میں کسی قسم کی کجی یا پیچیدگی نہیں ہے، یہ بالکل سیدھا، صاف اور واضح راستہ بتاتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [الزمر : ٢٨] ”واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٩، ١٠] ”بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور یہ کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

مَاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البینۃ : ٧، ٨] ”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص جنت میں جائے گا، وہ (ہمیشہ) راحت و آرام میں رہے گا، کبھی کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوگا اور اس کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور نہ اس کی جوانی کبھی ختم ہوگی۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة …… الخ : ۲۸۳۶]

سیدنا ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(قیامت کے دن) ایک پکارنے والا پکارے گا، (اے جنت کے لوگو!) تم ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے، تم ہمیشہ زندہ رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم ہمیشہ خوشی و مسرت اور سکون میں رہو گے، کبھی مصیبت زدہ نہ ہو گے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة : ۲۸۳۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جنت والوں کو جنت میں اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا، اے جنت والو! اب موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں آئے گی، ہر ایک اپنے اپنے مقام پر ہمیشہ رہے گا۔ جنت والوں کو یہ سن کر خوشی پر خوشی حاصل ہوگی اور دوزخ والوں کو رنج پر رنج پہنچے گا۔“ [مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون …… الخ : ۲۸۵۰]

وَ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝۴

”اور ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔“

یہ قرآن بطور خاص ان یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو ڈراتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم: ۸۸ تا ۹۵] ”اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔“

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اِلَّا كَذِبًا ۝۵

”نہ انھیں اس کا کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو۔ بولنے میں بڑی ہے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔“

اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنا ایسی جھوٹی بات ہے جس کی بنیاد جہالت، توہم پرستی اور باپ دادا کی اندھی تقلید پر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی انتہا درجہ کی برائی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے اللہ رب العالمین کے خلاف اپنے منہ سے ایسی غلط بات نکالی ہے جس کا حقیقت و واقعہ سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں ہے، یہ محض افترا پردازی ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶

”پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔“

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور نصیحت کی گئی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ پر اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کو اس پر اتنا غمگین نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال لیں، آپ کو صبر سے کام لینا چاہیے اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے کہ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اس کے فیصلے میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ اس لیے اے رسول! آپ کو رنج کرنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ ؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [فاطر : ۸] ”تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [النمل : ۷۰] ”اور ان پر غم نہ کر اور نہ اس سے کسی تنگی میں ہو جو وہ چال چلتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۷] ”اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کر اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں۔“

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ؕ ۝۸

”بے شک ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کے لیے زینت بنایا ہے، تاکہ ہم انھیں آزمائیں ان میں سے کون عمل میں بہتر

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے۔ اور بلاشبہ ہم جو کچھ اس پر ہے، اسے ضرور ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔‘‘

یہ دنیا دار الامتحان ہے، دار القرار نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زمین پر مختلف قسم کے حیوانات پیدا کیے اور اسے درختوں، نہروں اور پھول پتیوں سے زینت بخشی اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے اسے بھر دیا، تاکہ دیکھے کہ کون رنگ رلیوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون شہوتوں اور خواہشات پر غالب آ کر اللہ کی اطاعت و بندگی کو ترجیح دیتا ہے؟ ایک دن ایسا آئے گا کہ زمین اور اس پر موجود تمام اشیاء یکسر ختم ہو جائیں گی اور زمین بے آب و گیاہ میدان بن جائے گی۔ ان دونوں آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ پریشان نہ ہوں اور غم نہ کریں، اس لیے کہ جس دنیا اور اس کی لذتوں اور شہوتوں کی خاطر آپ سے کفار عداوت رکھتے ہیں اسے بہر حال ختم ہو جانا ہے اور سب کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے، تاکہ ان کے اعمال کا انھیں بدلہ چکایا جائے۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴾ [آل عمران : ۱٤] ’’لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔‘‘

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقیری کا ڈر نہیں، لیکن مجھے اس کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر کشادہ ہو جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی، پھر تم دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے جیسے اگلے لوگ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے اور وہ دنیا تمھیں ہلاک کر دے جیسے اس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹٦۱]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’دنیا (ظاہر میں) میٹھی اور سبز ہے (جیسے تازہ میوہ) اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچو (کہ کہیں وہ تمھیں یادِ الٰہی سے غافل کر دے) اور عورتوں سے بچو، اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب أکثر أھل الجنة الفقراء ...... الخ : ۲۷٤۲۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبی ﷺ أصحابه ...... الخ : ۲۱۹۱]

وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا : یعنی زیب و زینت کے بعد ہم دنیا کو خراب اور تباہ و برباد کر دیں گے، دنیا کی ہر چیز کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گے اور دنیا کو اس طرح بنجر میدان بنا دیں گے کہ اس میں نہ کوئی چیز اگے گی اور نہ زمین کوئی اور فائدہ دے گی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ”قیامت کے دن گیہوں کی روٹی جیسی سفید اور سرخی آمیز زمین پر لوگوں کا حشر ہوگا۔“ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ یا کوئی دوسرے راوی کہتے ہیں کہ اس زمین پر کسی قسم کا کوئی نشان (یعنی کوئی عمارت یا پہاڑ وغیرہ) نہیں ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق ، باب یقبض اللہ الأرض یوم القیامۃ : ٦٥٢١]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن ساری زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ اسے اس طرح (ہاتھوں پر) الٹے گا، جیسے تم میں سے کوئی شخص سفر میں اپنی روٹی ہاتھوں پر الٹتا ہے (بیلن سے نہیں بیلتا) اور یہ اہل جنت کو بطور مہمانی پیش کی جائے گی۔“ [بخاری، کتاب الرقاق ، باب قبض اللہ الأرض یوم القیامۃ : ٦٥٢٠]

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى
الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى
اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۙ ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا
اَمَدًا ﴿١٢﴾ ع ۱۲/۱۴

”یا تو نے خیال کیا کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب چیز تھے؟ جب ان جوانوں نے غار کی طرف پناہ لی تو انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے کوئی رحمت عطا کر اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں کوئی رہنمائی مہیا فرما۔ تو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ ڈال دیا۔ پھر ہم نے انھیں اٹھایا، تا کہ ہم معلوم کریں دونوں گروہوں میں سے کون وہ مدت زیادہ یاد رکھنے والا ہے جو وہ ٹھہرے۔“

ان آیات سے اصحاب کہف کے واقعہ کی ابتدا ہو رہی ہے اور یہ ان تین سوالوں میں سے ایک کا جواب ہے جو مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے ایما پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہوگا تو ان کا جواب دے سکے گا، ورنہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی اور اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحاب کہف کا واقعہ اس کی سب سے بڑی نشانی نہیں ہے، اس کی تو بے شمار بڑی بڑی نشانیاں ہیں، جو باری تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور جو دن اور رات کو ایک دوسرے کے بعد لاتا رہتا ہے اور جس نے شمس وقمر اور ستاروں کو مسخر کر رکھا ہے، اس کی قدرت کے نزدیک اصحاب کہف کا واقعہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، وہ تو اس سے بھی عظیم ترین نشانیاں لا سکتا ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ غار میں پناہ لینے والے کچھ نوجوان مسلمان تھے اور ان کے ساتھ ان کا ایک کتا تھا۔ ان کے ملک کا بادشاہ بت پرست تھا اور لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ جو لوگ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس کی بات نہیں مانتے تھے انھیں سخت سزا دیتا تھا۔ ان نوجوانوں نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر اپنا شہر چھوڑ دیا اور ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے۔ ان نوجوانوں کو جب ذرا سکون ملا تو اپنے رب سے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم نے جو شرک اور مشرکین سے کنارہ کشی اختیار کی ہے تو اپنی رحمت کو ہم پر سایہ فگن کر دے اور ہم نے تیرے دین کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا ہے تو ہر قدم پر ہماری رہنمائی فرما اور کافروں سے ہمیں نجات دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی، ان کے کانوں پر ایک پردہ ڈال دیا جس کے سبب غار سے باہر کی آواز ان تک آنا بند ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا سکون عطا فرمایا اور وہ دشمنوں سے اس طرح امن میں آگئے کہ تین سو نو سال تک سوئے رہے۔ اس طویل مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں نیند سے بیدار کیا تا کہ وہ اس بات کو معلوم کرے کہ ان کی نیند کا جن دو گروہوں نے اندازہ لگایا تھا، ان میں سے کس کا اندازہ حقیقت سے زیادہ قریب تھا اور تا کہ اس کے دیگر بندے اس طویل مدت تک ان نوجوانوں کے طعام و شراب کے بغیر رہنے کے بارے میں غور و فکر کر کے اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت مطلقہ پر ایمان لائیں۔

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ : اسی آیت کی ذیل میں امام بخاری ﷫ نے غار والوں کا یہ ایمان افروز واقعہ بیان کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر ﷠ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی (راستہ میں) چلے جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ لوگ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاق سے (ایک بڑا پتھر گرا اور) غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں کہنے لگے، اللہ کی قسم! اب تو (اس مصیبت سے) تمھیں صرف سچائی ہی نجات دلائے گی۔ لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اپنے کسی ایسے نیک عمل کے وسیلہ سے، جو اس نے خالص اللہ کے لیے کیا ہو، اللہ سے دعا کرے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک فرق (تین صاع) چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا۔ اس نے میرا کام تو کیا مگر پھر (کسی بات پر غصے میں آ کر) وہ اپنے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔ اب میں نے اس کے حصہ کے چاول بو دیے اور ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے اس کی آمدنی سے گائے بیل خریدے، پھر (جب ایک مدت کے بعد) وہ اپنی مزدوری مانگنے آیا تو میں نے کہا کہ جا وہ سب گائے بیل لے جا۔ اس نے کہا، میرے تو تیرے پاس (صرف) ایک فرق چاول تھے۔ میں نے کہا وہ سب گائے بیل لے جا، وہ تیرے چاولوں ہی سے خریدے گئے ہیں۔ آخر وہ ان سب کو لے گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ (خالص) تیرے ڈر سے کیا تو ہماری مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے۔ میں ہر رات کو (ان کو پلانے کے لیے) اپنی بکری کا دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے دیر ہوگئی۔ میں جب (دودھ لے کر) آیا تو وہ سو گئے تھے اور میرے بیوی بچے سب

www.sirat-e-mustaqeem.com

بھوک سے بے چین تھے۔ میری عادت تھی کہ پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو۔ مجھے انھیں جگانا بھی اچھا معلوم نہیں ہوا اور یہ بھی میں نے پسند نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور وہ (رات بھر) دودھ کا انتظار کرتے رہیں۔ چنانچہ میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے (اپنے ماں باپ کی) یہ (خدمت محض) تیرے ڈر سے کی تھی۔ سو تو اب ہماری مصیبت کو دور کر دے۔ اس پر وہ پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور ان کو آسمان دکھائی دینے لگا۔ پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ جس کو میں سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ میں نے اس سے صحبت کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا، ایسا اس حالت میں ہو سکتا ہے کہ تو مجھے سو اشرفیاں لا کر دے۔ سو میں سو اشرفیوں کی تلاش میں نکلا، یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئیں، چنانچہ میں نے سو اشرفیاں لا کر اس کے حوالے کر دیں اور اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو وہ کہنے لگی، اللہ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ توڑ۔ یہ سنتے ہی میں کھڑا ہو گیا اور میں نے وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑ دیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے، اگر میں نے (خالص) تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا تو اے اللہ! تو ہماری مصیبت دور کر دے۔ اللہ نے پتھر کو ہٹا دیا اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار : ۳۴۶۵]

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۟ۖ﴿۱۳﴾

''ہم تجھ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انھیں ہدایت میں زیادہ کر دیا۔''

اصحاب کہف کی اب امر واقع کے مطابق تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔ یہ نوجوان اپنی مشرک قوم کے برعکس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے عقیدہ میں ایسی پختگی دی کہ انھوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی راہ اختیار کر لی اور تمام دنیاوی آرام و آسائش سے منہ موڑ کر غار میں رہنا گوارا کیا۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى : اس آیت کریمہ اور اس مفہوم کی دیگر آیات سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کئی لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴾ [محمد : ۱۷] ''اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۲۴] ''پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لِيَزْدَادُوْا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِہِمۡ ﴾ [الفتح : ٤] ”تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں زیادہ ہو جائیں۔“

وَّ رَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا۠ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلٰـہًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

”اور ہم نے ان کے دلوں پر بند باندھ دیا، جب وہ کھڑے ہوئے تو انھوں نے کہا ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے، بلاشبہ یقیناً ہم نے اس وقت حد سے گزری ہوئی بات کہی۔“

یہ نوجوان سرداران قوم کے بیٹے تھے، ایک دن بتوں کی پوجا کے لیے اپنے گھر والوں کے ساتھ نکلے، لیکن ان کی فطرت سلیم نے بت پرستی کا انکار کر دیا اور ایک اللہ کی عبادت کے عقیدہ پر اکٹھے ہو گئے۔ جب بادشاہ وقت کو ان کی خبر ہوئی تو انھیں اپنے دربار میں بلایا اور بتوں کی پرستش سے انکار کا سبب پوچھا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں استقامت عطا کی اور انھوں نے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس بات کا اعلان کیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اس لیے کسی حال میں بھی ہم اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہیں بنائیں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو اس سے بڑھ کر جھوٹ، بہتان اور اللہ پر افترا پردازی اور کوئی نہیں ہو گی۔ اس سوچ کے بعد ان میں سے ہر ایک نے اپنی قوم سے الگ ہونا شروع کر دیا۔ پہلے یہ نوجوان ایک دوسرے سے شناسا نہ تھے، مگر اس ذات گرامی نے انھیں یکجا کر دیا جس نے ان کے دلوں کو ایمان سے بھر دیا تھا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”روحوں کے جھنڈ کے جھنڈ الگ الگ تھے، پھر جو روز اول میں تعارف والی ہیں وہ یہاں بھی مل جل کر رہتی ہیں اور جو وہاں انجان رہیں ان کا یہاں بھی اختلاف رہتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب الأرواح جنود مجندة : ۲٦۳۸۔ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب الأرواح جنود مجندة : ۳۳۳٦]

هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اٰلِـہَۃً ؕ لَوۡ لَا یَاۡتُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ بِسُلۡطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ﴿ؕ۱۵﴾

”یہ ہماری قوم ہے، جنھوں نے اس کے سوا کئی معبود بنا لیے، یہ ان پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔“

ان نوجوانوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہماری قوم نے اللہ کے علاوہ بہت سے معبود بنا لیے ہیں، جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ عمل صحیح ہے تو انھیں اپنے دعویٰ کی صداقت پر واضح اور صریح دلیل پیش کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ دین بغیر دلیل و حجت کے ثابت نہیں ہوتا۔ پھر خود ہی مشرکوں کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہا، واقعہ یہ ہے کہ غیروں کو اللہ کا شریک بنانا اللہ پر محض افترا ہے، کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے گا اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہوگا۔

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

”اور جب تم ان سے الگ ہو چکے اور ان چیزوں سے بھی جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں تو کسی غار کی طرف (جا کر) پناہ لے لو، تمھارا رب تمھارے لیے اپنی کچھ رحمت کھول دے گا اور تمھارے لیے تمھارے کام میں کوئی سہولت مہیا کر دے گا۔“

ان نوجوانوں نے جب اپنے بادشاہ کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی تو اس نے نہ صرف انکار کر دیا، بلکہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کی اور دھمکیاں دیں اور حکم دیا کہ اس فاخرانہ لباس کو ان کے جسموں سے اتار دیا جائے جو انھوں نے زیب تن کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے اپنے موقف پر نظر ثانی کرنے کے لیے انھیں مہلت دے دی کہ شاید یہ اپنے سابقہ دین کی طرف لوٹ آئیں، مگر یہ مہلت ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا سبب بن گئی۔ انھوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے وہاں سے بھاگ نکلے، پھر آپس میں مشورہ کیا کہ چونکہ ہم لوگوں نے بت پرستوں اور ان کے جھوٹے معبودوں سے اعلان براءت کر دیا ہے اور دین وایمان کی حفاظت کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ دیا ہے، اس لیے ہمارے لیے مناسب یہ ہے کہ ہم غار میں چھپ جائیں، تاکہ ہم پکڑ نہ لیے جائیں۔ اس بات کا تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارا رب ہمیں ضائع نہیں کرے گا، وہ اپنی رحمتوں کے سائے تلے ہمیں ڈھانپ لے گا، ہمارے کھانے پینے کا بندوبست کرے گا اور دشمنوں سے نجات دے گا۔ جب لوگ فتنوں میں مبتلا ہوں تو حکم شریعت یہی ہے کہ انسان اپنے دین کو بچانے کے لیے ایسے ظالموں سے بھاگ جائے، جیسا کہ حدیث میں بھی ہے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ وقت قریب ہے جب مسلمان کا عمدہ مال (اس کی) بکریاں ہوں گی، جنھیں وہ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائے گا، یا برساتی وادیوں میں چلا جائے گا، اس طرح وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگتا پھرے گا۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن : ۱۹]

وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا : یعنی تمھارا کام آسان کر دے گا، تو اس کے بعد وہ بھاگ کر غار میں چلے گئے۔ قوم کے لوگوں نے انھیں گم پایا، بادشاہ نے بھی ان کی تلاش میں لوگوں کو ادھر ادھر دوڑایا، مگر وہ انھیں تلاش نہ کر سکے اور ان کی تلاش میں اندھے ہو گئے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کافروں کو اندھا کر دیا تھا، جب انھوں نے ہجرت کے وقت غار ثور میں پناہ لی تھی، حالانکہ مشرکین مکہ ان کی تلاش میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٤٠] ”جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور اس وقت میں غار میں تھا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے قدموں کے نیچے نگاہ کر لے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابوبکر! تمھارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے؟“ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب المهاجرين وفضلهم : ٣٦٥٣]

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ ع ۲

”اور تو سورج کو دیکھے گا جب وہ نکلتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف کنارہ کر جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور وہ اس (غار) کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔“

یہ آیت کریمہ بتاتی ہے کہ دھوپ صبح و شام اس غار میں داخل ہوتی تھی، لیکن ان کے جسموں پر نہیں پڑتی تھی۔ اس لیے کہ اس کا دروازہ شمال کی جانب کھلتا تھا۔ جب آفتاب اوپر چڑھتا تھا تو دھوپ دائیں جانب ہو جاتی تھی اور غروب کے وقت بائیں طرف ہو جاتی تھی اور ان کے اجسام غار کے کشادہ حصے میں آفتاب کی شعاعوں سے مامون و محفوظ تھے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے انھیں اس غار میں پناہ دے کر ان کو دشمنوں سے بھی بچا لیا اور ان کے جسموں کو سردی اور گرمی سے متاثر ہونے سے بھی محفوظ رکھا۔ یقیناً ان صالحین کا یہ حال اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہے۔

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ كَلْبُهُمْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

’’اور تو انھیں جاگتے ہوئے خیال کرے گا، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹ پلٹتے رہتے ہیں اور ان کا کتا اپنے دونوں بازو دہلیز پر پھیلائے ہوئے ہے۔ اگر تو ان پر جھانکے تو ضرور بھاگتے ہوئے ان سے پیٹھ پھیر لے اور ضرور ان کے خوف سے بھر دیا جائے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں ان صالحین کی ایک اور عجیب و غریب کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند طاری کر دی تھی، لیکن ان کی آنکھیں اس طرح کھلی تھیں کہ اگر کوئی انھیں دیکھتا تو انھیں بیدار سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے اجسام دائیں اور بائیں کروٹ پلٹتے رہتے تھے، تاکہ زمین انھیں نقصان نہ پہنچائے اور ان کا کتا غار کے دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا تھا۔ ان کے ان تمام احوال سے ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ اگر کوئی قوی ہمت آدمی بھی انھیں دیکھتا تو اس پر رعب طاری ہو جاتا اور مارے ڈر کے بھاگ پڑتا۔ اللہ نے ان کی ایسی کیفیت اس لیے بنا دی تھی کہ کوئی ان کے قریب نہ جائے اور نہ کوئی انھیں چھوئے۔ یہاں تک کہ اللہ کے علم کے مطابق ان کی نیند کی مدت پوری ہو جائے۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ : کتوں کی عادت ہے کہ وہ دروازے پر بیٹھ کر پہرا دیتے ہیں، ان کا کتا دروازے کے باہر بیٹھا تھا، کیونکہ فرشتے اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوتے جس میں کتا ہو۔ اس طرح فرشتے اس گھر میں بھی داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، لیکن کھیتی وغیرہ کی حفاظت اور شکار کے لیے کتا رکھنا جائز ہے، شوقیہ پالنا حرام ہے۔ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ ایسے گھر میں جس میں تصویریں ہوں۔‘‘ [بخاری، کتاب اللباس، باب التصاویر : ۵۹۴۹۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان : ۲۱۰۶]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا وعدہ کیا، مگر بہت دیر لگ گئی اور وہ نہ آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پریشانی ہوئی اور آپ گھر سے نکلے تو ان سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے ان سے شکایت کی تو انھوں نے کہا: ’’ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔‘‘ [بخاری، کتاب اللباس، باب لا تدخل الملائکة بیتًا فیه صورة : ۵۹۶۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے، سوائے بکریوں یا کھیتی کے لیے رکھے کتے یا شکاری کتے کے۔‘‘ [بخاری، کتاب المزارعة، باب اقتناء الکلب للحرث : ۲۳۲۲]

سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، اے اللہ کے نبی ! ہم ایسی زمین میں رہتے ہیں جہاں شکار بہت ہوتا ہے اور میں تیر کمان سے شکار کرتا ہوں اور اپنے اس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا

www.sirat-e-mustaqeem.com

نہیں ہے اور اس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا ہے، تو اس میں کس کا کھانا میرے لیے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو شکار تم اپنے تیر کمان سے کرو اور (تیر پھینکتے وقت) اللہ کا نام لیا ہو تو (اس کا شکار) کھا سکتے ہو اور جو شکار تم نے سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے سے کیا ہو اور اسے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہو تو اسے بھی کھا سکتے ہو اور جسے تم اپنے غیر سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے سے شکار کرو اور پھر اسے ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو اسے بھی کھا سکتے ہو۔'' [بخاری، کتاب الذبائح و الصید، باب صید القوس : ۵۴۷۸۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة : ۱۹۳۰]

وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ⑲ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا ⑳

''اور اسی طرح ہم نے انھیں اٹھایا، تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، دوسروں نے کہا تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت تم رہے ہو، پس اپنے میں سے ایک کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، پس وہ دیکھے کہ اس میں کھانے کے لحاظ سے زیادہ ستھرا کون ہے، پھر تمھارے پاس اس سے کچھ کھانا لے آئے اور نرمی و باریک بینی کی کوشش کرے اور تمھارے بارے میں کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونے دے۔ بے شک وہ اگر تم پر قابو پالیں گے تو تمھیں سنگسار کر دیں گے، یا تمھیں دوبارہ اپنے دین میں لے جائیں گے اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔''

تین سو نو سال سوئے رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں بیدار کیا تو ان کے اجسام اور اعضا و جوارح حسب سابق صحیح سالم تھے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی، تاکہ وہ اور انھیں دیکھنے والے دوسرے لوگ اس بات کا ادراک کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مارنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تاکہ صالحین ایک دوسرے سے اپنی نیند کی مدت کے بارے میں سوال کریں۔ اللہ نے ان کے ساتھ جیسا اچھا معاملہ کیا اور جس طرح طویل مدت تک ان کی حفاظت کی، ان سب باتوں پر غور کر کے عبرت حاصل کریں، اللہ کی عظیم قدرت پر ان کا ایمان بڑھ جائے اور اس کا شکر بجا لائیں۔ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ بھائیو! ہم کتنی دیر سوئے ہیں؟ تو ان میں سے بعض نے جواب دیا کہ ہم لوگ یا تو ایک دن سوئے ہیں یا دن کا کچھ حصہ، لیکن دوسروں نے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم کتنی دیر اس حال میں رہے ہیں، پھر انھوں نے موضوع سخن دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا کہ ہم میں سے ایک

www.sirat-e-mustaqeem.com

آدمی ہمارے پاس موجود چاندی کا سکہ لے کر شہر جائے اور عمدہ اور حلال کھانا خرید کر لائے اور خوب محتاط رہے، تاکہ اپنی کسی حرکت سے لوگوں کو اپنی حقیقت کا پتا نہ دے دے۔ اس لیے کہ اگر مشرکین کو ہماری اطلاع ہوگی تو وہ ہمیں سنگسار کر کے ہلاک کر دیں گے، یا اپنا مشرکانہ دین قبول کرنے پر مجبور کریں گے۔ اگر ہم ایسا کر بیٹھے تو عذاب نار سے کبھی نجات نہیں پاسکیں گے اور کبھی اللہ کی جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

”اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان پر مطلع کر دیا، تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ بے شک قیامت، اس میں کوئی شک نہیں۔ جب وہ ان کے معاملے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انھوں نے کہا ان پر ایک عمارت بنا دو۔ ان کا رب ان سے زیادہ واقف ہے، وہ لوگ جو ان کے معاملے پر غالب ہوئے انھوں نے کہا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔“

جب ایک طویل مدت تک سوئے رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں دوبارہ بیدار کیا، تو حالات ایسے پیدا کیے کہ شہر کے لوگوں کو ان کی تفصیلات معلوم ہوگئیں۔ انھیں پتا چلا کہ یہ لوگ تو تین سو نو سال سوئے رہنے کے بعد جاگے ہیں اور ان کے اجسام حسب سابق ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس سے انھیں معلوم ہوا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے کہ وہ تمام انسانوں کو قیامت برپا ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ کہ قیامت آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر آدمی کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔ چنانچہ ان نوجوانوں میں سے ایک جب شہر پہنچا اور بازار والوں نے اس کے پاس اس قدیم زمانے کا سکہ دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور اس کا معاملہ بادشاہ تک پہنچایا، تو اس نے چھان بین شروع کر دی۔ بالآخر ان نوجوانوں کی ساری تفصیلات معلوم ہوئیں۔ اس زمانے کے لوگ بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ اس پر جب اللہ کی جانب سے دلیل قائم ہوگئی تو ان نوجوانوں کو موت آگئی۔ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے طے کیا کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور غار کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ شہر کے بااثر لوگوں نے کہا کہ ہم ان کی یادگار کے طور پر ان کی قبروں کے اوپر مسجد بنائیں گے اور ان کے جسموں اور ان کی اس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس میں نماز پڑھیں گے۔ گزشتہ قوموں میں شرک باللہ اور توسل بغیر اللہ کا دروازہ اسی طرح کھلتا رہا ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے شدت کے ساتھ اس کی تردید فرمائی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر

www.sirat-e-mustaqeem.com

لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجد (یعنی سجدہ گاہ) بنا لیا۔" یہ فرما کر اپنی امت کو ایسے کاموں سے ڈراتے تھے۔[بخاری، کتاب الصلوۃ، بابٌ : ٤٣٥، ٤٣٦۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور : ٥٣١]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انھوں نے ملک حبش میں دیکھا تھا اور اس میں مورتیاں تھیں۔ آپ نے فرمایا: "ان لوگوں کا قاعدہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی صالح آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں ان کی مورتیاں رکھ لیتے۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہوں گے۔" [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلية : ٤٢٧۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور : ٥٢٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھلی رکھی جاتی (یعنی مرجع خاص و عام بنا دی جاتی)۔[بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ٤٤٤١]

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سن لو! تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں۔" [مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور ...... الخ : ٥٣٢]

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ
وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ۙ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً
ع ٣ ١٥ ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ
يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

"عنقریب وہ کہیں گے تین ہیں، ان کا چوتھا ان کا کتا ہے اور کہیں گے پانچ ہیں، ان کا چھٹا ان کا کتا ہے، بن دیکھے پتھر پھینکتے ہوئے اور کہیں گے سات ہیں، ان کا آٹھواں ان کا کتا ہے۔ کہہ دے میرا رب ان کی تعداد سے زیادہ واقف ہے، انھیں بہت تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا، سو تو ان کے بارے میں سرسری بحث کے سوا بحث نہ کر اور ان لوگوں میں سے کسی سے ان کے بارے میں فیصلہ طلب نہ کر۔ اور کسی چیز کے بارے میں ہرگز نہ کہہ کہ میں یہ کام کل ضرور کرنے والا ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے قریب تر بھلائی کی ہدایت دے گا۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں جو اہل کتاب موجود تھے اور جنھوں نے اہل مکہ کو آپ ﷺ سے اصحاب کہف کے بارے میں پوچھنے پر اکسایا تھا، انھیں اس کا تو علم تھا کہ کسی زمانے میں یہ واقعہ ہوا تھا، لیکن ان نوجوانوں کی صحیح تعداد کا انھیں علم نہیں تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ وہ تین تھے اور ان کے ساتھ چوتھا کتا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ وہ پانچ آدمی تھے اور ان کے ساتھ چھٹا کتا تھا، لیکن کسی بات کا انھیں یقین نہیں تھا، یونہی اٹکل پچو باتیں کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ان کی تعداد سات تھی اور ان کے ساتھ آٹھواں کتا تھا۔ بہر حال یہ آخری رائے حقیقت امر کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، آپ اس بارے میں اختلاف کرنے والوں سے کہہ دیجیے کہ ان کی تعداد کا بہتر علم اللہ کو ہے اور بہت کم لوگ ان کی صحیح خبر رکھتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ میں ان کم لوگوں میں سے ہوں جنھیں ان کی تعداد کا صحیح علم ہے، ان کی تعداد سات تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اس بارے میں اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کریں، بلکہ آپ کو جتنی بات بذریعہ وحی بتائی گئی ہے وہ ان کے سامنے پیش کر دیں اور ان کی رائے معلوم نہ کریں۔ اس لیے کہ انھیں حقیقت کا کچھ بھی پتا نہیں ہے۔ صرف اپنے ظن و گمان کے مطابق بات کرتے ہیں۔ آئندہ اگر آپ کوئی کام کرنا چاہیں تو "ان شاء اللہ" کہے بغیر نہ کہیں کہ میں یہ کام کروں گا۔ آیت کے اس حصے کا پس منظر یہ ہے کہ جب مکہ والوں نے یہود کے اشارے پر آپ سے تین سوال کیے تو آپ نے وحی کی امید میں ان سے کہا کہ میں کل تمھارے سوالات کا جواب دوں گا اور "ان شاء اللہ" نہیں کہا۔ اس کے بعد پندرہ دن تک وحی نہیں آئی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ ﷺ کو اپنے رب کے ساتھ حق ادب سکھایا گیا کہ آئندہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کریں تو کہیں کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا، نیز آپ سے یہ بھی کہا گیا کہ جب آپ کبھی "ان شاء اللہ" کہنا بھول جائیں تو یاد آ جانے پر کہہ لیا کریں۔ آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دیں کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب میری نبوت کی صداقت ثابت کرنے کے لیے اصحاب کہف کی خبر سے بھی بڑی نشانیاں اور اہم دلائل پیش کرے گا۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سیدنا سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے یوں کہا کہ آج رات میں اپنی سو (یا فرمایا ننانوے) بیویوں کے پاس ضرور گھوم آؤں گا (یعنی سب سے صحبت کروں گا) اور ہر عورت ایک بیٹا پیدا کرے گی، جو جہاد فی سبیل اللہ کا شہسوار ہوگا۔ ان کے ایک رفیق نے کہا، ان شاء اللہ کہیے! لیکن سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ پھر ان عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو حمل ٹھہرا اور وہ بھی ادھورا بیٹا ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو سب عورتوں سے بیٹے ہوتے جو شہسوار ہوتے اور سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے۔" [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من طلب الولد للجهاد : ۲۸۱۹]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ لَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ٞ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

”اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو (سال) زیادہ رہے۔ کہہ دے اللہ زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت وہ رہے، اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتیں ہیں، وہ کس قدر دیکھنے والا اور کس قدر سننے والا ہے، نہ اس کے سوا ان کا کوئی مددگار ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس پوری مدت کی خبر دی ہے جو اصحاب کہف سوئے رہے تھے۔ وہ شمسی حساب سے تین سو سال اور قمری حساب سے تین سو نو سال کی مدت تھی۔ اس لیے کہ ہر شمسی سو سال قمری ایک سو تین سال کے برابر ہوتا ہے۔ یہ ان کے سوئے رہنے کی مدت تھی، لیکن بیدار ہونے کے بعد انھیں موت آنے تک یا نزول قرآن تک کتنی مدت تھی، اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس لیے کہ آسمانوں اور زمین کی غیبی باتوں کا علم صرف اسی کو ہے، وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو خوب سن رہا ہے۔ اس کے علاوہ بندوں کا کوئی حقیقی یار و مددگار نہیں۔ اس نے سارے جہاں کی تخلیق اور اس کی تدبیر میں کسی کو اپنا شریک نہیں بنایا، نہ اس کا کوئی وزیر ہے نہ کوئی مشیر، وہ تمام نقائص سے برتر و بالا اور پاک ہے۔

وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا : یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا اور ساری کائنات میں اسی کا امر کارفرما ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس کا کوئی وزیر نہیں، کوئی شریک نہیں، اس کی ذات گرامی ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٥٧] ”فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [یوسف : ٤٠] ”تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند ناموں کی، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ٞ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [القصص : ٧٠] ”اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں سب تعریف ہے اور اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

[المؤمنون : ٨٨، ٨٩] ’’کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟‘‘

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾

’’اور اس کی تلاوت کر جو تیری طرف تیرے رب کی کتاب میں سے وحی کی گئی ہے، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور نہ اس کے سوا تو کبھی کوئی پناہ کی جگہ پائے گا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اور اس میں موجود اوامر ونواہی بجا لائیں، اس میں بیان کردہ حلال وحرام کے پابند رہیں، ورنہ آپ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ جو بھی اس قرآن کی مخالفت کرے گا، قیامت کے دن اس کا انجام جہنم ہوگا۔ اہل معاصی اور قرآن کی مخالفت کرنے والوں سے متعلق اس کے فیصلے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اس کی تلاوت نہ کی اور اس پر عمل پیرا نہ ہوئے تو اللہ کی وعید آپ کو بھی اپنے گھیرے میں لے لے گی اور اس کی جناب کے علاوہ کوئی جائے پناہ آپ کو نہیں ملے گی۔ اس لیے کہ اس کی قدرت آپ کو اور تمام مخلوق کو محیط ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [المائدة : ٦٧] ’’اے رسول ! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔‘‘ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ﴾ [القصص : ٨٥] ’’بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔‘‘ یعنی وہ آپ سے اس فرض کے بارے میں پوچھے گا جو اس نے تبلیغ رسالت کے بارے میں عائد کیا ہے۔

<u>وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ښ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ [یونس : ١٠٩] ’’اور اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کر، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٢] ’’اور اس کی پیروی کر جو تیرے رب کی جانب سے تیری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ پورا باخبر ہے۔‘‘

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

الثلاثة

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں ان سے آگے نہ بڑھیں کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت چاہتا ہو اور اس شخص کا کہنا مت مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔''

اہل جاہ و مرتبہ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ وہ غریب و نادار مسلمانوں کو اپنی مجلس سے نکال دیں، تاکہ وہ لوگ آپ کی مجلس میں شریک ہوں اور آپ کی باتیں سنیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں آپ کو حکم دیا گیا کہ ایسا نہ کریں، بلکہ غریب مسلمانوں کا خیال رکھیں اور انھیں اپنی مجلس سے نہ نکالیں، جن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی رضا کی خاطر صبح و شام نمازیں پڑھتے ہیں اور اسے یاد کرتے رہتے ہیں۔ آپ ان غریب مسلمانوں کو اس لیے نظر انداز نہ کیجیے کہ مکہ کے مال داروں اور سرداروں کے ساتھ ان کا دل رکھنے کے لیے بیٹھ سکیں۔ آپ اس شخص کی پیروی بھی نہ کیجیے جس کے دل پر ہم نے مہر لگا دی ہے اور جس کے نتیجے میں وہ ہماری یاد سے غافل ہو گیا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس کا بندہ بن گیا ہے اور ہلاکت و بربادی اس کی قسمت بن گئی ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، مشرکوں نے آپ سے کہا، ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیجیے کہ یہ لوگ ہم پر جرأت نہ کیا کریں (یعنی جب ہم آئیں تو یہ نہ آیا کریں) ان لوگوں میں میں تھا، ابن مسعود تھے اور ایک شخص ہذیل قبیلے کا تھا اور بلال اور دو شخص اور تھے جن کا میں نام نہیں لیتا۔ آپ کے دل میں جو اللہ نے چاہا وہ آیا اور آپ ﷺ دل ہی دل میں سوچتے رہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الأنعام : ٥٢] ''اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ : ٤٦/ ٢٤١٣]

سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ (پھر آپ نے خود ہی جواب دیا) ہر کمزور و تواضع کرنے والا، اگر وہ اللہ پر قسم کھا لے تو اللہ اسے پورا کر دے اور کیا میں تمھیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ (پھر جواب دیا) ہر تندخو، سرکش، بخیل (یا اترا کر چلنے والا) اور متکبر شخص۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ عتل بعد ذٰلك زنيم ﴾ : ٤٩١٨۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٥٣]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت والے دن ایک بڑا موٹا تازہ آدمی آئے گا، حالانکہ اللہ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أولئك الذين كفروا بآيات ربهم ﴾: ۴۷۲۹۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ۲۷۸۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت یا کوئی نوجوان مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا تو اس کی بابت پوچھا، لوگوں نے بتلایا کہ وہ تو فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تو تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہ دی؟“ گویا لوگوں نے اس (کی وفات) کے معاملے کو معمولی جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے اس کی قبر بتلاؤ؟“ چنانچہ لوگوں نے آپ کو اس کی قبر بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز (جنازہ) پڑھی، پھر فرمایا: ”بے شک یہ قبریں، قبروں والوں پر تاریکی سے بھری ہوتی ہیں اور میرے ان پر نماز پڑھنے سے یقیناً اللہ تعالیٰ انھیں ان کے لیے روشن فرما دیتا ہے۔“ [مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر : ۹۵۶۔ بخاری، کتاب الصلاة، باب كنس المساجد : ۴۵۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، آؤ ہم سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں، ہم ان کی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ انھوں نے کہا، تم کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (دنیا سے) زیادہ بہتر ہے؟ انھوں نے جواب دیا، میں اس لیے نہیں روتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ بہتر ہے، بلکہ میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے (اپنی اس بات سے) ان دونوں کو بھی رونے پر مجبور کر دیا اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل أم أيمن رضی الله عنها : ۲۴۵۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا، جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا، تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا، اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے، اس کے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا، کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے، جس کی وجہ سے تم (یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے) جا رہے ہو؟ اس نے کہا، نہیں! صرف اس لیے جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا، میں تیری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں (اور یہ بتانے کے لیے آیا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے، جیسے تو اس سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل الحب في الله : ۲۵۶۷]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے دے گا، یا تو خود اس سے خرید لے گا، (یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تب بھی) ایسا تو ضرور ہے کہ تو اس سے خوشبو پائے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا، یا تو اس سے بدبو پائے گا۔'' [بخاري، كتاب الذبائح، باب المسك : ٥٥٣٤۔ مسلم، كتاب البر و الصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين : ٢٦٢٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تمھارا ہر آدمی یہ ضرور دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس : ٤٨٣٣۔ ترمذي، كتاب الزهد، باب حديث الرجل على دين خليله : ٢٣٧٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ''تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے کہا، اللہ اور اس کے رسول سے محبت۔ آپ نے فرمایا: ''تو انھی کے ساتھ ہوگا جن سے تو نے محبت رکھی۔'' [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب المرء مع من أحب : ٢٦٣٩]

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا : یعنی جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اس کے تمام اعمال و افعال ناکارہ اور برباد ہیں۔ لہٰذا آپ اس کی بات مانیں، نہ اس کے طریقے کو پسند کریں اور نہ اس کے مال و دولت پر رشک کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ [طٰه : ۱۳۱] ''اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔''

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

''اور کہہ دے یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔ بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی قناتوں نے انھیں گھیر رکھا ہے اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا، جو چہروں کو بھون ڈالے گا، برا مشروب ہے اور بری آرام گاہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ تمھارے رب کا دین برحق آچکا ہے، جس کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اب کسی کے لیے عذر باقی نہیں رہا۔ اب ہر آدمی کو اختیار ہے، چاہے تو ایمان لے آئے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور بہانے نہ بنائے اور چاہے تو اس کا انکار کر دے اور اس کا انجام بھگتنے کے لیے تیار رہے۔ مزید دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹ انھیں گھیرے گی اور جب اپنے جلتے ہوئے دل کی آگ بجھانے کے لیے پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے کی مانند پانی دیا جائے گا، جو منہ کے قریب ہوتے ہی ان کے چہروں کو جھلسا دے گا، وہ بڑا ہی برا پانی ہوگا اور جہنم بڑی ہی بری جگہ ہوگی۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴾ [الدھر : ۳] ’’بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔‘‘

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا : ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴾ [الواقعۃ : ۵۱ تا ۵۴] ’’پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان : ۴۳ تا ۴۸] ’’بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔ اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [یونس : ۴] ’’اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے نہایت گرم پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔‘‘

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝۳۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا
مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝۳۱ ع ۴ ۱٦

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، بے شک ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھا عمل کرے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں انھیں کچھ کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور گاڑھے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، ان میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ نے بد بخت لوگوں کے ذکر کے بعد اب ان سعادت مند لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور وہ ان اعمال صالحہ کو بجا لاتے رہے جن کا انبیاء نے انھیں حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا اجر ضائع نہیں کرے گا اور انھیں جنت دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۝ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ [الدھر : ١١ تا ١٤] ”پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔ اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔“

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجلس میں حاضر تھا، اس میں آپ نے جنت کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ بہت زیادہ تعریف فرمائی، آخر میں فرمایا: ”جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، نہ کسی کان نے (ان کے بارے) سنا ہے اور نہ ان کا تصور کسی آدمی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب صفة الجنة : ٢٨٢٥]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح، یا ایک شام گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ جگہ یا ایک کوڑا رکھنے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر جنت کی کوئی عورت زمین پر جھانک دے تو زمین و آسمان کا درمیان روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العین و صفتهن : ٢٧٩٦۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله : ١٨٨٠]

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ : ” اَلْاِتِّكَاءُ “ کے معنی لیٹنے کے ہیں اور ایک قول کے مطابق آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کے ہیں اور یہاں یہی معنی قرین صواب معلوم ہوتے ہیں، سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔“ [بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل متکئا : ٥٣٩٨۔ ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی کراهیة الأکل متکئا : ١٨٣٠]

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ
وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝٣٢ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا
نَهَرًا ۝٣٣ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ۝٣٤ وَ دَخَلَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ
لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ
بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ
اَحَدًا ﴿۳۸﴾

"اور ان کے لیے ایک مثال بیان کر، دو آدمی ہیں، جن میں سے ایک کے لیے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ہم نے ان دونوں کو کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور دونوں کے درمیان کچھ کھیتی رکھی۔ دونوں باغوں نے اپنا پھل دیا اور اس سے کچھ کمی نہ کی اور ہم نے دونوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی۔ اور اس کے لیے بہت سا پھل تھا تو اس نے اپنے ساتھی سے، جب اس سے باتیں کر رہا تھا، کہا میں تجھ سے مال میں زیادہ اور نفری کے لحاظ سے زیادہ باعزت ہوں۔ اور وہ اپنے باغ میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہا میں گمان نہیں کرتا کہ یہ کبھی برباد ہوگا۔ اور نہ میں قیامت کو گمان کرتا ہوں کہ قائم ہونے والی ہے اور واقعی اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا گیا تو یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے، جب کہ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا، اس سے کہا کیا تو نے اس کے ساتھ کفر کیا جس نے تجھے حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر تجھے ٹھیک ٹھاک ایک آدمی بنا دیا۔ لیکن میں، تو وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ مذکور بالا کبر و نخوت والے مشرکین مکہ کی عبرت کے لیے دو شخصوں کی مثال بیان کر دیجیے۔ ان میں سے ایک کافر تھا، اس کے پاس انگوروں کے دو باغ تھے۔ جنھیں کھجور کے درختوں نے چہار جانب سے گھیر رکھا تھا اور دونوں باغوں کے درمیان کھیتی تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اسے انواع و اقسام کے پھل اور کھانے کی چیزیں دے رکھی تھیں۔ دونوں باغوں میں ہر سال خوب پھل آتا تھا، کبھی کمی نہیں ہوتی تھی اور دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے نہر بھی جاری کر دی تھی۔ اس کافر کے پاس ان دونوں باغوں کے علاوہ دیگر اموال بھی تھے۔ اس نے مسلمان سے دوران گفتگو میں کہا کہ میں تم سے زیادہ مال دار ہوں اور اولاد و خدام بھی میرے پاس تم سے زیادہ ہیں۔ اس نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور باغ میں داخل ہو کر اپنے کفر و تکبر کا اظہار کرتے ہوئے گھومنے لگا اور اس کی خوبیاں بیان کرنے لگا اور چونکہ وہ زمانے کی ابدیت کا قائل تھا اس لیے کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ میرے یہ باغ ختم ہو جائیں گے۔ چونکہ وہ آخرت اور وہاں کے حساب کتاب کا قائل نہیں تھا، اس لیے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ جسے لوگ قیامت کہتے ہیں وہ کبھی آئے گی۔ اگر بالفرض مان بھی لوں کہ قیامت آئے گی تو وہاں مجھے ان باغوں سے بہتر باغ ملے گا۔ اس لیے کہ اللہ کی نگاہ میں میرا مقام اعلیٰ ہونے ہی کی وجہ سے مجھے یہاں یہ سب کچھ ملا ہے۔ اس لیے اس زندگی میں مجھے بدرجہ اولیٰ اس سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اچھی نعمتیں ملیں گی۔ اس کی یہ بات سن کر مسلمان نے اس سے کہا کہ کیا تم اپنے اس خالق کا انکار کر رہے ہو جس نے تمھارے باپ آدم کو مٹی سے اور تمھیں نطفہ سے پیدا کیا ہے اور مرد کی شکل میں تمھیں مکمل انسان بنایا ہے؟ اس نے مزید کہا کہ میں تمھارے جیسی کفریہ بات نہیں کرتا، میں تو اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، وہی سب کا رب ہے اور میں اس کی عبادت میں اس کی مخلوقات میں سے کسی کو شریک نہیں بناتا۔

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا
وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ
صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

’’اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے یہ کیوں نہ کہا ’’جو اللہ نے چاہا، کچھ قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے‘‘ اگر تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم تر ہوں۔ تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا کر دے اور اس پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل میدان ہو جائے۔ یا اس کا پانی گہرا ہو جائے، پھر تو اسے کبھی تلاش نہ کر سکے گا۔‘‘

کفر اور اللہ کی ناشکری پر کافر کی زجر و توبیخ کرتے ہوئے مسلمان نے کہا کہ جب تم باغ میں داخل ہوئے اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر خوش ہوئے تو اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کیوں نہیں کہا کہ یہ باغ اللہ کی مشیت اور اس کے فضل و کرم سے حاصل ہوا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو اسے آباد رکھے گا اور اگر چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ اللہ کے بغیر کسی کو کوئی قوت حاصل نہیں، ہر قوت کا سرچشمہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ مسلمان نے کافر سے یہ بھی کہا کہ تم جو مجھے غربت اور فقیری کا طعنہ دے رہے ہو تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ حالات کو برعکس کر دے اور مجھے تمھارے باغ سے بہتر عطا فرمائے، جبکہ تمھارے باغ پر کوئی آسمانی آفت نازل کر دے، جو اسے یکسر ختم کر دے اور ایسا چٹیل میدان بنا دے جس پر قدم نہ جمے، یا اس کا پانی زمین کی تہوں میں چلا جائے اور کسی طرح اسے دوبارہ حاصل کرنا ممکن نہ رہے۔

اس قصے سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوئے:

① باغوں کا اگانا اور انھیں پھل اور پھول سے بارآور کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ [الواقعۃ : ۶۳ تا ۶۷] ’’پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖؗ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤١] ”اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی، جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔ اس کے پھل میں سے کھاؤ، جب وہ پھل لائے اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو اور حد سے نہ گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖۗ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۟ۚ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۟ۙ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٨ تا ٢٠] ”اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ کچھ پانی اتارا، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور یقیناً ہم اسے کسی بھی طرح لے جانے پر ضرور قادر ہیں۔ پھر ہم نے تمھارے لیے اس کے ساتھ کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ پیدا کیے، تمھارے لیے ان میں بہت سے لذیذ پھل ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور وہ درخت بھی جو طور سینا سے نکلتا ہے، تیل لے کر اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی۔“

② بھروسا اللہ تعالیٰ پر رکھنا چاہیے نہ کہ مال و دولت پر۔ مادہ پرستی کے بجائے اللہ پر کامل ایمان رکھنا چاہیے۔ دنیا تو محض دھوکے کی متاع ہے، اس پر فخر و ناز کیا معنی رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ٢٠] ”جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“

③ غریب کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ تکبر ذلت خواری کا سبب ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور اور تکبر ہو۔“ ایک شخص نے کہا، ہر آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے فرمایا: ”اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔“ [مسلم، کتاب

www.sirat-e-mustaqeem.com

الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه : ۹۱]

مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ : سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمھیں ایک ایسا کلمہ نہ سکھلاؤں، جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟“ میں نے عرض کی، وہ کیا ہے؟ فرمایا: ”وہ خزانہ ” لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ “ کہنا ہے۔“ [بخاری، کتاب القدر، باب لا حول ولا قوة إلا بالله : ٦٦١٠۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر : ۲۷۰٤]

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا : یعنی زمین میں گہرا ہو جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴾ [الملك : ۳۰] ”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تمھارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا پانی لائے گا؟“

وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع ۵ / ۱۷

”اور اس کا سارا پھل مارا گیا تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اپنی ہتھیلیاں ملتا تھا اس پر جو اس میں خرچ کیا تھا اور وہ اپنی چھتوں سمیت گرا ہوا تھا اور کہتا تھا اے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔ اور اللہ کے سوا اس کا کوئی گروہ نہ تھا جو اس کی مدد کرتے اور نہ وہ (خود) بچنے والا تھا۔ وہاں ہر طرح کی مدد اللہ سچے کے اختیار میں ہے، وہ ثواب دینے میں بہتر اور انجام کی رو سے زیادہ اچھا ہے۔“

چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ مسلمان نے کہا تھا، اچانک کافر کا باغ اور اس کی دوسری املاک آفت کی زد میں آ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا تو وہ شدت حسرت و یاس سے کف افسوس ملنے لگا کہ ہائے جو کچھ میں نے خرچ کیا تھا سب ختم ہو گیا اور انگور کا باغ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر مسلمان کی بات یاد کر کے کہنے لگا کہ کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کے کفر و شرک اور کبر و سرکشی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے فخر و مباہات کے طور پر جو کہا تھا کہ اس کے پاس جاہ و حشم اور اولاد و خدام بھی مسلمان سے زیادہ ہیں، تو اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس پر مصیبت آئی تو اللہ کے مقابلے میں کوئی بھی اس کی مدد کے لیے نہیں آیا اور نہ وہ اللہ کے انتقام سے اپنے آپ کو بچا سکا۔ اس لیے کہ جب کسی پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو اس کی ذات کے علاوہ اس کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ پھر اس موقع پر بڑے بڑے سرکش اور جبار بھی اظہار ایمان پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ گو اس وقت کا ایمان نافع و مقبول نہیں۔ جس طرح قرآن

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے فرعون کی بابت نقل کیا کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو کہنے لگا: ﴿ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۹۰] ”میں ایمان لے آیا کہ بے شک حق یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔“ دوسرے کفار کی بابت بھی فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۸٤] ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔“

آیت کے آخری حصہ میں فرمایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے اور اس کا انجام اچھا کرتا ہے، برعکس کافر کے، جس کے دنیاوی شرف و جاہ کی وجہ سے عذاب الٰہی اس سے ٹل نہیں جاتا، بلکہ اللہ اسے عذاب دے کر اس پر مومن کی فوقیت ثابت کرتا ہے۔

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۝۴۵

”اور ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر، جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا بن گئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کی نعمتوں کی بے ثباتی کو مثال سے واضح کیا ہے کہ دنیا اپنی خوش رنگینی اور زوال پذیر ہونے میں بارش کے اس پانی کی مانند ہے جسے اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل کرتا ہے۔ اس پانی کی وجہ سے زمین کے پودے لہلہا اٹھتے ہیں، پھر کچھ ہی دنوں کے بعد وہ پودے خشک ہو کر اور ٹوٹ پھوٹ کر بھس بن جاتے ہیں جنھیں ہوائیں چہار جانب اڑائے لیے پھرتی ہیں۔ دنیا اور اس کی پرستش کرنے والوں کی یہی مثال ہے کہ انھیں یہاں جو بھی مقام و جاہ حاصل ہوتا ہے اس پودے کی مانند ہے جو لہلہا کر اچانک خشک ہو جاتا ہے اور بالآخر بھس بن جاتا ہے۔ چونکہ دنیا کی بے ثباتی اس مثال سے بہت واضح ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے کئی جگہ بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ﴾ [یونس : ۲٤] ”دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا١ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى

www.sirat-e-mustaqeem.com

لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر : ۲۱] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں چلایا، پھر وہ اس کے ساتھ کھیتی نکالتا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں، پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے پیلی ہونے والی، پھر وہ اسے چورا بنا دیتا ہے، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بڑی نصیحت ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ”جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقیری کا ڈر نہیں، بلکہ مجھے اس کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر کشادہ ہو جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی، پھر تم دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے، جیسے اگلے لوگ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے اور وہ دنیا تمھیں ہلاک کر دے جیسے اس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔“ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۶۱]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا (ظاہر میں) میٹھی اور سبز ہے (جیسے تازہ میوہ) اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچو (کہ کہیں وہ تمھیں یادِ الٰہی سے غافل کر دے) اور عورتوں سے بچو، اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔“

[مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب أکثر أھل الجنة الفقراء ...... الخ : ۲۷۴۲۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبی ﷺ أصحابه ...... الخ : ۲۱۹۱]

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ۝۴۶

”مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔“

دنیاوی نعمتوں کی بے ثباتی سے متعلق اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ مال اور اولاد تو صرف حیات دنیا کی زینت ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

انسان ان دونوں نعمتوں سے صرف یہاں کی زندگی میں مستفید ہوتا ہے اور عزت و شرف حاصل کرتا ہے۔ آخرت میں تو صرف نیک اعمال کام آئیں گے۔ وہاں انھی کے درجات بلند ہوں گے اور وہی لوگ سرخرو ہو کر جنت جیسی ابدی نعمت کو پائیں گے جو دنیاوی زندگی میں صحیح عقائد اور اخلاق حسنہ کے حامل ہوں گے، اسلام پر پورے طور پر عمل پیرا ہوں گے اور اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرنے والے ہوں گے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ﴾ [آل عمران : ١٤] ”لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التغابن : ١٥] ”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا : سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حارث بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن آیا تو آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا، جو تقریباً تین پاؤ ہوگا۔ آپ نے وضو کیا اور کہا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا، پھر فرمایا: ”جو میرے اس وضو جیسا وضو کرکے ظہر کی نماز ادا کرے تو اس کے صبح سے لے کر ظہر تک کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر اس نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اس ظہر سے عصر تک کے گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف، پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف، پھر رات کو وہ سویا رہا اور صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے فجر تک کے گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔“ لوگوں نے پوچھا، یہ تو ہوئیں نیکیاں، اب اے عثمان! آپ بتلائیے، باقیات صالحات کیا ہیں؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، وہ یہ ہیں: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ » [مسند أحمد : ۷۱/۱، ح : ۵۱۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، لیکن تین چیزیں باقی رہتی ہیں، ایک صدقہ جاریہ، دوسری چیز وہ علم جس سے فائدہ حاصل ہو اور تیسری نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“ [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ﴿۴۷﴾

”اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

دنیا کی بے ثباتی اور قیامت میں اعمال صالحہ کا اجر وثواب بیان کرنے کے بعد آخرت کے کچھ احوال بیان کرنا مناسب رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس دن کو یاد کیجیے جب ہم پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اکھاڑ کر فضا میں چلائیں گے، یا انھیں گرد وغبار بنا کر فضا میں اڑا دیں گے اور زمین چٹیل میدان ہو جائے گی، اس پر نہ کوئی عمارت ہوگی، نہ پہاڑ، نہ درخت اور نہ کوئی اور چیز۔ اللہ تعالیٰ تمام جن وانس کو میدان محشر میں جمع کرے گا، کوئی ایک فرد بھی نہیں چھوٹ سکے گا۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴾ [التکویر : ۳] ''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴾ [الطور : ۹، ۱۰] ''جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا۔ اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ﴾ [النمل : ۸۸] ''اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا، انھیں گمان کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۵ تا ۱۰۷] ''اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔''

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا : یعنی اگلے پچھلے تمام لوگوں کو جمع کر لیں گے اور ان میں سے کسی بھی چھوٹے بڑے کو نہیں چھوڑیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الواقعۃ : ۴۹، ۵۰] ''کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔''

وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ٞ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

''اور وہ تیرے رب کے سامنے صفیں باندھے ہوئے پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ ہم تمھارے لیے کبھی وعدے کا کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے۔''

تمام حاضرین محشر اللہ کے سامنے صف باندھے کھڑے ہوں گے اور اللہ ان سے کہے گا کہ جس طرح ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، آج دوبارہ زندہ کرکے اپنے سامنے لا کھڑا کیا ہے، حالانکہ اے بعث بعد الموت کا انکار کرنے والو! تم تو سمجھ رہے تھے کہ ہم نے تمھیں دوبارہ زندہ کرنے اور تمھارے حساب کتاب اور جزا وسزا کا کوئی وقت مقرر نہیں کر رکھا، اسی لیے دنیا میں اپنی من مانی کرتے رہے اور ہماری اطاعت وبندگی سے غافل رہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ٢٧] ”اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(قیامت کے دن) لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بن ختنہ اکٹھے کیے جائیں گے۔“ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اس طرح تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ وقت اتنا سخت ہوگا کہ ان باتوں کی کسی کو ہوش ہی نہیں ہوگی۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧]

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع ۶ / ۱۸

”اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“

بندوں کے اعمال کی کتابیں اللہ کے سامنے لائی جائیں گی اور ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ مومن کو اس کے دائیں ہاتھ میں اور کافر کو بائیں ہاتھ میں۔ دنیا میں جرائم و معاصی کا ارتکاب کرنے والے اپنے صحیفوں میں برے اعمال کو دیکھ کر مارے ڈر کے کانپیں گے اور کہیں گے، ہماری بدنصیبی! اس صحیفے کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے چھوٹے بڑے کسی گناہ کو بھی نہیں چھوڑا اور ہر گناہ اس میں درج ہے۔ انھوں نے دنیا میں جو کچھ بھی کیا ہوگا اسے پوری تفصیل کے ساتھ اپنے سامنے پائیں گے۔ پھر ان اعمال کے مطابق انھیں بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ نہ کسی کا گناہ بڑھا کر لکھا ہوگا اور نہ کسی کی کوئی نیکی ضائع کی گئی ہوگی۔ بالآخر جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں بھیج دیے جائیں گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ [آل عمران : ٣٠] ”جس دن ہر شخص حاضر کیا ہوا پائے گا جو اس نے نیکی میں سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیا اور وہ بھی جو اس نے برائی میں سے کیا، چاہے گا کاش! اس کے درمیان اور اس کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں سے بے حد نرمی کرنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] "تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔"

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اس آدمی کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا۔ وہ آدمی کہ قیامت کے دن اسے لایا جائے گا اور کہا جائے گا، اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو، لیکن بڑے گناہ پیش نہ کرنا، چنانچہ اسے اس کے چھوٹے گناہ دکھائے جائیں گے اور اس سے پوچھا جائے گا، فلاں روز تم نے یہ اور یہ گناہ کیے تھے؟ فلاں دن تم نے یہ اور یہ گناہ کیے تھے؟ وہ آدمی عرض کرے گا، ہاں! کیے تھے۔ وہ انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا اور (دل ہی دل میں) اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ اب وہ اس کے سامنے لائے جائیں گے۔ تو اسے کہا جائے گا، تجھے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جاتی ہے۔ بندہ عرض کرے گا، اے میرے رب! میں نے کچھ اور بھی گناہ کیے تھے، جنھیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔" میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھ مبارک نظر آنے لگی۔ [مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ۱۹۰]

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا : اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال کا فیصلہ فرمائے گا، مگر اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا، بلکہ معاف فرمائے گا، درگزر کرے گا اور رحم فرمائے گا۔ اپنی قدرت و حکمت اور عدل کے مطابق جسے چاہے گا عذاب بھی دے گا، کفار اور گناہ گاروں سے جہنم کو بھر دے گا۔ پھر گناہ گاروں کو بھی جہنم سے نجات دے دے گا اور کافروں کو اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رکھے گا۔ وہ ایسا حاکم ہے جو کسی پر قطعاً ظلم و زیادتی نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٠] "بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔" اور فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] "اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔"

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! بے شک میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کیا ہے اور تم پر بھی حرام کیا ہے، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔“ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن بے سینگ بکری کا سینگوں والی بکری سے بھی بدلہ لیا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۲۔ مسند أحمد : ۲۳۵/۲، ح : ۷۲۲۳]

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۝

”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں، وہ (شیطان) ظالموں کے لیے بطور بدل برا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شیطان کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کفر و معصیت کا سبب ہوتی ہے اور شیطان آدم اور ان کی اولاد کا سب سے بڑا دشمن اور اللہ کا سب سے بڑا نافرمان ہے۔ اس لیے اس کی اطاعت دنیا و آخرت میں ہر نامرادی کا ذریعہ جبکہ اس کی مخالفت اور اس سے دشمنی ہر خیر و فلاح کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اس وقت کو یاد کیجیے جب ہم نے تمام فرشتوں سے کہا کہ تم لوگ آدم کی تکریم میں اس کو سجدہ کرو، تو اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، صرف ابلیس نے تکبر میں آ کر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اس لیے کہ وہ نافرمان اور سرکش جنوں میں سے تھا، اس لیے وہ اپنے رب کی اطاعت سے منکر ہو گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حال پر اظہار تعجب کیا ہے جو ابلیس کی اطاعت کرتے ہوئے کفر و معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اللہ کے اوامر کی مخالفت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم اسے، اس کی اولاد اور پیروکاروں کو میرے بجائے اپنے دوست بناتے ہو، ان کی اطاعت کرتے ہو اور میرے بجائے انھیں اختیار کرتے ہو؟ حالانکہ وہ سب تمھارے دشمن ہیں اور تمھاری بربادی چاہتے ہیں۔ ظالموں کا اللہ کے بجائے ابلیس کو اپنا آقا بنانا اور اس کی اطاعت کرنا انجام کے اعتبار سے بہت ہی برا ہے۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ : فرشتوں کے ساتھ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ﴾ [الأعراف : ۱۱، ۱۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارا خاکہ بنایا، پھر ہم نے تمھاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ سجدہ کرنے والوں سے نہ ہوا۔ فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' ابلیس نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور ان سے اور ان کی اولاد سے دشمنی ٹھان لی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِيۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَ عَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَ عَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶، ۱۷] ''اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جن آگ کے شعلے سے پیدا کیے گئے اور آدم علیہ السلام اس چیز (یعنی مٹی) سے پیدا کیے گئے، جو تمھیں بتا دی گئی ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب في أحادیث متفرقة : ۲۹۹٦]

اَفَتَتَّخِذُوۡنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِيۡ وَ هُمۡ لَكُمۡ عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِيۡنَ بَدَلًا : یہ مقام اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ یٰس میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں اور سعادت مند و بدبخت لوگوں کے انجام کو ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۝ وَّ اَنِ اعۡبُدُوۡنِيۡ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ۝ وَ لَقَدۡ اَضَلَّ مِنۡكُمۡ جِبِلًّا كَثِيۡرًا ؕ اَفَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝ اِصۡلَوۡهَا الۡيَوۡمَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴾ [یٰس : ٦۰ تا ٦٤] ''کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''

مَاۤ اَشۡهَدۡتُّهُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَا خَلۡقَ اَنۡفُسِهِمۡ ۪ وَ مَا كُنۡتُ مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّيۡنَ عَضُدًا ۝۵۱

''میں نے انھیں نہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں حاضر کیا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے میں اور نہ ہی میں گمراہ کرنے والوں کو بازو بنانے والا تھا۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

ابلیس اور اس کی اولاد اس بات کی مستحق نہیں کہ اللہ کے بجائے انھیں ولی اور دوست بنایا جائے اور اللہ کے ساتھ انھیں عبادت میں شریک ٹھہرایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ جب میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو ابلیس اور اس کی اولاد کو اپنی مدد کے لیے نہیں بلایا تھا اور نہ جب میں نے خود انھیں پیدا کیا تھا تو ان میں سے بعض کو بعض کی پیدائش کے وقت مدد کے لیے بلایا تھا، بلکہ میں نے تنہا بغیر کسی معین و مددگار کے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اس لیے کس دلیل سے تم انھیں میرے ساتھ شریک بناتے ہو؟ آیت کے آخر میں فرمایا کہ جنوں کا کام بنی نوع انسان کو گمراہ کرنا ہے، انھیں میں کیسے اپنا مددگار بنا سکتا ہوں اور جب مجھے ان کی مدد کی ضرورت نہیں تھی تو عبادت میں میرے ساتھ کیسے شریک ہو جائیں گے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ [سبا : ۲۲، ۲۳] ''کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔ اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔''

وَ يَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝۵۲

''اور جس دن فرمائے گا پکارو میرے ان شریکوں کو جو تم نے گمان کر رکھے تھے، سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مشرکین سے اس دن کا حال بیان کر دیں جب وہ انھیں مخاطب کر کے کہے گا کہ جنھیں تم دنیا میں میرے ساتھ عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے، انھیں اپنی مدد کے لیے پکارو، تاکہ آج وہ تمھیں عذاب جہنم سے بچا لیں۔ یہ بات اللہ انھیں بطور زجر و توبیخ کہے گا، تو وہ انھیں نام لے لے کر پکاریں گے، لیکن وہ معبود ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے۔ اس لیے کہ اس دن کوئی شخص جس کی دنیا میں عبادت کی گئی ہوگی، اپنی زبان پر یہ بات لانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تب ہم کافروں اور ان کے معبودوں کے لیے ایک مشترکہ ہلاکت گاہ بنا دیں گے، یعنی جہنم میں دھکیل دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۴] ''اور بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو، جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو کچھ ہم نے تمھیں دیا تھا اور ہم تمھارے ساتھ تمھارے وہ سفارش کرنے والے نہیں دیکھتے جنھیں تم نے گمان کیا تھا کہ بے شک وہ تم میں حصے دار ہیں۔ بلاشبہ یقیناً تمھارا آپس کا رشتہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کٹ گیا اور تم سے گم ہو گیا، جو کچھ تم گمان کیا کرتے تھے۔“

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ۵، ۶] ”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مریم : ۸۱، ۸۲] ”اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔“

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳ ع ۱۹

”اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔“

میدان محشر میں جب کفر و شرک جیسے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے سامنے جہنم کو لایا جائے گا، تو دور ہی سے اسے دیکھ کر انھیں یقین ہو جائے گا کہ یہی ان کا ٹھکانا ہے اور اس سے فرار کی کوئی صورت نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۴۴ تا ۴۷] ”اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے بعد اس کا کوئی مددگار نہیں اور تو ظالموں کو دیکھے گا کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپس جانے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ اس (آگ) پر پیش کیے جائیں گے، ذلت سے جھکے ہوئے، چھپی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں گے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، کہیں گے اصل خسارے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں گنوا دیا۔ سن لو! بے شک ظالم لوگ ہمیشہ رہنے والے عذاب میں ہوں گے۔ اور ان کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے لیے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کوئی بھی راستہ نہیں۔ اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن نہ تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمھارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔‘‘

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال پھیر پھیر کر بیان کی ہے اور انسان ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے قرآن کریم میں بہت سی مثالیں، گزشتہ قوموں کے واقعات اور توحید باری تعالیٰ کے دلائل بیان کیے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ آدمی غور وفکر کرکے اللہ پر ایمان لے آئے اور سیدھی راہ اختیار کرے، لیکن انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔ ہمیشہ باطل دلائل کے ذریعے سے حق کا انکار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ البتہ ان لوگوں کا طرز عمل مختلف ہے جن کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اور راہ نجات کی بصیرت سے نواز دے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا : سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک بار ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو میرے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ’’تم (تہجد کی) نماز نہیں پڑھتے؟‘‘ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب چاہتا ہے ہم کو جگا دیتا ہے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن جب آپ واپس جا رہے تھے تو میں نے سنا، آپ اپنی ران پر ہاتھ مارتے جا رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے: ﴿ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴾ [الکھف : ٥٤] ’’اور انسان ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التھجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل: ۱۱۲۷۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب الحث علی صلاۃ اللیل و إن قلت : ۷۷۵]

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

’’اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آ گئی اور اپنے رب سے بخشش مانگیں، مگر اس بات نے کہ ان کو پہلے لوگوں کا سا معاملہ پیش آ جائے، یا ان پر عذاب سامنے آ موجود ہو۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور ہر زمانے کے کافروں کا حال بیان کیا ہے کہ انھوں نے ہمیشہ ہی کفر و تمرد کی راہ اختیار کی اور ہزار دلائل و براہین کے باوجود حق کو جھٹلانے کی کوشش کی اور سب نے یہی مطالبہ کیا کہ جس عذاب کی انھیں دھمکی دی جا رہی ہے، وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں، یعنی کفار ایمان و استغفار پر اس وقت آمادہ ہوتے ہیں جب دنیا میں عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، یا جب آخرت میں جہنم کو دیکھ لیں گے اور دونوں ہی

www.sirat-e-mustaqeem.com

حالتوں میں ان کا ایمان و استغفار کسی کام کا نہیں۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٤، ٥] ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔ پھر ان کی پکار، جب ان پر ہمارا عذاب آیا، اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٩٤، ٩٥] ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل کر دے دی، یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انھوں نے کہا یہ تکلیف اور خوشی تو ہمارے باپ دادا کو (بھی) پہنچی تھی۔ تو ہم نے انھیں اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٤] ''پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔''

اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٢٤، ٢٥] ''تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔ جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی، پس وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی، اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔''

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝۵۶

''اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، باطل کو لے کر جھگڑا کرتے ہیں، تاکہ اس کے ساتھ حق کو پھسلا دیں اور انھوں نے میری آیات کو اور ان چیزوں کو جن سے انھیں ڈرایا گیا،

www.sirat-e-mustaqeem.com

مذاق بنالیا۔"

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں اس لیے مبعوث کیا کہ وہ ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیں اور کافروں اور بدکاروں کو جہنم سے ڈرائیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو دعوت وارشاد کے عمل سے پہلے ہی عذاب میں مبتلا کر دیا، لیکن اہل کفر کا ہمیشہ ہی یہ شیوہ رہا کہ انھوں نے بے بنیاد دلائل کے ذریعے سے حق کا انکار کیا اور اللہ کی نشانیوں اور اس عذاب کا مذاق اڑایا جس سے انھیں ڈرایا گیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴾ [الشعراء : ٦] "پس بے شک وہ جھٹلا چکے، سو ان کے پاس جلد ہی اس چیز کی خبریں آجائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔"

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٥٧﴾

"اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور اسے بھول گیا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا، بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے بنا دیے ہیں، اس سے کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر تو انھیں سیدھی راہ کی طرف بلائے تو اس وقت وہ ہرگز کبھی راہ پر نہ آئیں گے۔"

جن اہل کفر نے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا، انھی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ان سے بڑھ کر اپنے حق میں ظالم کون ہوسکتا ہے؟ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مختلف الانواع نشانیوں کے ذریعے سے راہ حق کی طرف رہنمائی کرنا چاہی، لیکن انھوں نے ان سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اپنے کفر و معاصی سے تائب نہیں ہوئے۔ یہ اس لیے ہوا کہ جب انھوں نے کفر کو ایمان پر اور گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیے، تاکہ قرآن کے مقاصد و معانی کو نہ سمجھ پائیں اور حق بات سننے سے محروم کر دیے جائیں۔ اسی لیے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ اگر آپ ان کافروں کو حق کی دعوت دیں گے تو وہ کبھی قبول نہیں کریں گے۔

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا ﴿٥٨﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور تیرا رب نہایت بخشنے والا، خاص رحمت والا ہے، اگر وہ انھیں اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا ہے تو یقیناً ان کے لیے جلد عذاب بھیج دے، بلکہ ان کے لیے وعدے کا ایک وقت ہے جس سے بچنے کی وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے، اسی لیے ان کافروں کے کفر و معاصی پر ان کا مؤاخذہ نہیں کرتا، ورنہ ان کے جیسے جرائم ہیں ان پر جلد ہی عذاب آ جانا چاہیے تھا۔ عذاب میں تاخیر کے سبب ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے اسلام لانے کی توفیق دے دی اور جو اپنے حال پر باقی رہے، ان کو ان کے کفر و عناد کے مطابق سزا دینے کا ایک وقت مقرر ہے، جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۱۷۳، ۱۷۴]
’’پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ انھیں ان کے اجر پورے دے گا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی دے گا اور رہے وہ جنھوں نے عار سمجھا اور تکبر کیا تو وہ انھیں دردناک عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے۔‘‘

ع ۸ ۲۰
وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹

’’اور یہی بستیاں ہیں، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، جب انھوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک مقرر وقت رکھ دیا تھا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عاد و ثمود اور انھی جیسی دیگر نافرمان قوموں کی ہلاکت کا سبب بیان کیا ہے کہ انھیں ان کے کفر و طغیان کی وجہ سے ہلاک کیا گیا تھا۔ جبکہ کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان قوموں کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر تھا، جب وہ وقت آ گیا تو عذاب نے انھیں آ دبوچا اور کوئی انھیں نہ بچا سکا۔ اس لیے تم بھی عذاب میں تاخیر ہونے کی وجہ سے دھوکے میں نہ پڑو اور یہ نہ سمجھو کہ تم سے عذاب الٰہی ٹل گیا، اس کا تو ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آ جائے گا تو دنیا کی کوئی طاقت تمھیں اس عذاب سے نہ بچا سکے گی۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہے، مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔‘‘ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۳]

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝۶۰ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ
بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۶۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَاۗءَنَا ۡ
لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝۶۲ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ
اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ڰ عَجَبًا ۝۶۳ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ڰ
فَارْتَدَّا عَلٰٓي اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝۶۴ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ
لَّدُنَّا عِلْمًا ۝۶۵ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓي اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝۶۶ قَالَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۶۷ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰي مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝۶۸ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ
صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝۶۹ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔـلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓي اُحْدِثَ لَكَ
مِنْهُ ذِكْرًا ۝۷۰ فَانْطَلَقَا ۪ حَتّٰٓي اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ ۹ ع ۱۱ ۲۱
جِئْتَ شَيْـًٔـا اِمْرًا ۝۷۱ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۷۲ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا
نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝۷۳ فَانْطَلَقَا ۪ حَتّٰٓي اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔـا نُّكْرًا ۝۷۴

''اور جب موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا میں نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کے مقام پر پہنچ جاؤں، یا مدتوں چلتا رہوں۔ تو جب وہ دونوں ان کے آپس میں ملنے کے مقام پر پہنچے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، تو اس نے اپنا راستہ سمندر میں سرنگ کی صورت بنالیا۔ پھر جب وہ آگے گزر گئے تو اس نے اپنے جوان سے کہا ہمارا دن کا کھانا لا، بے شک ہم نے اپنے اس سفر سے تو بڑی تھکاوٹ پائی ہے۔ اس نے کہا کیا تو نے دیکھا جب ہم اس چٹان کے پاس جا کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے وہ نہیں بھلائی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے اپنا راستہ سمندر میں عجیب طرح سے بنالیا۔ اس نے کہا یہی ہے جو ہم تلاش کر رہے تھے، سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر پیچھا کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہاں سے ایک رحمت عطا کی اور اسے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔ موسیٰ نے اس سے کہا کیا میں تیرے پیچھے چلوں؟ اس (شرط) پر کہ تجھے جو کچھ سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ بھلائی مجھے سکھا دے۔ اس نے کہا بے شک تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ اور تو اس پر کیسے صبر کرے گا جسے تو نے پوری طرح علم میں نہیں لیا۔ اس نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے ضرور صبر کرنے والا پائے گا اور میں تیرے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ کہا پھر اگر تو میرے پیچھے چلا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھنا، یہاں تک کہ میں تیرے لیے اس کا کچھ ذکر شروع کروں۔ سو دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے اسے پھاڑ دیا۔ کہا کیا تو نے اسے اس لیے پھاڑ دیا ہے کہ اس کے سواروں کو غرق کر دے، بلاشبہ یقیناً تو ایک بہت بڑے کام کو آیا ہے۔ کہا کیا میں نے نہ کہا تھا کہ یقیناً تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ کہا مجھے اس پر نہ پکڑ جو میں بھول گیا اور مجھے میرے معاملے میں کسی مشکل میں نہ پھنسا۔ پھر وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ ایک لڑکے سے ملے تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ کہا کیا تو نے ایک بے گناہ جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کر دیا، بلاشبہ یقیناً تو ایک بہت برے کام کو آیا ہے۔‘‘

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا، نوف بکالی (جو کعب احبار کا ربیب ہے، اس) کا خیال ہے کہ خضر علیہ السلام کے ساتھ وہ موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے جو بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اللہ کا دشمن غلط کہتا ہے، ہمیں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ آپ سے پوچھا گیا، سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا، میں۔ چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنبیہ فرمائی، کیونکہ آپ نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی تھی (یعنی یوں نہیں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ دو دریاؤں کے سنگم پر میرا ایک بندہ ہے، جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، یا رب! میں اس سے کیسے مل سکتا ہوں؟ رب تعالیٰ نے فرمایا، ٹوکری میں ایک مچھلی رکھ کر ساتھ لے لو، جہاں وہ گم ہو جائے وہ وہیں ملیں گے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی لے کر ٹوکری میں رکھ لی اور (سفر پر) روانہ ہو گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے خادم یوشع بن نون بھی تھے۔ (چلتے چلتے) وہ ایک چٹان کے پاس پہنچے اور دونوں سر رکھ کر سو گئے۔ (اس دوران میں) ٹوکری میں مچھلی تڑپی اور ٹوکری سے نکل کر سمندر میں جا گری، سمندر میں وہ ایک سرنگ سی بناتی گزر گئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی گزرگاہ سے پانی کی روانی روک دی تھی اور یوں وہ ایک طاق سا بن گیا۔ (یہ منظر یوشع نے دیکھا تھا، پھر) جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو یوشع بن نون انھیں مچھلی کے بارے میں بتانا بھول گئے۔ چنانچہ وہ دن کا بقیہ حصہ اور بعدازاں رات بھر چلتے رہے۔ اگلے دن موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

فرمایا، ﴿ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدۡ لَقِیۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴾ ”ہمارا دن کا کھانا لا، بے شک ہم نے اپنے اس سفر سے تو بڑی تھکاوٹ پائی ہے۔“ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ تب محسوس ہوئی جب وہ اس جگہ سے آگے چل پڑے جہاں پہنچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ تب آپ کے خادم نے آپ سے عرض کی: ﴿ اَرَءَیۡتَ اِذۡ اَوَیۡنَاۤ اِلَی الصَّخۡرَةِ فَاِنِّیۡ نَسِیۡتُ الۡحُوۡتَ ۡ وَمَاۤ اَنۡسٰنِیۡهُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ اَنۡ اَذۡكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ ۖ عَجَبًا ﴾ ”اس نے کہا کیا تو نے دیکھا جب ہم اس چٹان کے پاس جا کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے وہ نہیں بھلائی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے اپنا راستہ سمندر میں عجیب طرح سے بنالیا۔“ فرمایا: ”مچھلی کے لیے سرنگ بن گئی۔“ اور یہ چیز موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے لیے تعجب کا باعث تھی۔ تب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴾ ”اس نے کہا یہی ہے جو ہم تلاش کر رہے تھے، سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر پیچھا کرتے ہوئے واپس لوٹے۔“ وہ دونوں اپنے نشانات قدم دیکھتے دیکھتے چٹان تک جا پہنچے، دیکھا کہ ایک آدمی کپڑا اوڑھے موجود ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سلام کہا، خضر علیہ السلام نے کہا، اس سرزمین میں سلام کہاں سے آ گیا؟ آپ نے فرمایا، میں موسیٰ ہوں۔ انھوں نے کہا، بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا، جی ہاں! میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کو جو علم عطا ہوا ہے وہ آپ مجھے بھی سکھا دیں۔ انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴾ ”بے شک تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔“ اے موسیٰ! میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک علم ہے جو اس نے مجھے سکھایا ہے، وہ آپ کو حاصل نہیں اور آپ کو اللہ کی طرف سے ایک علم ملا ہے جو اس نے آپ کو سکھایا ہے، وہ مجھے حاصل نہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِیۡ لَكَ اَمۡرًا ﴾ ”اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے ضرور صبر کرنے والا پائے گا اور میں تیرے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔“ سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: ﴿ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِیۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ حَتّٰۤی اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا ﴾ ”کہا پھر اگر تو میرے پیچھے چلا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھنا، یہاں تک کہ میں تیرے لیے اس کا کچھ ذکر شروع کروں۔“ پھر وہ دونوں چل دیے، وہ ساحل پر پیدل چل رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک کشتی گزری، انھوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ انھیں سوار کر لیں۔ انھوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان کر بغیر کرائے کے سوار کر لیا۔ جب وہ کشتی میں سوار تھے تو آپ نے اچانک دیکھا کہ خضر علیہ السلام نے بسولے کے ساتھ کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، ان لوگوں نے ہمیں بغیر کرائے کے سوار کیا مگر آپ نے ان کی کشتی ہی توڑ دی، تاکہ آپ کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ یہ تو آپ نے بڑی (خطرناک) بات کر دی؟ خضر علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ

www.sirat-e-mustaqeem.com

أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾ ”کیا میں نے نہ کہا تھا کہ یقیناً تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔“ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴾ ”مجھے اس پر نہ پکڑ جو میں بھول گیا اور مجھے میرے معاملے میں کسی مشکل میں نہ پھنسا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ پہلا سوال موسیٰ علیہ السلام سے بھول کر ہوا۔“ اس دوران میں ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے سمندر سے چونچ بھر لی۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا، میرا اور تیرا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہی (معمولی اور قلیل) ہے، جیسے سمندر کے مقابلے میں چڑیا کی چونچ میں جانے والا پانی۔ پھر (دریائی سفر مکمل ہونے پر) وہ کشتی سے نکلے، وہ کنارے پر چلے جا رہے تھے کہ اچانک خضر علیہ السلام کو ایک لڑکا نظر آیا، وہ دیگر لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑا اور ہاتھ کے ساتھ اس کا سر جسم سے جدا کر کے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ﴾ ”کیا تو نے ایک بے گناہ جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کر دیا، بلاشبہ یقیناً تو ایک بہت برے کام کو آیا ہے۔“ وہ کہنے لگے: ﴿ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾ ”کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔“ یہ واقعہ پہلے سے زیادہ سخت تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ ﴾ ”کہا اگر میں تجھ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً تو میری طرف سے پورے عذر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی والوں کے پاس آئے، انھوں نے اس کے رہنے والوں سے کھانا طلب کیا تو انھوں نے انکار کر دیا کہ ان کی مہمان نوازی کریں، پھر انھوں نے اس میں ایک دیوار پائی جو چاہتی تھی کہ گر جائے تو اس نے اسے سیدھا کر دیا۔“ یعنی جھکی ہوئی تھی، سو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اسے ٹھیک کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، ہم نے ان لوگوں سے کھانا مانگا تو انھوں نے ہمیں کھانا نہیں دیا: ﴿ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴾ ”اگر تو چاہتا تو ضرور اس پر کچھ اجرت لے لیتا۔“ خضر علیہ السلام نے کہا: ﴿ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ﴾ ”یہ میرے درمیان اور تیرے درمیان جدائی ہے، عنقریب میں تجھے اس کی اصل حقیقت بتاؤں گا جس پر تو صبر نہیں کر سکا۔“ اس کے بعد پورا واقعہ بیان فرمایا (جو سورۂ کہف کی آیت ۸۲ تک ذکر ہوا ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جی چاہتا ہے کہ کاش! موسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اور باتیں بھی بیان فرماتا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ و إذ قال موسى لفتاه لا أبرح ...... الخ ﴾ : ۴۷۲۵۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیہ السلام : ۲۳۸۰]

www.sirat-e-mustaqeem.com

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ اِۨسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝

''کہا کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ کہا اگر میں تجھ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً تو میری طرف سے پورے عذر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی والوں کے پاس آئے، انھوں نے اس کے رہنے والوں سے کھانا طلب کیا تو انھوں نے انکار کر دیا کہ ان کی مہمان نوازی کریں، پھر انھوں نے اس میں ایک دیوار پائی جو چاہتی تھی کہ گر جائے تو اس نے اسے سیدھا کر دیا۔ کہا اگر تو چاہتا تو ضرور اس پر کچھ اجرت لے لیتا۔ کہا یہ میرے درمیان اور تیرے درمیان جدائی ہے، عنقریب میں تجھے اس کی اصل حقیقت بتاؤں گا جس پر تو صبر نہیں کر سکا۔ رہی کشتی تو وہ چند مسکینوں کی تھی، جو سمندر میں کام کرتے تھے، تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی چھین کر لے لیتا تھا۔''

اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے آپ سے ابتدا فرماتے اور کہتے: « رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلٰى مُوْسٰى » ''اللہ کی رحمت ہو ہم پر اور موسیٰ پر۔'' پھر فرمایا: ''اگر وہ صبر کر لیتے تو وہ اپنے صاحب (خضر علیہ السلام) سے بہت سے عجائب دیکھتے، لیکن انھوں نے خود ہی کہہ دیا: ﴿ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴾ ''اگر میں تجھ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً تو میری طرف سے پورے عذر کو پہنچ چکا ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الحروف والقراءات، باب : ٣٩٨٤۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر : ١٧٢/ ٢٣٨٠]

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ لِئَامًا » ''وہ (موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون) ایک گاؤں کے بخیل لوگوں کے پاس پہنچے۔''

[مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر : ١٧٢/ ٢٣٨٠۔ مسند أحمد : ١١٨/٥، ١١٩، ح : ٢١١٧٦]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا : سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قراءت فرمایا کرتے تھے: « وَ كَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا » ''اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح کشتی غصب کر لیتا تھا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ و إذ قال موسٰى لفته ...... الخ ﴾ ٤٧٢٥۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام : ٢٣٨٠]

غاصبانہ طریقے سے کسی کا مال چھیننے والے کی اسی قدر نیکیاں قیامت کے دن چھین کر مالک کو دے دی جائیں گی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم میں سے مفلس وہ بندہ ہے کہ جس کے پاس درہم و دینار اور مال و متاع نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' (نہیں، بلکہ) میری امت کا مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن آئے گا تو اس کے پاس (نامۂ اعمال میں) نماز، روزے اور زکوٰۃ جیسی نیکیاں ہوں گی، لیکن (اس کے نامۂ اعمال میں یہ برائیاں بھی ہوں گی کہ) اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، کسی کا (ناحق) مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا (یعنی ظلم کیا ہوگا) تو اس (ظالم) کی نیکیاں اس (مظلوم) کو دے دی جائیں گی اور اس (مظلوم) کو بھی دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے واجب الادا ظلموں کا فیصلہ کیے جانے سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو ان (مظلوموں) کے گناہ لے لیے جائیں گے اور اس (ظالم) پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر وہ (ظالم) آگ میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨١]

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

''اور رہا لڑکا تو اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے تو ہم ڈرے کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا۔ تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کو ان کا رب اس کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں زیادہ قریب ہو۔''

فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « إِنَّ الْغُلَامَ الَّذِيْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا » ''یہ لڑکا جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا، یہ روز اول ہی سے کافر پیدا ہوا تھا۔'' [مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد ...... الخ : ٢٦٦١۔ أبو داؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٧٠٥، ٤٧٠٦۔ ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الكهف : ٣١٥٠]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قراءت فرمایا کرتے تھے: « وَ أَمَّا الْغُلَامُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

فَكَانَ كَافِرًا وَ كَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ » ’’پس بچہ کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالٰی : ﴿ و إذ قال موسیٰ لفتہ ...... الخ ﴾ : ٤٧٢٥۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیہ السلام : ٢٣٨٠]

گویا لڑکے کے مار ڈالنے کا سبب یہ بیان کیا کہ اس کے ماں باپ ایمان دار تھے اور وہ لڑکا اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں منکر ایمان ٹھہر چکا تھا، اس لیے اس کے زندہ رہنے سے اس کے ماں باپ بھی اس کی محبت میں اپنی حالت پر نہ رہتے۔ دین کی حفاظت کی نظر سے یہ قتل ایسا ہی ہے جیسے کعب بن اشرف یہودی کا قتل۔ دونوں قتلوں میں فرق اتنا ہے کہ کعب بن اشرف کا دین میں خلل ڈالنا ظاہر ہو چکا تھا اور اس لڑکے کا یہ خلل اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق آئندہ ظاہر ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ نے وہ غیب کا حال خضر علیہ السلام کو بتلا دیا اور انھوں نے اللہ کے حکم سے اس کو مار ڈالا۔ یہاں ہم کعب بن اشرف کے قتل کا پورا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کون کعب بن اشرف سے نپٹے گا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے؟‘‘ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہاں!‘‘ انھوں نے کہا کہ پھر مجھے اجازت دیجیے کہ میں (آپ کے بارے میں) کوئی (ناپسندیدہ) بات کہہ سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(ٹھیک ہے) کہہ لو۔‘‘ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں) کہا کہ یہ شخص تو ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا ہے، اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ ابھی آگے دیکھو، اللہ کی قسم! تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اب اس کی پیروی کر لی ہے، اس لیے جب تک یہ نہ کھل جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے، انھیں چھوڑنا ہم پسند نہیں کرتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلہ ادھار دے دو۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ ٹھیک ہے، لیکن میرے پاس کوئی چیز رہن رکھو۔ انھوں نے کہا کہ تو کون سی چیز رہن رکھنا چاہتا ہے؟ کعب نے کہا کہ اپنی عورتیں میرے پاس رکھوا دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی عورتیں تمھارے پاس کیسے رہن رکھیں، جبکہ تم عرب کے حسین ترین آدمی ہو؟ اس نے کہا کہ چلو اپنے بیٹے میرے پاس رہن رکھوا دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے بیٹے تمھارے پاس رہن کیسے رکھیں گے، لوگ انھیں گالی دیں گے کہ وہ ایک یا دو وسق کے عوض رہن رکھے گئے، یہ بات ہمارے لیے باعث عار ہے، البتہ ہم اپنے ہتھیار تمھارے پاس رہن رکھوا سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کو ابونائلہ، جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے، اسے اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس آ گئے۔ انھوں نے اس کے قلعہ کے پاس جا کر جب اسے آواز دی اور وہ ان کے پاس آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا، میں نے ایسی آواز سنی ہے کہ جس سے گویا خون ٹپک رہا ہو۔ کعب بن اشرف نے جواب

www.sirat-e-mustaqeem.com

دیا کہ وہ میرا بھائی محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے اور مزید کہا کہ اگر شریف آدمی کو رات کے وقت بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ پھر وہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے، جنھیں یہ نصیحت کی گئی تھی کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال پکڑ لوں گا اور سونگھوں گا اور جب تم مجھے دیکھ لو کہ میں نے اس کے سر پر غلبہ پا لیا ہے تو تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ کعب ان کے پاس چادر لپیٹے ہوئے آیا، اس کے جسم سے خوشبو آ رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ کعب نے کہا کہ میرے پاس وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں تمھارا سر سونگھ لوں؟ اس نے کہا کہ ہاں (سونگھ لو) محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے خود بھی سر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنگھایا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ کیا تو مجھے دوبارہ (سونگھنے کی) اجازت دیتا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، تو اب جب آپ نے اس پر قابو پا لیا تو (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (سارے معاملات کی) خبر دی۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب قتل كعب بن الأشرف : ۴۰۳۷]

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ﴿۸۲﴾ ع ۱۰

’’اور رہ گئی دیوار تو وہ شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا تو تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، تیرے رب کی طرف سے رحمت کے لیے اور میں نے یہ اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ یہ ہے اصل حقیقت ان باتوں کی جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔‘‘

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ : یتیموں کے حال پر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نظر رحمت ہے، جس کے سبب اس نے یتیموں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنے والے شخص کے لیے جو مرتبہ رکھا ہے اس کو اپنے رسول کی معرفت ظاہر فرمایا اور اسی رحمت کے سبب اس نیک شخص کی یتیم اولاد کے مال کی حفاظت فرمائی۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا شخص جنت میں اس طرح قریب ہوں گے۔‘‘ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ [بخاری، كتاب الأدب، باب فضل من يعول يتيمًا : ۶۰۰۵]

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ : یعنی یہ تینوں کام جو میں نے کیے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہے،

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ کام میں نے از خود نہیں کیے، بلکہ مجھے ان کے بارے میں حکم دیا گیا اور ان کے بارے میں مطلع کیا گیا۔ یہ آیت مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا خضر علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ اسی سورت میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ [الكهف : ٦٥] ”تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے ہاں سے ایک رحمت عطا کی اور اسے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کا نام خضر (علیہ السلام) اس لیے ہوا کہ ایک بار وہ سفید خشک گھاس پر بیٹھے تھے، جب اٹھے تو دیکھا کہ گھاس سرسبز ہو کر لہلہا رہی ہے۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الخضر مع موسى عليهما السلام : ٣٤٠٢]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز پہلے فرمایا: ”تمھاری آج کی رات وہ ہے کہ اس رات سے لے کر سو سال کے آخر تک کوئی شخص جو زمین پر ہے، وہ باقی نہیں رہے گا۔“ [بخاري، كتاب العلم، باب السمر في العلم : ١١٦۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب بيان معنى قوله صلى الله عليه وسلم : على رأس مائة سنة ...... الخ : ٢٥٣٧]

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ
وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۸۴ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝۸۵ حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ
وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝۸۶ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ
فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸۷ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ
لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝۸۸

”اور وہ تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ میں تمھیں اس کا کچھ ذکر ضرور پڑھ کر سناؤں گا۔ بے شک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز میں سے کچھ سامان عطا کیا۔ تو وہ کچھ سامان ساتھ لے کر چلا۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اسے پایا کہ وہ دلدل والے چشمے میں غروب ہو رہا ہے اور اس کے پاس ایک قوم کو پایا۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین! یا تو یہ ہے کہ تو (انھیں) سزا دے اور یا یہ کہ تو ان کے بارے میں کوئی نیک سلوک اختیار کرے۔ اس نے کہا جو شخص تو ظلم کرے گا سو ہم اسے جلدی سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے عذاب دے گا، بہت برا عذاب۔ اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے لیے بدلے میں بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے اپنے کام میں سے سراسر آسانی کا حکم دیں گے۔"

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے "اغاثة اللهفان" میں فلاسفہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے: "ان کے بادشاہوں میں سے ایک اسکندر مقرونی تھا، جو فیلیس کا بیٹا تھا اور یہ وہ اسکندر ذوالقرنین نہیں تھا کہ جس کا قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے، بلکہ دونوں کے درمیان کئی صدیوں کا فرق ہے، جبکہ دونوں کے دین میں بھی بہت زیادہ فرق تھا۔ ذوالقرنین اللہ کا ایک نیک، صالح اور موحد بندہ تھا اور زندگی بھر بت پرستوں کے خلاف جنگ کرتا رہا اور اس مقصد کے لیے زمین کے مشرق و مغرب کے کناروں تک پہنچ گیا۔ اسی نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے دیوار بنائی تھی۔ اسے ذوالقرنین اس لیے کہا گیا کہ وہ فارس و روم دونوں کا بادشاہ تھا، یا اس لیے کہ اس کے سر پر بال کی دو چوٹیاں تھیں، یا اس لیے کہ اس نے مشرق و مغرب پر حکمرانی کی تھی، لیکن اسکندر مقرونی مشرک تھا اور بتوں کی پرستش کرتا تھا اور اس کی مملکت کے لوگ بھی مشرک تھے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ کفار مکہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو آپ کہہ دیجیے کہ میں اس کے بارے میں قرآن کریم کی وہ آیتیں تمھیں سناتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہیں۔ یہاں سے ان باتوں کا بیان شروع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے بارے میں رسول کریم ﷺ کو بذریعہ وحی بتائی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فوجی طاقت، مال و دولت، فکر و نظر اور عظیم شہرت و دبدبہ عطا کیا تھا، یعنی علم، طاقت، آلات و اسلحہ اور دیگر تمام وسائل اسے مہیا تھے اور ان تمام وسائل و ذرائع کو استعمال کر کے انتہائے مشرق و مغرب تک پہنچ گیا تھا۔ انتہائے مغرب میں اس نے دیکھا کہ آفتاب ایک ایسے چشمے میں جا کر غروب ہو جاتا تھا جس کی مٹی کالی اور گرم تھی۔ وہاں اسے ایک قوم ملی جس پر اللہ نے اسے غالب و حاکم بنا دیا۔ انھیں اس نے دین ابراہیمی کی دعوت دی تو کچھ لوگوں نے قبول کیا اور کچھ نے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے ذوالقرنین! تم چاہو تو انکار کرنے والوں کو عذاب میں مبتلا کر دو اور چاہو تو عفو و درگزر سے کام لو اور حق کی طرف انھیں بلاتے رہو۔ ذوالقرنین نے کہا کہ جو شرک و کفر کے ذریعے سے دنیا میں فساد پھیلاتا رہے گا اور دوسروں کو گمراہی کی دعوت دے گا، اسے تو ہم قید و بند سے گزاریں گے اور قتل کریں گے، پھر موت کے بعد قیامت کے دن جب اپنے رب کے پاس جائے گا تو وہ اسے انتہائی سخت سزا دے گا اور جو میری دعوت کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا اور نیک عمل کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بطور جزائے خیر جنت عطا فرمائے گا اور اسے آج ہم نہ کوئی سخت بات کہیں گے اور نہ کسی ایسے کام کا حکم دیں گے جو اس پر شاق گزرے۔

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تبع کے بارے

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں میں نہیں جانتا کہ آیا وہ نبی تھے یا نہیں اور (اسی طرح) ذوالقرنین کے بارے میں بھی میں نہیں جانتا کہ وہ نبی تھے یا نہیں اور (اسی طرح) میں حدود کے بارے میں بھی نہیں جانتا کہ وہ گناہ کرنے والے کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔"

[مستدرك حاكم : ۱/۳٦، ح : ۱۰٤۔ تفسير طبری : ۸/۲۷۱، ح : ۲۳۲۷۸]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

"پھر وہ کچھ اور سامان ساتھ لے کر چلا۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج نکلنے کے مقام پر پہنچا تو اسے ایسے لوگوں پر طلوع ہوتے ہوئے پایا جن کے لیے ہم نے اس کے آگے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔ ایسے ہی تھا اور یقیناً ہم نے جو کچھ اس کے پاس تھا اس کا علم کی رو سے احاطہ کر رکھا تھا۔"

انتہائے مغرب تک پہنچ جانے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کی طرف واپسی کا راستہ اختیار کیا اور راہ میں جتنی بھی قومیں آئیں، انھیں دین ابراہیمی کی دعوت دی۔ جن لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا انھیں تو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور جنھوں نے انکار کیا انھیں ذلت و رسوائی سے دوچار کر کے ان کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا، یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہونے کی جگہ یعنی انتہائے مشرق تک پہنچ گیا۔ وہاں اس نے ایک ایسی قوم کو پایا جو میدانوں اور صحراؤں میں رہتی تھی، نہ ان کے مکانات تھے اور نہ وہاں کوئی درخت تھا، یعنی ان کے اور سورج کے درمیان کوئی پردہ اور اوٹ نہیں تھی۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ذوالقرنین کو دنیا میں بہت ہی اونچا مقام اور بڑی ہی عظیم سلطنت دی تھی۔ اس کی قوت، فوج کی کثرت اور دیگر مادی اور روحانی اسباب و وسائل کا صحیح اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

"پھر وہ کچھ اور سامان ساتھ لے کر چلا۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان کے اس طرف کچھ لوگوں کو پایا جو قریب نہ تھے کہ کوئی بات سمجھیں۔"

انتہائے مشرق تک پہنچ جانے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق و مغرب کے درمیان شمال و مغرب کا راستہ اختیار کیا اور چلتے ہوئے انتہائے شمال مغرب میں ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں دونوں طرف دو اونچے اور لمبے پہاڑ تھے اور دونوں کے درمیان ایک خالی جگہ تھی۔ وہاں انسانوں کی ایک ایسی جماعت رہتی تھی جو کوئی بھی بات نہیں سمجھ پاتی تھی، اس لیے کہ ان کی زبان عجیب و غریب تھی اور ان کے اندر سمجھنے کی صلاحیت بھی کم تھی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ
خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ
اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ
انْفُخُوْا حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ
وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ
وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

”انھوں نے کہا اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد کرنے والے ہیں، تو کیا ہم تیرے لیے کچھ آمدنی طے کر دیں، اس (شرط) پر کہ تو ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دے۔ اس نے کہا جن چیزوں میں میرے رب نے مجھے اقتدار بخشا ہے وہ بہتر ہیں، اس لیے تم قوت کے ساتھ میری مدد کرو کہ میں تمھارے درمیان اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں۔ تم میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ، یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کا درمیانی حصہ برابر کر دیا تو کہا ”دھونکو“ یہاں تک کہ جب اس نے اسے آگ بنا دیا تو کہا لاؤ میرے پاس کہ میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔ پھر نہ ان میں یہ طاقت رہی کہ اس پر چڑھ جائیں اور نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے۔ کہا یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آ گیا تو وہ اسے زمین کے برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سے سچا ہے۔“

ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کہا کہ دونوں پہاڑوں کے پیچھے یاجوج ماجوج کی قوم رہتی ہے، انھیں جب بھی موقع ملتا ہے، دونوں پہاڑوں کے درمیانی راستہ سے ہماری طرف آ کر قتل و غارت گری کرتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کے بعد واپس چلے جاتے ہیں، تو کیا آپ ہم سے معاوضہ لے کر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی کر دیں گے؟ ذوالقرنین نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ مجھے تم لوگوں سے کسی معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ نے جو مال و دولت اور ملک و سلطنت مجھے دیا ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے جو تم لوگ مجھے دینا چاہتے ہو۔ تم لوگ صرف مزدوروں، صنعت کاروں اور ضروری آلات سے میری مدد کرو، تا کہ میں تمھارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ کھڑی کر دوں، یعنی اس درے کو بند کر دوں جس سے گزر کر وہ لوگ تمھاری طرف آتے ہیں، مجھے لوہے کے ٹکڑے دو۔ جب دونوں پہاڑوں کی درمیانی جگہ میں لوہے کی اینٹوں کی دو متوازی دیواریں بنا دیں تو ان لوگوں سے کہا کہ اب دونوں دیواروں کے درمیان آگ پھونکو، یہاں تک کہ لوہا تپ کر سرخ ہو جائے، جب لوہا سرخ ہو گیا تو ذوالقرنین نے ان سے کہا کہ اب مجھے پگھلا ہوا تانبا دو، تا کہ اسے گرم لوہے پر انڈیل دوں اور وہ لوہے سے چپک جائے۔ وہ رکاوٹ اتنی

www.sirat-e-mustaqeem.com

اونچی اور چکنی تھی کہ اس کے بعد یاجوج ماجوج کا آنا بند ہو گیا اور وہ اتنی موٹی اور سخت تھی کہ ان کے لیے اس میں سوراخ کرنا ناممکن ہو گیا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ دیوار یہاں رہنے والوں کے لیے میرے رب کی رحمت ہے کہ اب یاجوج ماجوج کے لوگ اس راہ سے آکر ان پر ظلم وستم نہیں ڈھائیں گے، لیکن جب قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس رکاوٹ کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور زمین برابر ہو جائے گی اور پہلے کی طرح راستہ بن جائے گا۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے کہ قیامت آئے گی اور انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق وہ جزا و سزا دے گا۔

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلاشبہ یاجوج ماجوج ہر روز (دیوار) کھودتے ہیں، حتیٰ کہ وہ سورج کی شعاع دیکھنے کے قریب ہو جاتے ہیں تو ان کا نگران کہتا ہے، واپس چلو، باقی کل کھودیں گے، مگر اللہ تعالیٰ اس دیوار کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کر دیتا ہے، یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں چھوڑنے کا ارادہ کر لے گا تو پھر وہ ایک دن دیوار کھودیں گے اور سورج کی شعاع دیکھنے کے قریب ہو چکے ہوں گے تو ان کا نگران کہے گا، چلو باقی کل کھودیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وہ اللہ کی مرضی کا ذکر کریں گے (تو اس کی یہ برکت ہو گی کہ) کل جب وہ آئیں گے تو دیوار اسی طرح ہو گی جس طرح کھودی ہوئی وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ پھر وہ اسے کھود کر لوگوں پر نکل آئیں گے، وہ سارا پانی پی جائیں گے اور لوگ ان سے بچنے کے لیے قلعہ بند ہو جائیں گے۔ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے تو تیر خون سے تر بتر واپس آئیں گے، تب وہ کہیں گے، ہم نے زمین والوں کو زیر کر لیا اور آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ تب اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں کیڑے پیدا کر دے گا، جن سے وہ ہلاک ہو جائیں گے۔“ [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال ...... الخ : ٤٠٨٠]

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے ان کے پاس تشریف لائے اور انھوں نے فرمایا: ”لا الٰہ الا اللہ، تباہی ہے عربوں کے لیے اس شر سے جو قریب آ چکا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو چکا ہے“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو ملا کر ایک حلقہ بنایا۔ [بخاري، كتاب الفتن، باب يأجوج ومأجوج : ٧١٣٥]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں، لہٰذا آپ میرے مسلمان بندوں کو طور پر جمع کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو نکالے گا، تو وہ ہر اونچائی سے نکل بھاگیں گے۔ ان کا پہلا حصہ جب بحیرۂ طبریہ پر پہنچے گا تو جتنا پانی اس میں ہو گا وہ تمام کا تمام پی جائیں گے، پھر ان کے بعد والے آئیں گے تو کہیں گے، کبھی اس میں پانی موجود تھا۔ پھر آگے چلیں گے، یہاں تک کہ اس پہاڑ پر پہنچیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہیں گے، ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا، آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں، چنانچہ وہ اپنے تیر آسمانوں کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود واپس پلٹائے گا۔ اس دوران میں اللہ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب محصور رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کا ایک سر تمھارے نزدیک جو سو (۱۰۰) دینار ہیں، ان سے بہتر ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یعنی یاجوج ماجوج) کی گردنوں پر کیڑے پیدا کر کے انھیں آن واحد میں ایک نفس کی موت کی طرح ہلاک کر دے گا۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے، مگر زمین میں ہر جگہ سڑاند اور بدبو پھیلی ہوگی، چنانچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجے گا جو انھیں وہاں سے لے جا کر دور پھینکیں گے، وہاں کہ جہاں اللہ کا حکم ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ہر مٹی اور خیمے والے گھر میں پہنچے گی اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین کو اس طرح پاک صاف کر دے گا جس طرح زمین کوئی حوض یا باغ ہو۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل اگا اور برکتیں نکال، تو اس وقت ایک انار پوری جماعت کھا سکے گی اور اس کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی کا دودھ کئی جماعتوں کے لیے کافی ہوگا۔ ایک دودھ دینے والی گائے کا دودھ ایک قبیلے کو کفایت کرے گا اور ایک دودھ دینے والی بکری کا دودھ ایک خاندان کو کافی ہوگا۔ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ان کی بغلوں کے نیچے سے اثر کرتی ہوئی گزرے گی اور ہر مومن و مسلم کو فوت کر دے گی، پھر صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح باہم جھگڑیں گے اور انھی پر قیامت قائم ہوگی۔"

[مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال: ۲۹۳۷]

وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۙ﴿۹۹﴾

"اور اس دن ہم ان کے بعض کو چھوڑیں گے کہ بعض میں ریلا مارتے ہوں گے اور صور میں پھونکا جائے گا تو ہم ان کو جمع کریں گے، پوری طرح جمع کرنا۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، یعنی دجال کی موت کے بعد جب یاجوج ماجوج نکلیں گے تو شدت ازدحام کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں گے اور ہر طرف مار دھاڑ اور ظلم و ستم کرنے لگیں گے۔ آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب نفخہ ثانی ہوگا تو لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر موجوں کی طرح ایک دوسرے میں گھس جائیں گے، اس کے بعد سب اللہ کے سامنے میدان محشر میں اکٹھے کیے جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنبیاء: ۹۶] "یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچی

www.sirat-e-mustaqeem.com

جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اور سچا وعدہ بالکل قریب آجائے گا تو اچانک یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی جنھوں نے کفر کیا۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔“

سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم باتیں کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم کیا باتیں کر رہے تھے؟“ ہم نے کہا، ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہیں دیکھ لو گے۔“ پھر آپ نے ذکر فرمایا دھوئیں کا، دجال کا، زمین کے جانور کا، مغرب سے سورج کے نکلنے کا اور عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا، یاجوج ماجوج کا اور تین جگہ خسف کا (یعنی زمین میں دھنسنا) ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور فرمایا: ”ان سب نشانیوں کے بعد یمن سے ایک آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ہانکتی ہوئی ان کے جمع ہونے کی جگہ لے جائے گی۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ : ۲۹۰۱]

وَ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَاۨ ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَ كَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۱

”اور اس دن ہم جہنم کو کافروں کے عین سامنے پیش کریں گے۔ وہ لوگ کہ ان کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ سن ہی نہ سکتے تھے۔“

اس دن اللہ تعالیٰ جہنم کو کافروں کے سامنے لے آئے گا، وہ اسے دیکھیں گے اور اس کی غیظ و غضب بھری آواز سن کر شدید حزن و ملال میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ وہ کفار ہوں گے جن کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑ گیا تھا اور جن کی قوت سماعت یکسر جاتی رہی تھی۔ اس لیے نہ ان دلائل و براہین سے انھیں کوئی فائدہ پہنچا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی تھیں اور نہ انھیں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی آیات میں غور و فکر کی توفیق ہوئی۔ ان کی قوت سماعت ایسی معدوم ہو گئی تھی کہ حق و ہدایت کی بات سننے سے بالکل ہی محروم ہو گئے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴾ [النازعات : ۳۴ تا ۳۶] ”پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آجائے گی۔ جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوگا اور نہ ان کے درمیان کوئی ترجمان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، کیا میں نے تجھ کو (دنیا میں) مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں (بے شک تو نے دیا تھا)۔ پھر

www.sirat-e-mustaqeem.com

فرمائے گا، کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں (تو نے بھیجا تھا)۔ پھر وہ شخص اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا، بائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ تو تم میں سے ہر شخص کو آگ سے ضرور بچنا چاہیے، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی، اگر یہ بھی نہ ملے تو میٹھی بات کہہ کر سہی۔" [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ قبل الرد: ۱٤۱۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ و لو بشق تمرۃ ...... الخ : ۱۰۱٦/٦۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہنم کو قیامت والے دن لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔" [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب جھنم أعاذنا اللہ منھا : ۲۸٤۲]

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْۤ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

"تو کیا جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو حمایتی بنا لیں گے۔ بے شک ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے بطور مہمانی تیار کر رکھا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں مشرکین مکہ کے شرک کی تردید کی گئی ہے اور زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے کہا گیا ہے کہ کیا وہ اس گمان میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ میرے جن بندوں کو انھوں نے میرے سوا اپنا معبود بنا لیا ہے، وہ انھیں نفع پہنچا سکیں گے؟ یہ ان کی خام خیالی ہے، وہ جھوٹے معبود ان کے کسی کام نہیں آئیں گے اور ہم نے تو ایسے کافروں کی ضیافت کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ۸۱ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مریم : ۸۱، ۸۲] "اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک آدمی جب فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے وہاں بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان بزرگوں کے تھے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، اس وقت بتوں کی پوجا نہیں ہوئی، لیکن جب یہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا، تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، نوح علیہ السلام کی قوم کے یہی بت بعد میں عرب میں پوجے گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ﴾ : ٤۹۲۰]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدہ ام سلمہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے ایک گرجے کا ذکر کیا، جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا، اس کا نام ''ماریہ'' تھا۔ اس میں تصویریں تھیں، جن کا ذکر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) تعمیر کرتے تھے اور اس میں یہ تصویریں بناتے تھے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ مخلوقات میں سے بدترین ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ...... الخ : ٤٢٧۔ مسلم، كتاب المساجد، باب النهي عن بناء المساجد على القبور ...... الخ : ٥٢٨]

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ رُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

''کہہ دے کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے اعمال ضائع ہوگئے، سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ ان کی جزا جہنم ہے، اس وجہ سے کہ انھوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کو مذاق بنایا۔''

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ ...... صُنْعًا: یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر وہ شخص اس کا مصداق ہے جو غیر معروف طریقے سے یعنی کتاب و سنت سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور گمان یہ کرے کہ وہ درست اور اس کا عمل مقبول ہے، حالانکہ وہ خطا کار اور اس کا عمل مردود ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴾ [الغاشية : ١ تا ٤] ''کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر پہنچی؟ اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔ محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٢٣] ''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا ﴾ [النور : ٣٩] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے اعمال کسی چٹیل میدان میں ایک سراب کی طرح ہیں، جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

حقیقی معنی میں خسارہ اٹھانے والے لوگ کون ہیں؟ مندرجہ بالا آیات میں انھی کی صفات بیان کی گئی ہیں اور پھر قیامت کے دن ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا، آپ کافروں سے پوچھیے کیا میں تمھیں بتا دوں کہ سب سے زیادہ کون خسارہ پانے والا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی تمام کوششیں رائگاں گئیں، حالانکہ وہ سمجھتے رہے کہ وہ اپنے حق میں بہت ہی اچھا کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں، بعث بعد الموت اور حساب و جزا کا انکار کر دیا، جس کے نتیجہ میں ان کے اعمال بالکل ہی بے کار ہو گئے۔ قیامت کے دن اللہ کی نگاہ میں ان کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں ہوگی، بلکہ حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیے جائیں گے، اس لیے کہ اللہ کے نزدیک صرف نیک اعمال کا اعتبار ہے۔ جب ان کی جھولی میں اعمال صالحہ رہے ہی نہیں تو حقیر ترین بندے بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور اس لیے بھی کہ انھوں نے میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے مصعب رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ آیت: ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴾ کیا اس سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، بلکہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ یہودیوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں۔ خارجیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدے کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ قل هل ننبئكم بالأخسرين أعمالا ﴾ : ٤٧٢٨]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنی امت کے ان افراد کو ضرور پہچان لوں گا جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں جیسی سفید (روشن) نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کو بکھرے غبار میں تبدیل کر دے گا۔“ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ان کی صفات بیان فرما دیجیے، ان (کی خرابیوں) کو ہمارے لیے واضح کر دیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان میں شامل ہو جائیں اور ہمیں پتا بھی نہ چلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ تمھارے بھائی ہیں اور تمھاری جنس سے ہیں، وہ رات کی عبادت کرتے ہیں جیسے تم کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ انھیں جب تنہائی میں اللہ کے حرام کردہ کاموں (یعنی گناہوں) کا موقع ملتا ہے تو ان کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔“ [ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب : ٤٢٤٥]

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ [القارعة : ٦ تا ١١] ”تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے۔ تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا۔ اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کی ماں ہاویہ ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کیا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے؟ ایک سخت گرم آگ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۲ تا ۱۰٤] ”پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جائے گا، پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہے گی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔“ [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة ...... الخ : ۲۸۰۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بھاری بھرکم آدمی آئے گا، لیکن اللہ کے نزدیک اس کا وزن مچھر کے ایک پر کے برابر بھی نہیں ہو گا۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو (بطور دلیل) اس آیت کی تلاوت کر لو: ﴿ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴾ ”سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ أولئك الذين كفروا ...... الخ ﴾ : ٤٧٢٩ ـ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ۲۷۸۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کتنے قیام کرنے والے ہیں کہ جنھیں اپنے قیام سے سوائے بیداری کے اور کچھ نہیں ملتا (یعنی اجر و ثواب نہیں ملتا) اور کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ جنھیں اپنے روزوں سے سوائے بھوک (و پیاس) کے اور کچھ نہیں ملتا۔“ [ابن حبان : ۳٤٨١ ـ مسند أحمد : ۳۷۳/۲، ح : ۸۸۷۸ ـ سنن دارمی : ۳۰۱/۱]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝۱۰۷ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝۱۰۸

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے فردوس کے باغ مہمانی ہوں گے۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، وہ اس سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔“

کافروں کا انجام بیان کیے جانے کے بعد، اب ان لوگوں کا حال و مآل بیان کیا جا رہا ہے جو اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب کی تصدیق کریں گے اور زندگی میں نیک اعمال کرتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی میزبانی کے لیے فردوس بریں کو تیار کر رکھا ہے، جہاں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

گے اور کبھی اور کسی حال میں بھی وہاں سے نکلنا نہیں چاہیں گے۔ وہ جنت اتنی اعلیٰ اور خوب صورت ہوگی کہ وہاں کا رہنے والا جنتی اسے چھوڑ کر کبھی دوسری جگہ جانا نہیں چاہے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۹] ”لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱ تا ۱۱] ”یقیناً کامیاب ہو گئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز (پابندی سے) ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے، خواہ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا نہ کی ہو اور وہیں رہا ہو جہاں پیدا ہوا۔“ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: ”سنو! جنت میں اوپر تلے سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں، ہر درجے کا دوسرے درجے سے اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ پھر جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگو۔ وہ جنت کا مرکزی اور سب سے بلند درجہ ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور فردوس ہی سے جنت کی سب نہریں نکلتی ہیں۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب و كان عرشه على الماء : ۷۴۲۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کے دن شہید ہو گئے، وہ ابھی نوعمر تھے، ان کی والدہ محترمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ حارثہ سے مجھ کو کتنی محبت تھی، اب اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی امید رکھوں گی، لیکن اگر وہ کسی اور حال میں ہے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں (یعنی اس کے لیے کتنا روتی ہوں)؟ آپ نے فرمایا: ”تم پر افسوس! کیا وہاں کوئی ایک جنت ہے؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

وہاں تو بہت سی جنتیں ہیں اور تمھارا بیٹا تو فردوس میں ہے۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرًا : ٣٩٨٢]

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

"کہہ دے اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی بن جائے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں، اگرچہ ہم اس کے برابر اور سیاہی لے آئیں۔"

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی ہے۔ وہ جب اور جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ اس کے کلمات کی کوئی انتہا نہیں ہے، اگر اللہ کے علوم و حکم کے کلمات لکھے جائیں اور سمندر کا پانی بطور روشنائی استعمال کیا جائے، تو یہ کلمات الٰہی ختم نہ ہوں گے، مگر سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا۔ اگر اسی سمندر جیسا دوسرا بھی بطور روشنائی استعمال کیا جائے تو وہ بھی ختم ہو جائے گا اور اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، بلکہ دوسری جگہ تو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [لقمان : ٢٧] "اور اگر واقعی ایسا ہو کہ زمین میں جو بھی درخت ہیں قلمیں ہوں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، جس کے بعد سات سمندر اور ہوں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع ١٢

"کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا، آپ ان مشرکین سے جو آپ کی رسالت کی تکذیب کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ میں تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، مجھ میں اور تم میں فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وحی نازل فرماتا ہے ورنہ مجھے غیب کا کوئی علم نہیں۔ میں تمھیں یہ بھی خبر دیتا ہوں کہ جس اللہ کی عبادت کی طرف میں تمھیں بلاتا ہوں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سو جو کوئی ایمان رکھتا ہے کہ اسے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، اسے شریعتِ محمدیہ کے مطابق عمل صالح کرنا چاہیے اور چاہیے کہ وہ کسی بھی حال میں اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک نہ کرے۔

یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ کے نزدیک عمل مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق ہو اور دوسری یہ کہ اس سے مقصود صرف اللہ کی خوشنودی ہو، شہرت، نام و نمود، ریا کاری یا کوئی اور دنیاوی غرض مقصود نہ ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ﴾ [الأنبياء : ٣] ''یہ تم جیسے ایک بشر کے سوا ہے کیا؟ تو کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہو؟'' اور فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا﴾ [بني إسرائيل : ٩٤] ''اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا، کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو (بھول کر) اس میں کچھ کمی بیشی کر دی۔ جب سلام پھیرا تو لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آ گیا ہے؟ آپ نے پوچھا: ''کیوں، کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا، آپ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو موڑا اور قبلہ کی طرف منہ کیا (اور سہو کے) دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔ بعد ازاں ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: ''اگر نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آتا تو میں ضرور تمھیں بھی بتا دیتا، لیکن بات یہ ہے کہ میں بھی تمھاری طرح بشر ہوں، جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں، تو جب میں بھولوں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔'' [بخاري، كتاب الصلوة، باب التوجه نحو القبلة...... الخ : ٤٠١]

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ کھجور میں پیوند لگاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''یہ کیا کرتے ہو؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا، ہم تو ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم یہ کام نہ کرو تو شاید وہ بہتر ہو۔'' تو لوگوں نے پیوند لگانا چھوڑ دیا، مگر اس سے کھجور پھل کم لائی۔ صحابہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''میں بھی ایک بشر ہی ہوں، جب میں تمھیں دین کی کسی بات کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب میں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو آخر میں بھی آدمی ہی ہوں۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعًا ...... الخ : ٢٣٦٢]۔

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے کہیں زیادہ (ہمہ قسم) شرک سے بے نیاز ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شرک (کے کام) کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٥]

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو شخص (کسی نیکی کے کام کے نتیجہ میں) شہرت کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی بد نیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا، اسی طرح جو کوئی لوگوں کو دکھانے کے لیے کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کام) کو سب لوگوں کو دکھلا دے گا۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب الرياء و السمعة : ٦٤٩٩، ٧١٥٢۔ مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٧]

www.sirat-e-mustaqeem.com

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورة مريم مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ ﴿۱﴾ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا ۚۖ ﴿۲﴾ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّىۡ وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَيۡبًا وَّلَمۡ اَكُنۡۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّىۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِىَ مِنۡ وَّرَآءِىۡ وَكَانَتِ امۡرَاَتِىۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۙ ﴿۵﴾ يَّرِثُنِىۡ وَيَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ ۖ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾

''كٓهٰيٰعٓصٓ ۔ تیرے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے۔ جب اس نے اپنے رب کو چھپی آواز سے پکارا۔ کہا اے میرے رب! یقیناً میں ہوں کہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا اور اے میرے رب! میں تجھے پکارنے میں کبھی بے نصیب نہیں ہوا۔ اور بے شک میں اپنے پیچھے قرابتداروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی شروع سے بانجھ ہے، سو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اسے پسند کیا ہوا بنا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سیدنا زکریا علیہ السلام پر اپنے فضل و کرم کا ذکر کیا ہے جو بنی اسرائیل کے بہت ہی عظیم المرتبت نبی اور سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے والد تھے۔ انھوں نے رات کی تاریکی میں جب دنیا سو رہی تھی، اپنے رب سے سرگوشی کے انداز میں دعا کی اور کہا کہ اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تو نے میری دعا قبول نہ کی ہو، اے میرے مالک! میرے بعد میری قوم کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

باگ ڈور میرے جن رشتہ داروں کے ہاتھ میں جائے گی وہ اس لائق نہیں ہیں کہ ان پر بھروسا کیا جائے، ان میں سے کوئی ایسا نہیں جو دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھ سکے، مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ میرے دعوت الی اللہ کے مقصد کو نقصان پہنچائیں گے۔ میری بیوی تو بانجھ ہے، اس لیے تو محض اپنے فضل و کرم سے مجھے ایک لڑکا عطا فرما جو علم و نبوت اور دعوت و تبلیغ کے کاموں میں میرا اور خاندان یعقوب کے دیگر انبیاء کا وارث بنے اور اے میرے رب! تو اسے بلند اخلاق و کردار والا بنا۔

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل زکریا علیه السلام : ۲۳۷۹]

وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا : یعنی اے میرے اللہ! تو ہمیشہ میری دعا قبول فرماتا رہا ہے اور میں نے جب بھی تجھ سے مانگا تو نے مجھے کبھی محروم نہیں کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان (کے مطابق اس) کے ساتھ ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے، سو جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوں۔ پس جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ ويحذركم الله نفسه ﴾ ...... الخ : ۷۴۰۵۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث على ذكر الله تعالٰی : ۲۶۷۵]

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾ [آل عمران : ۳۸] ''کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کو بہت سننے والا ہے۔''

يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ : سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا (یعنی انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس : ۳۰۹۳۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا نورث ما ترکنا فهو صدقة : ۱۷۵۸، عن عائشة رضی الله عنها]

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، پس تو بھی اس سے محبت کر۔ تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے سو تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس شخص کے لیے زمین میں بھی قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة : ۳۲۰۹۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب إذا أحب الله عبدًا ...... الخ : ۲۶۳۷]

www.sirat-e-mustaqeem.com

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾

''اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور کہا، اے زکریا! ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا اور یہ نام اس سے پہلے کسی کا نہیں تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۳۹] ''تو فرشتوں نے اسے آواز دی، جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو اللہ کے ایک کلمے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے آپ پر بہت ضبط رکھنے والا اور نبی ہوگا نیک لوگوں میں سے۔''

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾

''کہا اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے اور میں تو بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ گیا ہوں۔ کہا ایسے ہی ہے، تیرے رب نے فرمایا ہے یہ میرے لیے آسان ہے اور یقیناً میں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا جب کہ تو کچھ بھی نہ تھا۔''

زکریا علیہ السلام نے یہ خوش خبری پا کر، ظاہری حالات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر اظہار حیرت کیا اور کہا، میرے رب! میری بیوی کے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، کیونکہ وہ تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے اس مرحلے میں داخل ہو چکا ہوں جس کے بعد کوئی تدبیر اور کوئی علاج مفید نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جیسا آپ نے چاہا ویسا ہی ہوگا۔ پھر ان کی حیرت و استعجاب دور کرنے کے لیے مزید کہا، آپ کا رب کہتا ہے کہ ایسا کرنا یعنی بہت ہی بوڑھے باپ اور ہمیشہ سے بانجھ ماں سے بچہ پیدا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور میری قدرت مطلقہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں حیرت کی آپ کے لیے کوئی بات بھی نہیں ہونی چاہیے۔ میں تو آپ کو اس سے پہلے ایک حقیر نطفہ کے ذریعے سے عدم سے وجود میں لا چکا ہوں۔

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا : ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴾ [الدھر : ۱] ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟''

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا فرمایا، جسے اس نے تمام زمین سے جمع کیا، چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے مختلف ہوئی ہے، کئی ان میں سے سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ اور کئی درمیانے رنگ کے اور ان میں سے بعض نرم مزاج ہیں تو بعض سخت مزاج۔“

[أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی القدر : ٤٦٩٣۔ ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة البقرة : ٢٩٥٥]

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰

”کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تندرست ہوتے ہوئے لوگوں سے تین راتیں بات نہیں کرے گا۔“

زکریا علیہ السلام نے کہا، میرے رب! مجھے کوئی نشانی بتا دے، تاکہ میرے دل کو مزید اطمینان حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ کے لیے نشانی یہ ہوگی کہ زبان و جسم کے بالکل صحیح و سالم ہونے کے باوجود تین دن اور تین رات کسی سے بات نہ کر سکیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴾ [آل عمران : ٤١] ”تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن لوگوں سے بات نہیں کرے گا مگر کچھ اشارے سے اور اپنے رب کو بہت زیادہ یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔“

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۱۱

”تو وہ عبادت خانے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا، پس انھیں اشارے سے کہا کہ پہلے اور پچھلے پہر تسبیح کرو۔“

یعنی جب زکریا علیہ السلام کی آواز بند ہوگئی تو محراب سے نکل کر فوراً اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے اشارہ کی زبان میں کہا کہ تم لوگ صبح و شام اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو جاؤ۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ؗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ٩٠] ”تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا، بے شک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے ہی لیے عاجزی کرنے والے تھے۔“

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝۱۲ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ
تَقِيًّا ۝۱۳ۙ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝۱۴ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ
يُبْعَثُ حَيًّا ۝۱۵ ع ۱۵ ۳

”اے یحییٰ! کتاب کو قوت سے پکڑ اور ہم نے اسے بچپن ہی میں فیصلہ کرنا عطا فرمایا۔ اور اپنی طرف سے شفقت اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

پاکیزگی (عطا کی) اور وہ بہت بچنے والا تھا۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا تھا اور وہ سرکش، نافرمان نہ تھا۔ اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوگا اور جس دن زندہ ہو کر اٹھایا جائے گا۔''

زکریا علیہ السلام کے گھر وہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ اس کا نام خود اللہ تعالیٰ نے یحییٰ رکھا اور جب اس نے ہوش سنبھالا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا، اے یحییٰ! تورات کا علم اچھی طرح حاصل کرو۔ اس لیے کہ بنی اسرائیل کے لوگ تورات ہی پڑھتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد تمام انبیائے بنی اسرائیل اور علماء و احبار لوگوں کے درمیان اسی کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ اس لیے ضروری تھا کہ وہ تورات کو اچھی طرح پڑھتے اور اس میں موجود احکام و شرائع کا فہم حاصل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں علم و حکمت، فہم تورات اور اعمال صالحہ کی توفیق دے دی تھی۔ ان کے اندر اپنے والدین، رشتہ داروں، غیروں اور اللہ کی تمام مخلوق کے لیے رحمت و شفقت کا بے پایاں جذبہ پایا جاتا تھا۔

﴿ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا ﴾ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اللہ کی رحمت و شفقت ہمیشہ ان کے شامل حال تھی۔ وہ گناہوں سے یکسر پاک اور ایسے نیک تھے کہ گناہ کا کبھی سوچا ہی نہیں اور اپنے ماں باپ کے ایسے مطیع و فرماں بردار تھے کہ کبھی ان کے سامنے کسی بات پر نہیں اکڑے اور نہ ان کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تمام آفات و بلیات سے امن و سلامتی کی خبر دے دی اور ان کے لیے سلام و تحیہ بھیج دیا، جس دن وہ پیدا ہوئے اس دن شیطان کے چوکا لگانے سے امان میں رہے، جب وفات پائی تو قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے اور جب دوبارہ اٹھائے جائیں گے تو انھیں کوئی گھبراہٹ لاحق نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا یحییٰ علیہ السلام پر انعام خاص اور انتہائے عنایت تھی کہ ان تینوں حالات میں انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن و امان حاصل رہا کہ جب آدمی شدید خوف و وحشت محسوس کرتا ہے اور ضرورت محسوس کرتا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ ہو۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا : سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پانچ باتوں کے بارے میں حکم دیا تھا کہ وہ خود بھی اس پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دیں۔ قریب تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے میں دیر کر دیتے، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کو بھی ان باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیں، تو اب یا تو آپ بنی اسرائیل کو ان باتوں کا حکم دیں، ورنہ میں ان کو حکم دوں گا۔ یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا، اگر تم نے مجھ پر سبقت کی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں دھنسا نہ دیا جاؤں اور مجھ پر عذاب نہ نازل ہو جائے۔ الغرض یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ جب پوری مسجد بھر گئی تو باقی لوگ اونچے مقامات پر بیٹھ گئے، تب یحییٰ علیہ السلام (نے وعظ شروع کیا، انھوں) نے کہا، اللہ عزوجل نے مجھے پانچ باتوں کے متعلق حکم دیا ہے کہ میں خود بھی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان پر عمل کروں اور تمھیں حکم دوں کہ تم بھی ان پر عمل کرو۔ ان میں پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، کیونکہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو اپنے خالص مال یعنی سونے یا چاندی سے کوئی غلام خریدے، پھر اس سے کہے کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے، لہٰذا میرے لیے کام کرتے رہو اور اس کا معاوضہ مجھے ادا کرتے رہو تو وہ عمل کرے اور اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کو اس کا معاوضہ ادا کرے تو تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا ایسا غلام ہو؟ اور بے شک اللہ عزوجل نے تمھیں نماز کا حکم دیا ہے، لہٰذا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ تو ادھر ادھر نہ دیکھو، اس لیے کہ اللہ اپنا چہرہ اپنے بندے کے چہرے کی طرف متوجہ رکھتا ہے جب تک وہ بندہ نماز پڑھتا ہے اور ادھر ادھر نہیں دیکھتا اور اللہ تمھیں روزوں کا حکم دیتا ہے، تو روزہ دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی جماعت میں ہو اور اس کے پاس ایک تھیلی ہو، جس میں مشک ہو تو سب کے سب اسے پسند کرتے ہوں، یا ان کو اس کی خوشبو پسند آتی ہو اور روزہ دار (کے منہ) کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اللہ تمھیں صدقے کا حکم دیتا ہے، تو صدقہ دینے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کو دشمن نے قید کر کے اس کا ہاتھ گردن سے باندھ دیا ہو، پھر اس کو اس کی گردن مارنے کے لیے آگے کیا ہو، تو اس وقت وہ کہے کہ میں قلیل یا کثیر مال سے اپنے نفس کا فدیہ دیتا ہوں، پھر وہ اپنے نفس کا فدیہ دے (اور بچ جائے) اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ اس کا ذکر کیا کرو، ذکر کرنے والے شخص کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے دشمن دوڑتا ہوا نکلے تو وہ (جلدی سے) ایک قلعہ کے پاس پہنچے اور اپنی جان بچا لے۔ بندہ اپنے نفس کو (کسی بھی ذریعے سے) شیطان سے نہیں بچا سکتا، سوائے اللہ کے ذکر کے ذریعے سے۔'' [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل الصلاۃ والصیام والصدقۃ : ۲۸۶۳۔ ابن حبان : ۶۲۳۳۔ مسند أحمد : ۱۳۰/۴، ح : ۱۷۱۷۵]

وَبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا : یعنی وہ اپنے والدین کے اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے اور قول و فعل اور امر و نہی میں ان کی نافرمانی نہیں کرتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک۔'' کہا گیا کہ یا رسول اللہ! کس کی؟ فرمایا: ''جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہ جائے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب رغم من أدرک أبویہ ...... الخ : ۲۵۵۱]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ
حِجَابًا ۗ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ
اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

”اور کتاب میں مریم کا ذکر کر، جب وہ اپنے گھر والوں سے ایک جگہ میں الگ ہوئی جو مشرق کی جانب تھی۔ پھر اس نے ان کی طرف سے ایک پردہ بنا لیا تو ہم نے اس کی طرف اپنا خاص فرشتہ بھیجا تو اس نے اس کے لیے ایک پورے انسان کی شکل اختیار کی۔ اس نے کہا بے شک میں تجھ سے رحمان کی پناہ چاہتی ہوں، اگر تو کوئی ڈر رکھنے والا ہے۔ اس نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔“

سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں ایک گونہ مشابہت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو نہایت بوڑھے باپ اور بالکل بانجھ ماں سے پیدا کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، اس طرح دونوں کی پیدائش میں اللہ کی قدرت کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ اس قرآن میں مریم کا واقعہ پڑھیے اور لوگوں کو سنایئے۔ مریم بنت عمران علیہا السلام، داؤد علیہ السلام کی نسل سے بنی اسرائیل کے ایک دین دار اور شریف گھرانے کی لڑکی تھیں۔ اپنی پیدائش کے بعد انھوں نے اپنے خالو زکریا علیہ السلام کے گھر میں پرورش پائی۔ ہوش سنبھالنے کے بعد آپ بڑی زاہدہ، عابدہ اور شب زندہ دار بن گئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا، تو وہ مسجد اقصیٰ سے ذرا ہٹ کر مشرق کی جانب چلی گئیں۔ وہاں جبریل علیہ السلام اللہ کے حکم سے ان کے سامنے ایک مکمل آدمی کی شکل میں آئے۔ جب مریم علیہا السلام نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کے پردے کا لحاظ کیے بغیر ان کے سامنے آ گیا ہے، تو ان کے ذہن میں شبہ ہوا کہ کہیں یہ آدمی کسی بری نیت سے تو نہیں آیا؟ اسی لیے اپنی انتہائی عفت و پاک دامنی کے زیر اثر کہنے لگیں کہ اے آدمی! اگر تجھے اللہ کا خوف ہے تو میں بے حد رحم کرنے والے اللہ کے ذریعے سے تجھ سے پناہ مانگتی ہوں، تو میرے قریب نہ آ۔ جبریل علیہ السلام نے فوراً ان کے دل سے خوف دور کرنے اور حقیقت حال بیان کرنے کے لیے کہا، میں تمھارے اسی رب کا پیغامبر ہوں جس کے ذریعے سے تم نے پناہ مانگی ہے، مجھے اسی نے تمھارے پاس بھیجا ہے، تاکہ پھونک مار کر اللہ کی جانب سے بطور عطیہ ایک لڑکا دیے جانے کا سبب بنوں جو گناہوں سے پاک ہوگا۔

قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا : یعنی انھوں نے اللہ کا خوف دلاتے ہوئے کہا کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جون کی بیٹی (نکاح کے بعد) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئی اور آپ اس کے قریب گئے تو وہ کہنے لگی، میں تجھ سے اللہ کی امان چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”تو نے بہت بڑی ذات کی امان مانگی، تو جا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔“ [بخاری، کتاب الطلاق، باب من طلق و هل يواجه الرجل امرأته بالطلاق : ۵۲۵۴]

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝۲۰ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝۲۱

www.sirat-e-mustaqeem.com

”اس نے کہا میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ مجھے نہ کسی بشر نے چھوا ہے اور نہ میں کبھی بدکار تھی۔ اس نے کہا ایسے ہی ہے، تیرے رب نے کہا ہے یہ میرے لیے آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی طرف سے ایک رحمت بنائیں اور یہ شروع سے ایک طے کیا ہوا کام ہے۔“

مریم علیہا السلام کو اس خبر سے بہت زیادہ تعجب ہوا، کہنے لگیں کہ مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ نہ میرا کوئی شوہر ہے اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا، ہاں، ایسا ہی ہوگا، اگرچہ تمھارا کوئی شوہر نہیں اور تم کوئی بدکار عورت نہیں، لیکن اس کے باوجود ایسا ہی ہوگا، اس لیے کہ تمھارا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ کہتا ہے ایسا کرنا میرے لیے بہت ہی آسان ہے۔ اس نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور حوا کو صرف مرد سے پیدا کیا، جبکہ باقی ذریت آدم کو ماں باپ کے ذریعے سے پیدا کیا، سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے جنھیں اللہ نے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اس طرح تخلیق انسانی کے چاروں طریقے اختیار کر کے اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنی عظیم قدرت اور بے مثال عظمت کی قطعی دلیل پیش کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے لیے رحمت بنایا، کیونکہ ہر نبی اپنی قوم کے لیے رحمت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کو توحید الٰہی اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم دینے لگے۔ آخر میں جبریل علیہ السلام نے مریم علیہا السلام سے کہا کہ ایسا ہونا اللہ کے علم میں مقدر ہو چکا ہے، ایسا ہو کر رہے گا۔

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا : ”بَغِيًّا“ کے معنی زانیہ کے ہیں، زانیہ سے متعلق سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی کمائی اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔ [بخاری، كتاب البيوع، باب ثمن الكلب : ٢٢٣٧۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب ...... الخ : ١٥٦٧]

وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا : یعنی یہ ایک ایسا کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و مشیت کے مطابق فیصلہ فرما چکا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کو بنانے سے پچاس ہزار برس پہلے لکھ دیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، كتاب القدر، باب حجاج آدم و موسى صلى الله عليهما وسلم : ٢٦٥٣]

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ
يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾

”پس وہ اس (لڑکے) کے ساتھ حاملہ ہوگئی تو اسے لے کر ایک دور جگہ میں الگ چلی گئی۔ پھر دردِ زہ اسے کھجور کے تنے کی طرف لے آیا، کہنے لگی اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بھلائی ہوتی۔“

اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت کے اس فیصلے کے بارے میں جبریل علیہ السلام نے جب مریم علیہا السلام سے مندرجہ بالا گفتگو کی تو

www.sirat-e-mustaqeem.com

انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس کے بعد وہ لوگوں کی باتوں کے ڈر سے اپنی قوم سے دور پہاڑ کے پیچھے یا وادی میں چلی گئیں۔ اس جگہ کا نام بیت اللحم بتایا جاتا ہے جو بیت المقدس سے آٹھ میل دور تھی، اس جگہ وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں، تاکہ ان کے طعنوں سے بچی رہیں۔ بالآخر ولادت کا وقت قریب آ گیا اور درد کی شدت بڑھ گئی تو ایک کھجور کے درخت کے پاس چلی گئیں اور جب انھیں لوگوں کے عار دلانے کا خیال آیا تو بشری تقاضے کے مطابق کہنے لگیں، کاش! مجھے اس سے پہلے موت آ گئی ہوتی، کاش! میں ایک بھولی بسری کہانی بن گئی ہوتی۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ فتنے کے وقت موت کی تمنا کرنا جائز ہے، کیونکہ سیدہ مریم علیہا السلام کو پتا تھا کہ اس بچے کی وجہ سے انھیں ابتلا و آزمائش سے گزرنا پڑے گا، لوگ ان کی بات کو صحیح تسلیم نہیں کریں گے اور ان کی خبر کو سچا نہیں مانیں گے، کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلے ان کی شہرت ایک عابدہ و زاہدہ خاتون کی تھی، مگر اب وہ انھیں ایک بدکار و بدکردار عورت قرار دیں گے۔ موت کی تمنا سے متعلق احادیث رسول پیش خدمت ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی شخص مصیبت نازل ہونے پر موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ اگر وہ لازمی یہ دعا کرنے والا ہے تو اسے یوں کہنا چاہیے، اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ، جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے اس وقت فوت کر جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔“ [بخاري، كتاب المرض، باب تمني المريض الموت : ٥٦٧١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیکی کرنے والا ہے تو شاید مزید نیکیاں کرے اور اگر گناہ گار ہے تو شاید (آئندہ زندگی میں) باز آ جائے۔“ [بخاري، كتاب المرض، باب تمني المريض الموت : ٥٦٧٣]

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَ هُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾

”تو اس نے اسے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کر، بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی (جاری) کر دی ہے۔ اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گی۔ پس کھا اور پی اور ٹھنڈی آنکھ سے رہ، پھر اگر تو آدمیوں میں سے کسی کو دیکھے تو کہہ میں نے تو رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، سو آج میں ہرگز کسی انسان سے بات نہ کروں گی۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے تیرے قدموں میں بطور معجزہ نہر جاری کر دی ہے، کھجور کی شاخ کو پکڑ کر ہلاؤ، اس سے تمھارے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیے تازہ کھجوریں گریں گی۔ کھجور کھاؤ، نہر کا تازہ پانی پیو اور پیارے بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اور غم نہ کرو۔ جب تم کسی آدمی کو دیکھو جو تم سے بچے کے بارے میں سوال کرے تو اشارے کی زبان میں کہہ دو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے خاموش رہنے کی نذر مانی ہے، آج میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ۚۖ

”پھر وہ اسے اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لے آئی، انھوں نے کہا اے مریم! یقیناً تو نے تو بہت برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں کوئی بدکار تھی۔“

جب مریم علیہا السلام فارغ ہو گئیں اور اللہ کے انعامات و کرامات کو دیکھ کر ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا تو اپنے بچے عیسیٰ (علیہ السلام) کو گود میں اٹھائے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ لوگوں نے ان کی گود میں بچہ دیکھ کر غم و حیرت سے ملے جلے جذبے کا اظہار کیا، کیونکہ مریم بہت ہی بڑے دینی خاندان کی بیٹی تھیں۔ لوگوں نے ان پر نکیر کرتے ہوئے کہا، اے مریم! تو نے بہت برا کیا ہے کہ ناجائز بچہ اٹھائے چلی آ رہی ہو۔ مزید ڈانٹ پھٹکار کرتے ہوئے کہا، اے ہارون کی بہن! تیرا باپ تو کوئی بدکار آدمی نہیں تھا اور نہ تیری ماں ہی زانیہ تھی۔ ہارون نام کا ان کا ایک بھائی تھا جو نیکی اور صلاح میں مشہور تھا، جیسا کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نجران آیا تو وہاں کے لوگوں (یعنی نصاریٰ) نے مجھ سے سوال کیا کہ تم یہ پڑھتے ہو: ﴿ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ ﴾ (مطلب یہ کہ یہاں مریم علیہا السلام کو ہارون علیہ السلام کی بہن کہا گیا ہے، حالانکہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے) اور موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام سے اتنی مدت پہلے تھے تو پھر مریم علیہا السلام، ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہو سکتی ہے؟ چنانچہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا، جس پر آپ نے فرمایا: ”(یہ وہ ہارون نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے، بلکہ) بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ وہ پیغمبروں اور اگلے نیک لوگوں کے نام پر نام رکھتے تھے۔“ [مسلم، کتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم ...... الخ : ۲۱۳۵]

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ۙ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ۖ وَّ بَرًّاۢ بِوَالِدَتِيْ ٞ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

”تو اس نے اس کی طرف اشارہ کر دیا، انھوں نے کہا ہم اس سے کیسے بات کریں جو ابھی تک گود میں بچہ ہے۔ اس نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے بابرکت بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی، جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا۔ اور خاص سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوں گا اور جس دن زندہ ہو کر اٹھایا جاؤں گا۔"

مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کر کے لوگوں سے کہا کہ اسی سے پوچھ لو، تو لوگوں نے کہا کہ ہم گود میں موجود بچے سے کیسے بات کریں؟ عیسیٰ علیہ السلام ان کی بات سن کر بول پڑے اور کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے ازل میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ مجھے انجیل دے گا اور نبی بنائے گا۔ جہاں بھی میں رہوں، اس نے مجھے صاحب خیر و برکت اور صاحب دعوت بنایا ہے، میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا رہوں گا۔ اس نے مجھے وصیت کی ہے کہ تادمِ حیات نماز پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور اپنی ماں کا مطیع و فرماں بردار رہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا کہ اللہ نے مجھے تکبر کرنے والا اور گناہ گار نہیں بنایا اور اللہ کی طرف سے امن و سلامتی میرے شامل حال رہی ہے، اس دن جب میں پیدا ہوا اور اس دن بھی رہے گی جب میری موت آئے گی اور جب میں دوبارہ زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے اور وہ شیطان کے چھونے کی وجہ سے چیخنے لگتا ہے، سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إنی أعیذھا بك ...... الخ ﴾ : ٤٥٤٨۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی علیه السلام : ٢٢٦٦]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر اللہ تعالیٰ سیدنا (عیسیٰ) مسیح ابن مریم (علیہما السلام) کو بھیج دیں گے اور وہ دمشق (شام) کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے ...... پھر ابن مریم علیہما السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور "لُد" کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے (لُد شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے) اور اسے قتل کر ڈالیں گے۔" [مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال : ٢٩٣٧]

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝۳۴

"یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔ حق کی بات، جس میں یہ شک کرتے ہیں۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اب تک جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان ہوا اور جو انھوں نے خود اپنی زبان سے اپنے بارے میں کہا، یہی کچھ ان کی حقیقت ہے۔ یہی وہ قول حق ہے جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام وہ نہیں جو ان

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے بارے میں یہود کہتے ہیں کہ وہ جادوگر تھے اور یوسف نجار کے بیٹے تھے اور نہ وہ ہیں جو ان کے بارے میں نصاریٰ کی ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ اللہ تھے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے تھے، جبکہ تیسری جماعت کہتی ہے کہ وہ تین معبودوں میں سے ایک تھے۔ ان میں سے جن لوگوں نے کہا کہ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ تھے، وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ آخر میں فرمایا کہ یہی حق بات ہے جس میں لوگ خواہ مخواہ شک کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے پیغمبر اور اس کا کلمہ ہیں، جنھیں مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا گیا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے، تو اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قوله تعالٰی : ﴿ یأهل الکتب لا تغلوا فی دینکم ﴾ …… الخ : ۳۴۳۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة : ۲۸]

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ﴿۳۵﴾

”کبھی اللہ کے لائق نہ تھا کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں کہ وہ اپنے لیے کوئی لڑکا بنائے، وہ جاہلوں اور نادانوں کی اس بات سے بالکل پاک ہے، وہ تو جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔ جس ذات باری تعالیٰ کی یہ صفت ہے، اس کے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۵۹، ۶۰] ”بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے، سو تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔“

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾

”اور بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔“

یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا نتیجہ ہے کہ بے شک اللہ ہی میرا اور تمھارا رب ہے، اس لیے اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔ جو اس پر چلے گا رشد و ہدایت پائے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا گمراہ ہو جائے گا، جیسا کہ دوسری جگہ عیسیٰ علیہ السلام نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ٥٠، ٥١] ''اور اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے اور تا کہ میں تمھارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔'' اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [یٰس : ٦١] ''اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے۔'' پھر آپ نے اس کی دائیں جانب اور اس کی بائیں جانب کئی خطوط کھینچے، پھر فرمایا: ''یہ جدا جدا راہیں ہیں، ان میں سے ہر راہ پر شیطان بلا رہا ہے۔'' پھر آپ نے پڑھا: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ [الأنعام: ١٥٣] ''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔'' [مسند أحمد : ١/٤٣٥، ح : ٤١٤١۔ مستدرك حاكم : ٢/٣١٨، ح : ٣٢٤١]

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٣٧

''پھر ان گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، ایک بڑے دن کی حاضری کی وجہ سے بڑی ہلاکت ہے۔''

اہل کتاب نے عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کے بارے میں سب کچھ واضح ہو جانے کے باوجود اختلاف کیا، یہود نے انھیں جادوگر اور ان کی ماں کو زانیہ کہا اور نصاریٰ ان کے بارے میں بہت سے طبقوں میں بٹ گئے۔ ان کا فرانہ عقائد کی وجہ سے سبھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کافر ہو گئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی اور کہا کہ قیامت کے دن جب وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ہلاکت و بربادی ان کا مقدر بن جائے گی اور جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ : ''مَشْهَدٍ'' حاضر ہونے کی جگہ یا اجتماع گاہ کو کہتے ہیں، قیامت کے دن سب لوگ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ٩٣ تا ٩٥] ''آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر

www.sirat-e-mustaqeem.com

رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۳] "بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔"

"یَوْمٍ عَظِیْمٍ" سے مراد قیامت کا دن ہے، جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بھی سونے اور چاندی کا مالک ہے، اگر وہ ان کی زکوٰۃ نہیں دیتا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو (اس چاندی اور سونے کے) تختے بنائے جائیں گے، جو جہنم کی آگ میں گرم کیے جائیں گے اور پھر اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ پر اس سے داغا جائے گا، جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو انھیں دوبارہ گرم کیا جائے گا اور یہ اس دن ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔" [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ : ۹۸۷]

اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾

"کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں ہیں۔"

www.KitaboSunnat.com

قیامت کے دن کافروں کا جو حال ہوگا، اسی کی اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ جب وہ لوگ جزا وسزا کے لیے میدان محشر میں آئیں گے تو ان کی قوت سماعت اور قوت بصارت حیرت انگیز حد تک تیز ہوگی، جبکہ دنیا میں ان کا حال یہ تھا کہ نہ وہ حق بات سنتے تھے اور نہ حق کی راہ انھیں نظر آتی تھی، اس لیے کہ انھوں نے حق سمجھنے کے لیے کبھی اللہ کی آیات اور نشانیوں میں غور وفکر کی کوشش نہیں کی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۲] "اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ ﴿۲۰﴾ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآىِٕقٌ وَّ شَهِیْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴾ [ق : ۲۰ تا ۲۲] "اور صور میں پھونکا جائے گا، یہی عذاب کے وعدے کا دن ہے۔ اور ہر شخص آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً تو اس سے بڑی غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ‌ ۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾

’’اور انھیں پچھتاوے کے دن سے ڈرا جب (ہر) کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ سراسر غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے کہ آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جس دن سب لوگ حسرت کر رہے ہوں گے، گناہ گار اپنے گناہوں کو یاد کر کے اور نیک آدمی یہ سوچ کر کہ اس نے نیک کام مزید کیوں نہ کیے؟ اس دن تمام امور کا فیصلہ ہو جائے گا، حساب ہو چکے گا اور نامہ ہائے اعمال لپیٹ کر رکھ دیے جائیں گے، اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں بھیج دیے جائیں گے۔ لیکن آج حال یہ ہے کہ لوگوں پر شدید غفلت طاری ہے، اکثر تو آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔

”يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ“ یعنی قیامت کا دن حسرت کا دن ہوگا، اس دن کافروں کو حسرت ہوگی کہ کاش! ہم مسلمان ہوتے اور آج اللہ کے عذاب سے بچ جاتے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَ اتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَّ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطۡتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَ اِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ ﴿۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰٮنِىۡ لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۵۷﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ حِيۡنَ تَرَى الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِىۡ كَرَّةً فَاَكُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴾ [الزمر: ٥٤ تا ٥٨] ’’اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس سب سے اچھی بات کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم سوچتے بھی نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں سے تھا۔ یا کہے کہ اگر واقعی اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیز گاروں میں سے ہوتا۔ یا کہے جب وہ عذاب دیکھے کاش! واقعی میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴾ [الحآقة: ٤٨ تا ٥٠] ’’اور بے شک یہ (قرآن) ڈرنے والوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً کافروں کے لیے حسرت (کا باعث) ہے۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، پھر کہا جائے گا، اے اہل جنت! کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ گردنیں اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہیں گے کہ ہاں! یہ موت ہے۔ پھر کہا جائے گا، اے آگ والو! کیا تم اسے جانتے ہو؟ تو وہ بھی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے، ہاں! یہ موت ہے، تو اب حکم ہوگا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی منادی کی طرف سے یہ ندا کر دی جائے گی کہ اے اہل جنت! تمھارے لیے اب کبھی موت نہیں اور اے اہل جہنم! اب تمھارے لیے بھی کبھی موت نہیں۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [مریم : ۳۹] ''اور انھیں پچھتاوے کے دن سے ڈرا جب (ہر) کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ سراسر غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔'' اور آپ نے فرمایا: ''یہ اہل دنیا غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔'' [مسند أحمد : ۹/۳، ح : ۱۱۰۷۲۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله عزوجل : ﴿ و أنذرهم يوم الحسرة ﴾ : ۴۷۳۰۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون …… الخ : ۲۸۴۹]

ع ۲/۵ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

''بے شک ہم، ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

ایک دن ایسا آئے گا کہ زمین پر موجود تمام مخلوقات موت کے گھاٹ اتار دی جائیں گی، کوئی باقی نہیں رہے گا، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات رہ جائے گی۔ وہی زمین اور اپنی تمام مخلوقات کا تنہا وارث ہوگا اور پھر سب کے سب دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے پاس آئیں گے اور اسی کے حضور کھڑے ہو کر اپنے اعمال کا حساب چکائیں گے اور اچھا یا برا بدلہ پائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾ [القصص : ۵۸] ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اترا گئی تھیں، تو یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے بعد آباد نہیں کیے گئے مگر بہت کم اور ہم ہی ہمیشہ وارث بننے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الحجر : ۲۳ تا ۲۵] ''اور بے شک ہم، یقیناً ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کو جان رکھا ہے جو تم میں سے بہت آگے جانے والے ہیں اور بلاشبہ ہم نے ان کو بھی جان رکھا ہے جو بہت پیچھے آنے والے ہیں۔ اور بے شک تیرا رب ہی انھیں اکٹھا کرے گا۔ یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ
فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ
عَصِيًّا ﴿٤٤﴾

''اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر، بے شک وہ بہت سچا تھا، نبی تھا۔ جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟ اے میرے باپ! بے شک میں، یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے میرے پیچھے چل، میں تجھے سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔''

یہاں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے کافر باپ آزر کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں، ذرا انھیں آپ قرآن کریم میں درج ان کی دعوت تو سنا دیجیے جو انھوں نے اپنے باپ آزر کو پیش کی تھی، جو مکہ کے بت پرستوں کی طرح بت پرست تھا، جبکہ ابراہیم علیہ السلام بہت صدق وصفا والے اور اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو بت پرستی سے روکنے کے لیے نہایت ادب کے ساتھ کہا، اے میرے باپ! آپ ایسے بت کی کیوں پوجا کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کو کوئی نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے؟ یعنی عبادت تو بہت بڑی تعظیم ہے، یہ بے جان اصنام تو اس لائق بھی نہیں کہ کوئی صاحب عقل انسان انھیں کوئی حیثیت بھی دے، پھر آپ کیوں ان کی عبادت کرتے ہیں؟ انھوں نے دوبارہ نہایت نرمی اور ادب کے ساتھ اپنے باپ کو حق کی طرف بلایا اور کہا، ابا جان! میرے پاس کچھ ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، اس لیے آپ ناراض نہ ہوں اور میری بات مان لیجیے، تاکہ میں آپ کو اس راہ پر لے چلوں جو اعتدال کی راہ ہے، نہ اس میں افراط ہے کہ جو عبادت کا مستحق نہیں ہے اس کی عبادت کی جائے اور نہ تفریط ہے کہ جو عبادت کا مستحق ہے اس کی عبادت چھوڑ دی جائے۔ یہی حال اخلاق و اعمال کے باب میں بھی ہے کہ یہ راہ ہر اچھے اخلاق و اعمال کی طرف لے جاتی ہے اور برے اخلاق و اعمال سے دور رکھتی ہے اور یہ بھی سکھاتی ہے کہ اگرچہ عرف عام میں بیٹا باپ کی پیروی کرتا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ حق کی اتباع کی جائے اور جو محتاج ہدایت ہے وہ انسان کامل کی پیروی کرے۔

تیسری بار بھی انھوں نے اپنے باپ کو نرمی اور ادب کے ساتھ ہی مخاطب کیا، لیکن جس بت پرستی میں وہ مبتلا تھا اس کی قباحت انھوں نے کھول کر بیان کی اور اس سے روکنے کی کوشش کی۔ کہا، ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کیجیے، یعنی انسان بت کی پوجا شیطان کے حکم ہی سے کرتا ہے اور شیطان ہی اس کام کو اس کی نظر میں اچھا بنا کر پیش کرتا ہے، اس

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیے بت کی پوجا درحقیقت شیطان کی پوجا ہوتی ہے۔ اس نہی و انکار میں تاکید پیدا کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے مزید کہا کہ شیطان تو اللہ کا سرکش و نافرمان ہے۔

يَاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

”اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپڑے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔“

چوتھی بار بھی انھوں نے اپنے باپ کو حسن ادب کے ساتھ پکار کر بت پرستی کے برے انجام سے ڈرایا اور کہا کہ اگر اس نے ان کی بات نہ مانی تو ڈر ہے کہ اللہ کا کوئی عذاب اس پر نازل ہو جائے، اس لیے کہ جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اس کے دشمن کو اپنا دوست بنائے گا، اسے وہ اپنی رحمت سے دور کر دے گا، جیسا کہ شیطان کے ساتھ ہوا ہے۔ پھر وہ عذاب و لعنت میں شیطان کا ساتھی اور اس کا شریک ہو جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [صٓ : ۸۵] ”کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ۶۳] ”اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾

”اس نے کہا کیا تو میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والا ہے اے ابراہیم!؟ یقیناً اگر تو باز نہ آیا تو میں ضرور ہی تجھے سنگسار کر دوں گا اور مجھے چھوڑ جا، اس حال میں کہ تو صحیح سالم ہے۔“

آزر نے ان پیغمبرانہ نصیحتوں کا کوئی اثر قبول نہیں کیا اور سختی کے ساتھ توحید کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ پھر دھمکی دیتے ہوئے کہا، اے ابراہیم! کیا تمھیں میرے معبودوں سے نفرت ہے کہ تم ان کی عیب جوئی کر رہے ہو؟ یاد رکھو! اگر تم انھیں برا کہنے سے باز نہ آئے اور اپنی نصیحتیں بند نہ کیں تو میں تمھیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم مجھ سے دور ہو جاؤ، قبل اس کے کہ تمھارا صحیح سالم جسم میرے ہاتھوں بے کار نہ ہو جائے۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

”کہا تجھ پر سلام ہو، میں اپنے رب سے تیرے لیے ضرور بخشش کی دعا کروں گا، بے شک وہ ہمیشہ سے مجھ پر بہت

www.sirat-e-mustaqeem.com

مہربان ہے۔“

ابراہیم علیہ السلام اپنے کافر باپ کا سخت جواب سن کر بھی حدِ ادب سے نہیں نکلے اور اس کے لیے سلامتی کی دعا کی، گویا یہ کہنا چاہا کہ اگرچہ آپ مجھے سنگسار کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں، لیکن میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت کی دعا کروں گا، وہ مجھ پر بہت ہی کرم فرما ہے، اس لیے مجھے مایوس نہیں کرے گا۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ [الفرقان : ٦٣] ”اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ٝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ٝ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [القصص : ٥٥] ”اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔“

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ٝ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا : سیدنا ابراہیم علیہ السلام ابتدا میں اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے، جیسا کہ آپ کی درج ذیل دعا سے ثابت ہے: ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴾ [إبراهيم : ٤١] ”اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان والوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔“

ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلمان بھی ابتدائے اسلام میں اپنے مشرک رشتہ داروں اور اہل و عیال کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی، ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ٝ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ٝ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ [الممتحنة : ٤] ”یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں ہوں۔“ ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ کہا کہ میں آپ کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تو ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو اپنے لیے نمونہ قرار نہ دو اور اس میں ان کی پیروی نہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ خود ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسے ترک کر دیا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۝ وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ ﴾ [التوبة : ۱۱۳، ۱۱۴] ''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہوگیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہوگیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖؗ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا۝۴۸

''اور میں تم سے اور ان چیزوں سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں بے نصیب نہیں ہوں گا۔''

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کا یہ گھر بار اور شہر چھوڑ کر کہیں اور جا رہا ہوں اور اللہ کے سوا جن معبودوں کی آپ لوگ عبادت کرتے ہیں، میں ان سے اپنی دوری کا اعلان کرتا ہوں اور میں صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا، مجھے امید ہے کہ میرا رب میری دعا ضائع نہیں کرے گا اور مجھے اہل و عیال عطا کرے گا جو تنہائی میں میرے لیے انس و سکون کا باعث بنیں گے۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا۝۴۹ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا۝۵۰ ع

''تو جب وہ ان سے اور ان چیزوں سے جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے، الگ ہوگیا تو ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت سے حصہ عطا کیا اور انھیں سچی ناموری عطا کی، بہت اونچی۔''

ابراہیم علیہ السلام جب اللہ کی خاطر اپنے خاندان، گھر بار اور شہر کو چھوڑ کر بیت المقدس چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اسحاق علیہ السلام جیسا بیٹا اور یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا عطا کیا، دونوں ہی ان کی زندگی میں نبی ہوئے اور جنھیں پا کر ان کی تنہائی دور ہوئی اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور سب کو یعنی ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت کا وافر حصہ عطا کیا، نبوت دی، اولاد صالح دی، روزی دی اور بیت المقدس کی سرزمین کا وارث و

www.sirat-e-mustaqeem.com

مالک بنایا اور اقوام عالم میں ان سب کو نیک نامی دی، چنانچہ تمام اصحاب ملل و ادیان ابراہیم اور اولاد ابراہیم کی تعریف کرتے ہیں اور ان کی جانب اپنی نسبت کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى إِبْرٰهِيمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِإِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِينَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى إِسْحٰقَ ۚ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴾ [الصافات : ۱۰۸ تا ۱۱۳] ”اور پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔ کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔ اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، جو نبی ہوگا، صالح لوگوں سے (ہوگا)۔ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔“

وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”سب سے بہتر اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام ہیں، جو اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور وہ اللہ کے نبی اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور وہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ﴿ أم كنتم شهداء إذ حضر ...... الخ ﴾ : ۳۳۷٤۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیه السلام : ۲۳۷۸] سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تھے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و يتم نعمته عليك و على آل يعقوب ﴾ : ٤٦٨٨]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوسٰى ۚ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝۵۱

”اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کر، یقیناً وہ خالص کیا ہوا تھا اور ایسا رسول جو نبی تھا۔“

ابراہیم علیہ السلام کے بعد اب موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر ہو رہا ہے، جن کا مقام اللہ کی نگاہ میں بہت بلند تھا، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آپ قرآن کریم میں مذکور موسیٰ علیہ السلام سے متعلق آیات کی بھی لوگوں کے سامنے تلاوت کیجیے، اس لیے کہ ہم نے انھیں بھی اپنی پیغامبری کے لیے چن لیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ يٰمُوسٰى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِي وَبِكَلَامِي ﴾ [الأعراف : ۱٤٤] ”فرمایا اے موسیٰ! بے شک میں نے تجھے اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں پر چن لیا ہے۔“

وَنَادَيْنٰهُ مِن جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝۵۲

”اور ہم نے اسے پہاڑ کی دائیں جانب سے آواز دی اور سرگوشی کرتے ہوئے اسے قریب کرلیا۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپسی پر طور کے پاس سے گزرے، وہاں انھیں آگ کی ضرورت پڑی، ایک جگہ آگ دکھائی پڑی، وہاں پہنچے ہی تھے کہ پہاڑ کی طرف ایک درخت تھا جس کے درمیان سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں اللہ ہوں۔ اللہ نے انھیں قریب کیا اور ان سے سرگوشی کی اور بغیر واسطۂ وحی کے اللہ ان کی بات سن رہا تھا اور وہ اللہ کی بات سن رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کو طور پر نبوت ملی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ [القصص : ٤٤] ”اور اس وقت تو مغربی جانب میں نہیں تھا جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم کی وحی کی اور نہ تو حاضر ہونے والوں سے تھا۔“

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

”اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا۔“

موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا احسان یہ کیا کہ ان کی دعا قبول کر کے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾ [طٰهٰ : ۲۹ تا ۳٦] ”اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون کو، جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ساتھ میری پشت مضبوط کر دے۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔ تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں۔ اور تجھے بہت یاد کریں۔ بے شک تو ہمیشہ ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا رہا ہے۔ فرمایا بے شک تجھے تیرا سوال عطا کر دیا گیا اے موسیٰ!“

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾

”اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کر، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور ایسا رسول جو نبی تھا۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ نے مریم، عیسیٰ، موسیٰ، اسحاق اور ابراہیم علیہم السلام سے متعلق قرآنی آیات کی تلاوت کر کے لوگوں کو بات سمجھائی ہے، اب اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے متعلق آیات کی بھی تلاوت کیجیے، اس لیے کہ وہ وعدے کے بہت ہی سچے انسان تھے۔ جب بھی کسی انسان سے کوئی وعدہ کرتے تو بہر حال اسے پورا کرتے اور سب سے بڑا اور خطرناک وعدہ اپنی جان کی قربانی سے متعلق اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام سے کیا اور کہا: ﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [الصافات : ۱۰۲] ”اگر اللہ نے چاہا تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔“ تو اس وعدے کو ایسی نیازمندی کے ساتھ پورا کیا کہ رہتی دنیا تک کے لیے سپردگی اور فدائیت کا اولین نمونہ بن گئے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند رسول اور نبی تھے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ : وعدے کو سچ ثابت کر دکھانا صفات حمیدہ میں سے ہے، جبکہ وعدے کی خلاف ورزی مذموم صفات میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ۲، ۳] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳]

جب یہ منافقوں کی صفات ہیں تو ان سے متضاد صفات مومنوں کی ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کی ہے کہ وہ وعدے کے سچے تھے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صادق الوعد تھے، آپ جس کسی سے جو وعدہ بھی فرماتے تو اسے پورا فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص بن ربیع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ”اس نے مجھ سے بات کی اور سچی بات کی اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا اور اسے پورا کر دکھایا۔“ [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی ﷺ ...... الخ : ۳۱۱۰۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة رضی الله عنها : ۹۵/۲۴۴۹]

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا : یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نبی اور رسول بھی تھے جیسا کہ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اولاد ابراہیم میں سے اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو (نبوت و رسالت کے لیے) پسند فرمایا اور اولاد اسماعیل میں سے بنو کنانہ کو چنا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے چنا۔“ [ترمذی، کتاب المناقب عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی فضل النبی ﷺ : ۳۶۰۵]

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝۵۵

”اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں پسند کیا ہوا تھا۔“

یعنی اسمٰعیل علیہ السلام اپنے اہل و عیال کو نماز و زکوٰۃ اور دیگر نیک کاموں کا حکم دیتے تھے، تاکہ دوسروں کے لیے اچھی مثال بنیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے: ﴿ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ [طٰہٰ : ۱۳۲] ”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحریم : ۶] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں،

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس مرد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جو رات تہجد پڑھنے کے لیے اپنے بستر سے اٹھتا ہے اور پھر اپنی بیوی کو بھی اٹھاتا ہے، اگر وہ نہیں اٹھتی تو وہ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے (اور اسے نیند سے بیدار کرتا ہے) اور اس عورت پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتی ہے اور پھر اپنے میاں کو بھی جگاتی ہے اور اگر وہ نہ جاگے تو وہ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔“ [أبو داوٗد، كتاب التطوع، باب قيام الليل : ١٣٠٨۔ نسائي، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، باب الترغيب في قيام الليل : ١٦١١]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ۙ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

”اور کتاب میں ادریس کا ذکر کر، بے شک وہ ایسا نہایت سچا تھا، جو نبی تھا۔ اور ہم نے اسے بہت اونچے مقام پر بلند کیا۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ادریس علیہ السلام سے متعلق قرآنی آیتوں کی تلاوت کر کے لوگوں کو سنائیے، اس لیے کہ وہ بھی قول و عمل میں بہت ہی سچے اور نبی تھے اور ہم نے ان کو بہت ہی اونچے مقام پر فائز کیا تھا۔ شرف نبوت سے نوازا تھا اور اپنے مقرب ترین بندوں میں سے بنایا تھا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۫ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ﴿۵۸﴾ السجدۃ

السجدة ۵

”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے، آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے اور ان لوگوں سے جنھیں ہم نے ہدایت دی اور ہم نے چن لیا۔ جب ان پر رحمان کی آیات پڑھی جاتی تھیں وہ سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔“

زکریا علیہ السلام سے لے کر ادریس علیہ السلام تک جن انبیائے کرام علیہم السلام کا اس سورت میں ذکر آیا ہے، انھی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت سی دنیوی اور دینی نعمتیں دی تھیں، یہ انبیائے کرام آدم، ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام کی اولاد سے تھے، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے راہ حق کی طرف ہدایت دی تھی اور نبوت جیسے عظیم ترین مقام و مرتبہ کے لیے چن لیا تھا۔ یہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے، جس میں توحید کے دلائل اور نصیحت کی دیگر باتیں ہوتی تھیں، تو اللہ کے سامنے سر بسجود ہو جاتے تھے اور شدت خشوع و خضوع سے روتے تھے۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اقتدا اور اتباع کے پیش نظر یہاں سجدہ کرنا مشروع و مستحب ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾

’’پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ نے سعادت مند لوگوں کی جماعت کا ذکر فرمایا، یعنی انبیاء علیہم السلام کا اور ان کی اتباع کرنے والوں کا، تو اب یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کے بعد ان کے ایسے ناخلف جانشین بنے، جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور دنیا کی خواہشوں اور لذتوں کے پیچھے پڑ گئے، جب انھوں نے دنیا ہی کی زندگی کو اپنا منتہائے مقصود قرار دے لیا تو عنقریب ان لوگوں کو روز قیامت گمراہی کی سزا ملے گی اور یہ لوگ خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ ایک رائے یہ ہے کہ ’’غَيٌّ‘‘ جہنم میں ایک کنواں یا ایک وادی ہے، یعنی قیامت کے دن ایسے لوگ جہنم کے اسی کنویں یا وادی میں ڈال دیے جائیں گے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ : نمازوں کو ضائع کرنے سے مراد نمازوں کا ترک کرنا اور ان کے اوقات اور ارکان سے غفلت برتنا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴾ [الماعون : ۴، ۵] ’’پس ان نمازیوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔‘‘

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آدمی اور شرک و کفر کے درمیان فرق ترک نماز کا ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة : ۸۲]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے، وہ نماز ہے، تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا بے شک اس نے کفر کیا۔‘‘ [ترمذي، كتاب الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلوة : ۲٦۲۱]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم اس وقت کیا کرو گے جب تمھارے اوپر ایسے امیر مقرر ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے لیٹ کریں گے۔‘‘ یا فرمایا: ’’نماز کو اس کے وقت سے قضا کریں گے۔‘‘ میں نے عرض کی کہ آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’تم اپنے وقت پر ادا کر لینا، پھر ان کے ساتھ بھی اتفاق ہو تو پڑھ لینا کہ وہ تمھارے لیے نفل ہو جائے گی۔‘‘ [مسلم، كتاب المساجد، باب كراهة تأخير الصلوة عن وقتها المختار ...... الخ : ٦٤٨]

وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ : خواہشات کی پیروی کرنا اور شریعتِ الٰہیہ کو نظر انداز کرنا گویا اپنی خواہشات کو الٰہ بنانا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الجاثية : ۲۳] ’’پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [القصص : ٥٠] ''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿۶۲﴾

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کے لیے اس میں ان کا رزق صبح و شام ہوگا۔''

ان برے جانشینوں میں سے جو لوگ تائب ہو جائیں گے، نماز کی حفاظت کریں گے، خواہشات کی غلامی ترک کر دیں گے اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں ان کے سلف صالحین کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا اور ان کے اعمال صالحہ کا معمولی سا اجر بھی ضائع نہیں کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانی اور لطف و کرم کی کثرت اور بہتات ہے۔ یہ استثنا اسی طرح ہے جیسا کہ سورۂ فرقان کی حسب ذیل آیات میں ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰۗىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَـيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان : ٦٧ تا ٧٠] ''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور وہ جنت جس میں وہ لوگ داخل ہوں گے، اس کا نام ''جنت عدن'' ہے۔ اسی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں سے کر رکھا ہے جو اس ذات برحق پر بن دیکھے ایمان رکھتے ہیں۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا، اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس جنت میں رہنے والے جنتی کوئی فضول اور لغو بات نہیں سنیں گے، بلکہ فرشتے انھیں سلام کریں گے، یا آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور ہر کھانے کے وقت ان کا من پسند کھانا انھیں ملتا رہے گا۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا : یعنی ان باغ ہائے بہشت میں سلام کے سوا کوئی لغو یا بے ہودہ کلام نہیں ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ [الواقعة : ۲۵، ۲۶] ”وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۳، ۲۴] ”ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔“

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا : یعنی صبح و شام کے اوقات کی طرح انھیں کھانا ملے گا، لیکن وہاں رات دن نہیں ہوں گے۔ اوقات کے آنے جانے کو وہ روشنیوں اور انوار و تجلیات سے پہچانیں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور نورانی ہوں گے، وہ نہ اس میں تھوکیں گے، نہ انھیں ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ وہ پیشاب و پاخانہ کریں گے، ان کے برتن سونے کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہو گا اور ان کے پسینے میں سے مشک کی خوشبو پھوٹے گی۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، جن کا حسن کی وجہ سے پنڈلیوں کا گودا گوشت کے نیچے سے نظر آئے گا۔ جنتیوں کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہو گا اور نہ بغض وعناد، ان کے دل ایک دل کی مانند ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح پڑھا کریں گے۔“ [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۵۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة وأهلها : ۲۸۳٤/۱۷]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شہید لوگ اس وقت ایک نہر کے کنارے جنت کے دروازے کے پاس سبز رنگ کے قبوں (خیموں) میں ہیں۔ انھیں صبح و شام ان کی روزی جنت میں سے پہنچائی جاتی ہے۔“ [مسند أحمد : ۱/ ۲٦٦، ح : ۲۳۹٤۔ ابن حبان : ٤٦٥٨۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۷٤، ح : ۲٤۰۳]

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝

”یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بناتے ہیں جو متقی ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وہ جنت ہو گی جو ہم اپنے ان بندوں کو دیں گے جو اہل تقویٰ ہوں گے، خوشی اور غمی ہر حال

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں ہمارے فرماں بردار ہوں گے، غصے کو دبائیں گے اور لوگوں سے درگزر کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱ تا ۱۱] ''یقیناً کامیاب ہو گئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٢، ٤٣] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتے، یہ لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔''

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا، (اے جنت والو!) تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم ہمیشہ زندہ رہو گے تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم ہمیشہ جوان رہو گے تم پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا اور تم ہمیشہ عیش اور چین میں رہو گے تمھیں کبھی رنج نہیں پہنچے گا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٣] ''اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٣٧]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾

''اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم کے ساتھ۔ اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور تیرا رب کبھی بھولنے والا نہیں۔''

آیت کا مفہوم جبریل علیہ السلام کی زبانی یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم فرشتے زمین پر، یا ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترتے ہیں۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے، ایک ذرہ بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہے۔ ہم کوئی کام اس کی اجازت کے بعد ہی کرتے ہیں۔ اس لیے میرا آپ کے پاس نہ آنا، اس کا حکم نہ ہونے کی وجہ سے تھا، اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اللہ آپ کو بھول گیا تھا یا آپ کو چھوڑ دیا تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: ''آپ جتنا ہماری ملاقات کے لیے آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟'' اس کے جواب میں یہ آیت اتری: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مریم : ٦٤] ''اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم کے ساتھ۔ اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور تیرا رب کبھی بھولنے والا نہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿وما نتنزل إلا بأمر ربك ...... الخ﴾ : ٤٧٣١]

<u>وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا</u> : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اسلام سے پہلے لوگ کئی چیزوں کو کھاتے اور کئی کو ناپسند کرتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی مبعوث فرمایا، اپنی کتاب نازل کی، حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا، تو جس کو اس نے حلال کیا وہ حلال ہے اور جس کو اس نے حرام کیا وہ حرام ہے اور جس کے بارے میں خاموشی اختیار کی وہ معاف ہے۔ [أبو داؤد، کتاب الأطعمة، باب ما لم یذکر تحریمہ : ٣٨٠٠۔ مستدرك حاكم : ١١٥/٤، ح : ٧١١٣]

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ ع۴

''جو آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، سو اس کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر خوب صابر رہ۔ کیا تو اس کا کوئی ہم نام جانتا ہے؟''

آپ کا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں، ان سب کا رب ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ غفلت اور بھول چوک اس پر طاری ہو سکتی ہے۔ اس لیے اے میرے نبی! آپ اسی کی عبادت کیجیے اور تا دم حیات اس پر ثابت قدم رہیے۔ کیا آپ کے علم میں آپ کے رب کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

کوئی شبیہ اور کوئی مد مقابل ہے، جس کی طرف آپ التفات کریں، تاکہ وہ آپ کی حاجت پوری کر دے۔ جب ایسی بات نہیں ہے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، اسی کی عبادت کی جائے اور اس راہ میں پیش آنے والی ہر تکلیف پر صبر کیا جائے۔

وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾

”اور انسان کہتا ہے کیا جب میں مر گیا تو کیا واقعی عنقریب مجھے زندہ کر کے نکالا جائے گا؟“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ انسان اس بات پر تعجب کرتا اور اسے بعید سمجھتا ہے کہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ [الرعد : ٥] ”اور اگر تو تعجب کرے تو ان کا یہ کہنا بہت عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم یقیناً ایک نئی پیدائش میں ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ﴾ [يٰس : ٧٧ تا ٧٩] ”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (مشرک) عاص بن وائل ایک بوسیدہ ہڈی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنے لگا اور پھر کہنے لگا، اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس ہڈی کے فنا ہونے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا (اور سن! وہ اللہ) تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا اور پھر تمھیں جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔“ [مستدرك حاكم : ٢/ ٤٢٩، ح : ٣٦٠٦]

اَوَ لَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿۶۷﴾

”اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ بے شک ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا، جب کہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلی دفعہ کے پیدا کرنے سے دوبارہ پیدا کرنے پر استدلال کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس وقت پیدا فرمایا جبکہ اس کا کوئی ذکر تک نہ تھا اور اب جبکہ وہ وجود میں آ گیا ہے تو کیا وہ اسے دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [الروم : ٢٧] ”اور وہی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ [الدهر : ١، ٢] ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟ بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مجھے ابن آدم نے جھٹلایا، حالانکہ یہ اس کے لائق نہ تھا۔ مجھے ابن آدم نے گالی دی، حالانکہ یہ بھی اس کے لائق نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں اسے دوبارہ پیدا نہیں کروں گا، حالانکہ میرے لیے اسے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی کوئی اولاد ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، سورة ﴿ قل هو الله أحد ﴾ : ٤٩٧٤]

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝٦٨ ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ۝٦٩ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ۝٧٠

''تو قسم ہے تیرے رب کی! بے شک ہم ان کو اور شیطانوں کو ضرور اکٹھا کریں گے، پھر بے شک ہم انھیں جہنم کے گرد ضرور گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے۔ پھر بے شک ہم ہر گروہ میں سے اس شخص کو ضرور کھینچ نکالیں گے جو ان میں سے رحمان کے خلاف زیادہ سرکش ہے۔ پھر یقیناً ہم ان لوگوں کو زیادہ جاننے والے ہیں جو اس میں جھونکے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا، اے میرے نبی! ہم ان تمام منکرین قیامت اور شیاطین کو میدان محشر میں جہنم کے گرد جمع کریں گے، درآں حالیکہ وہ مارے دہشت کے ذلیل وخوار گھٹنوں کے بل بیٹھے جہنم کو دیکھ رہے ہوں گے، کھڑے ہونے کی ان کے اندر طاقت ہی نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ [الجاثية : ٢٨] ''اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا۔''

پھر ان تمام جماعتوں میں سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کرے گا جو دنیا میں زیادہ سرکش اور متکبر تھے۔ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے تھے اور احکام الٰہی کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم زیادہ جانتے ہیں کہ وہ جہنم میں جلائے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ پہلے انھیں جہنم میں ڈالا جائے گا، پھر دوسرے جہنمی ڈالے

www.sirat-e-mustaqeem.com

جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ”یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔“

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کرے (جس کا نمونہ قرآن و حدیث میں موجود ہو) تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کے اجر کے برابر بھی اس کے لیے اجر ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرے (مثلاً بدعت یا گناہ کا کام) تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا اور ان لوگوں کے بوجھ کے برابر بھی بوجھ ہوگا جو اس کے بعد اس برے طریقے کو جاری رکھیں گے اور ان کے بوجھوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔“ [مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق ...... الخ : ۱۰۱۷]

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ۝۷۱ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ۝۷۲

”اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔ یہ ہمیشہ سے تیرے رب کے ذمے قطعی بات ہے، جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈر گئے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنا ایک حتمی فیصلہ سنایا ہے کہ مومن ہو یا کافر، ہر ایک کو بہر حال جہنم سے واسطہ پڑے گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اہل تقویٰ کو اس سے نجات دے گا اور جن لوگوں نے کفر و تکبر کی زندگی گزاری ہوگی اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا، جہنم میں شدید عذاب جھیلنے کے لیے چھوڑ دیے جائیں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آیت: ﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب لوگ دوزخ پر پہنچیں گے اور پھر اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے واپس ہوں گے۔ پہلا گروہ تو بجلی کی چمک کی طرح گزر جائے گا، دوسرا ہوا کی طرح، تیسرا گھڑ سوار کی طرح، چوتھا اونٹ کی طرح، پانچواں دوڑنے والے شخص کی طرح اور چھٹا یوں جیسے آدمی پیدل چلتا ہو۔“ [ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة مريم : ۳۱۵۹، ۳۱۶۰۔ مستدرك حاكم : ۳۷۵/۲، ح : ۳۴۲۱]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے کہ آپ نے فرمایا: ''جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس نے بدر یا حدیبیہ میں شرکت کی ہو۔'' حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ ''اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا ﴾ ''پھر ہم ان لوگوں کو بچا لیں گے جو ڈر گئے۔'' [مسند أحمد : ٣٦٢/٦، ح : ٢٧٨٠٧۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر البعث : ٤٢٨١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ لہٰذا کوئی سورج کے ساتھ ہو جائے گا، کوئی چاند کے ساتھ ہو جائے گا اور کوئی شیطانوں اور بتوں کے ساتھ۔ پھر صرف اس امت کے لوگ رہ جائیں گے اور ان میں منافق بھی شامل ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ (ایک نئی صورت میں) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا، میں تمھارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے، ہم یہیں رہیں گے جب تک ہمارا مالک نہ آ جائے، جب ہمارا مالک آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ (دوسری صورت میں) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا، میں تمھارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے (بے شک) تو ہمارا رب ہے۔ پھر (اللہ تعالیٰ) ان کو بلائے گا، پھر پل صراط دوزخ کے درمیان رکھا جائے گا اور سب رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر پار ہو جاؤں گا۔ اس دن سوائے رسولوں کے کوئی بات نہ کر سکے گا اور رسول یہ کہہ رہے ہوں گے ''اے اللہ! (مجھے) سلامت رکھ، (مجھے) سلامت رکھ!'' دوزخ میں سعدان کے کانٹوں کی شکل کے آنکڑے ہوں گے۔ کیا تم نے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے؟'' صحابہ نے عرض کی، جی ہاں! دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''بس وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں کی شکل کے ہوں گے، لیکن ان کے طول و عرض کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق اچک لیں گے۔ کوئی اپنے (برے) عمل کی وجہ سے بالکل ہلاک ہو جائے گا اور کوئی دوزخ میں گر تو جائے گا مگر پھر بچ جائے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے بعض پر رحم کرنا چاہے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا (دوزخ کی طرف جاؤ اور) جو اللہ کی عبادت کرتا تھا اس کو نکال لاؤ۔ چنانچہ فرشتے موحد لوگوں کو نکال لیں گے۔ وہ سجدے کے نشان سے ان کو پہچان لیں گے، کیونکہ اللہ نے سجدے کے نشانات کو مٹانا دوزخ پر حرام کر دیا ہے، الغرض یہ لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔ آگ آدمی کا سارا بدن جلا دے گی، سوائے سجدے کے نشان کے (کہ وہ باقی رہ جائے گا)، یہ لوگ کوئلے کی طرح جلے ہوئے دوزخ سے نکلیں گے اور پھر ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو اس طرح نشو ونما پائیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب کے تھمنے کے بعد اگ آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا، لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باقی رہ جائے گا، یہ جنت میں داخل

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہونے والا آخری دوزخی شخص ہوگا۔‘‘ [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰٦]

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا١ۙ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا۝۷۳ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْیًا۝۷۴

’’اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ دونوں گروہوں میں سے کون مقام میں بہتر اور مجلس کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔ اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے جو ساز و سامان میں اور دیکھنے میں کہیں اچھے تھے۔‘‘

کفار مکہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جو توحید و رسالت، بعث بعد الموت اور حساب و جزا کو کھول کر بیان کرتی ہیں اور مومنوں کے لیے جنت کے وعدے اور کافروں کے لیے جہنم کی وعید کا ذکر لیے ہوتی ہیں تو وہ لوگ اپنا اندرونی درد و الم چھپانے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم دنیاوی اعتبار سے محمد (ﷺ) کے پیروکاروں سے اچھی حالت میں ہیں، ہمارے مکانات اچھے، ہماری مجلسیں آباد اور لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے، کوئی آ رہا ہے، کوئی جا رہا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تو گمراہ ہوں اور جو لوگ دار ارقم میں چھپے ہوئے ہیں وہ ہدایت یافتہ ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا کہ جس دنیاوی مال و متاع کی وجہ سے وہ لوگ غرور میں مبتلا ہیں وہ باقی نہیں رہے گا، ان سے پہلے بھی بہت سی قومیں گزری ہیں جو مال و متاع اور ظاہری حسن و جمال میں ان سے بڑھ کر تھیں، لیکن ان کے کفر کی وجہ سے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

کفار کی ہمیشہ سے یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ وہ ایمان والوں کو مفلوک الحال دیکھ کر ان پر طنز کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ١ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴾ [هود : ۲۷] ’’تو اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا تھا، ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر اپنے جیسا ایک بشر اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہمارے سب سے رذیل ہیں، سطحی رائے کے ساتھ اور ہم تمھارے لیے اپنے آپ پر کوئی برتری نہیں دیکھتے، بلکہ ہم تمھیں جھوٹے گمان کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ١ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا١ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۳٤ تا ۳٦] ’’اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا بے شک ہم اس چیز کے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا ہم اموال و اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔ کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

الغرض مال کی فراوانی اور رزق کی کشادگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ اپنی مشیت کے مطابق جس کو چاہتا ہے فارغ البالی عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مفلوک الحال بنا دیتا ہے۔ فارغ البال ہونا حق پر ہونے کی نشانی ہرگز نہیں ہے۔ دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۲] ’’اور دنیا کی زندگی کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ’’جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ڬ حَتّٰٓي اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ۝۷۵

’’کہہ دے جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو لازم ہے کہ رحمان اسے ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا تو عذاب اور یا قیامت کو، تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں زیادہ برا اور لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ دنیاوی مال و متاع اور جاہ و حشم پر فخر کرنے والے کافروں کو یہ جواب دیں کہ جو لوگ کفر و شرک اور کبر و عناد کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں، تو اللہ کا ایسے لوگوں کے بارے میں یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ان کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے، یہاں تک کہ مہلت ختم ہو جاتی ہے اور ان کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا، تو اللہ تعالیٰ انھیں پکڑ لیتا ہے، یا مومنوں کے ہاتھوں قید و بند سے گزرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یا اسی حال میں انھیں موت آ جاتی ہے، تو قیامت کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور تب دونوں ہی حالتوں میں انھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہی لوگ بدترین ٹھکانے والے اور نہایت ذلیل و خوار لوگ تھے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ٢٨٠٧]

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ۝۷۶

''اور اللہ ان لوگوں کو جنھوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے کہیں اچھی ہیں۔''

مذکورہ بالا لوگوں کے برعکس جو لوگ ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں، جب ان کے سامنے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور ہدایت کی راہ ان کے لیے اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ کافروں کا دنیاوی مال و متاع تو بالکل عارضی چیز ہے، حقیقی متاع تو نیک اعمال ہیں جن کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ جنت دے گا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر کسی ایک نیکی کے سلسلہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا۔ وہ اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا، تاہم کافر کو اس کے ان اعمال کا بدلہ جو اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کیے ہوں گے، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، لہٰذا جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة ...... الخ : ٢٨٠٨]

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ : سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حارث بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن آیا، تو آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا، جو تقریباً ایک مد (یعنی تین پاؤ) ہوگا۔ آپ نے وضو کیا اور کہا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح وضو کیا، پھر فرمایا: ''جو میرے اس وضو جیسا وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو اس کے صبح سے لے کر ظہر تک کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر اس نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اس کے ظہر سے عصر تک کے گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف، پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف، پھر رات کو وہ سویا رہا اور صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے فجر تک کے گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔'' لوگوں نے پوچھا، یہ تو ہوئیں نیکیاں، اب اے عثمان! آپ بتلایئے باقیات صالحات کیا ہیں؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، وہ یہ ہیں: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

لِلّٰهِ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ» [مسند أحمد : ۷۱/۱، ح : ۵۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، لیکن تین چیزیں باقی رہتی ہیں، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہو اور تیسرا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“ [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾

”تو کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا مجھے ضرور ہی مال اور اولاد دی جائے گی۔ کیا اس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے؟ یا اس نے رحمان کے ہاں کوئی عہد لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں! ہم ضرور لکھیں گے جو کچھ یہ کہتا ہے اور اس کے لیے عذاب میں سے بڑھائیں گے، بہت بڑھانا۔ اور ہم اس کے وارث ہوں گے ان چیزوں میں جو یہ کہہ رہا ہے اور یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا۔“

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دور جاہلیت میں بہ اعتبار پیشہ لوہار تھا اور میں نے عاص بن وائل سہمی کا کچھ کام کیا تھا، میں اس کے پاس آیا اور اس سے (اپنی مزدوری کا) تقاضا کیا تو اس نے کہا، میں تو تیرا معاوضہ اس وقت تک ادا نہیں کروں گا، جب تک کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرماں برداری سے نہ نکل جائے۔ میں نے کہا، میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ تو مر کر دوبارہ زندہ نہ ہو جائے۔ اس کافر نے کہا، کیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا، ہاں! تو اس نے کہا، پھر تو وہاں میرے لیے مال ہوگا اور اولاد ہو گی، تو میں وہاں تیرا حساب برابر کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴾ ”تو کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا مجھے ضرور ہی مال اور اولاد دی جائے گی۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب سؤال الیهود النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح …… الخ : ۳۵، ۲۷۹۵/۳۶۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ أفرأیت الذی کفر بأیٰتنا …… الخ ﴾ : ۴۷۳۲]

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع

”اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔‘‘

مشرکین نے اللہ کے سوا اپنے لیے دوسرے معبود بنا لیے، تاکہ وہ اللہ کے نزدیک سفارشی بن کر ان کی عزت کا سبب بنیں، لیکن قیامت کے دن معاملہ ان کے خیال و گمان کے برعکس ہو گا۔ وہ جھوٹے معبود ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴾ [الفرقان : ١٧ تا ١٨] ’’اور جس دن وہ انھیں اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، اکٹھا کرے گا، پھر کہے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، یا وہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی بھی طرح کے دوست بناتے اور لیکن تو نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامان دیا، یہاں تک کہ وہ (تیری) یاد کو بھول گئے اور وہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٥، ٦] ’’اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔‘‘

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝٨٣ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝٨٤

’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے، وہ انھیں ابھارتے ہیں، خوب ابھارنا۔ پس تو ان پر جلدی نہ کر، ہم تو بس ان کے لیے گن رہے ہیں، اچھی طرح گننا۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے کہ کیا آپ دیکھ نہیں رہے، یعنی یہ بات تو بہت واضح ہے کہ ہم نے شیطانوں کو کفار پر مسلط کر دیا ہے، جو انھیں شہوتوں کی غلامی اور جرائم و معاصی کے ارتکاب پر شدت کے ساتھ ابھارتے ہیں، اسی لیے تو وہ لوگ شر و فساد کی طرف بہت تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں، لیکن آپ اس بات کی جلدی نہ کریں کہ انھیں جلد ہلاک کر دیا جائے تاکہ زمین ان سے پاک ہو جائے، ہم ان کے اعمال کیا، ان کی سانسوں تک کی گنتی کر رہے ہیں اور جب ان کا مقررہ وقت آ جائے گا تو ان کے اعمال کا بدلہ انھیں چکا دیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴾ [الشعراء : ٢٢١ تا ٢٢٣] ’’کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر

www.sirat-e-mustaqeem.com

اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ [الزخرف : ۳۶] ''اور جو شخص رحمن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔''

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۳۵] ''پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر، جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے، پھر کیا نافرمان لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک کیا جائے گا؟''

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ۝۸۵ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۘ۝۸۶

''جس دن ہم متقی لوگوں کو رحمان کی طرف مہمان بنا کر اکٹھا کریں گے۔ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانک کر لے جائیں گے۔''

قیامت کے دن اہل تقویٰ اللہ تعالیٰ کے سامنے وفد کی شکل میں پہنچیں گے۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کے اہل تقویٰ بندے معزز و مکرم پہنچیں گے، اس کی جانب سے انعامات و مکانات پائیں گے اور خوب صورت اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے، جبکہ جو مجرمین ہوں گے وہ نہایت اہانت آمیز انداز سے پیاسے جانوروں کی مانند جہنم کی طرف ہانک دیے جائیں گے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴾ [الزمر : ۷۳] ''اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ اس کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کا حشر تین فرقوں میں ہوگا، (ایک فرقے والے لوگ) رغبت کرنے والے، ڈرنے والے (یعنی متقی) ہوں گے، (دوسرا فرقہ ایسے لوگوں کا ہوگا کہ) ایک اونٹ پر دو آدمی سوار ہوں گے، کسی اونٹ پر تین ہوں گے، کسی پر چار اور کسی پر دس آدمی سوار ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ جمع

www.sirat-e-mustaqeem.com

کرے گی (یہ تیسرا فرقہ ہوگا) جہاں وہ قیلولہ کریں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہری ہوگی، جہاں وہ رات گزاریں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہری ہوگی، جہاں وہ صبح کریں گے تو آگ بھی صبح کے وقت وہاں موجود ہوگی اور جہاں وہ شام کریں گے تو آگ بھی شام کے وقت ان کے ساتھ موجود ہوگی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٢۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب بيان فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۶۱]

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۞ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴾ [الزمر : ۷۱، ۷۲] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔''

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ۞ ۸۷

''وہ سفارش کے مالک نہ ہوں گے مگر جس نے رحمان کے ہاں کوئی عہد لے لیا۔''

یعنی مومنین ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے، لیکن جن مجرموں کو جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا ان کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۹] ''اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ [الزخرف : ۸٦] ''اور وہ لوگ جنھیں یہ اس کے سوا پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔''

إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا : یہ استثنا منقطع ہے، اس لیے اس سے مراد وہ مومنین ہیں جو ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کی گواہی دیتے ہیں اور اس کے مطابق دنیاوی زندگی میں عمل کرتے ہیں۔ یہی لوگ دوسرے مومنوں کی شفاعت کریں گے اور ان کے لیے دوسرے مومنوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۞ ۸۸ لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۞ ۸۹ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ
وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ
عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾

''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنالی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

ان آیات میں یہود و نصاریٰ اور بعض عرب قبائل کی تردید کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے تھے۔ یہود عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا جبکہ عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگوں نے ایک بدترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے کہ اللہ کے لیے اولاد ثابت کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا ایسی بری بات ہے کہ مقام ربانی کے لیے شدت غیرت کے سبب قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے، زمین میں شگاف پڑ جائے اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں۔ اس لیے کہ یہ بات کسی طرح مناسب ہی نہیں کہ اللہ کی کوئی اولاد ہو، وہ تو تمام کائنات کا خالق و موجد ہے۔ جب قیامت قائم ہو گی تو آسمان و زمین میں پائے جانے والے تمام انس و جن اور فرشتے اپنی عبودیت کا اظہار کرتے ہوئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، پھر اولاد تو مخلوق کی ہوتی ہے جو اپنے لیے دنیاوی زندگی میں یار و مددگار کی محتاج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات کا کلی طور پر احاطہ کر رکھا ہے اور ایک ایک کو شمار کر رکھا ہے، اگر ان میں سے کوئی معبود ہوتا یا اللہ کا بیٹا ہوتا تو اسے یقیناً اس کی خبر ہوتی، اس لیے بات یہی ہے کہ قیامت کے دن ان مخلوقات کا ایک ایک فرد اللہ کے حضور تنہا آئے گا، ان کا نہ کوئی یار و مددگار ہو گا اور نہ کوئی سفارشی۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا: ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بنی إسرائيل : ٤٠] ''پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾ [النجم : ١٩ تا ٢٢]

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔ کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔‘‘

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سے زیادہ تکلیف دہ بات کو سن کر صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مشرک کہتے ہیں اللہ اولاد رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان باتوں کے باوجود ان کو شفا عطا فرماتا ہے اور روزی سے نوازتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب الصبر في الأذی : ۶۰۹۹۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب في الکفار : ۲۸۰۴]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے عنقریب ان کے لیے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں کی اپنے نیک بندوں کے دلوں میں محبت و مودت پیدا فرما دیتا ہے جو اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں، اعمال صالحہ سے مراد وہ اعمال ہیں جو شریعت محمدیہ کے مطابق انجام دیے جائیں۔ ایسے اعمال ہی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث مبارکہ میں ثابت ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو پکارتا ہے (اور ان سے کہتا ہے) اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، پھر جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام سارے آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں شخص سے محبت ہے، سو تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ پھر سارے آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین کے لوگوں میں بھی وہ شخص مقبول ہو جاتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب تعالی مع جبریل ...... الخ : ۷۴۸۵۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب إذا أحب الله عبدًا أمر جبرائیل فأحبه ...... الخ : ۲۶۳۷]

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

’’سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔‘‘

فرمایا کہ اے میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اس قرآن کو لوگوں تک پہنچا دیجیے، یا انھیں قرآن کی آیتیں سنا کر جنت کی خوش خبری اور جہنم سے ڈرا دیجیے، اس لیے کہ ہم نے اسے آپ کی زبان میں اتار کر اس کی قراءت اور اس کی تفہیم و توضیح آسان بنا دی ہے، تاکہ اللہ کے عقاب سے ڈرنے والوں کو آپ جنت کی خوش خبری دیں اور کفار مکہ کو جو بدترین جھگڑالو ہیں عذاب نار کا خوف دلائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [النحل : ۳۵، ۳۶] ’’اور جن لوگوں نے شریک بنائے انھوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی بھی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے تو رسولوں کے ذمے صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے؟ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔‘‘ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴾ [مریم : ۷۳ تا ۷۵] ’’اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ دونوں گروہوں میں سے کون مقام میں بہتر اور مجلس کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔ اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے جو ساز و سامان میں اور دیکھنے میں کہیں اچھے تھے۔ کہہ دے جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو لازم ہے کہ رحمان اسے ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا تو عذاب اور یا قیامت کو، تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں زیادہ برا اور لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔‘‘

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع ۶

’’اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا، کیا تو ان میں سے کسی ایک کو محسوس کرتا ہے، یا ان کی کوئی بھنک سنتا ہے؟‘‘

اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کفار مکہ کو نصیحت کی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا، جنھوں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی اور ہماری دعوت کے خلاف سازشیں کیں۔ اب ان کا وجود باقی نہیں ہے، ان کے نام و نشان ایسے مٹ گئے کہ وہ لوگ بھولی بسری داستان بن گئے ہیں، تو آپ کی قوم ان لوگوں کے انجام سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتی اور اللہ کے حضور شرک و معاصی سے تائب ہو کر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتی؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ۞ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ۞ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۴۰] ''اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔''

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور تیسرے دن جانے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار مکہ کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے سچا پایا ہے، کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسند أحمد : ۱۴۵/۳، ح : ۱۲۴۷۹، عن أنس رضی اللہ عنه]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورة طٰهٰ مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

طٰهٰ ۞۱ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ۞۲ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۞۳ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۞۴

''طٰہٰ۔ ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تو مصیبت میں پڑ جائے۔ بلکہ نصیحت کرنے کے لیے، اس کو جو ڈرتا ہے۔ اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ قرآن آپ اور آپ کے صحابہ کے لیے شقاوت و بدبختی کا سبب نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اپنی آیتوں میں موعظت و نصیحت لیے ہوئے ہے، تاکہ وہ اس سے استفادہ کرتے ہوئے خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی بندگی کریں اور اس راہ میں کفار و مشرکین کی جانب سے جو بھی تکلیف پہنچے اسے خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ آخری آیت میں قرآن کریم کی عظمت اور شان کو بیان کیا گیا ہے کہ اے میرے نبی! یہ قرآن آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے، جس نے زمین اور اونچے آسمان پیدا کیے ہیں۔ مخلوقات میں سے زمین و آسمان کا بطور خاص اس لیے ذکر آیا کہ بندے اللہ کی ان عظیم مخلوقات کا ہر وقت مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، تب ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے جواب دیا، یہ فلاں عورت ہے جو رات بھر نہیں سوتی اور ان کی نماز (تہجد) کا ذکر کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس تمھیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی تم میں طاقت ہو، کیونکہ اللہ کی قسم! اللہ (ثواب دینے سے) نہیں اکتاتا، لیکن تم خود ہی (عمل کرتے کرتے) اکتا جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عبادت واطاعت وہ ہے جس پر عمل کرنے والا ہمیشگی کرے۔'' [بخاری، کتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد فى العبادة : ۱۱۵۱۔ مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل : ۷۸۵/۲۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً دین آسان ہے اور جو دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آ جاتا ہے۔ پس تم سیدھے راستے پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور (اپنے رب کی طرف سے ملنے والے اجر پر) خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصے میں عبادت سے مدد طلب کرو۔'' [بخاری، کتاب الإيمان، باب الدين يسر : ۳۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ایک رسی کو دو ستونوں کے درمیان بندھا ہوا پایا۔ آپ نے پوچھا: ''یہ رسی کس مقصد کے لیے ہے؟'' لوگوں نے بتلایا کہ یہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے، جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ سہارا لے لیتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو، اسے کھول دو، تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ فرحت و نشاط محسوس کرے، جب تھک جائے تو وہ بیٹھ جائے۔'' [بخاری، كتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد فى العبادة : ۱۱۵۰۔ مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل ...... الخ : ۷۸٤]

سیدنا حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ نبی ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے، بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ ملے، انھوں نے پوچھا، حنظلہ! کیسے ہو؟ میں نے کہا، حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا، (بات یہ ہے کہ جب) ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں تو آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں گویا ہم انھیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں، لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے نکل آتے ہیں اور بیوی بچوں اور دنیا کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! ایسی ہی کیفیت سے تو ہم بھی دوچار ہیں۔ چنانچہ میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ (دونوں) چلتے چلتے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کیسے؟'' میں نے کہا، یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے ہیں، پھر جب ہم آپ کی مجلس سے نکل جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم ہمیشہ اسی حالت و کیفیت میں رہو جس میں تم میرے پاس ہوتے ہو اور (ہر وقت) اللہ کی یاد میں رہو تو فرشتے تمھارے بستروں اور تمھارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں، لیکن

www.sirat-e-mustaqeem.com

اے حنظلہ! وقت وقت کی بات ہے۔“ آپ نے تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔[مسلم، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذکر والفکر ...... الخ : ۲۷۵۰]

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰس : ۱۱] ”تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔“

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ به خیرًا یفقهه فی الدین : ۷۱۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب النهی عن المسئلة : ۱۰۳۷]

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝۵

”وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔“

خالق ارض و سماء اور دنیا و آخرت میں رحم کرنے والا وہ اللہ ہے جو عرش پر مستوی ہے۔ اللہ کی صفت ”استوا“ کے بارے میں سلف صالحین کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن و سنت میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات ثابت ہیں انھیں اسی طرح بغیر تاویل و تحریف، تشبیہ و تمثیل اور بغیر کوئی کیفیت بیان کیے ہوئے مان لیا جائے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝۶

”اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے۔“

آسمان اور زمین میں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے، وہ سب اللہ کی ملکیت اور اس کے زیر سلطنت ہے، ان میں سے کوئی بھی چیز اللہ کی مرضی کے بغیر حرکت نہیں کرتی، نہ بدلتی ہے اور نہ قرار پاتی ہے۔

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝۷ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۤءُ الْحُسْنٰى ۝۸

”اور اگر تو اونچی آواز سے بات کرے تو وہ تو پوشیدہ اور اس سے بھی پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب سے اچھے نام اسی کے ہیں۔“

یعنی اگر آپ بآواز بلند اللہ کو یاد کرتے ہیں اور دعا و مناجات کرتے ہیں، تو جان لیجیے کہ اللہ اس سے بے نیاز ہے، کیونکہ وہ تو چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے، بلکہ راز ہائے سربستہ سے بھی زیادہ مخفی باتوں کو جانتا ہے، جنھیں ابن آدم نہیں جانتا، جن کا علم صرف علام الغیوب کو ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان : ۶] ”تو کہہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں سب پوشیدہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''
آگے فرمایا کہ مذکورہ بالا طریقۂ عبادت کا مستحق وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے اور تمام پاکیزہ ناموں کا صرف وہی سزاوار ہے۔

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب إن لله مائة إسم إلا واحدة : ۷۳۹۲]

وَ ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۘ﴿۹﴾ اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ہُدًی ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی ﴿ؕ۱۱﴾ اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ ۚ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی ﴿ؕ۱۲﴾ وَ اَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی ﴿۱۳﴾ اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ﴿۱۴﴾

''اور کیا تیرے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے۔ جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا تم ٹھہرو، بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں تمھارے پاس اس سے کوئی انگارا لے آؤں، یا اس آگ پر کوئی رہنمائی حاصل کر لوں۔ تو جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے آواز دی گئی اے موسیٰ! بے شک میں ہی تیرا رب ہوں، سو اپنی دونوں جوتیاں اتار دے، بے شک تو پاک وادی طویٰ میں ہے۔ اور میں نے تجھے چن لیا ہے، پس غور سے سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔''

ان آیات میں موسیٰ علیہ السلام پر نزول وحی کی ابتدا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام ''مدین'' میں دس سال گزار کر اپنی بیوی کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے، تو مصلحت الٰہی کے مطابق طور سینا کے قریب راستہ کھو بیٹھے، موسم سرما کی سرد اور اندھیری رات تھی، انھیں روشنی اور آگ دونوں کی ضرورت تھی، طور کی طرف سے انھیں آگ کی روشنی نظر آئی تو اپنی بیوی سے بطور خوش خبری کہا کہ تم یہیں رکی رہو، میں تمھارے لیے آگ لے کر آتا ہوں، یا شاید وہاں کوئی آدمی مل جائے جو ہماری رہنمائی کرے۔ موسیٰ علیہ السلام جب آگ کے قریب پہنچے تو وہاں معاملہ ہی دوسرا تھا۔ وہاں وادی کے داہنی جانب ایک درخت تھا جو بقعۂ نور بنا ہوا تھا، وہاں سے آواز آئی، اے موسیٰ! میں آپ کا رب ہوں اور آپ سے مخاطب ہوں اور آپ اس وقت مقدس وادی طویٰ میں کھڑے ہیں۔ اپنے رب کے لیے تعظیم و تواضع اور ادب کا اظہار کرتے ہوئے جوتا اتار دیجیے۔ میں نے آپ کو اس زمانے کے تمام لوگوں کے درمیان سے چن لیا ہے اور اپنی پیغامبری کے لیے منتخب کر لیا ہے، اس لیے اب آپ پر جو وحی نازل ہونے جا رہی ہے اسے غور سے سنیے اور اس کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اس لیے صرف میری عبادت کیجیے اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹتے وقت رات کو سفر کرتے رہے، جب آخر شب ہوئی تو آپ کو اونگھ آنے لگی، تب آپ نے پڑاؤ کیا اور بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آج کی رات تم ہمارا پہرا دو۔'' چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے، جتنی کہ ان کی تقدیر میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور آپ کے اصحاب بھی سو گئے۔ پھر جب صبح قریب ہوئی تو بلال رضی اللہ عنہ مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی اونٹنی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور ان کی آنکھ لگ گئی۔ پھر نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جاگے اور نہ بلال رضی اللہ عنہ اور نہ آپ کے صحابہ میں سے کسی کو جاگ آئی، یہاں تک کہ جب ان پر دھوپ پڑی، تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے۔ آپ گھبرا گئے اور پکارا: ''اے بلال!'' بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرے نفس کو بھی اسی نے پکڑ لیا جس نے آپ کے نفس کو پکڑا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: ''اونٹوں کو ہانکو!'' انھوں نے تھوڑی دور اونٹوں کو ہانکا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے۔ آپ نے وضو کیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کہنے کا حکم دیا، سو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا: ''جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آ جائے تب پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾ [طٰہٰ : ١٤] ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوة الفائتة و استحباب تعجیل قضائها : ٦٨٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی نماز کے وقت سو یا رہ جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو چاہیے کہ جب یاد آ جائے تو نماز پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾ [طٰہٰ : ١٤] ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوة الفائتة ...... الخ : ٦٨٤/٣١٦۔ بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب من نسی صلاة فلیصل إذا ذکر : ٥٩٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نماز بھول جائے یا سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے اسی وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے، بس اس کا یہی کفارہ ہے۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب من نسی الصلوة ...... الخ : ٥٩٧۔ مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة ...... الخ : ٣١٤، ٦٨٤/٣١٥]

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾

''یقیناً قیامت آنے والی ہے، میں قریب ہوں کہ اسے چھپا کر رکھوں، تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔''

یعنی قیامت کا وقوع پذیر ہونا امر یقینی ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، لیکن اللہ نے اس کا وقت محدود تمام انس و

www.sirat-e-mustaqeem.com

جن سے اتنا پوشیدہ رکھا ہے کہ قریب تھا کہ اس کا ذکر ہی نہ کرتا، اسے صیغۂ راز میں رکھتا یہاں تک کہ اچانک واقع ہو جاتی۔ لیکن اپنے مومن بندوں پر رحم کرتے ہوئے، انھیں عمل صالح کی ترغیب دلانے کے لیے اور تاکہ غیر مومنوں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے، اس کا اجمالی طور پر ذکر کر دیا۔ اس دن باری تعالیٰ تمام انسانوں کو ان کے نیک و بد اعمال کا بدلہ چکائے گا جو انھوں نے دنیا میں اپنے اختیار اور مرضی سے کیے ہوں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] ”تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝۱۶

”سو تجھے اس سے وہ شخص کہیں روک نہ دے جو اس پر یقین نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے، پس تو ہلاک ہو جائے گا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نصیحت کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ منکرینِ آخرت اور خواہشات کی اتباع کرنے والے آپ کو آخرت پر ایمان لانے سے روک دیں۔ یعنی آپ ایسے لوگوں کی پیروی نہ کیجیے جو آخرت کا انکار کرتے ہیں اور جن کی زندگی کا مقصد حصولِ لذت دنیا ہے، اس لیے وہ حصول رضائے مولیٰ سے بالکل غافل ہیں۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝۱۷ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝۱۸

”اور یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ!؟ کہا یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں کئی اور ضرورتیں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا، یہ میری لاٹھی ہے، جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ذریعے سے میں اپنی بکریوں کے کھانے کے لیے درختوں سے پتے گراتا ہوں اور میں اسے دیگر کاموں کے لیے بھی استعمال کرتا ہوں، یعنی میں اس پر اپنا زادِ سفر اور پانی لٹکا کر اپنے کندھے پر ڈھوتا ہوں۔

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝۱۹ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝۲۰ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝۲۱

”فرمایا اسے پھینک دے اے موسیٰ! تو اس نے اسے پھینکا تو اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑتا تھا۔ فرمایا اسے پکڑ اور ڈر

www.sirat-e-mustaqeem.com

نہیں، عنقریب ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ! آپ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجیے۔ انھوں نے اسے زمین پر ڈال دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اوصاف بدل کر اسے ایک لمبے چوڑے مہیب سانپ کی شکل دے دی، جو تیزی سے ڈراؤنی حرکتیں کرنے لگا اور رسی کے سانپوں کو نگلنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کا جب یہ حال دیکھا تو ڈر کر بھاگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ اسے پکڑ لیجیے اور ڈریں نہیں، ہم اسے پہلے کی طرح لاٹھی بنا دیں گے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا تو وہ لاٹھی بن گئی جو ان کے ہاتھ میں پہلے سے تھی۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾

''اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو کی طرف ملا، وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکتا ہوا) نکلے گا، اس حال میں کہ ایک اور نشانی ہے۔ تاکہ ہم تجھے اپنی چند بڑی نشانیاں دکھائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالیے، وہ بغیر کسی بیماری اور عیب کے خوبصورت چمکتا ہوا ہوگا۔ یہ آپ کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والا دوسرا معجزہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ﴾ [القصص : ٣٢] ''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کر، وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکدار) نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی جانب ملا لے، سو یہ دونوں تیرے رب کی جانب سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف دو دلیلیں ہیں۔''

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ ع ۱

''فرعون کی طرف جا، بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دیے جانے کا مقصد بیان کیا جا رہا ہے کہ اے موسیٰ! معجزات لے کر ہمارے رسول کی حیثیت سے آپ فرعون کے پاس جائیے، جو اپنی حد سے تجاوز کر کے معبود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا ہے، اسے اس کی حیثیت یاد دلائیے اور میری عبادت کا حکم دیجیے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ [طٰهٰ : ٤٣، ٤٤] ''دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرلے، یا ڈر جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ

www.sirat-e-mustaqeem.com

طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴾ [النازعات : ۱۷ تا ۲۰] ”فرعون کے پاس جا، یقیناً وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ پس کہہ کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے ؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، پس تو ڈر جائے۔ چنانچہ اس نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔“

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾

”اس نے کہا اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے۔ اور میری زبان کی کچھ گرہ کھول دے۔ کہ وہ میری بات سمجھ لیں۔“

جب انھیں فرعون کے سامنے دعوت توحید دینے کا حکم ہوا، تو سوچا کہ ان کے کندھوں پر ایک عظیم ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، ایک طرف بحیثیت انسان انھیں اپنی کم مائیگی اور بے سروسامانی یاد آ رہی تھی، تو دوسری طرف فرعون جیسے عظیم شاہ مصر کی قوت و جبروت اور اس کا جاہ وجلال ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ اسی لیے انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! میرا سینہ کھول دے اور مجھ پر جو ذمہ داری ڈالی ہے اسے آسان کر دے، اس لیے کہ تیری نصرت و اعانت کے بغیر اتنی بڑی ذمہ داری میرے ناتواں کندھے برداشت نہیں کر سکیں گے اور میری زبان کی گرہ کھول دے، تاکہ جب میں فرعونیوں کے سامنے تیری دعوت پیش کروں تو وہ میری بات کو سمجھ سکیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴾ [الشعراء : ۱۲ تا ۱۴] ”اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ اور میرا سینہ تنگ پڑتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، سو تو ہارون کی طرف پیغام بھیج۔ اور ان کا میرے ذمے ایک گناہ ہے، پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔“

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾

”اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون کو، جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ساتھ میری پشت مضبوط کر دے۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔ تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں۔ اور تجھے بہت یاد کریں۔ بے شک تو ہمیشہ ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا رہا ہے۔ فرمایا بے شک تجھے تیرا سوال عطا کر دیا گیا اے موسیٰ!“

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، اے میرے رب! میرے خاندان والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو رسالت کی ذمہ داری

www.sirat-e-mustaqeem.com

اٹھانے میں میرا شریک و مددگار بنا دے، تاکہ ہم تیری خوب تسبیح بیان کریں اور تجھے خوب یاد کریں۔ تو ہمارے حالات سے باخبر ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے جو مانگا ہے وہ ہمارے لیے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی، ان کا سینہ کھول دیا، ان کی نصرت و اعانت کا وعدہ فرمایا، ان کی زبان کی گرہ کھول دی اور ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر فرعون کے سامنے دعوت پیش کرنے کی ذمہ داری میں ان کا شریک و مددگار بنا دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴾ [القصص : ۳۳، ۳٤] ”کہا اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے، اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون، وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔“

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون (علیہ السلام) تھے؟“ [بخاری، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه : ۳۷۰٦]

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [القصص : ۳۵] ”کہا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو ضرور مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ رکھیں گے، سو وہ تم تک نہیں پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی، غالب آنے والے ہو۔“

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ پر ایک اور بار بھی احسان کیا۔ جب ہم نے تیری ماں کو وحی کی، جو وحی کی جاتی تھی۔ یہ کہ تو اسے صندوق میں ڈال، پھر اسے دریا میں ڈال دے، پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے، اسے ایک میرا دشمن اور اس کا دشمن اٹھا لے گا اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے ایک محبت ڈال دی اور تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے۔“

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بذریعہ الہام حکم دیا کہ وہ اپنے بچے کو ایک صندوق میں رکھ کر اپنے خالق و مالک پر بھروسا کرتے ہوئے دریا میں ڈال دے، تاکہ دریا اللہ کے حکم سے اس صندوق کو اس جگہ پہنچا دے جہاں فرعون نہایا کرتا

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور صندوق تیرتا ہوا اس نہر تک پہنچ گیا جو دریا سے نکل کر فرعون کے محل تک پہنچتی تھی۔ جب اللہ اور اس کے رسول موسیٰ علیہ السلام کے دشمن فرعون نے وہ صندوق دیکھا تو اسے نکالنے کا حکم دیا۔ اس میں بچہ دیکھ کر اللہ کی مشیت کے مطابق فرعون بہت ہی خوش ہوا۔ اللہ نے اس کے اور دوسروں کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی محبت پیوست کر دی، تا کہ اللہ کے حفظ وامان میں فرعون کے گھر ہی میں پرورش و پرداخت ہو۔

اَنِ اقۡذِفِيۡهِ فِى التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِيۡهِ فِى الۡيَمِّ فَلۡيُلۡقِهِ الۡيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاۡخُذۡهُ عَدُوٌّ لِّىۡ وَعَدُوٌّ لَّهٗ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ ۞ وَقَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴾ [القصص : ۸، ۹] ”تو فرعون کے گھر والوں نے اسے اٹھا لیا، تا کہ آخر ان کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ میرے لیے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، امید ہے کہ وہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور وہ سمجھتے نہ تھے۔“

اِذۡ تَمۡشِىۡۤ اُخۡتُكَ فَتَقُوۡلُ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى مَنۡ يَّكۡفُلُهٗ ؕ فَرَجَعۡنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ ؕ وَقَتَلۡتَ نَـفۡسًا فَنَجَّيۡنٰكَ مِنَ الۡغَمِّ وَفَتَـنّٰكَ فُتُوۡنًا ۚ فَلَبِثۡتَ سِنِيۡنَ فِىۡۤ اَهۡلِ مَدۡيَنَ ۙ ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوۡسٰى ۞ ۴۰ وَاصۡطَنَعۡتُكَ لِنَفۡسِىۡ ۞ ۴۱

”جب تیری بہن چلی جاتی تھی، پس کہتی تھی کیا میں تمھیں اس کا پتا دوں جو اس کی پرورش کرے؟ پس ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف لوٹا دیا، تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کرے۔ اور تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور ہم نے تجھے آزمایا، خوب آزمانا، پھر کئی سال تو مدین والوں میں ٹھہرا رہا، پھر تو ایک مقرر اندازے پر آیا اے موسیٰ! اور میں نے تجھے اپنے لیے خاص طور پر بنایا ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے گھر پہنچ گئے تو وہ اور اس کی بیوی ان سے خوب محبت کرنے لگے، لیکن مشیت الٰہی کے مطابق وہ کسی بھی دودھ پلانے والی دایہ کا دودھ پینے سے منہ بند کر لیتے تھے۔ ان کی بہن مریم بنت عمران نے جو لحظہ بہ لحظہ ان کی خبر لے رہی تھی، جب سنا کہ فرعون اور اس کی بیوی آسیہ کسی دایہ کی تلاش میں ہیں، تو کہا کیا میں آپ لوگوں کو ایک دایہ کا پتا دوں، جو اس بچے کو دودھ پلائے گی اور اس کی پرورش و پرداخت کرے گی؟ انھوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ تو کہا کہ وہ میری ماں ہے، جن کی گود میں میرا ایک سال کا بھائی ہارون ہے۔ چنانچہ جب انھیں بلایا گیا تو موسیٰ فوراً ان کا دودھ پینے لگے۔ اس طرح اللہ نے انھیں ان کی ماں تک پہنچا دیا، تا کہ ان کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور بچے کو دریا میں ڈال دینے کی وجہ سے انھیں جو غم لاحق ہوا تھا اس کا ازالہ ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان یہ بھی کیا کہ انھوں نے فرعون کے گھر میں بڑے ہو کر ایک قبطی کو غلطی سے قتل کر دیا تو سبھی فرعونی ان کے قتل کے در پے ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں سے جان بچا کر بھاگ نکلے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ لغزش معاف کر دی۔ اسی طرح نبی بننے سے پہلے گونا گوں آزمائشوں سے گزرے اور ہر بار اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور جب فرعونیوں کے ڈر سے بھاگ کر مدین پہنچے تو ایک مرد صالح نے سارا ماجرا سن کر کہا کہ اب تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، یہاں آکر ظالموں سے تم نجات پا چکے ہو۔ چنانچہ وہاں بیس یا اٹھائیس سال اس نیک شخص کی زیر تربیت رہے اور پھر حکمتِ الٰہی کے تحت وہاں سے اپنی بیوی کو لے کر چلے اور طور سینا کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پیغمبری عطا کی اور ان سے ہم کلام ہوا۔ طور تک اس وقت ان کا پہنچنا اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے مقدر تھا جس کی انھیں کوئی خبر نہیں تھی۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے اور مختلف مراحل سے گزار کر اس کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل بنایا ہے، لہٰذا فرعون اور بنی اسرائیل کو میرا پیغام اچھی طرح پہنچا دیجیے اور انھیں مجھ پر ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کی دعوت دیجیے، تاکہ انھیں دنیا و آخرت میں بھلائی حاصل ہو۔

وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا: جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی قوم کے ایک شخص کو غلطی سے قتل کر دیا اور جب انھیں معلوم ہوا کہ حکومت انھیں قصاص میں قتل کرنے والی ہے تو وہ اس شہر کو چھوڑ کر چلے گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۞ وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ٭ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ٭ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [القصص : ۱۵،۱۴] ''اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا طاقتور ہو گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا اور اسی طرح نیکی کرنے والوں کو ہم بدلہ دیتے ہیں۔ اور وہ شہر میں اس کے رہنے والوں کی کسی قدر غفلت کے وقت داخل ہوا تو اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ لڑ رہے ہیں، یہ اس کی قوم سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔ تو جو اس کی قوم سے تھا اس نے اس سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا، تو موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ شیطان کے کام سے ہے، یقیناً وہ کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ؗ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [القصص : ۲۲،۲۱] ''تو وہ ڈرتا ہوا اس سے نکل پڑا، انتظار کرتا تھا، کہا اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے بچا لے۔ اور جب اس نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہا میرا رب قریب ہے کہ مجھے سیدھے راستے پر لے جائے۔''

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، اے اہل عراق! میں تم

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے چھوٹے گناہ سے متعلق نہیں پوچھتا، نہ اس کے متعلق پوچھتا ہوں جو کبیرہ گناہ کرتا ہو۔ میں نے سنا اپنے باپ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ کہتے تھے، میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''فتنہ ادھر سے آئے گا۔'' اور آپ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''جہاں سے شیطان کے دونوں قرن نکلیں گے اور تم ایک دوسرے کی گردن مارتے ہو (حالانکہ مومن کا قتل کتنا بڑا گناہ ہے)۔'' اور موسیٰ علیہ السلام نے جو فرعون کی قوم کا ایک شخص مارا تھا وہ خطا سے مارا تھا (نہ کہ قتل کی نیت سے، کیونکہ گھونسے سے آدمی نہیں مرتا) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ﴾ ''اور تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور ہم نے تجھے آزمایا، خوب آزمانا۔'' [مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب الفتنة في المشرق من حيث طلع قرنا الشيطان : ۵۰/ ۲۹۰۵]

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ : یعنی میں نے اپنی مرضی و مشیت سے اپنے رسول کے طور پر تمھارا انتخاب کر لیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے وہ حدیث بیان کی، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا، آپ نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا اور انھیں جنت سے نکلوا دیا؟ سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، آپ وہی ہیں جنھیں اللہ نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لیے پسند فرمایا اور تورات عطا فرمائی؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ہاں! پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، کیا آپ نے اس میں یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب میرے لیے لکھ دیا گیا تھا؟ کہا، ہاں! الغرض سیدنا آدم علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غلبہ پا گئے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ واصطنعتك لنفسي ﴾ : ۴۷۳۶۔ مسلم، كتاب القدر، باب حجاج آدم و موسى صلى الله عليهما وسلم : ۲۶۵۲]

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

''تو اور تیرا بھائی میری آیات لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کر لے، یا ڈر جائے۔''

اے موسیٰ! آپ اور آپ کے بھائی ہارون جن کے لیے آپ نے دعا کی ہے، میرے دونوں معجزات لے کر، جن کا ظہور میری قدرت سے آپ کے سامنے ہو چکا ہے، دعوت کے لیے آگے بڑھیے اور آپ دونوں پر اب تک میں نے جو احسانات و انعامات کیے ہیں انھیں یاد رکھیے اور تبلیغ رسالت میں تندہی سے کام لیجیے۔ آپ دونوں میرا پیغام لے کر فرعون کے پاس جائیے جس نے سرکشی کی راہ اختیار کر لی ہے اور اپنے آپ کو ایک بندۂ عاجز ماننے کے بجائے رب اور معبود

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا ہے اور دیکھیے آپ دونوں کا اسلوب بیان نرم ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ نرم گفتگو بڑے بڑے ظالموں اور سرکشوں کو بھی بعض اوقات موم بنا دیتی ہے۔ شاید کہ آپ دونوں کی باتیں اسے غور و فکر پر مجبور کر دیں اور وہ ایمان و ہدایت کی راہ اپنا لے، یا ڈرے کہ اگر کفر و ظلم پر مصر رہا تو اللہ کا عذاب اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى : یہ آیت کریمہ عظیم الشان نصیحت پر مشتمل ہے، دیکھیے! فرعون ظلم و استبداد اور سرکشی و بغاوت میں حد سے بڑھا ہوا تھا، موسیٰ اس وقت سارے انسانوں میں سب سے پسندیدہ اور اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ فرعون سے مخاطب ہوتے وقت لب و لہجہ نرم رکھیں اور اسے ملائمت و شائستگی سے دعوت دیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ [النحل : ١٢٥] ”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔“

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق : ٢٥٩٢]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عائشہ! بے شک اللہ نرم ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور جو کچھ وہ نرمی پر عطا فرماتا ہے سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر عطا فرماتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق : ٢٥٩٣]

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ۝
فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ
مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ
وَ تَوَلّٰى ۝ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝

”دونوں نے کہا اے ہمارے رب! یقیناً ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا، یا کہ حد سے بڑھ جائے گا۔ فرمایا ڈرو نہیں، بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ تو اس کے پاس جاؤ اور کہو بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، پس تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انھیں عذاب نہ دے، یقیناً ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام اس پر جو ہدایت کے پیچھے چلے۔ بے شک ہم، یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک عذاب اس پر ہے جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ اس نے کہا تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ!؟ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راستہ دکھایا۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

دونوں بھائیوں نے اللہ کا حکم پانے کے بعد جب حالات پر غور کیا اور اپنی بے کسی اور فرعون کے قہر و جبروت کا تصور کیا تو انسانی فطرت کے مطابق ڈرے اور اس کا اپنے رب سے اظہار کرتے ہوئے کہا، اے ہمارے رب! ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں غضب و غصے میں وہ ہمیں قتل نہ کر دے، یا کوئی سخت سزا نہ دے دے، یا اس کی سرکشی اور بڑھ جائے اور تیری شان و عظمت کے خلاف کوئی بات نہ کر بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اطمینان دلایا اور کہا کہ ڈرنے کی ایسی کوئی بات نہیں، میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، آپ دونوں اور اس کے درمیان جو گفتگو ہو گی اور جو کچھ وقوع پذیر ہو گا، اسے میں سنوں گا اور دیکھوں گا اور تم دونوں کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اس لیے آپ دونوں اس کے پاس جائیے اور اس سے کہیے کہ ہم دونوں تمھارے رب کے پیغامبر ہیں، تمھارے پاس اس لیے بھیجے گئے ہیں کہ تم بنی اسرائیل کو قید و بند سے آزاد کر دو، انھیں عذاب دینا بند کرو اور ہمارے ساتھ انھیں ہمارے وطن فلسطین جانے دو اور یہ بھی کہیے کہ ہمارے پاس تمھارے رب کی جانب سے ہمارے رسول ہونے کی دلیل یعنی معجزے موجود ہیں۔ حکیمانہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے اس سے کہیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تصدیق نہیں کرے گا اور اس کے دین سے روگردانی کرے گا، وہ اس کے عذاب کا مستحق ہو گا۔ فرعون نے ان کی پوری بات سننے کے بعد کہا، اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ساری مخلوق کو اس کی مخصوص شکل و صورت میں پیدا کیا ہے، پھر سبھی کو طلبِ رزق کے گر سکھائے اور ان کی نسلوں کی بقا کے لیے وسائل و اسباب مہیا فرما کر انھیں استعمال کرنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔

<u>وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى</u> : یعنی اگر تو ہدایت کی بات کو مان لے تو تیرے لیے بھی سلامتی ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھتے وقت بھی یہی انداز اختیار کیا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط شاہ روم ہرقل کو لکھا تھا، اس میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بعد یہ مضمون لکھا تھا: ''یہ خط اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام ہے۔ جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد یہ کہ میں تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں، تم اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر عنایت فرمائے گا۔'' [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی إلی هرقل …… الخ : ۱۷۷۳]

<u>اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى</u> : یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے ہمیں یہ بتایا ہے کہ عذاب صرف اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلائے اور اس کی اطاعت سے روگردانی کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [النازعات : ۳۷ تا ۳۹] ''پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴾ [اللیل : ۱۴ تا ۱۶] ''پس میں نے تمھیں ایک ایسی

www.sirat-e-mustaqeem.com

آگ سے ڈرا دیا ہے جو شعلے مارتی ہے۔ جس میں اس بڑے بد بخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴾ [القیامة : ۳۱، ۳۲] ''سو نہ اس نے سچ مانا اور نہ نماز ادا کی۔ اور لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔''

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝۵۱ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝۵۲ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝۵۳ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝۵۴ ع ۲

''اس نے کہا تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمھارے لیے اس میں راستے جاری کیے اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ کئی قسمیں مختلف نباتات سے نکالیں۔ کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو چراؤ، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔''

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بتایا کہ ان کا رب وہ ہے جس نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے، انھیں روزی دی ہے اور انھیں زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا ہے تو وہ لاجواب ہو گیا، آخر شکست خوردہ ہو کر کہنے لگا کہ پھر ان اقوام گزشتہ کے بارے میں تم کیا کہو گے جو بتوں کی پوجا کرتی تھیں؟ جیسے نوح، ہود، لوط اور صالح علیہم السلام کی قومیں، جو ایک اللہ پر ایمان نہیں لائیں اور بتوں کی پرستش کرتی ہوئی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان تمام قوموں کے اعمال کا اللہ کو پورا پورا علم ہے۔ ان کا ہر قول و عمل ان کے نامۂ اعمال میں محفوظ ہے اور روز قیامت انھیں ان کا بدلہ مل جائے گا۔ میرے رب کے دائرۂ علم سے کوئی ادنیٰ چیز بھی خارج نہیں ہے اور نہ اس پر نسیان طاری ہوتا ہے، میرا رب ان دونوں عیوب اور دیگر تمام نقائص سے یکسر پاک ہے۔ میرا رب وہ ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے فرش بنا دیا ہے، تاکہ تم اس پر زندگی گزار سکو اور میرا رب وہ ہے جس نے زمین پر تمھارے لیے راستے ہموار کر دیے ہیں، تاکہ تم ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکو اور میرا رب وہ ہے جو آسمان سے بارش نازل کرتا ہے جس سے نہریں بنتی ہیں اور کنویں بھرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا جواب ختم ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اپنی وحدانیت پر ایمان لانے کی نصیحت کے طور پر فرمایا کہ ہم ہی اس پانی کے ذریعے سے انواع و اقسام کے پودے، پھل اور درخت وغیرہ پیدا کرتے ہیں، جو رنگ، مزہ، بو اور دیگر اوصاف و خصائص میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے عقل تقاضا کرتی ہے کہ تم ہم پر ایمان لے آؤ، ان پودوں اور پھلوں میں سے جو تمھارے کھانے کے لیے ہیں انھیں خود کھاؤ اور جو تمھارے جانوروں کے لیے ہیں وہ انھیں کھلاؤ۔ مذکورہ بالا تمام اعمال اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ رب العزت ہر بات پر قادر ہے، اس کا علم ہر شے کو محیط ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور اس کی رحمت تمام مخلوقات کو شامل ہے، اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، لیکن ان دلائل سے صرف اہل عقل و دانش ہی مستفید ہوتے ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

"اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔"

یعنی تم سب کے باپ آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے بنایا گیا اور تمام غذائیں بھی مٹی سے نکلتی ہیں، مرنے کے بعد خواہ کوئی انسان قبر میں دفن ہو یا نہ ہو، بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کے اجزا بھی مٹی ہی میں مل جائیں گے۔ قیامت کے روز انھی اجزا کو دوبارہ جمع کر کے اور ان میں روح پھونک کر زندہ کر دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۵] "فرمایا تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔"

بعض روایات میں دفنانے کے بعد تین مٹھیاں مٹی ڈالتے وقت اس آیت کا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، لیکن یہ روایات سنداً ضعیف ہیں، تاہم آیت کے بغیر تین مٹھیاں مٹی ڈالنے والی روایت جو ابن ماجہ، کتاب الجنائز (۱۵۶۵) میں ہے، وہ صحیح ہے۔

وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے اپنی نشانیاں سب کی سب دکھلائیں، پس اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا۔ کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں ہماری سر زمین سے اپنے جادو کے ذریعے نکال دے اے موسیٰ! تو ہم بھی ہر صورت تیرے پاس اس جیسا جادو لائیں گے، پس تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان وعدے کا ایک وقت طے کر دے کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تو، ایسی جگہ میں جو مساوی ہو۔ کہا تمھارے وعدے کا وقت زینت کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔ پس فرعون واپس لوٹا، پس اس نے اپنے داؤ پیچ جمع کیے، پھر آ گیا۔"

یہاں آیات سے مراد وہ نو نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں، وہ نشانیاں یہ ہیں، لاٹھی، ید بیضاء، قحط سالی، پھلوں کی کمی، طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون۔

موسیٰ علیہ السلام لمبے عرصے تک فرعون کو دعوت توحید دیتے رہے اور اس طویل مدت میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا نشانیاں

www.sirat-e-mustaqeem.com

بھیج کر اسے راہ دکھائی، لیکن وہ کبر و غرور میں سب کو جھٹلاتا رہا اور ایمان لانے سے انکار کرتا رہا، بلکہ اس کے برعکس موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم مصر والوں کو اپنے جادو کے زور سے اس وہم میں مبتلا کرنا چاہتے ہو کہ اللہ نے تمھیں اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے، تاکہ ہماری سلطنت اور ملک مصر پر قابض ہو جاؤ اور ہمیں یہاں سے نکال دو، تو سن لو کہ ہم تمھارے جادو کا توڑ اس سے قوی جادو سے کریں گے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم نبی نہیں بلکہ جادوگر ہو۔ اس لیے تم خود ہی ہمارے درمیان مقابلے کا ایک وقت مقرر کر دو، جس کی ہم میں سے کوئی خلاف ورزی نہ کرے اور اس کے لیے ایک ایسی جگہ مقرر کر دو جہاں کھڑے ہو کر سبھی لوگ مقابلہ دیکھ لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہمارے درمیان مقابلے کا وقت عید کا دن رہا اور لوگ مقابلہ دیکھنے کے لیے صبح کے وقت جمع ہو جائیں، تاکہ دن کی پوری روشنی میں اسے دیکھ سکیں۔ اس گفتگو کے بعد فرعون نے اپنی مجلس برخواست کر دی اور موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب کرنے کے لیے اپنی سازش کے تانے بانے بننے لگا اور ملک کے تمام بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر کے مقابلہ جیتنے کے لیے اپنے تئیں تمام انتظام مکمل کر لیے۔

قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ
افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ
اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ
وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

''موسیٰ نے ان سے کہا تمھاری بربادی ہو! اللہ پر کوئی جھوٹ نہ باندھنا، ورنہ وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کر دے گا اور یقیناً ناکام ہوا جس نے جھوٹ باندھا۔ تو وہ اپنے معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑے اور انھوں نے پوشیدہ سرگوشی کی۔ کہا بے شک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں، چاہتے ہیں کہ تمھیں تمھاری سرزمین سے اپنے جادو کے ذریعے نکال دیں اور تمھارا وہ طریقہ لے جائیں جو سب سے اچھا ہے۔ سو تم اپنی تدبیر پختہ کرو، پھر صف باندھ کر آجاؤ اور یقیناً آج وہ کامیاب ہوگا جس نے غلبہ حاصل کر لیا۔''

جب جادوگر وقت مقررہ پر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئے، تو انھوں نے ان سے ازراہ حجت کہا کہ تم لوگ اللہ کے بارے میں افترا پردازی نہ کرو اور اپنے جادو کے ذریعے محض خیالی چیز پیش کر کے لوگوں کو دھوکا نہ دو، اگر تم ایسا کرو گے تو ایک دردناک عذاب کے ذریعے اللہ تمھیں نیست و نابود کر دے گا اور جان لو کہ افترا پرداز ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سن کر جادوگروں میں اختلاف ہو گیا اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ یہ کوئی جادوگر ہے یا واقعی اللہ کا رسول ہے۔ بالآخر ان کی یہی رائے ہوئی کہ یہ دونوں جادوگر ہی ہیں، اپنے جادو کے ذریعے سے فرعون اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہمیں سرزمین مصر سے نکال کر خود سلطنت پر قابض ہو جانا چاہتے ہیں اور ہماری جگہ اپنی قوم کو یہاں بسا کر ہمارے اچھے بھلے دین اور اخلاق کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم لوگ ایک بات پر متفق ہو جائیں اور صف بنا کر آگے بڑھیں، تاکہ دیکھنے والوں پر ہمارا رعب پڑے اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آج جو غالب ہوگا وہ فرعون اور فرعونیوں کی جانب سے خوب داد و دہش پائے گا۔

لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(جھوٹ سے بچو، کیونکہ) جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔" [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله : ۲٦۰۷]

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

"انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو یہ کہ تو پھینکے اور یا یہ کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکے۔ کہا بلکہ تم پھینکو، تو اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب ہے۔ اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔"

جب جادوگروں کے درمیان اتفاق ہو گیا کہ مقابلہ کیسے کیا جائے تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ پہلے تم ابتدا کرو گے یا ہم شروع کریں؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے تم ہی ڈالو اور انھوں نے ایسا اس لیے کہا کہ جب جادوگر اپنا کرتب دکھا چکیں گے اور ان کے خیالی سانپوں کو موسیٰ کی لاٹھی نگل جائے گی، تو معجزۂ نبوی زیادہ واضح شکل میں درس عبرت بن کر لوگوں کے سامنے آئے گا۔ جادوگروں نے جب اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینکیں تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ جادو کے اثر سے دوڑ رہی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام بحیثیت انسان ان سانپوں سے ڈر گئے، یا اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں لوگ جادوگروں کے کرتب سے متاثر تو نہ ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ وہ جو چیز پیش کرنے جا رہے تھے وہ بھی ان کے جادو سے ملتی جلتی تھی، ان کی لاٹھیاں اور رسیاں بھی سانپ نظر آ رہی تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو بھی سانپ کی شکل اختیار کرنا تھی،

www.sirat-e-mustaqeem.com

تو موسیٰ علیہ السلام گھبرائے کہ پتا نہیں لوگ جادو اور معجزے کے درمیان فرق کر پائیں گے کہ نہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی گھبراہٹ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں، تجھے ان کے مقابلے میں فتح نصیب ہوگی اور معجزۂ الٰہی کے سامنے ان کی ایک نہیں چلے گی۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں جو لاٹھی ہے، اسے زمین پر ڈال دیجیے، انھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ لاٹھی ایک مہیب و تیز طرار اژدہا بن کر جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگلنے لگی اور تمام لوگ اور جادوگر اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھتے رہے، یہاں تک کہ میدان میں ایک سانپ بھی باقی نہ رہا، جادو شکست کھا گیا اور اللہ تعالیٰ کا معجزہ غالب آ گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ انھوں نے جو کچھ بنایا تھا وہ جادوگروں کا کرتب تھا اور جادوگر کوئی بھی چال چلے کامیاب نہیں ہوسکتا۔

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ۝

”تو جادوگر گرا دیے گئے، اس حال میں کہ سجدہ کرنے والے تھے، انھوں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔ کہا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمھیں اجازت دوں، یقیناً یہ تو تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے، پس یقیناً میں ہر صورت تمھارے ہاتھ اور تمھارے پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور ضرور ہر صورت تمھیں کھجور کے تنوں پر بری طرح سولی دوں گا اور یقیناً تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کون عذاب دینے میں زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“

جب جادوگروں نے تمام ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو جادوگری کے تمام علوم وفنون کی وجہ سے انھیں یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ابھی انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کوئی جادو نہیں ہے، وہ تو وہ حق ہے جس کی حقانیت میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ سب کچھ اس اللہ کی قدرت سے ہوا ہے جو کہتا ہے ”ہو جا“ تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ اس لیے تمام جادوگر اللہ کے لیے سجدے میں گر گئے اور پکار اٹھے کہ ہم ہارون و موسیٰ علیہما السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے جب دیکھا کہ ان جادوگروں نے تمام لوگوں کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیا اور اسے ڈر ہوا کہ کہیں دوسرے لوگ بھی ان کی پیروی نہ کرنے لگیں، تو اپنی طاقت کے غرور میں اس نے ان سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر تم لوگ موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے ہو، مجھے یقین ہو گیا کہ یہی موسیٰ وہ بڑا جادوگر ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے اور تم سب نے مل کر سازش کر رکھی ہے، تاکہ اہل مصر کو تم ان کے ملک سے نکال دو۔ فرعون نے ان نئے مسلمانوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ میں تم میں سے ہر ایک کا ایک ہاتھ اور دوسری جانب کا ایک پاؤں کاٹ دوں گا اور کھجوروں کے درختوں پر سولی دے کر

www.sirat-e-mustaqeem.com

لٹکا دوں گا، تب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا عذاب زیادہ شدید اور دائمی ہے یا موسیٰ کے رب کا، جس کے ڈر سے تم موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے ہو۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا
تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ ﴿۷۲﴾

”انھوں نے کہا ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان واضح دلائل پر جو ہمارے پاس آئے ہیں اور اس پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، سو فیصلہ کر جو تو فیصلہ کرنے والا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ تو اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کرے گا۔“

ان نئے مسلمانوں پر اس کی دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا، سچ ہے کہ ایمان صادق کے سامنے دنیا کی کوئی جھوٹی طاقت قدم نہیں جما سکتی۔ حق کے اس سیل رواں میں ہر مادی قوت خس و خاشاک کی مانند بہ جاتی ہے، انھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے جن معجزات الٰہیہ کا ظہور ہو چکا ہے، ان پر اور اس ذات برحق پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، ہم تمھیں ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔ اس لیے تمھیں جو کرنا ہو کر ڈالو، تمھارے فیصلے اور احکامات صرف اس دنیا میں چلیں گے جو محض ایک عارضی ٹھکانا ہے، ہماری زندگی کا مقصد تو اب صرف آخرت کی کامیابی ہے۔

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾ النصف

”بے شک ہم اپنے رب پر اس لیے ایمان لائے ہیں کہ وہ ہمارے لیے ہماری خطائیں بخش دے اور جادو کے وہ کام بھی جن پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے اور اللہ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“

نومسلموں نے فرطِ جوش ایمانی میں بلاخوف وخطر کہا کہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں، تا کہ وہ ہمارے سابقہ گناہوں کو معاف کر دے اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے جس جادوگری پر تم نے ہمیں مجبور کیا تھا اسے بھی معاف کر دے اور ایمان و عمل صالح والوں کے لیے اللہ کا ثواب بہتر ہوتا ہے، جبکہ نافرمانوں کے لیے اس کے عذاب کی مدت بہت لمبی ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا
قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ ع ۱۲

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم ہے، نہ وہ اس میں مرے گا

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور نہ جیے گا۔ اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔‘‘

ان آیات میں کافر و مومن کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جس کی موت کفر پر ہو گی اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا، جہاں نہ اسے موت آئے گی کہ عذاب سے چھٹکارا پا لے اور نہ ایسی زندگی ہو گی جس میں اسے سکون میسر ہو۔ وہاں وہ زندہ ہوتے ہوئے عذاب نار سے ایسی شدید تکلیف اٹھائے گا کہ ہر دم اس پر موت کی کیفیت طاری رہے گی اور جو اس دنیا میں ایمان و عمل صالح والی زندگی گزارے گا، تو قیامت کے دن اس کے درجات بلند ہوں گے، اس کا ٹھکانا وہ جنت عدن ہو گی جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور یہ بدلہ اس کو ملے گا جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کفر و معاصی کی آلائشوں سے پاک رکھا ہو گا۔

إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ : جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴾ [فاطر : ٣٦] ’’نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴾ [الأعلٰی : ١١ تا ١٣] ’’اور اس سے علیحدہ رہے گا جو سب سے بڑا بدنصیب ہے۔ وہ جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہو گا۔ پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔‘‘

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اصلی جہنمی تو جہنم ہی میں پڑے رہیں گے، انھیں وہاں نہ موت آئے گی اور (نہ آرام کی) زندگی ملے گی، ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنھیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، جہاں اللہ انھیں موت دے دے گا اور وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے۔ پھر شفاعت کی اجازت کے بعد گروہ گروہ کر کے نکالے جائیں گے اور جنت کی نہروں کے کناروں پر انھیں پھیلا دیا جائے گا اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو، تو وہ اس طرح اگیں گے جیسے دانہ اس مٹی میں اگتا ہے جسے پانی بہا کر لاتا ہے۔‘‘ یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زمانہ جنگل میں گزار چکے ہیں۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات الشفاعة و إخراج الموحدین من النار : ١٨٥۔ مسند أحمد : ٣/ ٢٠، ح : ١١١٥٧]

وَمَن يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ : یعنی ان کے لیے جنت ہو گی جس میں بلند و بالا درجات، پر امن بالا خانے اور پاکیزہ و نفیس مکانات ہوں گے۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں ہے اور ان میں سے سب سے اعلیٰ درجہ فردوس ہے، اسی سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، تو تم اللہ سے جب جنت مانگو تو جنت الفردوس کی دعا کیا کرو۔'' [ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة درجات الجنة : ۲۵۳۱۔ مسند أحمد : ۳۱۶/۵، ح : ۲۲۷۶۱۔ مستدرك حاكم : ۸۰/۱، ح : ۲۶۹]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت والے اپنے سے اوپر بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم اس چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو جو صبح کے وقت آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں رہ گیا ہو، ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہوگا۔'' صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ درجات تو انبیاء کے ساتھ خاص ہوں گے، جنھیں ان کے سوا کوئی نہ پا سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور نبیوں کو سچا جانا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف ...... الخ : ۲۸۳۱]

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔ پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے پر نہ ڈالا۔''

سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک طویل مدت تک فرعون اور فرعونیوں کو دعوت اسلام دیتے رہے، لیکن وہ اپنے کفر پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر سرزمین مصر سے نکل جائیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ بحر قلزم کی طرف جانے لگے تو فرعون نے اپنی فوج کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی لاٹھی پانی پر ماری، پانی دو طرف ہو گیا اور خشک راستہ بن گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر بے خوف و خطر چل پڑے اور پیچھے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر بھی چل پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ بیچ میں پہنچا، تو پانی نے انھیں ہر طرف سے آ گھیرا اور سبھی اس میں غرق ہو گئے۔ فرعون نے اپنے کفر و تکبر کی وجہ سے اپنی قوم کو ہلاکت میں ڈال دیا اور راہ راست کی طرف انھیں نہیں جانے دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۚ۝ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۚ۝ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

مَعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٦٣ تا ٦٦] ”تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔“

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ۝٨٠ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝٨١ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝٨٢

”اے بنی اسرائیل! بے شک ہم نے تمھیں تمھارے دشمن سے نجات دی اور تمھیں پہاڑ کی دائیں جانب کا وعدہ دیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں دی ہیں اور ان میں حد سے نہ بڑھو، ورنہ تم پر میرا غضب اترے گا اور جس پر میرا غضب اترا تو یقیناً وہ ہلاک ہو گیا۔ اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔“

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی تھیں اور ان پر جو احسانات کیے تھے انھی کا ذکر ہو رہا ہے اور انھیں نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ کا شکر بجا لائیں، تاکہ وہ نعمتیں باقی رہیں اور ناشکری نہ کریں، تاکہ اللہ کے عذاب و غضب سے بچے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے دشمن فرعون سے نجات دی، پھر انھیں حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور سینا کے پاس جائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ جب ان سے ہم کلام ہو تو اس منظر کو دیکھ کر ان کا ایمان راسخ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ بھی احسان کیا کہ میدان تیہ میں انھیں کھانے کے لیے من و سلویٰ عطا کیا اور نصیحت کی کہ ہماری دی ہوئی حلال روزی کھاؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو، ورنہ ہمارے غیظ و غضب کے مستحق ہو جاؤ گے اور جس پر ہمارا غضب نازل ہو جاتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جو کفر و شرک اور معصیت و نفاق سے توبہ کرتا ہے، ایمان والوں کی سی زندگی اختیار کرتا ہے اور اس پر ثابت قدم رہتا ہے تو ہم اسے معاف کر دیتے ہیں۔

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٩، ٥٠] ”اور جب ہم نے تمھیں فرعون کی قوم سے نجات دی، جو تمھیں برا عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور جب ہم نے تمھاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمھیں نجات دی

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انھوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیاب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”ہم یہود کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریبی ہیں، لہٰذا تم بھی (اس دن) روزہ رکھا کرو۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولقد أوحينا إلى موسى أن أسر بعبادي ...... الخ ﴾ : ٤٧٣٧۔ مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء : ۱۱۳۰]

وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى : یعنی جو بھی میرے حضور توبہ کرے تو میں اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہوں، خواہ اس نے کیسا ہی گناہ کیا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کی، فرمایا: ”ایک بندہ گناہ کر بیٹھا تو اس نے کہا، اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (میرے) بندے نے گناہ کیا، پھر اس نے جان لیا کہ اس کا ایک مالک ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے، اس آدمی نے پھر گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے مالک! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ نے ایک گناہ کیا اور اس نے جان لیا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ اس آدمی نے پھر گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے پالنے والے! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اس نے جان لیا کہ اس کا ایک اللہ ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے، تو اے بندے! اب تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب ...... الخ : ۲۷۵۸]

وَ مَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰۤى اَثَرِيْ وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ

غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ۬ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ

يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾

”اور تجھے تیری قوم سے جلد کیا چیز لے آئی اے موسیٰ!؟ کہا وہ یہ میرے نشان قدم پر ہیں اور میں تیری طرف جلدی آ گیا اے میرے رب! تاکہ تو خوش ہو جائے۔ فرمایا پھر بے شک ہم نے تو تیری قوم کو تیرے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انھیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصے سے بھرا ہوا، افسوس کرتا ہوا، کہا اے میری قوم! کیا تمھارے رب نے تمھیں اچھا وعدہ نہ دیا تھا؟ پھر کیا وہ مدت تم پر لمبی ہو گئی، یا تم نے چاہا کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے کوئی غضب اترے؟ تو تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

فرعون کی ہلاکت کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے: ﴿ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸، ۱۳۹] ''تو وہ ایسے لوگوں پر آئے جو اپنے کچھ بتوں پر جمے بیٹھے تھے، کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ، تباہ کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو لے کر طور کے پاس جائیں اور وہاں چالیس دن اور رات کا روزہ رکھیں، تاکہ اللہ انھیں تورات عطا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے شوق میں عجلت سے کام لیا اور اکیلے طور کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہہ گئے کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر اطمینان سے آئیں۔ ان کی روانگی کے بعد سامری نے بنی اسرائیل کو فتنے میں ڈال دیا۔ اس نے فرعونیوں کے چھوڑے ہوئے زیورات سے ایک بچھڑا بنایا اور اس میں جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے کھر کے نیچے کی ایک مٹھی مٹی ڈال دی، جس کی وجہ سے اس سے ایک آواز نکلنے لگی اور بنی اسرائیل اس سے متاثر ہو کر اس کی عبادت کرنے لگے اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں گئے۔ جب چالیس دن کی مدت پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی بنی اسرائیل کی گمراہی کی خبر دی۔

اس آیت کریمہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی عجلت پر عتاب ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر تنہا آنے کی کیوں عجلت کی، جبکہ آپ کو حکم یہ تھا کہ انھیں ساتھ لے کر آتے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میں نے شدت شوق میں جلدی کی تھی، تاکہ تیرے حکم کی بجا آوری میں مجھ سے ذرا بھی تاخیر نہ ہو اور تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے انھیں بتایا کہ ہم نے آپ کی روانگی کے بعد آپ کی قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے انھیں گمراہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کو شدید غصہ آیا اور وہ بنی اسرائیل کے حال پر کف افسوس ملنے لگے اور واپس آ کر ان سے باز پرس کی اور انھیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد دلایا کہ اس نے تو مجھے طور سینا کے پاس اس لیے بلایا تھا کہ تمھیں تورات دے، لیکن تم احسان فراموش نکلے اور چند دن بھی میرا انتظار نہ کر سکے اور مجھ سے عقیدۂ توحید پر ثابت قدم رہنے کا جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دے دی۔

قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝۸۷ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۙ۬ فَنَسِيَ ۝۸۸ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ۬ وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ۝۸۹

ع ۱۲/۴

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’انھوں نے کہا ہم نے اپنے اختیار سے تیرے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی اور لیکن ہم پر لوگوں کے زیوروں کے کچھ بوجھ لاد دیے گئے تھے تو ہم نے انھیں پھینک دیا، پھر اس طرح سامری نے (بنا) ڈالا۔ پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، جو محض جسم تھا، اس کے لیے گائے کی آواز تھی، تو انھوں نے کہا یہی تمھارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے، سو وہ بھول گیا۔ تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ وہ نہ ان کی کسی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ کسی نفع کا۔‘‘

بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم نے اپنی مرضی سے آپ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی، بلکہ ہوا یہ کہ ہماری عورتوں کے پاس فرعونیوں کے زیورات تھے، جب آپ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو ’’سامری‘‘ نے ہم سے کہا کہ یہ تاخیر اس لیے ہو رہی ہے کہ تمھارے پاس فرعونیوں کی عورتوں کے جو زیورات ہیں وہ تمھارے لیے حلال نہیں ہیں، اس لیے تم لوگ ان سے چھٹکارا حاصل کر لو۔ چنانچہ ہم نے تمام زیورات کو ایک گڑھے میں پھینک دیا، پھر سامری نے ان زیورات سے ایک بچھڑا بنا لیا، جس سے ایک آواز نکلنے لگی تو سامری اور اس کے ساتھیوں نے لوگوں سے کہا کہ یہی ہمارا اور موسیٰ کا رب ہے، موسیٰ علیہ السلام نے غلطی کی ہے کہ اپنے رب کی تلاش میں طور کی طرف گئے ہیں۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عقل کے دشمن انھی بچھڑے کے پجاریوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ کیا وہ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ وہ بچھڑا نہ ان کی کسی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کا کوئی نفع و نقصان اس کے اختیار میں ہے، پھر اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ
وَ اَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا
مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ۙ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ
وَ لَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! بات یہی ہے کہ اس کے ساتھ تمھاری آزمائش کی گئی ہے اور یقیناً تمھارا رب رحمان ہی ہے، سو میرے پیچھے چلو اور میرا حکم مانو۔ انھوں نے کہا ہم اسی پر مجاور بن کر بیٹھے رہیں گے، یہاں تک کہ موسیٰ ہماری طرف واپس آئے۔ کہا اے ہارون! تجھے کس چیز نے روکا، جب تو نے انھیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ کہ تو میری پیروی نہ کرے؟ تو کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ اس نے کہا اے میری ماں کے بیٹے! نہ میری داڑھی پکڑ اور نہ میرا سر، میں تو اس سے ڈرا کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تنبیہ کی تھی کہ تم لوگ بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر گمراہ ہو گئے ہو، تمھارا رب وہ اللہ ہے جس کی صفت رحمٰن ہے، اس لیے میری بات مانو اور اسی کی عبادت کرو، تو ان گمراہ لوگوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے تک ہم اپنے اسی معبود کی عبادت کریں گے۔ ہارون علیہ السلام نے جب اس بت پرستی پر ان کا اصرار دیکھا تو ان بارہ ہزار افراد کو لے کر الگ ہو گئے جنھوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام جب واپس پہنچے اور لوگوں کو بچھڑے کے گرد ناچتے اور گاتے دیکھا تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہنے لگے کہ جب آپ نے ان کو گمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو آ کر مجھے خبر کیوں نہ کی، آپ نے میرے حکم کی کیسے مخالفت کی! شدت ناراضی میں ان کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے، تو ہارون علیہ السلام نے کہا کہ میری ماں جائے بھائی! میری داڑھی اور سر کے بال نہ کھینچو، میں نے تو یہ سوچا کہ اگر میں صرف موحدین کو لے کر تمھارے پاس آ جاتا ہوں اور بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو چھوڑ دیتا ہوں تو تم کہو گے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور میری بات کا خیال نہیں کیا کہ میری عدم موجودگی میں ان کی دیکھ بھال کیجیے گا۔

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ : "لِحْيَةٌ" سے مراد داڑھی ہے، یہ انبیاء علیہم السلام کی عظیم سنت ہے اور امور فطرت میں سے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث اس کی فرضیت و اہمیت پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مشرکین کی مخالفت کرو، یعنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو۔" اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: "مونچھیں اچھی طرح کاٹو اور داڑھیاں چھوڑ دو۔" [بخاری، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار : ۵۸۹۲، ۵۸۹۳۔ مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة : ۲۵۹/۵۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مونچھیں کاٹو اور داڑھیوں کو ڈھیل دے دو اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔" [مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة : ۲۶۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کاٹنے اور داڑھی چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ [مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة : ۲۵۹/۵۳]

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾

"کہا تو اے سامری! تیرا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی، سو میں نے رسول کے پاؤں کے نشان سے ایک مٹھی اٹھالی، پھر میں نے وہ ڈال دی اور میرے دل نے اسی طرح کرنا میرے لیے خوشنما بنا دیا۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

جمہور مفسرین نے ﴿ الرَّسُوْلِ ﴾ سے مراد جبریل علیہ السلام لیے ہیں اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جبریل کے گھوڑے کو گزرتے ہوئے سامری نے دیکھا اور اس کے قدموں کے نیچے کی مٹی اس نے سنبھال کر رکھ لی، جس میں کچھ خرق عادت اثرات تھے۔ اس مٹی کی مٹھی اس نے پگھلے ہوئے زیورات یا بچھڑے میں ڈالی تو اس میں سے ایک قسم کی آواز نکلنی شروع ہوگئی جوان کے فتنے کا باعث بن گئی۔

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ إِلٰٓى إِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۖ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾

’’کہا پس جا کہ بے شک تیرے لیے زندگی بھر یہ ہے کہ کہتا رہے ’’ہاتھ نہ لگانا‘‘ اور بے شک تیرے لیے ایک اور بھی وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی تجھ سے ہرگز نہ کی جائے گی اور اپنے معبود کو دیکھ جس پر تو مجاور بنا رہا، یقیناً ہم اسے ضرور اچھی طرح جلائیں گے، پھر یقیناً اسے ضرور سمندر میں اڑا دیں گے، اڑانا اچھی طرح۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام نے سامری کی زبانی تفصیلات سننے کے بعد اللہ کے حکم سے اسے شہر بدر کر دیا اور بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ کوئی آدمی بھی اس سے بات نہ کرے اور ہر شخص اس سے قطع تعلق کرے۔ ایک مفہوم تو یہ ہے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے اسے اللہ کا یہ فیصلہ سنا دیا کہ اسے ہمیشہ کے لیے چھوت چھات کی بدترین بیماری لگ جائے گی اور وہ جب تک زندہ رہے گا اس کا حال یہ ہوگا کہ کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دے گا اور ہر شخص سے کہے گا کہ میرے قریب نہ آؤ۔ ’’لَا مِسَاسَ‘‘ کا بہترین مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سامری پر لوگوں کی قربت کو حرام کر دیا، وہ جب بھی کسی کو چھوتا تو دونوں کو شدید بخار آ جاتا، اس لیے کسی آدمی کو اپنے سے قریب ہوتے دیکھ کر بھاگ پڑتا اور چیخنے لگتا کہ میرے قریب نہ آؤ۔ چنانچہ وہ شہر سے نکل کر جنگل میں چلا گیا اور جانوروں کی سی زندگی گزارنے لگا اور اسی حال میں مر گیا۔ یہ دنیاوی سزا تھی جو سامری کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملی اور عذاب آخرت کے بارے میں اسے بتایا گیا کہ اس کے لیے ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آ جائے گا تو اسے عذاب بھگتنا پڑے گا اور وہ کسی صورت بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔

آیت کے آخر میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا کہ تم جس معبود کے سامنے ہر دم جھکے رہتے تھے، ہم اسے جلا کر خاکستر بنا دیں گے اور اس کی راکھ سمندر میں پھینک دیں گے، تاکہ اس کا کوئی نشان باقی نہ رہے، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، درحقیقت ان کا مقصد سامری اور دیگر بت پرستوں کے سامنے ان کے اس جھوٹے معبود کی حقارت کا اظہار تھا۔

إِنَّمَآ إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

’’تمھارا معبود تو اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

سامری کے مشرکانہ عقیدے اور بت پرستی کی تردید کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے عقیدۂ توحید بیان کیا کہ تم سب کا معبود اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے، وہ بچھڑا بھی نہیں جس کے ذریعے سے سامری نے تم سب کو گمراہ کر دیا تھا۔ پھر کہا کہ اس ذات واحد کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور اس کے سوا ہر شخص کا علم اور قدرت ناقص ہے۔ اس لیے اس ذات واحد کے سوا کوئی دوسرا معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [التغابن : ٤] ”وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝ (٩٩) مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝ (١٠٠) خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۝ (١٠١)

”اسی طرح ہم تجھ سے کچھ وہ خبریں بیان کرتے ہیں جو گزر چکیں اور یقیناً ہم نے تجھے اپنے پاس سے ایک نصیحت عطا کی ہے۔ جو اس سے منہ پھیرے گا تو یقیناً وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہوں گے اور وہ ان کے لیے قیامت کے دن برا بوجھ ہو گا۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ جس طرح ہم نے آپ کے لیے مذکورہ بالا آیات میں موسیٰ و فرعون اور موسیٰ و بنی اسرائیل کے واقعات بیان کیے ہیں اسی طرح آئندہ بھی گزشتہ قوموں کے عبرت آموز واقعات سنائیں گے اور ہم نے آپ کو خاص طور پر قرآن جیسی عظیم کتاب دی ہے، جس میں مومنوں کے لیے نصیحتیں اور عبرت آموز خبریں ہیں۔ ایسی کامل اور جامع کتاب کسی بھی نبی کو نہیں دی گئی۔ جو اس کتاب سے اعراض کرے گا، اس پر ایمان نہیں لائے گا اور اس پر عمل نہیں کرے گا وہ اپنے کفر کی وجہ سے میدان محشر میں بہت سارے گناہوں کے ساتھ آئے گا اور اس کی پشتوں پر بہت بھاری بوجھ لادے ہوں گے، جنھیں لیے وہ جہنم میں چلا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَآءَ مَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

یَزِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۱] ''یقیناً خسارے میں رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس قیامت اچانک آ پہنچے گی کہیں گے ہائے ہمارا افسوس! اس پر جو ہم نے اس میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائیں گے۔ سن لو! برا ہے جو وہ بوجھ اٹھائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ١ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَۙ۰۰۲۴ لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ١ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ١ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴾ [النحل : ۲٤، ۲۵] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے تمھارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟ تو کہتے ہیں پہلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔ تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے بھی جنھیں وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! برا ہے جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں۔''

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًاۚۖ۰۰۱۰۲ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا۰۰۱۰۳

''جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے۔ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے تم دس دن کے سوا نہیں ٹھہرے۔''

یہاں مراد دوسرا ''نفخہ صور'' ہے۔ جس کے پھونکے جانے کے بعد تمام لوگ زندہ ہو کر میدان محشر کی طرف چل پڑیں گے۔ اس کی دلیل آیت کا دوسرا حصہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صراحت فرما دی ہے کہ اس دن ہم مجرموں کو جمع کریں گے، اس حال میں کہ ان کے چہرے مارے رعب و دہشت کے سیاہی مائل زرد ہوں گے اور وہ ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہیں گے کہ دنیا میں ہماری عیش پرستی کی زندگی دس دن سے زیادہ نہیں تھی، یعنی آخرت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر دنیا میں گزارے ہوئے خوشیوں کے ایام چند روزہ لگیں گے اور افسوس کریں گے کہ کاش! ہم نے صلاح وتقویٰ کی زندگی گزاری ہوتی تو اس ابدی زندگی میں ذلت و رسوائی اور عذاب وعقاب کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًاؒ۰۰۱۰۴ ع ۱۵ ۱۴

''ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہوں گے، جب ان کا سب سے اچھے طریقے والا کہہ رہا ہوگا کہ تم ایک دن کے سوا نہیں ٹھہرے۔''

ان مجرموں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کی رائے دنیاوی زندگی اور اس کی خوش رنگیوں کے بارے میں حقیقت کے زیادہ قریب ہوگی۔ ان پر قیامت کی ہولناکیوں کا ایسا اثر ہوگا کہ وہ مجرموں کی مذکورہ بالا بات کی تردید کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہماری دنیاوی زندگی صرف ایک دن سے عبارت تھی۔ آیت سے مقصود دنیا کی زندگی کی حقارت اور کم

www.sirat-e-mustaqeem.com

مائیگی ثابت کرنا ہے اور یہ کہ یہ بات مجرموں کی زبانوں پر قیامت کے دن کھل کر آئے گی اور کف افسوس ملتے ہوئے کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے اس چند روزہ زندگی کے عیش میں مشغول ہو کر آخرت کی تیاری کو فراموش نہ کیا ہوتا؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الروم : ٥٥، ٥٦] ”اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔ اور وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے ہو، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١١٢ تا ١١٤] ”تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔“

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝١٠٥ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝١٠٦ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ۝١٠٧

”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔“

مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کے دن ان پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ انھیں جواب دے دیجیے کہ میرا رب انھیں جڑ سے اکھاڑ کر ذرہ ذرہ کر دے گا۔ پھر روئی کے گالوں کی طرح انھیں فضا میں اڑا دے گا اور ان کی جگہیں برابر اور چکنی ہو جائیں گی جن میں نہ کوئی پودا ہوگا اور نہ کوئی عمارت اور نہ زمین کا کوئی حصہ ناہموار ہوگا۔

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝١٠٨

”اس دن وہ پکارنے والے کے پیچھے چلے آئیں گے، جس کے لیے کوئی کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمان کے لیے پست ہو جائیں گی، سو تو ایک نہایت آہستہ آواز کے سوا کچھ نہیں سنے گا۔“

اس دن تمام لوگ داعی محشر کے پیچھے چل پڑیں گے، کوئی بھی اس کی راہ سے ادھر ادھر نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے رعب و دبدبہ سے پورے میدان محشر میں سکوت طاری ہوگا، کوئی دھیمی آواز بھی سنائی نہیں دے گی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ: یعنی اس دن جب وہ یہ ہولناک حالات دیکھیں گے تو پکارنے والے کی آواز پر فوراً لبیک کہیں گے اور جہاں بھی انھیں جانے کا حکم دیا جائے گا فوراً لپکیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔''

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا: ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۙ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴾ [المرسلات : ٣٥، ٣٦] ''یہ دن ہے کہ وہ نہیں بولیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔''

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾

''اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔''

قیامت کے دن اسی شخص کی شفاعت کسی دوسرے کے حق میں قبول ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا اور جس کی بات اس کی جناب میں قابل قبول ہوگی اور اس کی شفاعت اسی شخص کے حق میں قبول ہوگی جس کے لیے شفاعت کی اجازت دی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ﴾ [الأنبياء : ٢٨] ''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کے لیے جسے وہ پسند کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرة : ٢٥٥] ''کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔''

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾

''وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔''

اہل محشر کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا، کون جنت میں داخل کیا جائے گا اور کسے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا اور ان سب نے دنیا میں کیسے اعمال کیے تھے، اچھے یا برے، ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لیے قیامت کے دن اس کا فیصلہ یقیناً عدل و انصاف کے مطابق ہوگا اور اس کی رحمت ہر حال میں عذاب پر غالب ہوگی۔ مخلوق کا علم اس کی ذات و صفات اور اس کے علوم و احکام کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور سب چہرے اس زندہ رہنے والے، قائم رکھنے والے کے لیے جھک جائیں گے اور یقیناً ناکام ہوا جس نے بڑے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔‘‘

قیامت کے دن تمام اہل محشر کی گردنیں اللہ کے سامنے جھکی ہوں گی، جس کی صفت ’’حی‘‘ ہے، یعنی جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور جس کی صفت ’’قیوم‘‘ ہے، یعنی جسے کبھی نیند نہ آئی اور نہ کبھی آئے گی جو ہر چیز کا محافظ و مدبر ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں کامل ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا : اس لیے کہ اس روز اللہ تعالیٰ مکمل انصاف فرمائے گا اور ہر صاحب حق کو اس کا حق دلائے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر صاحب حق کو اس کا حق دلایا جائے گا، حتیٰ کہ اگر ایک سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری پر ظلم کیا ہوگا، تو اس کا بدلہ بھی دیا جائے گا۔ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، ح : ٢٥٨٢]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لوگو! ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔‘‘ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٧٨]

سب سے نامراد وہ شخص ہوگا جس نے شرک کا بوجھ بھی اپنے اوپر لاد رکھا ہوگا، اس لیے کہ شرک ظلم عظیم بھی ہے اور ناقابل معافی بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ١٣] ’’بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

’’اور جو شخص اچھی قسم کے اعمال کرے اور وہ مومن ہو تو وہ نہ کسی بے انصافی سے ڈرے گا اور نہ حق تلفی سے۔‘‘

یعنی اعمال کی جزا کے لیے دو شرائط کا ہونا ضروری ہے، ایک ایمان بالغیب کے تمام اجزا پر ایمان لانا، دوسرے ایسے اعمال صالحہ جو شریعت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھ کر بجا لائے گئے ہوں، مثلاً ان میں ریاکاری نہ ہو، سنت کے مطابق ہوں اور بعد میں احسان جتلا کر یا شرک کر کے ان اعمال کو برباد نہ کر دیا گیا ہو، ایسے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور پورا پورا ملے گا، ان میں ہرگز کسی طرح کی کمی نہیں کی جائے گی۔ ’’ظُلْمًا‘‘ کے معنی زیادتی کے ہیں اور وہ یہ کہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ لاد دیا جائے اور ’’هَضْمًا‘‘ کے معنی کمی کے ہیں اور وہ یہ کہ اس کی اپنی نیکیوں کا ثواب کم کر دیا جائے اور یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہوں گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ٢٥] ’’پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حکم ہو گا کہ واپس جاؤ اور جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو، چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے، اے ہمارے رب! جن کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ہم نے ان سب کو نکال لیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، پھر واپس جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے، اے ہمارے رب! جن کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ہم ان سب کو نکال لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر حکم دے گا کہ واپس جاؤ اور جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم ان سب کو نکال لائے ہیں جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ : ۱۸۳۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وجوه يومئذ ناظرة ...... الخ ﴾ : ۷۴۳۹]

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾

”اور اسی طرح ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا اور اس میں ڈرانے کی باتیں پھیر پھیر کر بیان کیں، شاید کہ وہ ڈر جائیں، یا یہ ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے۔“

چونکہ قیامت کا آنا اور نیکی و بدی کا بدلہ پانا یقینی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو فصیح عربی زبان میں نازل فرمایا، تا کہ وہ انسانوں کو جنت کی خوش خبری دے اور جہنم سے ڈرائے، اس میں مختلف قسم کی دھمکیاں ہیں، تا کہ لوگ کفر و معاصی سے بچیں اور اس میں گزشتہ قوموں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات بھی ہیں، تا کہ انھیں سن کر اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

”پس بہت بلند ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے، اور قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کر، اس سے پہلے کہ تیری طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور کہہ اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر۔“

اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی بلند و عظیم نہیں ہے، اس کے دست قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں ہے اور اس کے ارادہ و مشیت میں کوئی دخل انداز نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کوئی عدل پرور نہیں ہے، وہ ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دیتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ : جب جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھاتے تو شدت احتیاط کی وجہ سے آپ ہر حرف اور ہر کلمہ ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے، اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ایسا نہ کیجیے، بلکہ انتظار کیجیے، تاکہ آپ آیتوں کو اچھی طرح سن اور سمجھ لیں اور پھر انھیں یاد کیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ [القیامۃ : ۱۶ تا ۱۹] ”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کی وجہ سے شدت محسوس فرمایا کرتے تھے اور آپ اسے جلد جلد پڑھنے کے لیے (زبان اور) ہونٹوں کو حرکت دیتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ [القیامۃ : ۱۶ تا ۱۹] ”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔“ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی …… الخ : ۵۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الاستماع للقراءۃ : ۱۴۸/۴۴۸]

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا : یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی ہے کہ آپ اپنے رب سے علم میں اضافے کی دعا کرتے رہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر : ۹] ”کہہ دے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [المجادلۃ : ۱۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل جاؤ تو کھل جاؤ، اللہ تمھارے لیے فراخی کر دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم مجھے دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال زوردار بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی، تو جو زمین عمدہ تھی اس نے پانی جذب کر لیا اور گھاس اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

سبزی خوب اگائی اور جو زمین سخت تھی اس نے پانی جذب تو نہیں کیا لیکن اپنے اوپر روک رکھا، تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس پانی سے فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے وہ پانی پیا، (جانوروں کو) پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور کچھ زمین صاف اور چٹیل تھی، جب بارش ہوئی تو اس نے نہ تو پانی کو روکا اور نہ اس نے گھاس اگائی۔ بالکل ایسی ہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دے کر بھیجا ہے اس کو اس سے فائدہ ہوا، تو اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے نہ اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور نہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت، جس کو دے کر میں بھیجا گیا ہوں، اس کو قبول کیا۔‘‘ [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ ع ۶/۱۱/۱۵

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکید کی، پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی کچھ پختگی نہ پائی۔‘‘

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو جب جنت میں ٹھہرایا تو ان سے عہد لیا کہ وہ ایک مخصوص درخت کا پھل نہیں کھائیں گے اور شیطان کے کسی بہکاوے میں نہیں آئیں گے، لیکن وہ اس عہد پر قائم نہیں رہے اور شیطان کی بات مان کر انھوں نے ممنوع درخت کا پھل کھا لیا۔ آدم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد کا بھی یہی حال رہا، وہ بھی اپنے باپ کی طرح عہد فراموش رہی اور اپنے دشمن شیطان کی اطاعت کر کے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈالتی رہی۔ اس لیے اے میرے نبی! اگر آپ کی قوم بھی شیطان کی اتباع کرتی ہے اور ایمان نہیں لاتی تو آپ کو غمگین نہیں ہونا چاہیے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

’’اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے انکار کیا۔ تو ہم نے کہا بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے کہ تو مصیبت میں پڑ جائے گا۔ بے شک تیرے لیے یہ ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا ہوگا اور نہ ننگا ہوگا۔ اور یہ کہ بے شک تو اس میں نہ پیاسا ہوگا اور نہ دھوپ کھائے گا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو یہ واقعہ سنا دیجیے۔ جب ہم نے فرشتوں کو آدم کے لیے اظہار تعظیم کے طور پر سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی، لیکن ابلیس جو جنوں میں سے تھا، اس نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کبر وغرور میں آ کر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، تو ہم نے آدم سے کہا کہ یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ تم دونوں اس کی بات مان لو اور تمھیں جنت سے نکلنا پڑ جائے اور دنیا میں جا کر اپنے اور اپنی بیوی کے کھانے کے لیے کھیتی باڑی اور محنت مزدوری کرنا پڑے، جو تمھاری پریشانی کا باعث ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا اے آدم! ہم نے تمھیں بہت بڑی نعمت دی ہے، اس کی حفاظت کرنا، کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ جس کی بدولت یہ نعمت تم سے چھن جائے۔ یہ وہ جنت ہے جس میں تمھیں نہ بھوک لگے گی، نہ اس میں کپڑوں کی کمی ہوگی، نہ پیاس لگے گی اور نہ دھوپ کی تمازت تمھیں تکلیف دے گی۔

اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ابلیس سے بچو، کہیں وہ کوشش کر کے تمھیں جنت سے نہ نکلوا دے، ورنہ تم طلب رزق کے لیے محنت و مشقت میں پڑ جاؤ گے، گویا آدم کا قصہ بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہی ہے کہ انسان شیطان سے دھوکا نہ کھائے، جس طرح انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ نے دھوکا کھایا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۷] ”اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمھیں فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، وہ دونوں سے ان کے لباس اتارتا تھا، تاکہ دونوں کو ان کی شرمگاہیں دکھائے، بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کے خلاف شیطان کے کہنے میں نہ آتی۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته : ۳۳۳۰]

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى ﴿۱۲۲﴾

”پس شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہنے لگا اے آدم! کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہی بتاؤں جو پرانی نہ ہو؟ پس دونوں نے اس میں سے کھا لیا تو دونوں کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ دونوں اپنے آپ پر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اسے

www.sirat-e-mustaqeem.com

چن لیا، پس اس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی۔“

یعنی شیطان جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ پیدا کرنا شروع کیا اور کہا، اے آدم! کیا میں تمھیں ایک ایسا درخت بتاؤں جسے کھانے کے بعد تم دونوں جنت سے کبھی نہ نکلو گے اور ہمیشہ کے لیے یہاں تمھارا راج رہے گا؟ دونوں اس کے بہکاوے میں آ گئے اور اس ممنوع درخت کا پھل کھا لیا، جس کے نتیجہ میں دونوں ننگے ہو گئے تو درختوں کے پتے توڑ توڑ کر پردہ پوشی کرنے لگے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی طبیعت میں یہ بات ودیعت کر دی تھی کہ وہ ننگا رہنا گوارا نہیں کریں گے۔ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور شیطان کی بات مان کر ممنوع درخت کا پھل کھا لیا تو وہ بھٹک گئے۔ اس غلطی کی انھوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا اور اپنی پیغمبری کے لیے انھیں چن لیا۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ : یعنی شیطان مردود نے دھوکا دے کر ان کو معصیت کی طرف کھینچ ہی لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۰] ”پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔“

هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ : اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام سے یہ فرمایا تھا کہ وہ جنت کے تمام پھلوں کو کھائیں، مگر جنت کے ایک معین درخت کے قریب نہ جائیں، لیکن ابلیس دونوں کو مسلسل بہکاتا رہا اور باور کرایا کہ یہ شجر خلد ہے، یعنی وہ درخت کہ جس کا پھل کھانے والا خلد اور دوام حاصل کر لیتا ہے، حتیٰ کہ انھوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی خراب نہ ہوتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۳۰]

وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا، آپ نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا اور انھیں جنت سے نکلوا دیا؟ سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، آپ وہی ہیں جنھیں اللہ نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لیے پسند فرمایا اور تورات عطا فرمائی؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ہاں! پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، کیا اس میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب میرے لیے لکھ دیا گیا تھا؟ کہا، ہاں! الغرض سیدنا آدم علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غلبہ پا

www.sirat-e-mustaqeem.com

گئے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ واصطنعتك لنفسي ﴾ : ٤٧٣٦۔ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی صلی اللہ علیهما وسلم : ٢٦٥٢]

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

’’فرمایا تم دونوں اکٹھے اس سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے، پھر اگر کبھی واقعی تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔‘‘

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ’’اهْبِطَا‘‘ سے مراد ابلیس و آدم ہیں اور حوا اپنے شوہر آدم کے تابع ہیں، جبکہ بعض دوسروں کا خیال ہے کہ اس سے مراد آدم و حوا علیہما السلام ہیں، اس لیے کہ باقی انسان ان دونوں سے وجود میں آئے ہیں۔ اس کے بعد جمع کے صیغہ سے وہ دونوں اور ان کی اولاد بھی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام سے کہا کہ تم لوگ جنت سے نکل کر زمین پر چلے جاؤ، جہاں تم لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ وہاں جب تمھارے پاس میرا کوئی رسول آئے اور میرا پیغام پہنچائے، تو جو شخص میرے بھیجے گئے دین کی پیروی کرے گا، نہ وہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بد بخت ہوگا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، وہ جمعہ کا دن ہے، آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن ہی پیدا کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا۔‘‘ [مسلم، کتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة : ٨٥٤]

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ : یعنی آدم و اولاد آدم اور ابلیس اور اس کی ذریت کی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی ہوگی، لیکن جنت میں مومنوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کینہ اور بغض و عناد وغیرہ جیسی بیماریوں سے پاک صاف کر دیں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور نورانی ہوں گے، وہ نہ اس میں تھوکیں گے نہ انھیں ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ وہ پیشاب و پاخانہ کریں گے، ان کے برتن سونے کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہوگا اور ان کے پسینے میں سے مشک کی خوشبو پھوٹے گی۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، جن کا حسن کی وجہ سے پنڈلیوں کا گودا گوشت کے نیچے سے نظر آئے گا۔ جنتیوں کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ بغض و عناد، ان کے دل ایک دل کی مانند ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح پڑھا کریں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ٣٢٤٥۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب فی صفات الجنة و أهلها : ٢٨٣٤/١٧]

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا

www.sirat-e-mustaqeem.com

یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۳۸] ''ہم نے کہا سب کے سب اس سے اتر جاؤ، پھر اگر کبھی تمھارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۵] ''اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔''

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ یُؤْمِنْۢ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

''اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا۔ وہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو انھیں بھول گیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جائے گا۔ اور اسی طرح ہم اس شخص کو جزا دیتے ہیں جو حد سے گزرے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لائے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔''

یعنی جو شخص اللہ کے دین سے اعراض کرتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنا ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس عمل بد کا یہ بدلہ دیتا ہے کہ ہر جانب سے اسے تنگی گھیر لیتی ہے اور روزی کی کشادگی کے باوجود اس کا سکون و اطمینان چھن جاتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی قبر بھی اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اس کی برزخ کی طویل زندگی شقاوت و بدبختی سے عبارت ہوتی ہے، مزید یہ کہ قیامت کے دن اسے اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ جب وہ اپنی حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں بنا دیا ہے، میں تو دنیا میں اور قبر سے اٹھنے تک آنکھوں والا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تم دنیا میں اس طرح آنکھیں رکھنے کے باوجود دل کے اندھے تھے اور ہماری آیات کو ٹھکراتے تھے، اس لیے آج تم جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے اور کوئی تمھارا پرسان حال نہیں ہوگا۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنی شہوتوں میں منہمک ہو کر اللہ کے دین کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اور آخرت کا عذاب بڑا ہی دردناک اور بہت ہی طویل ہو

www.sirat-e-mustaqeem.com

گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾ [الرعد: ۳٤] ”ان کے لیے ایک عذاب دنیا کی زندگی میں ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور انھیں اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔“

وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۚ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ [بني إسرائيل : ۹۷] ”اور قیامت کے دن ہم انھیں ان کے چہروں کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔“

كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى : یعنی جب تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیر لیا، انھیں یاد نہ رکھا بلکہ انھیں بھلا دیا، ان سے اعراض کیا اور ان سے غفلت برتی تو آج تجھ سے بھی اسی طرح معاملہ کیا جائے گا کہ گویا تجھے بھلا دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ﴾ [الأعراف : ٥١] ”تو آج ہم انھیں بھلا دیں گے، جیسے وہ اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو قبر میں رکھے جانے اور پھر اس سے ہونے والے سوال و جواب کا ذکر کیا اور پھر کافر سے ہونے والے سوال و جواب کا بھی ذکر کیا اور فرمایا: ”پھر کافر پر اس کی قبر تنگ ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں آر پار ہو جائیں گی اور یہی وہ ”المعيشة الضنكة“ یعنی تنگ گزران ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے: ﴿ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ ”تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔“ [ابن حبان : ۳۱۱۳۔ مستدرك حاكم : ۱/ ۳۷۹، ۳۸۰، ح : ۱٤۰۳]

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى : دنیا کے عذاب کی نسبت آخرت کا عذاب زیادہ دردناک بھی ہوگا اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی اور یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لعان کرنے والے جوڑے کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے) فرمایا: ”دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔“ [مسلم، کتاب اللعان : ۱٤۹۳۔ أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب في اللعان : ۲۲۵٦]

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝۱۲۸ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ۝۱۲۹ ع ۱٦/۷

”پھر کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں۔ اور اگر وہ بات نہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہو چکی اور ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو وہی (پہلے لوگوں والا عذاب) لازم ہو جاتا۔“
یعنی یہ جھٹلانے والے اور مشرکین مکہ دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں جن کے یہ جانشین ہیں اور ان کی قیام گاہوں سے گزر کر آگے جاتے ہیں۔ انھیں ہم اسی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں، جن کے عبرت ناک انجام میں اہل عقل و دانش کے لیے بڑی نشانیاں ہیں، لیکن یہ اہل مکہ ان سے اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے انھی کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فیصلہ نہ کیا ہوتا کہ وہ اتمام حجت کے بغیر اور اس مدت کے آنے سے پہلے جو وہ مہلت کے لیے کسی قوم کو عطا کرتا ہے، کسی کو ہلاک نہیں کرتا تو فوراً انھیں عذاب الٰہی آ لیتا اور یہ ہلاکت سے دو چار ہو چکے ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ تکذیب رسالت کے باوجود اگر ان پر اب تک عذاب نہیں آیا تو یہ نہ سمجھیں کہ آئندہ بھی نہیں آئے گا، بلکہ ابھی ان کو اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہوئی ہے، جیسا کہ وہ ہر قوم کو دیتا ہے۔ مہلت ختم ہو جانے کے بعد ان کو عذابِ الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۲] ”اور نہیں ہیں وہ سب مگر اکٹھے ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۚۖ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ۝ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ۝ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْیَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۴۱] ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔ اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟“

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝۱۳۰

”سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور رات کے کچھ اوقات میں بھی پس تسبیح کر اور دن کے کناروں میں، تاکہ تو خوش ہو جائے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ کفار مکہ جو آپ کو جادوگر، شاعر، کاہن اور کذاب وغیرہ کہا کرتے ہیں تو آپ ان باتوں کا خیال نہ کیجیے، ان کو عذاب دیے جانے کا جو وقت مقرر ہے اس وقت انھیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ آپ صبر وسکون کے ساتھ اپنے رب کی حمد وثنا میں لگے رہیے۔ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تعریف بیان کرنے کے لیے تسبیح پڑھیے، یعنی فجر و عصر کی نمازوں کا خوب اہتمام کیجیے اور رات کے اوقات میں بھی اپنے رب کی خوب پاکی بیان کیجیے، یعنی مغرب وعشاء کی نمازوں کا بھی خیال رکھیے اور ہاں دیکھیے! دن کے دونوں کناروں میں اپنے رب کی پاکی بیان کرنے کا زیادہ خیال رکھیے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ آپ اس پر عمل کیجیے، تو آپ کو اپنے رب کی جانب سے ایسا اجر ملے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح و شام ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ'' سو مرتبہ پڑھے، تو قیامت کے دن اس سے افضل عمل لے کے آنے والا کوئی شخص نہیں ہوگا، سوائے اس شخص کے جس نے اس کی مثل یا اس سے زیادہ مرتبہ یہ کلمات کہے۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء : ۲٦۹۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، مجھے گزشتہ رات بچھو کے کاٹنے سے شدید تکلیف پہنچی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو شام کے وقت یہ دعا پڑھ لیتا: ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) تو بچھو تجھے نقصان نہ پہنچا تا۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء و درك الشقاء وغيره : ۲۷۰۹]

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ ہر روز صبح اور ہر رات شام کو تین مرتبہ یہ دعا پڑھے: ((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ)) تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔'' [ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء في الدعاء إذا أصبح و إذا أمسى : ۳۳۸۸۔ أبو داؤد، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح : ۵۰۸۸]

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا : اس سے نماز فجر اور نماز عصر بھی مراد ہو سکتی ہیں، جیسا کہ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے کہ اسی اثنا میں آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: ''تم (ایک دن) اپنے مالک کو اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو، اس کو دیکھنے میں تم کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی، پھر اگر تم سے یہ ہو سکے کہ سورج نکلنے سے پہلے جو نماز ہے (یعنی فجر کی) اور سورج ڈوبنے سے پہلے جو نماز ہے (یعنی عصر کی) ان کو چھوڑ کر (کسی اور کام میں) نہ پھنس جاؤ تو (ضرور) ایسا کرو۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ﴾ ''اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلوٰۃ العصر : ۵۵٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر : ٦٣٣]

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان دونوں وقتوں کی نماز (فجر و عصر) پڑھنے والا آگ میں نہیں جائے گا۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر : ٦٣٤۔ أبو داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب المحافظة على الصلوات : ٤٢٧]

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات اور دن کے فرشتے یکے بعد دیگرے تمھارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، فجر اور عصر کی نماز میں یہ فرشتے اکٹھے ہو جاتے ہیں، پھر جو فرشتے رات کو تمھارے ساتھ رہے تھے وہ اوپر (آسمان پر) چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں، ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلوۃ العصر : ٥٥٥۔ مسلم، کتاب المساجد ، باب فضل صلوتی الصبح والعصر : ٦٣٢]

وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ [ھود : ١١٤] ''اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔''

لَعَلَّكَ تَرْضٰى : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے جنتیو! تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور ساری خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے، اے اللہ! ہم کیوں خوش نہیں ہوں گے، حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ فرمائے گا، کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز نہ عطا کروں؟ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ فرمائے گا، میں تمھیں اپنی رضا مندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب مع أهل الجنة : ٧٥١٨۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة : ٢٨٢٩]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا، کیا تم کچھ مزید چاہتے ہو کہ میں تمھیں دوں؟ وہ کہیں گے (اے اللہ!) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا، تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ (تو اب ہمیں اور کیا چاہیے؟) تو اس وقت اللہ تعالیٰ

www.sirat-e-mustaqeem.com

حجاب اٹھائے گا تو انھیں کوئی ایسی نعمت عطا نہیں ہوئی ہوگی جو انھیں اپنے رب عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرۃ ربھم سبحانه و تعالٰی : ۱۸۱۔ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی رؤیة الرب : ۲۵۵۲]

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

”اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ ان دنیا داروں اور سرمایہ داروں کی طرف نہ دیکھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خوشحالی عطا کی ہے، کیونکہ دنیا کی یہ سج دھج عارضی و فانی اور دنیا کی یہ نعمتیں زوال پذیر ہو جانے والی ہیں اور ہم نے انھیں یہ محض آزمائش کے لیے دی ہیں اور میرے بندوں میں سے شکر گزار کم ہیں۔

مال و دولت تو آزمائش اور فتنہ میں مبتلا کرنے والی چیز ہے، لہٰذا اس کی حرص سے بچنا چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التغابن : ۱۵، ۱۶] ”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔“

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے حرص سے بچنے کی ترغیب دی ہے، بلکہ فلاح کا مستحق انھی کو بتایا ہے جو حرص سے بچا لیے گئے۔ گویا حرص کی موجودگی میں فلاح و نجات ممکن نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مال کی حرص فتنہ میں مبتلا کرنے والی چیز ہے اور یہ فتنہ نجات سے مانع ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ حرص کی ممانعت فرما رہا ہے اور قناعت کی تلقین کر رہا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص نے فلاح پائی جس نے اسلام قبول کیا اور ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس چیز پر جو اسے عطا فرمائی، قناعت کی توفیق بخشی۔“
[مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی الکفاف والقناعة : ۱۰۵۴]

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (کچھ مال) مانگا، آپ نے مجھے دے دیا، میں نے آپ سے پھر مانگا تو آپ نے مجھے پھر دے دیا، میں نے (تیسری بار) پھر مانگا تو پھر عنایت فرما دیا اور ساتھ (نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: ”اے حکیم! یہ (دنیا کا) مال شیریں وخوش گوار (نظر آتا) ہے۔ (سنو!) جو شخص اسے بغیر

www.sirat-e-mustaqeem.com

کسی طمع و لالچ کے لے گا اس کے لیے تو اس میں برکت ہوگی اور جو شخص دل میں لالچ رکھ کر اسے لے گا تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص کا سا ہوگا جو کھاتا تو ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔ (یاد رکھو!) اوپر والا ہاتھ (یعنی مال خرچ کرنے والا شخص) نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' [بخاري، كتاب الزكوة، باب الاستعفاف عن المسئلة : ١٤٧٢۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى : ١٠٣٥]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر آ کر تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اپنے بعد جس چیز کا تم پر ڈر ہے وہ دنیا کی زیب و زینت ہے کہ اس کے دروازے تم پر کھول دیے جائیں گے۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا اچھی چیز سے بھی برائی پیدا ہوتی ہے؟ آپ خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا، تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نبی ﷺ سے بات کرتے ہو، حالانکہ وہ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پر وحی اتر رہی ہے۔ آپ نے چہرے سے پسینا صاف کیا اور فرمایا: ''وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟'' گویا آپ کو اس کا پوچھنا اچھا معلوم ہوا۔ تب آپ نے فرمایا: ''یہ بات تو صحیح ہے کہ اچھی چیز برائی نہیں لاتی، مگر (بے موقع استعمال سے برائی پیدا کرتی ہے) دیکھو! موسم بہار میں جو گھاس اگتی ہے وہ کبھی تو جانور کو مار ڈالتی ہے، یا کبھی مارنے کے قریب کر دیتی ہے، لیکن وہ جانور جو ہری ہری گھاس چرے، حتیٰ کہ اس کی دونوں کوکھیں پھول جائیں تو سورج کی طرف منہ کر کے لید کرے، پیشاب کرے اور پھر چرتا ہے (وہ نہیں مرتا)۔ اسی طرح (دنیا کا) یہ مال بھی بے شک بڑا شیریں اور سر سبز ہے، لیکن مسلمان کا وہ مال ہی اچھا ہے جس میں سے وہ مسکین کو، یتیم کو اور مسافر کو دیتا رہتا ہے اور بے شک جو شخص ناجائز طریقے سے مال کماتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور وہ مال قیامت کے دن (اس کے خلاف) گواہی دے گا۔'' [بخاري، كتاب الزكوة، باب الصدقة على اليتامى : ١٤٦٥]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو یا راہ گیر۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل : ٦٤١٦]

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین والوں سے جزیہ لانے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور وہاں کا حاکم علاء بن حضرمی کو مقرر کیا تھا۔ اب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیے کا مال لے کر آئے اور انصار نے جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سنی تو صبح کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے اور سلام پھرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ''شاید تم ابو عبیدہ کے آنے اور مال لانے کی خبر سن کر آئے ہو؟'' انھوں نے عرض کی، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جو تمھیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم! مجھے

www.sirat-e-mustaqeem.com

تمھارے متعلق فقر و فاقہ اور محتاجی کا ڈر نہیں ہے، بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی، جس طرح ان لوگوں پر کر دی گئی تھی جو تم سے پہلے تھے، پھر تم بھی اسی طرح دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے جیسے انھوں نے دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی اور پھر دنیا تم کو بھی اسی طرح (آخرت سے) غافل کر دے گی جس طرح اس نے ان کو غافل کیا تھا۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها : ٦٤٢٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تباہ ہو گیا دینار و درہم کا بندہ، چادر کا بندہ اور دھاری دار کپڑے کا بندہ۔ (انھوں نے اپنی آخرت برباد کی) اگر ان کو (یہ سب) ملا تو خوش ہو گئے اور نہیں ملا تو ناخوش ہو گئے۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال : ٦٤٣٥]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ ان کو اتنا تباہ و برباد نہیں کرتے جتنا مال و جاہ کی حرص کسی شخص کے دین کو تباہ کرتی ہے۔'' [ترمذی، كتاب الزهد، باب حديث : ما ذئبان جائعان أرسلا في غنم...... الخ : ٢٣٧٦۔ طبرانی کبیر : ۹۶/۱۹، ح : ۱۸۹]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ دنیا میں بہت مال و دولت رکھتے ہیں، آخرت میں وہی نادار اور خسارے میں ہوں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھیں اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو، پھر انھوں نے اس دولت کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے خرچ کیا ہو اور اسے نیکی کے کاموں میں صرف کیا ہو۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب المكثرون هم المقلون : ٦٤٤٣۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب الترغيب في الصدقة : ٩٤، بعد الحديث : ٩٩١]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انصار کے کئی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مال کا) سوال کیا تو جس کسی نے بھی مانگا آپ نے اسے کچھ نہ کچھ دے دیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا۔ جب آپ نے دونوں ہاتھوں سے جو کچھ تھا وہ خرچ کر ڈالا تو فرمایا: ''میرے پاس جو کچھ بھی آئے گا میں اس کو تم سے بچا کر رکھنے والا نہیں، بات یہ ہے کہ جو کوئی سوال سے بچنا چاہے گا اللہ بھی اس کو سوال سے بچائے گا اور جو شخص خود پر جبر کر کے صابر بننا چاہے گا تو اللہ اس کو صبر دے گا اور جو شخص بے پروا رہنا پسند کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بے پروا کر دے گا اور صبر سے بہتر اور وسیع تر کوئی نعمت تم کو ہرگز نہیں ملے گی۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم الله : ٦٤٧٠۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل التعفف والصبر : ١٠٥٣]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے نظر اٹھا کر آپ کے گھر کو دیکھا تو اللہ کی قسم! مجھے وہاں تین کھالوں کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئی، تو میں نے کہا، (اے اللہ کے رسول!) آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کی امت کو فراخی عطا فرمائے، فارس اور روم کو تو بہت فراخی دی گئی ہے اور انھیں دنیا کا مال و متاع عطا کیا گیا ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور آپ اللہ کے رسول اور اس کے برگزیدہ ہونے کے باوجود کس حالت میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں؟ رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، (یہ سن کر) آپ سیدھے ہو گئے، آپ نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! کیا تم شک میں ہو؟ ان لوگوں کو ان کی اچھائیوں کا بدلہ دنیا ہی میں جلدی دے دیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة : ٢٤٦٨۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الإیلاء واعتزال النساء وتخییرهن ...... الخ : ١٤٧٩]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند نہیں کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے کوئی چیز میرے پاس باقی ہو، سوائے اس کے کہ جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے رکھ لوں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قول النبی ﷺ : ما یسرنی أن عندی مثل أحد هذا ذهبًا : ٦٤٤٤]

سیدنا عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ کوئی دینار، نہ کوئی درہم، نہ کوئی غلام اور نہ کوئی لونڈی (اپنے پاس جمع کیے) سوائے ایک سفید خچر کے جس پر آپ سوار ہوا کرتے تھے، یا پھر ہتھیار تھے، یا وہ زمین تھی جسے آپ نے مسافروں کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته : ٤٤٦١]

وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴾ [آل عمران : ١٩٦، ١٩٨] ''تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، اللہ کے پاس سے مہمانی کے طور پر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔''

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ، ہم تجھ سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی تجھے رزق دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں۔ اس خطاب میں ساری امت نبی اکرم ﷺ کے تابع ہے، پھر آپ سے کہا گیا کہ آپ نماز کی پابندی کیجیے اور امور دنیا میں مشغول ہو کر اس سے غافل نہ ہو جایے۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ ہم آپ سے یہ نہیں کہتے کہ اپنے لیے اور بال بچوں کے لیے روزی کی فکر میں لگ جایے اور نماز سے غافل ہو جایے، آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو روزی ہم دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا : پابندی سے نماز پڑھنا ہی درحقیقت نماز پڑھنا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿١٩﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٣٤﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ [المعارج : ١٩ تا ٣٥] ”بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔ اور وہ جو جزا کے دن کو سچا مانتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر، یا جس کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں، تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔“

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ : یعنی جب آپ نماز قائم کریں گے تو آپ کے پاس ایسی جگہ سے رزق آئے گا جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ [الطلاق : ٢، ٣] ”اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [الذاریات : ٥٦ تا ٥٨] ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا، تیری فقیری اور حاجت کو دور کر دوں گا اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیت سے بھر دوں گا اور تیری فقیری و حاجت دور نہیں کروں گا۔“ [ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق، باب أحادیث ابتلینا بالضراء ...... الخ : ٢٤٦٦۔ ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب الهم بالدنیا : ٤١٠٧]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کا مقصود حصول دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام بکھیر دیتا ہے اور اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے لیے مقدر ہے اور جس کی نیت آخرت کا حصول ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام مرتب کر دیتا ہے اور اس کے دل میں غنا پیدا فرما دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا : ٤١٠٥]

وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى : یعنی دنیا و آخرت میں اچھا انجام اہل تقویٰ ہی کا ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے رات کو خواب میں دیکھا، گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور ہمارے پاس ابن طاب کے باغ کی کھجوریں لائی گئی ہیں، میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ دنیا میں سربلندی اور آخرت میں اچھا انجام ہمیں ہی حاصل ہوگا اور ہمارا دین بے حد پاکیزہ ہے۔'' [مسلم، كتاب الرؤيا، باب الرؤيا النبى ﷺ ...... الخ : ٢٢٧٥۔ أبوداؤد، كتاب الأدب، باب فى الرؤيا : ٥٠٢٥]

وَ قَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾

''اور انھوں نے کہا یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا اور کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آئی جو پہلی کتابوں میں ہے؟''

کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر نبی ہیں تو گزشتہ انبیاء کی طرح اپنی صداقت کی کوئی نشانی کیوں نہیں پیش کرتے، یا ہم لوگ جن نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہیں دکھاتے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا کہ کفار مکہ گزشتہ آسمانی کتابوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور نشانیاں موجود ہیں، تو پھر کون سی بات ان پر ایمان لانے سے مانع ہے۔ ان علامات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ﴾ [الأعراف : ١٥٧] ''جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کے صحابہ کی صفات بھی تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی تھیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ﴾ [الفتح : ٢٩] ''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللّٰهِ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۰، ۵۱] ”اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کسی قسم کی نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں، کہہ دے نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں یقیناً لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اس معجزہ کی مناسبت سے لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے دیا ہے، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ میرے ماننے والے سب نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔“ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی و أول ما نزل؟ : ۴۹۸۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۵۲]

وَ لَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ۝۱۳۴

”اور اگر ہم واقعی انھیں اس سے پہلے کسی عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوں اور رسوا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اور قرآن کریم نازل کر کے اب کسی مشرک و کافر کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رکھا ہے، یہی بات اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے کہ اگر ہم لوگوں کو بعثت نبی اور نزول کتاب سے پہلے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہلاک و برباد کرنے سے پہلے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہیں بھیجا تھا، تاکہ ہم ایمان لے آتے، لیکن اب جبکہ ہم نے اپنا آخری رسول بھیج دیا ہے اور آخری کتاب نازل کر دی ہے تو ایمان لانے سے اب ان کے لیے کون سی چیز مانع ہے؟

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ رسول کے بھیجنے سے پہلے کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] ”اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴾ [القصص : ۵۹] ”اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔"

ع ١٧ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾

"کہہ دے ہر ایک منتظر ہے، سو تم انتظار کرو، پھر تم جلد ہی جان لو گے کہ سیدھے راستے والے کون ہیں اور کون ہے جس نے ہدایت پائی۔"

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ سرکش کافروں سے کہہ دیجیے کہ ہم اور تم سبھی اپنے انجام کے منتظر ہیں، انتظار کرلو، جب مسلمانوں کو عنقریب فتح و نصرت حاصل ہوگی تو جان لو گے کہ کون دین اسلام پر قائم تھا، کسے اللہ تعالیٰ نے راہ نجات کی طرف ہدایت دی اور کون گمراہ ہو کر ہلاک و برباد ہوا، ارشاد فرمایا: ﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ [الفرقان : ٤٢] "اور عنقریب وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔" اور فرمایا: ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ [القمر : ٢٦] "عنقریب وہ کل جان لیں گے کہ بہت جھوٹا، متکبر کون ہے؟"

تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا، مسلمان آہستہ آہستہ غالب ہوتے گئے اور کفار و مشرکین جزیرۂ عرب سے ناپید ہو گئے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورۃ الانبیآء مکیۃ

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء یہ ابتدائی بہت فصیح سورتیں ہیں اور میری پرانی یاد کردہ سورتوں میں سے ہیں۔[بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الأنبیاء : ٤٧٣٩]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ①

”لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آگیا اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔“

اس آیت میں عام انسانوں یا کفارِ مکہ کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہر دن قیامِ قیامت سے قریب ہوتے جا رہے ہیں اور اس طرح گویا وہ میدانِ محشر میں اللہ کے حضور اپنے اعمال کے حساب کے لیے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اس دن کی کامیابی کے لیے تیاری کرتے، لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے کہ وہ حساب اور جزا و سزا سے بالکل غافل ہیں اور فکرِ آخرت سے بہت دور، چند روزہ دنیا کے عیش و آرام کو اپنا مقصدِ حیات بنا بیٹھے ہیں۔ حساب کا دن اس لیے قریب ہے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، چاہے وہ ایک مدت کے بعد ہی کیوں نہ آئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّ نَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴾ [المعارج : ٦، ٧] ”بے شک وہ اسے دور خیال کر رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ [القمر : ١] ”قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھارا دنیا میں رہنا اگلی امتوں کے مقابلہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں ایسا ہی ہے جیسے عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کا وقت۔" [بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب من أدرك ركعة من العصر قبل الغروب : ٥٥٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح (نزدیک نزدیک) بھیجے گئے ہیں۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ : بعثت أنا والساعة كهاتين : ٦٥٠٤۔ مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥١/١٣٤]

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہشت تمھاری جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے، اسی طرح دوزخ بھی (اتنا ہی قریب ہے)۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب الجنة أقرب إلى أحدكم من شراك نعله و النار مثل ذلك : ٦٤٨٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بہت سے دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور دریافت کرتے کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ ان لوگوں میں جو سب سے کم عمر ہوتا اس کی طرف دیکھتے، پھر فرماتے: "اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے تمھاری قیامت آ جائے گی (یعنی تم مر جاؤ گے)۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت : ٦٥١١۔ مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے، تب آپ کے سامنے قبیلہ ازدشنوءہ کا ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: "اگر اس بچے کی عمر دراز ہوئی تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے (تمھاری) قیامت آ جائے گی۔" [مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥٣/١٣٨]

مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲

"ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔"

یعنی قرآن جو وقتاً فوقتاً حسب حالات و ضروریات اترتا رہتا ہے، وہ اگرچہ انھی کی نصیحت کے لیے اترتا ہے، لیکن وہ اسے اس طرح سنتے ہیں جیسے وہ اس سے استہزا و مذاق اور کھیل کر رہے ہوں، یعنی اس میں تدبر اور غور و فکر نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۰] "ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، تم اہل کتاب سے اس بارے میں پوچھتے ہو جو ان کے پاس ہے، حالانکہ انھوں نے اس میں تحریف کر دی، اسے بدل دیا اور اس میں کمی بیشی کر دی ہے، جبکہ تمھاری کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

نازل ہونے والی کتابوں میں سے جدید ترین کتاب ہے، تم اسے بالکل اصل اور خالص حالت میں پڑھتے ہو، اس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہے۔[بخاری، کتاب الشهادات، باب لا يسأل أهل الشرك عن الشهادة وغيرها : ٢٦٨٥]

لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝

”اس حال میں کہ ان کے دل غافل ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خفیہ سرگوشی کی جنھوں نے ظلم کیا تھا، یہ تم جیسے ایک بشر کے سوا ہے کیا؟ تو کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہو؟“

کفار مکہ کا خیال تھا کہ اللہ کا رسول کوئی فرشتہ ہی ہو سکتا ہے، اس لیے اگر کوئی آدمی نبوت کا دعویٰ کرے گا اور اپنی صداقت کی دلیل پر کوئی معجزہ پیش کرے گا، تو وہ جادوگر ہوگا اور اس کا معجزہ دراصل جادو ہوگا۔ اسی لیے انھوں نے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کے لیے آپس میں سرگوشی کی اور پھر لوگوں سے کہا کہ محمد (ﷺ) تمھارے ہی جیسا انسان ہے اور اس کی باتیں جادو کے قبیل سے ہیں، پھر تم لوگ کیوں اس کی پیروی کرتے ہو؟

قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۡ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

”اس نے کہا میرا رب آسمان و زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی سرگوشی کی اطلاع دی اور کہا، آپ ان کافروں کو بتا دیجیے کہ میرا رب ہر اس بات کو جانتا ہے جو آسمان و زمین میں واقع ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلام کی دعوت کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لیے تم نے جو سرگوشی کی ہے، اسے اس کی خبر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ [التوبة : ٧٨] ”کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ان کا راز اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور یہ کہ بلاشک اللہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٨٠] ”یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔“

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

”بلکہ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے (رسول) بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے کوئی بستی، جسے ہم نے ہلاک کیا، ایمان نہیں لائی تو کیا یہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ایمان لے آئیں گے؟“

کفار مکہ نے قرآنِ کریم کے بارے میں لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، بلکہ جادو، جھوٹے خواب، اللہ کے خلاف افترا پردازی اور شاعری کا مجموعہ ہے اور اگر محمد (ﷺ) کو اصرار ہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، تو گزشتہ انبیاء کی طرح کوئی نشانی لا کر دکھائیں، جیسے صالح علیہ السلام نے اونٹنی نکال کر دکھا دی اور موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے دوسرے معجزات پیش کیے۔ ان کا یہ سوال خبث و شرارت اور کفر و عناد پر مبنی تھا، اس لیے کہ قرآن کریم کی آیتیں اور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے دیگر معجزات کا وقتاً فوقتاً ظہور ایمان لانے کے لیے کافی تھا۔ اگر اللہ کے علم میں ہوتا کہ وہ گزشتہ انبیاء جیسی نشانیاں دیکھ کر ایمان لے آئیں گے تو اللہ ویسی نشانیاں بھی بھیج دیتا، لیکن ان کا یہ اندازِ گفتگو صرف حق کا انکار کرنے کے لیے تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جو کافر قومیں ان سے پہلے دنیا میں گزر چکی ہیں، انھوں نے بھی انھی کی طرح نشانیوں کا مطالبہ کیا تھا اور ان نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد ایمان نہیں لائے، تو ہم نے انھیں مزید مہلت دیے بغیر ہلاک کر دیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ کفار مکہ بھی ایسا ہی کریں گے اور ہم نہیں چاہتے کہ انھیں ہلاک کر دیا جائے، اسی لیے ان کے اصرار کے باوجود ان کا مطالبہ پورا نہیں کیا جا رہا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٥٩] ”اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی کے طور پر دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں دے کر نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔“

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

”اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے ہو۔“

یعنی تمام نبی مرد و انسان تھے، نہ کوئی غیر انسان کبھی نبی آیا اور نہ غیر مرد، گویا نبوت انسانوں کے ساتھ اور انسانوں میں سے بھی مردوں کے ساتھ خاص رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عورت نبی نہیں بنی۔ ” اَهْلَ الذِّكْرِ “ سے مراد اہل کتاب ہیں، جو سابقہ انبیاء کی کتابوں کا علم رکھتے تھے، ان سے پوچھ لو کہ پچھلے انبیاء جو ہو گزرے ہیں، وہ انسان تھے یا غیر انسان؟ وہ تمھیں بتلائیں گے کہ تمام انبیاء انسان ہی تھے۔ بعض حضرات نے اس آیت سے تقلید شخصی کے جواز پر استدلال کیا ہے جو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ یہاں ” اَهْلَ الذِّكْرِ “ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور اگر بالفرض اسے عام بھی مان لیا جائے، تو مقصود قرآن و سنت کے نصوص پوچھنا ہے، نہ کہ کسی انسان کی رائے، جسے قرآن و سنت سے بغیر دلیل مانگے

www.sirat-e-mustaqeem.com

مان لیا جاتا ہے۔

وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ⑧

”اور ہم نے انھیں محض جسم نہیں بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔“

یعنی ہم نے ان انبیاء کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں، بلکہ وہ ایسے جسم والے تھے جو کھانا کھاتے تھے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ٢٠] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلا شبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ اور وہ انبیاء دنیا میں ایک متعین مدت تک زندہ رہنے کے بعد فوت ہو جاتے ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٣٤] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہیں رکھی، سو کیا تو مر جائے تو یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان ہونے، ان کے کھانے پینے اور بازاروں میں آمد و رفت رکھنے پر اعتراض کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٧ تا ٩] ”اور انھوں نے کہا اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتارا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے کہا تم تو بس ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ دیکھ انھوں نے تیرے لیے کیسی مثالیں بیان کیں، سو گمراہ ہو گئے، پس وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔“

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ⑨

”پھر ہم نے ان سے وعدہ سچا کر دیا تو ہم نے انھیں نجات دی اور اسے بھی جسے ہم چاہتے تھے اور ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔“

جن گزشتہ قوموں نے نشانیوں کا مطالبہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھیجے گئے رسولوں سے کہا کہ اگر نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے تو انھیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، نشانیاں آئیں اور وہ قومیں ایمان نہیں لائیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کے علاوہ سب کو ہلاک کر دیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ع ۱

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰﴾

”بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے، جس میں تمھارا ذکر ہے، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

قرآن کریم کی عظمت بیان کر کے کفار مکہ پر احسان جتایا گیا ہے کہ یہ کتاب تمھاری زبان میں تمھی میں سے ایک فرد پر نازل ہوئی ہے، یہ بات یقیناً تمھارے لیے عزت و شرف کا باعث ہے اور اس قرآن میں تمھارے لیے نصیحت کی باتیں ہیں، جن پر اگر تم عمل کرو گے تو تمھاری دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

وَ کَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡیَۃٍ کَانَتۡ ظَالِمَۃً وَّ اَنۡشَاۡنَا بَعۡدَہَا قَوۡمًا اٰخَرِیۡنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوۡا بَاۡسَنَاۤ اِذَا ہُمۡ مِّنۡہَا یَرۡکُضُوۡنَ ﴿ؕ۱۲﴾ لَا تَرۡکُضُوۡا وَ ارۡجِعُوۡۤا اِلٰی مَاۤ اُتۡرِفۡتُمۡ فِیۡہِ وَ مَسٰکِنِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوۡا یٰوَیۡلَنَاۤ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتۡ تِّلۡکَ دَعۡوٰىہُمۡ حَتّٰی جَعَلۡنٰہُمۡ حَصِیۡدًا خٰمِدِیۡنَ ﴿۱۵﴾

”اور کتنی ہی بستیاں ہم نے توڑ کر رکھ دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد اور لوگ نئے پیدا کر دیے۔ تو جب انھوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگ رہے تھے۔ بھاگو نہیں اور ان (جگہوں) کی طرف واپس آؤ جن میں تمھیں خوش حالی دی گئی تھی اور اپنے گھروں کی طرف، تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم ظالم تھے۔ تو ان کی پکار ہمیشہ یہی رہی، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے بنا دیا۔“

ان آیات میں ایک بستی والوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جب ان لوگوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی اور کفر کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کے لیے بخت نصر کو بھیج دیا، جس نے انھیں تلواروں سے گاجر مولی کی طرح قتل کیا اور اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایک دوسری قوم کو لے آیا، جو دین و اخلاق کے اعتبار سے ان سے اچھی تھی۔ ان پر جب عذاب آنے کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ اپنی بستی سے بھاگنے لگے، تو فرشتوں نے ان سے استہزا کے طور پر کہا کہ بھاگو نہیں، بلکہ اپنے نازو نعم میں پڑے رہو۔ تم تو بڑے لوگ ہو، لوگوں کو تمھاری ضرورت ہے، وہ تمھارے پاس اپنے مسائل میں صلاح و مشورے کے لیے آئیں گے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ عذابِ الٰہی نے انھیں بخت نصر کی فوجوں کی شکل میں چہار جانب سے گھیر لیا ہے تب اپنے جرائم کا اعتراف کر کے کفِ افسوس ملنے لگے اور چیخ پکار کرنے لگے، یہاں تک کہ بخت نصر کی فوجوں نے انھیں بیخ و بن سے ختم کر دیا۔ عذاب میں مبتلا ہونے والی قوم بھی عذاب سے اس طرح پامال ہو جاتی ہے جس طرح کٹا ہوا کھیت، نہ قوم باقی رہتی ہے اور نہ اس کی شان و شوکت، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَتۡ قَبۡلَہُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوۡدُ ﴿ۙ۴۲﴾ وَ قَوۡمُ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ ﴿ۙ۴۳﴾ وَّ اَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَ کُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٢ تا ٤٦] ’’اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور مدین والوں نے۔ اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟ سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔‘‘

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝١٦ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝١٧

’’اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو یقیناً اسے اپنے پاس سے بنا لیتے، اگر ہم کرنے والے ہوتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ مشرک اور کافر قوموں کو ان کے کفر و معاصی کی وجہ سے ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان پائی جانے والی مخلوقات کو اس نے بے کار اور عبث نہیں پیدا کیا، بلکہ ان تمام کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے اس کی گوناگوں نعمتوں سے مستفید ہوں، اس کا شکر ادا کریں اور اسے یاد کرتے رہیں۔ اس لیے کہ جو قومیں اس کے ذکر و شکر سے روگردانی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم لہو و لعب چاہتے تو بنا لیتے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر کسی کو اپنی بیوی اور کسی کو اپنا بیٹا بنانا ہوتا تو اپنے پاس موجود مخلوق میں سے کسی کو اپنی بیوی اور کسی کو اپنی اولاد بنا لیتے، لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا اور نہ ہمارے لیے یہ بات مناسب ہے، کیونکہ ہم تو آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کے مالک ہیں، سب ہمارے غلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو محض کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴾ [صٓ : ٢٧] ’’اور ہم نے آسمان و زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا آگ کی صورت میں بڑی ہلاکت ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱]

’’بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔‘‘

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۸

’’بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور تمھارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔‘‘

یعنی تخلیق کائنات کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ یہاں حق و باطل کی جو معرکہ آرائی اور خیر وشر کے درمیان جو تصادم ہے، اس میں ہم حق اور خیر کو غالب اور باطل اور شر کو مغلوب کریں۔ چنانچہ ہم حق کو باطل پر، یا سچ کو جھوٹ پر یا خیر کو شر پر مارتے ہیں، جس سے باطل، جھوٹ اور شر چشم زدن میں نابود ہو جاتا ہے۔ ’’ دَمْغٌ ‘‘ سر کی ایسی چوٹ کو کہتے ہیں جو دماغ تک پہنچ جائے۔ ’’زَهَقَ‘‘ کے معنی ’’ختم یا ہلاک وتلف ہو جانے کے ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۸۱] ’’اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس سے آپ ان بتوں کو کچوکے مارتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے تھے: ’’حق آ گیا اور باطل چلا گیا، حق آ گیا اور باطل سے نہ شروع میں کچھ ہو سکا اور نہ آئندہ کچھ ہو سکتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب المغازی، باب أین رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایة یوم الفتح ؟ : ٤٢٨٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا طواف کیا، پھر ایک بت کے پاس آئے جو کعبہ کے پہلو میں رکھا گیا تھا، لوگ اس کی پوجا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کمان تھی، جس کا ایک کونا آپ نے تھاما ہوا تھا، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بت کے پاس آئے تو اس کی آنکھ میں کچوکا لگانے لگے اور فرمانے لگے: ’’حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔‘‘ [مسلم، کتاب الجهاد، باب فتح مكة : ۱۷۸۰]

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور اسی کا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔‘‘

یعنی جو باری تعالیٰ آسمان و زمین کی تمام موجودات کا مالک ہے، وہ اس سے بالکل بے نیاز ہے کہ اس کی بیوی یا اس کا کوئی لڑکا ہو۔ تمام فرشتے اس کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، نہ اس کی عبادت کا انکار کرتے ہیں اور نہ اس سے تھکتے ہیں، بلکہ شب و روز اس کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ جس طرح آدمی ہر حال میں سانس لیتا رہتا ہے اور اس کی پلکیں اکثر جھپکتی رہتی ہیں اور جب تک زندہ رہتا ہے کبھی ان دونوں کاموں سے نہیں تھکتا، اسی طرح فرشتے ہر حال میں تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، ایک لحہ کے لیے بھی انقطاع نہیں ہوتا اور یہ بات ان کے لیے ایسا امر طبعی ہے کہ کبھی اس سے تھکن محسوس نہیں کرتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [النحل : ۴۹، ۵۰] ’’اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی بھی چلنے والا (جانور) ہو اور فرشتے بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے، جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴾ [النساء : ۱۷۲] ’’مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتے ہی اور جو بھی اس کی بندگی سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا۔‘‘

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝۲۱

’’یا انھوں نے زمین سے کوئی معبود بنا لیے ہیں، جو زندہ کریں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں، وہ بھی تمھاری طرح اللہ کے محتاج ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی عبادت لغو ہے، عبادت تو اس کی ہونی چاہیے جس کی عبادت تمھارے خود ساختہ معبود کرتے ہیں۔ الٰہ تو صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا اس حقیقت کے باوجود انھوں نے زمین پر پیدا ہونے والوں میں سے الٰہ بنا لیے ہیں، جو انھیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کریں گے؟ نہیں، زمین میں کوئی الٰہ نہیں ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکے۔ زمین و آسمان دونوں جگہ بس ایک ہی الٰہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ۝ وَ تَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۸۴، ۸۵] ’’اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور بہت برکت والا ہے وہ جس کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۲۲

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝۲۳

”اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اس سے نہیں پوچھا جاتا اس کے متعلق جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جاتا ہے۔“

یعنی اگر واقعی آسمان و زمین میں دو معبود ہوتے تو کائنات میں تصرف کرنے والی دو ہستیاں ہوتیں، دو کا ارادہ، شعور اور مرضی کارفرما ہوتی اور جب دو ہستیوں کا ارادہ اور فیصلہ کائنات میں چلتا تو یہ نظم کائنات اس طرح قائم رہ ہی نہیں سکتا تھا جو ابتدائے آفرینش سے بغیر کسی ادنیٰ توقف کے قائم چلا آ رہا ہے۔ کیونکہ دونوں کا ارادہ ایک دوسرے سے ٹکراتا، دونوں کی مرضی کا آپس میں تصادم ہوتا، دونوں کے اختیارات ایک دوسرے کی مخالف سمت میں استعمال ہوتے، جس کا نتیجہ ابتری اور فساد کی شکل میں رونما ہوتا۔ اب تک ایسا نہیں ہوا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کائنات میں صرف ایک ہی ہستی ہے جس کا ارادہ و مشیت کارفرما ہے۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے، صرف اور صرف اسی کے حکم پر ہوتا ہے۔ اس کے دیے ہوئے کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ اپنی رحمت روک لے، اسے دینے والا کوئی نہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱] ”کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ”اللہ“ تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟“ اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [النمل : ۶۰، ۶۱] ”(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ رونق والے باغات اگائے، تمھارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو راستے سے ہٹ رہے ہیں۔ (کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ بنادی؟ کیا اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾

’’یا انھوں نے اس کے سوا کوئی معبود بنا لیے ہیں؟ کہہ دے لاؤ اپنی دلیل۔ یہی ان کی نصیحت ہے جو میرے ساتھ ہیں اور ان کی بھی جو مجھ سے پہلے تھے، بلکہ ان کے اکثر حق کو نہیں جانتے، سو وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔‘‘

اس آیت میں مشرکین مکہ کے شرک کی دوبارہ تردید کی گئی ہے اور رسول کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ذرا ان سے پوچھیے تو سہی کہ تم جو اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہو تو اپنے دعویٰ کی صداقت پر دلیل بھی تو پیش کرو، یعنی تمھارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، پھر کہا کہ یہ قرآن کریم جو مسلمانوں کی کتاب ہے اور تورات و انجیل بھی کسی نہ کسی حال میں موجود ہیں، ان میں سے کسی بھی کتاب میں اللہ کا کسی کو شریک نہیں ثابت کیا گیا، تو پھر تم کس دلیل کی بنیاد پر ایسی خطرناک بات اپنی زبان پر لاتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تمھیں قرآن کریم کی عظمت کا احساس ہی نہیں ہے، اس لیے توحید الوہیت سے متعلق اس میں بیان کردہ دلائل و براہین سے تم اعراض کر رہے ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [الأحقاف : ٤] ’’کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔‘‘

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

’’اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔‘‘

یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ کے زمانے تک جتنے انبیاء مبعوث ہوئے اور جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان سب کا ایک ہی پیغام تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [النحل : ٣٦] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ سْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ [الزخرف : ٤٥] ’’اور ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں، جن کی عبادت کی جائے؟“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں، اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو انھیں (سب سے پہلے) اس بات کی طرف دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، پھر اگر وہ تمھاری یہ بات مان لیں تو انھیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پھر اگر وہ تمھاری یہ بات بھی تسلیم کر لیں تو انھیں خبردار کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی اور اگر وہ اس میں بھی تمھاری فرماں برداری کریں تو ان کے نفیس و عمدہ مال (بطور زکوٰۃ لینے) سے بچنا اور مظلوم کی بددعا سے بھی بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔“ [بخاري، كتاب الزكوة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء و ترد في الفقراء حيث كانوا : ١٤٩٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين و شرائع الإسلام : ١٩]

سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول اکرم ﷺ اس کے پاس آئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے چچا جان! آپ ”لا الٰہ الا اللہ“ کا اقرار کر لیں، یہ ایسا کلمہ ہے کہ جس کی بنا پر میں اللہ کے ہاں آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔“ اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دو گے؟ اب (ایک طرف) رسول اکرم ﷺ مسلسل اسے ”لا الٰہ الا اللہ“ کی دعوت دیتے رہے اور (دوسری طرف) وہ دونوں ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی اپنی پہلی بات دہراتے رہے، حتیٰ کہ ابو طالب نے جو آخری بات کی وہ یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کے دین پر قائم ہے اور یوں اس نے ”لا الٰہ الا اللہ“ کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ [بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت : لا إله إلا الله : ١٣٦٠۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت ...... الخ : ٢٤]

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

”اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ وہ بندے ہیں جنھیں عزت دی گئی ہے۔ وہ بات کرنے میں اس سے پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کے ساتھ ہی عمل کرتے ہیں۔“

اس میں مشرکین کا رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ فرمایا کہ وہ بیٹیاں نہیں، اس کے ذی عزت

www.sirat-e-mustaqeem.com

بندے اور اس کے فرماں بردار ہیں۔ علاوہ ازیں بیٹے، بیٹیوں کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب عالم پیری میں ضعف و اضمحلال کا آغاز ہو جاتا ہے، اس وقت اولاد سہارا بن جاتی ہے، اسی لیے اولاد کو عصائے پیری سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن بڑھاپا، ضعف و اضمحلال ایسے عوارض ہیں جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام کمزوریوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے۔ اس لیے اسے اولاد یا کسی اور سہارے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ [الأنعام : ١٠١، ١٠٢] ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

''وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کے لیے جسے وہ پسند کرے اور وہ اسی کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کا علم ان فرشتوں کے اگلے پچھلے تمام احوال و کوائف کو محیط ہے، ان کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں ہے اور وہ فرشتے قیامت کے دن اللہ کے حضور صرف انھی کی سفارش کریں گے جن کے لیے اللہ تعالیٰ سفارش کیا جانا پسند کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرة : ٢٥٥] ''کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ [سبا : ٢٣] ''اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔'' دونوں آیتوں کا مفہوم یہی ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی اجازت کے بغیر انبیائے کرام، فرشتے یا اللہ کے دیگر نیک بندے کسی کی شفاعت نہیں کریں گے اور وہ فرشتے اللہ کی مرضی کے بغیر کیسے کسی کی شفاعت کریں گے؟ وہ تو خود ہی اللہ تعالیٰ کے قہر و جبروت سے شدید خائف ہوں گے۔

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق جو حدیث مروی ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج تم لوگ اپنے حق کے لیے جتنا تقاضا (یا مطالبہ) مجھ سے کرتے ہو اس سے کہیں زیادہ شدید تقاضا اہل ایمان (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ سے اس وقت کریں گے جب انھیں اپنے بارے میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

اطمینان ہو جائے گا کہ وہ اپنے بھائیوں میں سے نجات پا گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمارے بھائی بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے اور دوسرے نیک اعمال کرتے تھے (انھیں بھی معاف فرما دیجیے)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، جاؤ جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان گناہ گار لوگوں کے چہرے (جلانا) جہنم پر حرام کر دیں گے، پس جب اہل ایمان آئیں گے تو دیکھیں گے کہ بعض لوگوں کے قدموں تک آگ ہے اور بعض لوگوں کی نصف پنڈلیوں تک آگ پہنچی ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ جس جس کو پہچانیں گے، انھیں نکال کر لے جائیں گے۔ پھر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے (اور دوبارہ سفارش کریں گے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ (جائیں گے اور) جسے جسے پہچانیں گے، اسے نکال لائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے (اور پھر سفارش کریں گے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا جاؤ اور جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے بھی نکال لاؤ۔ (چنانچہ یہ لوگ جائیں گے اور) جسے پہچانیں گے اسے نکال لائیں گے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة، إلى ربها ناظرة ﴾ : ۷۴۳۹]

وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲

"اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک میں اس کے سوا معبود ہوں تو یہی ہے جسے ہم جہنم کی جزا دیں گے۔ ایسے ہی ہم ظالموں کو جزا دیتے ہیں۔"

اس آیت میں فرمایا کہ فرشتوں کی تمام مذکور خوبیوں کے باوجود، اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ ان میں سے کوئی معبود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اس لیے مشرکین کا یہ کہنا محض افترا پردازی ہے کہ ملائکہ اس کی بیٹیاں ہیں اور ان کی عبادت اس لالچ سے کرنا کہ وہ اللہ کے نزدیک سفارشی بنیں گے، ظلم عظیم ہے۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

"اور کیا جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہیں دیکھا کہ بے شک سارے آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے تو ہم نے انھیں پھاڑ کر الگ کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی، تو کیا یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔"

اس آیت میں "رَتْق" اور "فَتْق" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ "رَتْق"

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے معنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا آپس میں مل جانا جڑ جانا اور چسپیدہ ہونا ہے، جبکہ ''فَتَقٌ'' کے معنی ایسی ملی ہوئی اور جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کر دینا ہے۔ اس آیت میں کائنات کا نقطۂ آغاز بیان کیا گیا ہے کہ ابتدا میں زمین و آسمان ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں الگ الگ کیا، آسمان کو اوپر اٹھایا اور زمین کو اس کی جگہ رہنے دیا اور آسمان سے بارش نازل کی جس سے زمین میں پودے اگائے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی بھیجا، اس کے ذریعے سے تمام حیوانات و نباتات کو زندگی دی۔ حیوانات کی پیدائش کے سلسلہ میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [النور : ٤٥] ''اور اللہ نے ہر چلنے والا (جاندار) ایک قسم کے پانی سے پیدا کیا، پھر ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو چار پر چلتا ہے، اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' نباتات کی پیدائش کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ ۙ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٩٩] ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملتے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انھیں ہلا نہ دے اور ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیے، تاکہ وہ راہ پائیں۔ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا کیے، سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

یعنی زمین پر بڑے اور اونچے پہاڑوں کو کھڑا کر دیا، تاکہ زمین حرکت نہ کرے اور زمین پر کشادہ راستے بنا دیے،

www.sirat-e-mustaqeem.com

تا کہ لوگ ان پر چل کر حصولِ معاش اور دیگر مقاصد کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکیں، پھر آسمان کو زمین کے لیے چھت بنایا اور اسے زمین پر گرنے سے محفوظ رکھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴾ [ق : ٦] ”تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔“

آخری آیت میں فرمایا کہ اس نے رات اور دن، اور شمس و قمر کو پیدا کیا اور شمس و قمر میں سے ہر ایک کا ایک محدود دائرہ بنایا جس میں وہ اللہ کے حکم سے گردش کرتا رہتا ہے، کوئی ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتا اور اپنے محدود دائرے سے باہر نہیں ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴾ [الأنعام : ٩٦] ”صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یہ اس زبردست غالب، سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖؗ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ﴾ [فاطر : ١٣] ”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔“

یہی حال دیگر تمام سیاروں کا بھی ہے، ہر ایک اپنے مخصوص دائرے میں گھومتا رہتا ہے اور سرمو بھی اس سے باہر نہیں ہوتا۔ ورنہ نظام عالم درہم برہم ہو جاتا، تمام سیارے آپس میں ٹکرا جاتے اور سارا عالم ہلاک و برباد ہو جاتا، یقیناً قدرتِ الٰہیہ کے یہ تمام مظاہر اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ ایک ہے اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

”اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہیں رکھی، سو کیا اگر تو مر جائے تو یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

مشرکین مکہ کا گمان تھا کہ نبی کریم ﷺ جلد ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور ان کے بعد دعوتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کی خواہش کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ اس دنیا میں کسی کو بھی دوام حاصل نہیں ہے، آپ کے ان دشمنوں کو بھی دوام حاصل نہیں ہے، سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اس لیے اگر آپ وفات پا جائیں گے، تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے؟ لیکن اللہ کا دین تو قیامت تک باقی رہے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۚۖ وَّ یَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ [الرحمٰن : ٢٦، ٢٧] ”ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے تو دنیا رکھ لے اور چاہے تو اسے چن لے جو اللہ کے پاس ہے، تو اس بندے نے اسے پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔'' یہ سنتے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس بزرگ آدمی کا رونا سمجھ میں نہیں آیا، اگر اللہ اپنے ایک بندے کو اس دنیا اور اپنی اخروی نعمتوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لینے کا اختیار دیتا ہے اور وہ اللہ کے ہاں کی نعمتیں پسند کر لیتا ہے، تو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ (لیکن دراصل ہم سمجھ نہ سکے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے، کیونکہ) بندے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے کہیں زیادہ سمجھ دار تھے۔ بہر حال! آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے ابوبکر! نہ رو، ساتھ دینے اور مال خرچ کرنے کے اعتبار سے جس قدر مجھ پر ابوبکر کے احسان ہیں کسی اور کے نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس امت میں سے اگر میں نے کسی کو اپنا جگری دوست بنانا ہوتا تو میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی کو بناتا، لیکن اس کے بدلہ میں اسلام کا بھائی چارہ اور باہمی مودت کافی ہے۔ (سنو!) مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے، صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا دروازہ کھلا رہے۔'' [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد : ٤٦٦]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی روح کو جب قبض کیا تو آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاتہ : ٤٤٤٦]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شدت مرض کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ کی بے چینی بہت بڑھ گئی تھی، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، آہ! ابا جان کو کتنی بے چینی ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: '' (اے میری بیٹی!) آج کے بعد تمھارے باپ کی یہ بے چینی باقی نہیں رہے گی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاتہ : ٤٤٦٢]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی رہائش سے، جو مقام سُنح میں تھی، گھوڑے پر تشریف لائے اور گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہو گئے، لوگوں سے کوئی بات نہ کی اور پھر میرے پاس چلے آئے (جہاں رسول اللہ ﷺ کی نعش مبارک تھی) وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، اس وقت آپ ﷺ کو دھاری دار حبری (یمنی) کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹایا، آپ پر جھک گئے، آپ کو بوسہ دیا اور رونے لگ گئے اور کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا، جو موت آپ کے لیے لکھ دی گئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت...... الخ : ١٢٤١، ١٢٤٢]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھے، انھوں نے فرمایا، عمر! بیٹھ جاؤ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا تو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہو گئے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اما بعد! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ کی ذات زندہ ہے، جس کو کبھی فنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۠ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۴] ”اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔“ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یوں معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی، تو لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو سیکھا اور جس جس نے بھی اس آیت کو سنا تو بے ساختہ اس کی تلاوت شروع کر دی، سعید بن میسب سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، تو جس وقت میں نے انھیں تلاوت کرتے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے تو میں سکتے میں آ گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ : ۴۴۵۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت صحت میں فرمایا کرتے تھے: ”جب بھی کسی نبی کی روح قبض کی گئی تو پہلے اسے جنت میں اس کی قیام گاہ ضرور دکھا دی گئی، پھر اسے (دنیا اور آخرت کے درمیان) اختیار دیا گیا۔“ پھر جب آپ بیمار ہوئے اور موت کا وقت قریب آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی، پھر جب کچھ افاقہ ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظریں چھت کی جانب پیوست کر دیں، پھر فرمایا: ”اے میرے اللہ! میں تیری بلند رفاقت کو پسند کرتا ہوں۔“ اس وقت میں نے (دل میں) کہا کہ اب آپ ہمارے ہاں رہنا پسند نہیں فرمائیں گے اور یہ راز اس وقت ہم پر کھلا کہ حالت صحت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ایسی گفتگو کرتے تھے، اس سے آپ کیا بتانا چاہتے تھے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ : ۴۴۳۷]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝

”ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور ہم تمھیں برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں، آزمانے کے لیے اور تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

ہر مخلوق نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، تاکہ دنیا میں اس نے جو اچھے یا برے اعمال کیے ہیں قیامت میں ان کا اسے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بدلہ دیا جائے۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ وہ اس دنیا میں انسانوں کو خوشی اور غم، امیری اور فقیری، صحت اور بیماری، روزی میں کشادگی اور تنگی کے ذریعے سے آزماتا ہے، تاکہ صابر و شاکر اور کافر و ناشکر گزار کا فرق واضح ہو اور جب موت کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہوں تو اس کے مطابق اسے جزا و سزا ملے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٢٠] ’’اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا اور کافر کو اس کی ان نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی، جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة وتعجيل حسنات الكافر في الدنيا : ٢٨٠٨]

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

’’اور جب تجھے وہ لوگ دیکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا تو تجھے مذاق ہی بناتے ہیں، کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے، اور وہ خود رحمان کے ذکر ہی سے منکر ہیں۔‘‘

ابوجہل اور دیگر مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی دعوت کا مذاق اڑاتے تھے، ان بدبختوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا کچھ بھی اندازہ نہیں تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴾ [الفرقان : ٤١] ’’اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟‘‘

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جھوٹے معبودوں کے بارے میں جب کہتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں اور تمھیں کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچائیں گے تو اس پر چیں بجبیں ہوتے ہیں اور خود ان کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ خالق کون و مکاں کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں۔

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ : سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور مشرکوں کے درمیان صلح (حدیبیہ) کے معاہدہ کی تحریر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔'' اس پر سہیل اعتراض کرتے ہوئے کہنے لگا، یہ جو رحمٰن ہے، اللہ کی قسم! میں تو نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟ آپ ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' (اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ) لکھیں، جس طرح آپ پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمان کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بجائے کوئی دوسرا جملہ نہیں لکھیں گے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' ہی لکھ دو۔'' [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾

''انسان سراسر جلد باز پیدا کیا گیا ہے، میں عنقریب تمھیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، سو مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔''

سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار عذاب کی جلدی کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ عذاب میں تاخیر کر رہا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٥٣] ''اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ١١] ''اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے اپنے بھلائی کی دعا کرنے کی طرح اور انسان ہمیشہ سے بہت جلد باز ہے۔'' لہٰذا ثابت ہوا کہ جلد بازی اچھی چیز نہیں، اللہ تعالیٰ جلد بازی کو پسند نہیں کرتا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عبد القیس کے ایک آدمی اشج رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ پسند فرماتا ہے، ایک حلم و بردباری اور دوسری جلد بازی نہ کرنا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بالإيمان بالله تعالى ورسوله ﷺ وشرائع الدين ...... الخ : ۲۵/۱۷]

سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ : یعنی اے کافرو! میں عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، ان نشانیوں ہی سے تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ حق کس طرف ہے، ہو سکتا ہے کہ تم ان نشانیوں کو دیکھ کر حق قبول کر لو اور عذاب سے بچ جاؤ۔ لہٰذا تم مجھ سے عذاب کے جلدی بھیجنے کا مطالبہ نہ کرو۔ نشانیوں سے مراد مسلمانوں کی فتوحات اور کافروں کی پے در پے شکستیں ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٤] ''پھر کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک ہم زمین کو آتے ہیں، اسے اس کے کناروں سے گھٹاتے آتے ہیں، تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [آل عمران : ١٣] ''یقیناً

www.sirat-e-mustaqeem.com

تمھارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں، ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی، یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد کے ساتھ قوت بخشتا ہے، بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔“

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

”اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ تکذیب و انکار اور کفر و عناد کی وجہ سے اور عذاب کو بعید سمجھنے کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٥٣] ”اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔“

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

”کاش! وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اس وقت کو جان لیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“

یعنی اگر انھیں یقین ہو کہ قیامت واقعی آنے والی ہے تو یہ عذاب کے لیے کبھی جلدی نہ کریں اور اگر یہ لوگ اس وقت کو جان لیں جب عذابِ الٰہی انھیں اوپر سے ڈھانپ لے گا اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان کو اپنی گرفت میں لے لے گا، تو کبھی اس کی آرزو نہ کریں۔ جہنم کی ہیبت ناکیاں قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ [الزمر : ١٦] ”ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ﴾ [الأعراف : ٤١] ”ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾ [إبراهيم : ٥٠] ”ان کی قمیصیں گندھک کی ہوں گی اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔“

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

”بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی تو انھیں مبہوت کر دے گی، پھر وہ نہ اسے ہٹا سکیں گے اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

وقوعِ قیامت کے بارے میں ہر شک وشبہ کا ازالہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت آئے گی اور ایسی اچانک آئے گی کہ وہ پھر کسی کو توبہ وعمل کی مہلت نہیں دے گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو، تو جب وہ طلوع ہوگا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے، لیکن یہ وقت وہ ہوگا کہ جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو، یا اس نے اپنے ایمان (کے زمانہ) میں کوئی نیکی نہ کی ہو تو اس کا ایمان لانا اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ قیامت (اس طرح اچانک) واقع ہو جائے گی کہ دو آدمیوں نے اپنا کپڑا پھیلایا ہوگا، لیکن وہ اس کی خرید وفروخت سے فارغ نہ ہو سکیں گے اور نہ اس تہ کر سکیں گے (کہ قیامت آ جائے گی)۔ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر لوٹے گا، لیکن وہ اسے پی نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور (کوئی آدمی) اپنے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا، لیکن اس میں سے پانی پلا نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور یہ کہ کسی آدمی نے نوالہ منہ میں رکھنے کے لیے اٹھایا ہوگا، وہ اسے کھا نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب : ٦٥٠٦۔ مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥٤]

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٤١﴾ ع

”اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا انھیں اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مشرکین کے استہزا اور تکذیب سے بددل نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، تجھ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، بالآخر وہی عذاب ان پر الٹ پڑا، یعنی اس نے انھیں گھیر لیا، جس کا وہ استہزا و مذاق اڑایا کرتے تھے اور جس کا وقوع ان کے نزدیک محال تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلٰى مَا كُذِّبُوا وَاُوْذُوا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ﴾ [الأنعام : ٣٤] ”اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے ساتھ ساتھ کفار ومشرکین کے لیے اس میں وعید وتہدید بھی ہے۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾

”کہہ کون ہے جو رات اور دن میں رحمان سے تمھاری حفاظت کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرنے

www.sirat-e-mustaqeem.com

والے ہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ذرا ان مذاق اڑانے والوں سے پوچھیے تو سہی کہ جس عذاب کے تم مستحق ہو، اگر اللہ تم پر وہ عذاب اتارنا چاہے تو تمھیں کون بچا سکے گا؟ اس کے بعد فوراً ہی ان کی حالت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قبول حق سے اتنا دور ہو چکے ہیں کہ ان نصیحتوں کا ان پر کوئی مفید اثر پڑنے والا نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [یونس : ۱۰۷] ’’اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ : یعنی اس کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا اعتراف نہیں کرتے، بلکہ اس کی نشانیوں اور اس کی نعمتوں سے اعراض کیے ہوئے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۳] ’’ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے حق اور مقررہ میعاد ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اس چیز سے جس سے وہ ڈرائے گئے، منہ پھیرنے والے ہیں۔‘‘

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

’’یا ان کے لیے ہمارے سوا کوئی اور معبود ہیں، جو انھیں بچاتے ہیں؟ وہ نہ خود اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہماری طرف سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے۔‘‘

فرمایا کہ کیا مشرکین مکہ کے جھوٹے معبود اس عذاب سے انھیں بچا سکیں گے؟ حالانکہ ان کے اندر اتنی بھی قدرت نہیں کہ وہ خود اپنی مدد کر سکیں، یا کوئی اور ہے جو ان کافروں کو ہمارے عذاب سے بچا سکے؟ جواب ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو آسمان و زمین میں کوئی نہیں جو انھیں اس سے بچا سکے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ۳۸] ’’اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔"

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

"بلکہ ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سازوسامان دیا، یہاں تک کہ ان پر لمبی عمر گزر گئی، پھر کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بے شک ہم زمین کو آتے ہیں، اسے اس کے کناروں سے گھٹاتے آتے ہیں، تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟"

یعنی مشرکین کو جو دنیاوی عیش و آرام حاصل ہے وہ بھی اللہ کی جانب سے ہے، اس لیے اگر وہ انھیں ہلاک کرنا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ مدت مدید سے اللہ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے انھیں دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ ان کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی اور کوئی آفت انھیں لاحق نہیں ہوگی، یہ ان کی بے جا خوش فہمی ہے۔ کیا وہ دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرمائی، تکذیب کرنے والی امتوں کو ہلاک کر دیا، ظالموں کی بستیوں کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا اور اپنے مومن بندوں کو سرفرازی عطا فرمائی، تو کیا ان سب مشاہدات کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر غلبہ حاصل کر لیں گے؟

قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْىِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

کہہ دے میں تو تمھیں صرف وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں اور بہرے پکار کو نہیں سنتے، جب کبھی ڈرائے جاتے ہیں۔ اور یقیناً اگر انھیں تیرے رب کے عذاب کی ایک لپٹ چھو جائے تو ضرور ہی کہیں گے ہائے ہماری بربادی! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مشرکین سے یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ میں جو تمھیں عذاب سے ڈرا رہا ہوں تو یہ میری بات نہیں ہے، بلکہ اللہ نے مجھے بذریعہ وحی اس بات کا حکم دیا ہے، لیکن دل کے بہروں کو کوئی کیسے سنا سکتا ہے؟ قرآن میں مذکور وعدوں اور وعیدوں سے فائدہ اٹھانے کی تمھارے اندر اہلیت ہی نہیں ہے۔ شرک اور جھوٹے معبودوں سے محبت نے تمھارے دل کی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے۔ اس لیے تم لوگ میری اور قرآن کی تکذیب کرتے ہو اور کسی دھمکی کی پروا نہیں کرتے۔ تمھاری بدعقیدگی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی ہلکی سی تکلیف بھی تمھیں لاحق ہوتی ہے تو فوراً واویلا کرنے لگتے ہو اور بتوں کو چھوڑ کر اللہ کے حضور اپنے گناہوں کا برملا اعتراف کرنے لگتے ہو۔

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

”اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے اعمال کا پورے عدل وانصاف کے ساتھ وزن کرے گا، کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے سامنے لائے گا اور اس کے دیگر اعمال کے ساتھ اس کا وزن کرے گا اور اللہ سے بڑھ کر کون حساب لینے والا ہے؟ اس لیے کہ اس سے زیادہ بندوں کے اچھے اور برے اعمال کو کون جانتا ہے؟

ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] ”تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ۱۶] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! بے شک کوئی چیز اگر رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں، یا زمین میں تو اسے اللہ لے آئے گا، بلاشبہ اللہ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۲، ۱۰۳] ”پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوگئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت ہی محبوب ہیں، زبان پر بڑے ہلکے (یعنی انھیں پڑھنا بڑا آسان) اور (قیامت کے دن) اعمال کے ترازو میں بڑے وزنی ہوں گے (اور وہ یہ ہیں): « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ »“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ونضع الموازين القسط ليوم القيامة﴾ : ۷۵٦۳۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء : ۲٦۹۴]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور (اس کے گناہوں کے) ایک کم ایک سو رجسٹر اس کے سامنے کھول دے گا، ہر رجسٹر اتنا بڑا ہوگا کہ انتہائے نگاہ تک پھیلا ہوا ہوگا، پھر اس سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کیے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی سے انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے

www.sirat-e-mustaqeem.com

انھوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ یہ جواب دے گا کہ اے اللہ! نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی؟ وہ گھبرایا ہوا کہے گا کہ اے اللہ! کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیوں نہیں! بے شک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اب ایک چھوٹا سا کاغذ نکالا جائے گا جس میں « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » لکھا ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اسے پیش کرو۔ وہ کہے گا اے اللہ! اس کاغذ کی ان رجسٹروں کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اب تمام کے تمام رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا، تو (بڑے بڑے) رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور ایک چھوٹے سے کاغذ والا پلڑا وزنی ہو جائے گا اور اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۲۱۳، ح : ۷۰۱۰۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فیمن یموت وھو یشھد أن لا إلٰه إلا الله : ۲٦۳۹]

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۴

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو خوب فرق کر دینے والی چیز اور روشنی اور نصیحت عطا کی ان متقی لوگوں کے لیے۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔ اور یہ ایک بابرکت نصیحت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، تو کیا تم اسی سے منکر ہو؟''

''فرقان'' سے مراد تورات ہے، جو حق و باطل کے درمیان تفریق کرتی تھی اور جہالت کی تاریکیوں میں مشعل کا کام دیتی تھی۔ بنی اسرائیل کے وہ اہل تقویٰ اس کی تعلیمات سے نصیحت حاصل کرتے تھے جو اپنے رب کے ان دیکھے عذابوں سے ڈرتے تھے اور روز قیامت کے تصور سے خوف کھاتے تھے کہ کہیں اعمال صالحہ میں تفریط پر اس دن مؤاخذہ نہ ہو جائے اور عذاب کے سزاوار نہ ٹھہرا دیے جائیں۔ آخری آیت میں مخاطب مشرکین مکہ ہیں جو تورات کو آسمانی کتاب سمجھتے تھے کہ جب تم اس کے کلام الٰہی ہونے کے معترف ہو تو اس مبارک کتاب کا کیوں انکار کرتے ہو، جسے ہم نے تورات کی طرح اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل کیا ہے؟ تورات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ﴾ [المائدۃ : ٤٤] ''بے شک ہم نے تورات اتاری، جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۱] ''کہہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں ظاہر کرتے ہو اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

بہت سے چھپاتے ہو اور تمھیں وہ علم دیا گیا جو نہ تم نے جانا اور نہ تمھارے باپ دادا نے۔ کہہ اللہ نے، پھر انھیں چھوڑ دے، اپنی (فضول) بحث میں کھیلتے رہیں۔“

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ
وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا
لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا
بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ
فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ
تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا
مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ
يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی اور ہم اسے جاننے والے تھے۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو انھی کی عبادت کرنے والے پایا ہے۔ کہا بلاشبہ یقیناً تم اور تمھارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے، یا تو کھیلنے والوں سے ہے؟ کہا بلکہ تمھارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انھیں پیدا کیا ہے اور میں اس پر گواہی دینے والوں سے ہوں۔ اور اللہ کی قسم! میں ضرور ہی تمھارے بتوں کی خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔ پس اس نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے ان کے ایک بڑے کے، تاکہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں۔ انھوں نے کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں سے ہے۔ لوگوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو سنا ہے، وہ ان کا ذکر کرتا ہے، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا پھر اسے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لاؤ، تاکہ وہ گواہ ہو جائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بچپن ہی میں شمس و قمر اور دیگر ستاروں میں غور و فکر کر کے توحید ربوبیت اور توحید الوہیت سمجھنے، اس پر ایمان لانے اور اپنے باپ آزر اور اس کی قوم کے سامنے اس دعوت کو پیش کرنے کی توفیق دی تھی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا وہ اس عقیدہ کو قبول کرنے اور پھر اسے دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی پوری اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر، اس کی قوم، نمرود اور اس کے ماننے والوں سے پوچھا کہ اینٹ، پتھر اور لکڑی

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے بنے ان حقیر اور بے جان مجسّموں کی کیا حقیقت ہے کہ تم لوگ ان کی عبادت کرتے ہو؟ نہ یہ نفع پہنچاتے ہیں اور نہ نقصان، یہ خود تمھارے ہی ہاتھوں کے بنے ہوئے بے جان مجسّمے ہیں، کس عقل کا تقاضا ہے کہ ان کی عبادت کی جائے؟ انھوں نے کہا کہ ہمارے آبا و اجداد ان کی عبادت کرتے آئے ہیں، اس لیے ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ آبا و اجداد کی اندھی اور جاہلانہ تقلید کے علاوہ ان کے پاس اپنے مشرکانہ اعمال کی کوئی عقلی دلیل نہیں تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا، تم اور تمھارے باپ دادا سبھی کھلی گمراہی میں بھٹکتے رہے ہیں؟ کیا اس سے بھی بڑھ کر بے عقلی ہو سکتی ہے کہ انسان ایسے بتوں کی پرستش کرے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان؟ جو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں، کافروں نے ان کی یہ بات سن کر کہا کہ اے ابراہیم! جو کچھ تم ہم سے کہہ رہے ہو سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہے ہو، یا یونہی ہم سے مذاق کر رہے ہو اور تمھاری گفتگو کا کیا مطلب ہے؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی داعیانہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں اپنی گفتگو میں بالکل سنجیدہ ہوں اور تمھیں بتاتا ہوں کہ تمھارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انھیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ جب قوم ابراہیم کی عید کا دن آیا تو انھوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم ہمارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہو گے تو ہمارا دین تمھیں پسند آئے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے معذرت کر لی اور دل میں کہا کہ اگر تم دعوت توحید کو میری زبان سے سن کر قبول نہیں کرتے ہو، تو اب میں تمھیں عملی طور پر سمجھاؤں گا کہ ان بتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور جب تم ان کی پوجا کر کے اپنے گھروں کو چلے جاؤ گے تو میں اس ''منکر'' کو اپنے ہاتھ سے بدلنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑے سے تمام بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا اور اس کی گردن میں کلہاڑا لٹکا دیا، تاکہ جب لوگ واپس آئیں اور اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھیں اور بڑے بت کی گردن میں کلہاڑا لٹکتا ہوا دیکھیں تو اس سے کچھ پوچھیں اور جب وہ اپنی زبان حال سے اپنی عاجزی اور درماندگی کا اعلان کرے تو مشرکوں کو کچھ تو سمجھ میں آئے کہ ان کے چھوٹے معبود تو کیا، بڑا معبود بھی کتنا عاجز و بے بس ہے کہ انھیں کچھ بتا بھی نہیں سکتا، تو پھر یہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ واپس آنے کے بعد جب انھوں نے بتوں کا یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسی اہانت آمیز حرکت کی ہے، اس نے بہت ہی برا کام کیا ہے کہ جن بتوں کی ہم پرستش کرتے تھے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں، تو انھی میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ ایک نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے، ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہوئے سنا گیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر اسے ہم سب کے سامنے لایا جائے اور ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بن جائے۔

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ
اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا

www.sirat-e-mustaqeem.com

عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۞

''انھوں نے کہا کیا تو نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے اے ابراہیم!؟ اس نے کہا بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کیا ہے، سو ان سے پوچھ لو، اگر وہ بولتے ہیں۔ تو وہ اپنے دلوں کی طرف لوٹے اور کہنے لگے یقیناً تم خود ہی ظالم ہو۔ پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، بلاشبہ یقیناً تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام بھری محفل میں لائے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے بتوں کا یہ حال بنایا ہے؟ انھوں نے بت پرستوں کے خلاف حجت قائم کرنے کے لیے کہا کہ جب یہ بڑا بت تمھارا سب سے بڑا معبود ہے اور اسے تم نفع ونقصان دینے والا مانتے ہو، تو پھر اسی نے کیا ہوگا اور اپنی ناراضی کا اظہار کیا ہوگا کہ تم لوگ اس کے علاوہ دیگر چھوٹے بتوں کی کیوں پوجا کرتے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام کا مقصود اپنی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا ہرگز نہیں تھا، عقیدۂ بت پرستی پر ایک کاری ضرب لگانے کے لیے کہا کہ اگر یہ بت معبود حقیقی ہیں تو ان کے اندر کم از کم بولنے کی صلاحیت تو ضرور ہوگی۔ انھی سے پوچھ لو کہ کس نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے بارے میں یہ مبنی بر حقیقت جواب سن کر مشرکین لا جواب ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان بے روح جمادات کی عبادت کر کے درحقیقت ہم ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اور خواہ مخواہ ابراہیم (علیہ السلام) کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں، لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ان کا کبر وعناد سر اٹھا کر پھر سامنے آ گیا۔ اس لیے کہنے لگے، تمھیں معلوم ہے کہ یہ اصنام بات نہیں کر سکتے تو کیوں کہتے ہو کہ ہم ان سے پوچھ لیں؟ ان کے اس جواب سے ابراہیم علیہ السلام کا مقصد پورا ہو گیا کہ جب تم خود اعتراف کرتے ہو کہ یہ بولنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے تو پھر کیوں ان کے سامنے ماتھا رگڑتے ہو؟

بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے سوا کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ ان میں سے دو اللہ کے لیے تھے (جن سے اللہ کے دین یعنی توحید کی حقانیت ثابت کرنا مقصود تھا)، ایک آپ کا یہ فرمانا: ﴿ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴾ [الصافات : ۸۹] ''میں بیمار ہوں'' اور یہ فرمانا: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ [الأنبیاء : ٦٣] ''یہ کام ان کے بڑے (سردار بت) نے کیا ہے۔'' (تیسرا واقعہ یہ ہے کہ) ایک دن ابراہیم علیہ السلام اور سارہ علیہا السلام سفر میں تھے کہ ایک ظالم بادشاہ کے شہر (مصر) سے گزر ہوا۔ اسے بتایا گیا، یہاں ایک مرد آیا ہے، جس کے ساتھ ایک حسین ترین خاتون ہے۔ اس نے آپ کو بلا بھیجا اور پوچھا، یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میری بہن ہے۔'' پھر آپ نے سارہ علیہا السلام کے پاس واپس جا کر فرمایا: ''سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن موجود نہیں، اس نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے اسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے، اب میری بات جھٹلا نہ دینا۔'' بادشاہ نے سارہ علیہا السلام کو طلب کر لیا۔ جب آپ اس کے سامنے پیش ہوئیں، تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کو چھونا چاہا تو اسے پکڑ لیا گیا (یعنی حرکت نہ کر سکا) اس نے کہا، میرے لیے اللہ سے دعا کر، میں تجھے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ انھوں نے دعا کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

تو وہ ٹھیک ہوگیا۔ اس نے پھر آپ کو چھونا چاہا تو پہلے سے زیادہ سخت گرفت میں آ گیا۔ اس نے (پھر) کہا، میرے لیے اللہ سے دعا کیجیے، میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔ آپ نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہوگیا۔ تب اس نے اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا، تم میرے پاس کوئی انسان نہیں لائے، تم تو کوئی جن پکڑ لائے ہو۔ اس نے ان کی خدمت کے لیے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو پیش کر دیا۔ جب سیدہ سارہ علیہا السلام واپس آئیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے اشارے سے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو ناکام کر دیا اور خدمت کے لیے ہاجرہ (علیہا السلام) دے دی۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿واتخذ الله إبراهيم خليلاً﴾ : ٣٣٥٨۔ مسلم، كتاب الفضائل ، باب من فضائل إبراهيم الخليل عليه السلام : ٢٣٧١]

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ۝٦٦ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٦٧ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝٦٨ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ۝٦٩ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝٧٠

''کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ نفع دیتی ہے اور نہ تمھیں نقصان پہنچاتی ہے؟ اف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، تو کیا تم سمجھتے نہیں۔ انھوں نے کہا اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تم کرنے والے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔''

ابراہیم علیہ السلام نے انھیں لاجواب کرتے ہوئے کہا کہ پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے بتوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو تمھیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے؟ تف ہو تم پر اور تمھارے معبودوں پر، کیا اتنی بات بھی تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ تمھارا یہ فعل کتنا برا اور عقل سے کس قدر بعید ہے کہ خود اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کے سامنے جھکتے ہو اور انھیں اپنا معبود سمجھتے ہو؟ جب مشرکین کو ابراہیم علیہ السلام کے جواب نے عاجز کر دیا تو جیسا کہ ہمیشہ سے باطل پرستوں کا شیوہ رہا ہے کہ حق پرستوں کی دلیل سے بے بس ہو کر طاقت کا استعمال کرتے اور ظلم و استبداد سے کام لیتے ہیں، انھوں نے بھی آپس میں مشورہ کیا کہ اب ابراہیم (علیہ السلام) کو خاموش کرنے کی ایک ہی شکل رہ گئی ہے کہ ہم لوگ اپنے معبودوں کی عظمت برقرار رکھنے کے لیے اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دیں، تاکہ دنیا اس کی بے بسی کا نظارہ کرے اور ہر شخص جان لے کہ جو شخص ہمارے معبودوں کی عزت نہیں کرتا اسے ہم ایسی ہی دردناک سزا دیتے ہیں۔ انھوں نے ایک زبردست آگ جلائی اور ابراہیم کو منجنیق کے ذریعے سے دور سے اس آگ میں پھینک دیا۔ ابراہیم علیہ السلام جونہی آگ میں پھینکے گئے تو اللہ نے آگ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم کے لیے ٹھنڈی بن جائے اور ٹھنڈی بھی اس قدر ہو کہ نقصان نہ پہنچائے، بلکہ سکون و سلامتی کا باعث ہو، چنانچہ وہ ٹھنڈی اور آرام دہ بن گئی۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بت پرستوں نے تو ابراہیم علیہ السلام کے خلاف سازش کی کہ انھیں جلا کر خاکستر کر دیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو انھی کی طرف پھیر دیا، ان کی کوشش ضائع ہوئی، مال کا خسارہ ہوا، مقصد حاصل نہیں ہوا اور دنیا نے جان لیا کہ ابراہیم علیہ السلام حق پر ہیں اور وہ سراسر باطل پر۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ آیت : ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے'' اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ کلمات سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہے جب انھیں آگ میں پھینکا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات اس وقت کہے جب ان سے کہا گیا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ''بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين قال لهم الناس ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٣]

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ : اس دن چھپکلی کے سوا ہر جانور نے آگ بجھانے کی کوشش کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کا نام فویسق رکھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھپکلی کو قتل کر دیا کرو، کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں (اسے تیز کرنے کے لیے) پھونکیں مارتی تھی۔'' چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انھیں مار دیا کرتی تھیں۔ [مسند أحمد : ٦/ ٢٠٠، ح : ٢٥٦٩٩]

سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو مار دینے کا حکم دیا اور فرمایا: ''یہ ابراہیم علیہ السلام (کے اوپر جلنے والی آگ) پر پھونک مارتی تھی۔'' [بخاری، كتاب الأنبياء، باب قوله تعالى : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلاً ...... الخ ﴾ : ٣٣٥٩]

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

''اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکت رکھی۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور زائد انعام کے طور پر یعقوب عطا کیا اور سبھی کو ہم نے نیک بنایا۔ اور ہم نے انھیں ایسے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے ساتھ رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیکیاں کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

وحی بھیجی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔‘‘

ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکلنے کے بعد لوگوں کے سامنے توحید کی دعوت پیش کرتے رہے اور دن بدن ان کے خلاف بت پرستوں کی عداوت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا ملک چھوڑ کر سرزمین شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا، تو وہ اپنے بھتیجے لوط اور بیوی سارہ کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ ملک اپنی زرخیزی، درختوں، نہروں اور پھلوں کی کثرت کی وجہ سے مشہور تھا اور بہت سے انبیاء کی جائے پیدائش تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے مومن و کافر سب کے لیے مبارک کہا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: ﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [الصافات: ۱۰۰] ’’اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔‘‘ تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی، چنانچہ سارہ علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہونے والے اسحاق کو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہی میں یعقوب جیسا بیٹا دیا، جو اپنے دادا اور باپ کی طرح نبی ہوئے۔ ان تینوں حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ’’صالح‘‘ کا لقب دیا، اس لیے کہ انھوں نے اپنے خالق و مالک کا حقِ عبادت پورے طور پر ادا کیا اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کا امام بنایا تھا، آسمانی وحی کے مطابق لوگوں کی بھلائی کی طرف راہنمائی کرتے تھے اور خود بھی نیک کام کرتے تھے، نماز کی پابندی کرتے تھے، زکوٰۃ دیتے تھے اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہتے تھے۔

وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ اِنَّهُمْ
ع ۵ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝۷۴ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۷۵

’’اور لوط، ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور اسے اس بستی سے نجات دی جو گندے کام کیا کرتی تھی۔ یقیناً وہ برے لوگ تھے جو نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل کر لیا، یقیناً وہ نیک لوگوں سے تھا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو نبوت، علم شریعت اور حکمت و دانائی سے نوازا تھا اور لوگوں کے درمیان صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔ وہ اہل سدوم، اہل عمورہ اور آس پاس کی بستیوں میں تبلیغ دین کا کام کرتے رہے، لیکن لوگوں کی حالت نہیں بدلی اور جن خبیث اعمال کا ارتکاب کرتے تھے، انھیں ترک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو لے کر وہاں سے نکل جائیں اور ان بستیوں والوں کو ان کے فسق و فجور اور فعل بد کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ ان شہروں کی تعداد سات تھی، جبریل علیہ السلام نے ان میں سے چھ کو الٹ دیا اور صرف ’’زغر‘‘ نام کی ایک بستی کو لوط علیہ السلام اور ان کے اہل و عیال کے لیے چھوڑ دیا۔ آگے فرمایا کہ ہم نے لوط علیہ السلام کو ان کے صلاح و تقویٰ کی وجہ سے اپنی رحمت میں داخل کر دیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾

وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

”اور نوح کو بھی جب اس نے اس سے پہلے پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پھر اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی گھبراہٹ سے بچا لیا۔ اور ہم نے ان لوگوں کے خلاف اس کی مدد کی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بے شک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔“

نوح علیہ السلام بھی اللہ کے بڑے انبیاء میں سے تھے، انھیں چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، اس کے بعد سے نو سو پچاس سال تک اپنی قوم میں دعوت کا کام کرتے رہے، لیکن وہ لوگ اپنے کفر و استکبار پر اڑے رہے تو نوح علیہ السلام نے ان پر بددعا کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ [القمر : ۱۰] ”تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ﴾ [نوح : ۵] ”اس نے کہا اے میرے رب! بلاشبہ میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴾ [نوح : ۸، ۹] ”پھر بے شک میں نے انھیں بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر بے شک میں نے انھیں کھلم کھلا دعوت دی اور میں نے انھیں چھپا کر دعوت دی، بہت چھپا کر۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۷، ۱۱۸] ”اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ [نوح : ۲۶ تا ۲۸] ”اور نوح نے کہا اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک تو اگر انھیں چھوڑے رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور کسی نافرمان، سخت منکر کے سوا کسی کو نہیں جنیں گے۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔“

اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعے سے نوح علیہ السلام اور مسلمانوں کے سوا تمام کافروں کو ہلاک کر دیا۔ نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔ اس طرح ان کی عمر ایک ہزار پچاس سال بنتی ہے۔

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫ وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

''اور داؤد اور سلیمان کو، جب وہ کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے، جب اس میں لوگوں کی بکریاں رات چر گئیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت حاضر تھے۔ تو ہم نے وہ (فیصلہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے ہر ایک کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا، جو تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور ہم ہی کرنے والے تھے۔''

داؤد اور سلیمان علیہما السلام بھی ان انبیاء صالحین میں سے تھے، جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل و کرم فرمایا تھا اور دونوں کو نبوت اور حکمت و دانائی سے نوازا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ قوم داؤد کے ایک شخص کی بکریاں رات کے وقت کسی کے انگور کے باغ میں گھس گئیں اور پوری کھیتی کو تہس نہس کر دیا۔ مقدمہ داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچا، انھوں نے فیصلہ کیا کہ کھیت والا بکریاں لے لے، اس لیے کہ نقصان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔ جب دونوں وہاں سے باہر آئے تو سلیمان علیہ السلام کو فیصلے کا علم ہوا۔ انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ فیصلہ تو صحیح ہے، لیکن دونوں کے لیے اس سے زیادہ مفید فیصلہ یہ ہوگا کہ بکریوں کا مالک کھیتی کی دیکھ بھال کرے، یہاں تک کہ پہلے کی طرح ہو جائے اور کھیتی والا بکریوں کے دودھ اور اون وغیرہ سے مستفید ہو، یہاں تک کہ اس کا کھیت پہلی حالت میں لا کر واپس کر دیا جائے۔ ان آیات میں اسی واقعے کا ذکر ہے اور اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹا دونوں کو حکمت و دانائی دی تھی، لیکن اس قضیہ میں سلیمان کا فیصلہ زیادہ بہتر تھا۔ مفسرین کی رائے ہے کہ دونوں کے فیصلے اجتہادی تھے اور صحیح تھے، لیکن سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ زیادہ مناسبِ حال تھا۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام دونوں کو قوت فیصلہ اور علم دیا تھا، حسن بصری رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیات کی تلاوت کرنے کے بعد کہتے کہ اللہ نے سلیمان علیہ السلام کی تو تعریف کی اور داؤد علیہ السلام پر ملامت نہیں کی اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان دونوں پیغمبروں کا ذکر نہ کرتا تو میں سمجھتا کہ قاضی لوگ تباہ ہو رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تعریف ان کے علم کی وجہ سے کی ہے اور داؤد علیہ السلام کو بوجۂ اجتہاد معذور قرار دیا ہے۔ [بخاری، کتاب الأحکام، باب متی یستوجب الرجل القضاء؟ قبل الحدیث : ۷۱۶۳]

تمام انبیائے کرام علیہم السلام معصوم اور اللہ کی طرف سے تائید یافتہ تھے۔ اس بات میں محقق علمائے سلف و خلف میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ انبیاء کے علاوہ باقی لوگوں کے بارے میں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام، باب أجر الحاکم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ : ۷۳۵۲۔ مسلم، کتاب الأقضیة، باب بیان أجر الحاکم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ : ۱۷۱۶]

www.sirat-e-mustaqeem.com

قرآن کریم میں مذکورہ کھیتی والے قصے کے قریب قریب وہ قصہ بھی ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو عورتیں تھیں، ان کے ساتھ ان کے دو بچے تھے۔ ناگاہ بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ اب ایک نے کہا کہ وہ تیرے بچے کو لے گیا ہے، دوسری نے کہا، (نہیں) وہ تیرے بیٹے کو لے گیا ہے۔ دونوں داؤد علیہ السلام کے یہاں اپنا مقدمہ لے گئیں، آپ نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور انھیں اپنے جھگڑے کی خبر دی، انھوں نے فرمایا، ایک چھری لاؤ، تاکہ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں۔ اب چھوٹی عورت نے (یہ سنا تو) کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ ایسا نہ کیجیے، (میں نے مان لیا کہ) یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے، اسی کو دے دیجیے۔ سلیمان علیہ السلام (معاملے کو سمجھ گئے اور انھوں) نے لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ووھبنا لداوٗد سلیمان نعم العبد إنہ وھاب ﴾ : ۳۴۲۷۔ مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب اختلاف المجتھدین : ۱۷۲۰]

آیت کے آخر میں بعض ان انعامات الٰہیہ کا ذکر ہے جو داؤد علیہ السلام کے ساتھ خاص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا۔ جب وہ اپنی سریلی آواز میں تسبیح پڑھتے اور زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑوں سے ویسی ہی آواز آنے لگتی اور پرندے فضا میں ٹھہر جاتے اور ان کی سر میں سر ملا کر اللہ کی تسبیح پڑھنے لگتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴾ [صٓ : ۱۷ تا ۱۹] ''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر، جو قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ بے شک ہم نے پہاڑوں کو اس کے ہمراہ مسخر کر دیا، وہ دن کے پچھلے پہر اور سورج چڑھنے کے وقت تسبیح کرتے تھے۔ اور پرندوں کو بھی، جب کہ وہ اکٹھے کیے ہوتے، سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔'' یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت میں سے تھیں اور وہ تو ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب باتوں پر قادر ہے۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اسے عاجز نہیں بنا سکتی۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے ابو موسیٰ! تجھے آل داؤد کی طرح اچھی آواز دی گئی ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءۃ للقرآن : ۵۰۴۸۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن : ۷۹۳]

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝۸۰

''اور ہم نے اسے تمھارے لیے زرہ بنانا سکھایا، تاکہ وہ تمھاری لڑائی سے تمھارا بچاؤ کرے۔ تو کیا تم شکر کرنے والے ہو؟''

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اسلحہ سازی کا علم دیا تھا، لوہا ان کے ہاتھ میں آتے ہی نرم ہو جاتا تھا، تاکہ اس سے بآسانی

www.sirat-e-mustaqeem.com

جو ہتھیار بنانا چاہیں بنالیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [سبا : ١٠، ١١] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ اور پرندے بھی اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ یہ کہ کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہوں۔''

وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝

''اور سلیمان کے لیے ہوا (مسخر کر دی) جو تیز چلنے والی تھی، اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے تھے۔ اور کئی شیطان جو اس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے۔''

یعنی جس طرح پہاڑ اور پرندے داؤد علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیے گئے تھے، اسی طرح ہوا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دی گئی تھی، تیز و تند ہوا ان کے تخت کو اڑائے پھرتی تھی۔ صبح کے وقت اس پر بیٹھ کر جہاد کے لیے ایک ماہ کی مسافت تک جاتے اور شام تک اپنے ملک (شام) واپس آ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنوں کو بھی مسخر کر دیا تھا، جو سمندر میں غوطے لگا کر ان کے لیے قیمتی موتی اور جواہر نکالتے تھے اور دوسرے کام بھی ان کے حکم سے کرتے تھے۔ عمارتیں، مجسمے، قلعے اور کشتیاں وغیرہ بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل یہ تھا کہ وہ ان تمام چیزوں کی حفاظت کرتا تھا، تاکہ کوئی شیطان بنانے کے بعد انھیں بگاڑ نہ دے۔ ہوا اور جنوں کی تسخیر سے متعلق درج ذیل آیات میں مزید وضاحت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ﴾ [صٓ : ٣٦] ''تو ہم نے اس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اس کے حکم سے نرم چلتی تھی، جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴾ [سبا : ١٢، ١٣] ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ کا اور شام کا چلنا ایک ماہ کا تھا اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اس کے سامنے اس کے رب کے اذن سے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے کجی کرتا ہم اسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے تھے۔ وہ اس کے لیے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بناتے تھے جو وہ چاہتا تھا، بڑی بڑی عمارتیں اور مجسمے اور حوضوں جیسے لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں۔ اے داؤد کے گھر والو! شکر ادا کرنے کے لیے عمل کرو۔ اور بہت تھوڑے میرے بندوں میں سے شکر گزار ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴾ [صٓ : ٣٧، ٣٨] "اور شیطانوں کو، جو ہر طرح کے ماہر معمار اور ماہر غوطہ خور تھے۔ اور کچھ اوروں کو بھی (تابع کر دیا) جو بیڑیوں میں اکٹھے جکڑے ہوئے تھے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک سرکش جن گزشتہ شب میرے سامنے آیا (یا آپ نے اس کی مثل کوئی کلمہ فرمایا)، وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا، مگر اللہ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، تاکہ صبح کو اسے تم لوگ دیکھو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی: ﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ﴾ [صٓ : ٣٥] "اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔" [بخاری، كتاب الصلوة، باب الأسير أو الغريم يربط في المسجد : ٤٦١]

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝٨٣ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝٨٤

"اور ایوب، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں، مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل (اور) عطا کر دیے، اپنے پاس سے رحمت کے لیے اور ان لوگوں کی یاد دہانی کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔"

ان انبیاء میں ایوب علیہ السلام بھی تھے، ان کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد کا تھا اور ان کا علاقہ بحیرہ مردار کے جنوب مشرق میں تھا، وہ اللہ کے بڑے ہی صابر و شاکر بندے تھے۔ اللہ نے انھیں خوب مال و دولت اور اولاد و جاہ سے نوازا تھا، اس لیے اپنے رب کا خوب شکر ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے انھیں بیماری میں مبتلا کر دیا اور اولاد و دولت سب جاتی رہی، تو اپنے رب کی رضا کے لیے بہت ہی صبر سے کام لیتے رہے اور دل میں شکوہ کو جگہ نہیں دی۔ جب ان کی تکلیف حد سے بڑھنے لگی اور اس حال میں اٹھارہ سال کا زمانہ گزر گیا تو انھوں نے اپنے رب سے دعا کی، اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ ان کی بیماری جاتی رہی اور اللہ نے اپنے فضل و کرم سے انھیں پہلے سے بھی زیادہ مال و دولت اور اولاد و جاہ سے نوازا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ

www.sirat-e-mustaqeem.com

هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا ﴾ [ص : ٤١ تا ٤٣] ''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کر، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک شیطان نے مجھے بڑا دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنا پاؤں مار، یہ نہانے کا اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے۔ اور ہم نے اسے اس کے گھر والے عطا کر دیے اور ان کے ساتھ اتنے اور بھی، ہماری طرف سے رحمت کے لیے۔''

ان آیات سے نصیحت ملتی ہے کہ صبر کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے اور اسمائے حسنیٰ و صفات علیا کے واسطے سے اللہ کے حضور دعا اور گریہ وزاری سے مصیبت دور ہوتی ہے۔ دنیا کی مصیبت و تکلیف اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ بندہ اپنے رب کی نگاہ میں ذلیل و بد بخت ہے۔ صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ پہلے سے کئی گنا زیادہ دیتا ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! سب سے سخت امتحان کن لوگوں کا ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(سب سے زیادہ سخت امتحان) نبیوں کا ہوتا ہے؟ پھر جو ان کے بعد سب سے افضل ہیں، پھر جو ان کے بعد افضل ہیں۔ بندے پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے، اگر وہ اپنے دین (اور ایمان) میں مضبوط ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کا دین (و ایمان) نرم و کمزور ہے تو اس پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ بندے پر آزمائش (و مصیبت) آتی رہتی ہے، حتیٰ کہ اسے ایسا کر کے چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر چل پھر رہا ہوتا ہے اور اس پر کوئی گناہ (باقی) نہیں ہوتا۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء : ٢٣٩٨۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء : ٤٠٢٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایوب علیہ السلام کپڑے اتار کر غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں ان پر گرنے لگیں، ایوب علیہ السلام مٹھیاں بھر بھر کر کپڑے میں ڈالنے لگے، تو اللہ عزوجل نے آواز دی، ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے بے پروا نہیں کر دیا جو تو دیکھ رہا ہے؟ انھوں نے عرض کی، جی ہاں! یا رب! لیکن میں تیری رحمت و برکت سے بے پروا نہیں ہو سکتا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و أیوب اذ نادیٰ ربہ ...... الخ ﴾ : ٣٣٩١]

عطاء بن ابی رباح جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا، کیا میں تمھیں ایک جنتی خاتون نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں! تو انھوں نے فرمایا، یہ جو کالے رنگ کی عورت ہے، یہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی، مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو صبر کرو (اور اگر صبر کرو گی تو) تمھارے لیے جنت ہے اور اگر چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں عافیت دے۔'' (اب اس خاتون نے سوچا کہ ایک طرف صبر کرنے پر آخرت میں جنت کی ضمانت ہے اور دوسری طرف

www.sirat-e-mustaqeem.com

آپ ﷺ عافیت کے لیے دعا کرنے کی پیش کش فرما رہے ہیں اور اس میں جنت کی ضمانت نہیں ہے) تو اس نے کہا، میں صبر ہی کرتی ہوں، تاہم میں مرگی کے دورہ میں بے پردہ ہو جاتی ہوں تو آپ بس یہ دعا کر دیجیے کہ میں کم از کم بے پردہ نہ ہوں۔ تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ [بخاری، کتاب المرض، باب فضل من یصرع من الریح : ۵۶۵۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض أو حزن : ۲۵۷۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پسندیدہ چیزوں (یعنی آنکھوں) کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالتا ہوں (یعنی اس کی بینائی چھین لیتا ہوں) پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کی آنکھوں کے بدلے میں اسے جنت عطا کرتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب المرض، باب فضل من ذهب بصره : ۵۶۵۳]

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾

”اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو۔ ہر ایک صبر کرنے والوں سے تھا۔ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔ یقیناً وہ نیک لوگوں سے تھے۔“

اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والا بتایا ہے، یعنی اللہ کی بندگی اور روزمرہ معاملات میں جو تکلیف ہوتی تھی اس پر صبر کرتے اور گناہوں سے بچتے تھے۔ تینوں کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا تھا، اس لیے کہ وہ صلاح و تقویٰ میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ ذوالکفل کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ وہ نبی تھے یا ولی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبیوں کے ساتھ ان کا ذکر ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

”اور مچھلی والے کو، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت تنگ نہ کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔“

ذوالنون سے مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ ”نون“ مچھلی کو کہتے ہیں، چونکہ مچھلی نے انھیں اللہ کے حکم سے نگل لیا تھا، اسی لیے اللہ نے اس لقب کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے۔ انھیں ”موصل“ کے علاقے میں نینویٰ والوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھا۔ آپ نے لوگوں کو توحید باری تعالیٰ، عدل و انصاف اور اخلاق حسنہ کی دعوت دی، لیکن انھوں نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا، بلکہ دن بدن ان کی شر انگیزی بڑھتی ہی گئی۔ آخر کار ان کے کفر سے تنگ آ کر انھیں دھمکی دی کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر اللہ کا عذاب آ کر رہے گا اور خود وہاں سے نکل کر بیت المقدس آ گئے اور وہاں سے یافا کی طرف روانہ ہونے کے لیے ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ تیز آندھی چلنے لگی اور کشتی کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ پھر لوگوں نے کشتی کا بوجھ کم کرنے کے لیے اپنا سامان سمندر میں پھینک دیا، اس کے بعد بھی خطرہ نہ ٹلا، تو انھوں نے سوچا کہ کشتی میں ضرور کوئی ایسا آدمی ہے جس کی وجہ سے خطرہ لاحق ہے، چنانچہ قرعہ اندازی کی تو یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکل آیا، اس لیے لوگوں نے انھیں سمندر میں پھینک دیا تو طوفان رک گیا۔ اللہ نے ایک مچھلی کو بھیجا جس نے انھیں نگل لیا، پھر انھوں نے مچھلی کے پیٹ ہی میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور مچھلی نے ساحل پر آ کر اپنے پیٹ سے انھیں باہر نکال دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [الصافات: ۱۳۹ تا ۱۴۸] ”اور بلاشبہ یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا۔ پھر وہ قرعہ میں شریک ہوا تو ہارنے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر مچھلی نے اسے نگل لیا، اس حال میں کہ وہ مستحق ملامت تھا۔ پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں سے تھا۔ تو یقیناً اس کے پیٹ میں اس دن تک رہتا جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ بیمار تھا۔ اور ہم نے اس پر ایک بیل دار پودا اگا دیا۔ اور اسے ایک لاکھ کی طرف بھیجا، بلکہ وہ زیادہ ہوں گے۔ پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک وقت تک فائدہ دیا۔“

<u>فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ</u> : سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ذوالنون کی دعا جو انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی ایسی ہے کہ جو مسلمان بھی اس کے ذریعے سے دعا کرے، اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے (وہ دعا یہ ہے): « لَا اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ » ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب [فی دعوة ذی النون......] : ۳۵۰۵۔ مسند أحمد : ۱۷۰/۱، ح : ۱۴٦٦]

وَ زَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ ۸۹ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۫ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ ۝۹۰

’’اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحیٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا، بے شک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے ہی لیے عاجزی کرنے والے تھے۔‘‘

جن انبیاء کی زندگی نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے، ان میں سے زکریا علیہ السلام بھی ہیں۔ انھوں نے بڑھاپے میں اپنے رب سے دعا کی کہ وہ انھیں ایک بیٹا عطا کر دے، جو ان کے بعد دعوت الی اللہ کا کام سنبھالے۔ انھوں نے اپنی دعا میں کہا، میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑ، ایک لڑکا دے جو نبوت اور علم و حکم میں میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور تو تو سب سے اچھا وارث اور سب سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ان کی بیوی کو لڑکا پیدا کرنے کے قابل بنا دیا، جن کے بطن سے یحیٰ پیدا ہوئے۔ مذکورہ بالا انبیائے کرام کا فرداً فرداً ذکر کرنے کے بعد اب ان تمام کی مجموعی صفت یہ بتائی جا رہی ہے کہ یہ حضرات بھلائی کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے اور امید و خوف دونوں حالتوں میں اپنے رب کو پکارتے تھے اور ہر حال میں اس کے لیے خشوع و خضوع اختیار کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ يَبۡتَغُوۡنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الۡوَسِيۡلَةَ اَيُّهُمۡ اَقۡرَبُ وَيَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَهٗ وَيَخَافُوۡنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُوۡرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٥٧] ’’وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔‘‘

وَ الَّتِيۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ جَعَلۡنٰهَا وَ ابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۹۱

’’اور اس عورت کو جس نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا، تو ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے عظیم نشانی بنا دیا۔‘‘

اگرچہ مریم علیہا السلام نبی نہیں تھیں، لیکن چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں اور دونوں کے قصے میں اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت کی عظیم نشانیاں پائی جاتی تھیں، اسی لیے یہاں ان کا ذکر مناسب رہا۔ مریم علیہا السلام نے کبھی حرام کام نہیں کیا، انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کے لیے کلی طور پر فارغ کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا کرنا چاہا تو جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری اور اللہ کے حکم سے عیسیٰ علیہ السلام ان کے بطن میں وجود میں آ گئے۔ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام دونوں کے حالات و واقعات میں دنیا والوں کے لیے بڑی عبرت و نصیحت کی باتیں ہیں۔ مریم کے پاس محراب میں سردی کا پھل گرمی میں اور گرمی کا پھل سردی میں اللہ کے حکم سے آتا تھا۔ عیسیٰ کی ولادت کے وقت کھجور کے خشک

www.sirat-e-mustaqeem.com

درخت میں پھل آ گیا اور مریم کے قدموں کے نیچے سے چشمہ جاری ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں لوگوں سے بات کی اور نبی ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کیا اور گنجے اور برص والے کی بیماری دور کر دی۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَ تَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا
رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾ ع فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَ اِنَّا لَهٗ
كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾

”بے شک یہ ہے تمھاری امت جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمھارا رب ہوں، سو میری عبادت کرو۔ اور وہ اپنے معاملے میں آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔ پس جو شخص کوئی نیک اعمال کرے اور وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی کوئی ناقدری نہیں اور یقیناً ہم اس کے لیے لکھنے والے ہیں۔ اور لازم ہے اس بستی پر جسے ہم ہلاک کر دیں کہ بے شک وہ واپس نہیں لوٹیں گے۔“

یہاں ”اُمَّةً“ سے مراد دین وملت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مذکورہ بالا آیات میں جن انبیاء کا ذکر آیا ہے، ان کے علاوہ بھی سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء گزرے ہیں، سبھی کا عقیدہ اور دین ایک ہی تھا۔ سبھی عقیدۂ توحید پر قائم اور اس کی دعوت دینے والے تھے۔ ہر نبی نے اپنے عہد کے لوگوں کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی، شرک سے ڈرایا اور انھیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا رب ہے، اس لیے صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے، لیکن انبیاء کے دنیا سے گزر جانے کے بعد، ان کی امتیں مرور زمانہ کے ساتھ اصل توحید سے برگشتہ ہوتی چلی گئیں اور مختلف جماعتوں اور فرقوں میں بٹتی گئیں۔ کسی نے اپنا نام یہودی رکھ لیا، کسی نے نصرانی اور کوئی بت پرست بن گیا، جبکہ اصل دین، دینِ اسلام کا نام ان کے ذہنوں سے محو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام گروہوں کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ تو ان میں سے جو لوگ موحد ہوں گے اور انھوں نے حالتِ ایمان میں اعمال صالحہ سرانجام دیے ہوں گے تو اللہ ان کی محنت کو رائگاں نہیں کرے گا، وہ اپنے فرشتوں کے ذریعے سے بندوں کے تمام اعمال لکھ رہا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ صالحین وموحدین کے مقابلے میں جو لوگ کافر ومشرک ہوں گے اور ان کے کفر وشرک کی وجہ سے اللہ انھیں دنیا میں ہلاک کر دے گا تو قیامت کے دن وہ ضرور اپنے رب کے حضور جزا وسزا کے لیے لائے جائیں گے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر حرام کر دیا ہے کہ وہ قیامت کے دن اس کے پاس لوٹ کر نہ آئیں۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٥١﴾ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۵۱، ۵۲] ”اے رسولو! پاکیزہ چیزوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔ اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں سب لوگوں سے زیادہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا حق دار ہوں، دنیا اور آخرت دونوں میں، اور انبیاء سب علاتی بھائی ہیں، تاہم ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور دین سب کا ایک ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واذکر فی الکتاب مریم ...... الخ﴾ : ۳۴۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تمھارے لیے تین باتیں پسند کرتا ہے اور تین باتیں ناپسند کرتا ہے، وہ پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقے فرقے نہ بنو اور اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ناپسند کرتا ہے بے فائدہ باتیں کرنے کو، سوال کی کثرت کو اور مال کے ضائع کرنے کو۔“ [مسلم، کتاب الأقضیة، باب النھی عن کثرة المسائل ...... الخ : ۱۷۱۵]

وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ : یعنی امتوں نے اپنے رسولوں سے اختلاف کیا، ان میں سے کچھ لوگوں نے ان کی تصدیق اور کچھ نے تکذیب کی، ارشاد فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] ”لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“ اور فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۹] ”اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آپس میں اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ اسی باعث ہلاک و برباد ہو گئے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، بابٌ : ۳۴۷۶]

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ : یعنی صالح و مومن لوگوں کے عمل کی ناقدری نہیں کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

جائے گی، بلکہ انھیں اس کی جزا دی جائے گی اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴾ [طٰہٰ : ۷۵] ''اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى إِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [المؤمن : ۴۰] ''جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔''

حَتّٰىٓ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

''یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔''

جس قیامت کے بارے میں اوپر کہا گیا ہے کہ اس دن تمام جن و انس اللہ کے پاس ضرور لوٹ کر جائیں گے، اس کے قریب ہونے کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ وہ رکاوٹ جو ذوالقرنین نے یاجوج و ماجوج کو روکنے کے لیے کھڑی کی تھی، ہٹا دی جائے گی اور وہ زمین میں تیزی سے پھیل جائیں گے۔ جدھر سے یہ گزریں گے ہر چیز کو تباہ کر دیں گے اور کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ! عربوں کی خرابی، اس آفت سے جو قریب آ گئی، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا شگاف ہو گیا ہے۔'' آپ نے دو انگلیوں سے ایک حلقہ بنا کر وضاحت کی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں نیک لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم تباہ ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جب خباثتیں بڑھ جائیں گی (تو ایسا ہوگا)۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳۵۹۸]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(دجال کو قتل کرنے کے بعد) عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جنھیں کو اللہ نے دجال سے بچایا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام (شفقت سے) ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور ان کو ان درجوں کی جو بہشت میں ان کے لیے ہیں، خوشخبری سنائیں گے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں، تم میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ، پھر اللہ یاجوج ماجوج کو چھوڑ دے گا اور وہ ہر اونچائی سے نکل پڑیں گے، ان میں سے جو آگے ہوں گے، طبرستان کے دریا پر سے گزریں گے تو جتنا پانی ہوگا سب پی لیں گے۔ پھر ان کے پچھلے لوگ جب وہاں پہنچیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

گے تو کہیں گے کبھی اس دریا میں پانی بھی تھا۔ ادھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب محصور رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کی سری تمھارے لیے آج کے لحاظ سے سو اشرفیوں سے بہتر ہوگی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں کیڑے ڈال دے گا۔ تو صبح تک وہ سب ایک آدمی کی موت کی طرح مر جائیں گے۔ پھر جب اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں پائیں گے، چنانچہ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جو بڑے اونٹ کی گردن کے مثل ہوں گے، وہ انھیں اٹھا کر لے جائیں گے اور انھیں وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا کہ کوئی گھر مٹی کا ہو یا بالوں کا اس سے نہیں بچے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ زمین دھو ڈالے گا، یہاں تک کہ زمین کو حوض یا باغ کی طرح صاف کر دے گا۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال : ۲۹۳۷]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج و عمرہ کیا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ جعل اللہ الکعبۃ ...... الخ ﴾ : ۱۵۹۳]

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

''اور سچا وعدہ بالکل قریب آ جائے گا تو اچانک یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی جنھوں نے کفر کیا۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔''

یعنی یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد قیامت کا وعدہ، جو برحق ہے، بالکل قریب آ جائے گا اور جب یہ قیامت آ جائے گی تو شدت ہولناکی کی وجہ سے کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور کفِ افسوس ملتے ہوئے کہنے لگیں گے، ہائے ہماری بدنصیبی! ہم تو اس دن کی تیاری کرنے سے بالکل ہی غافل تھے، ہمیں تو یقین ہی نہیں تھا کہ قیامت آئے گی، ہم نے تو اپنے آپ پر بڑا ہی ظلم کیا کہ آج یہ روز سیاہ دیکھنا پڑ رہا ہے، لیکن اس وقت کا افسوس اور اس دن کی توبہ ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ [إبراھیم : ۴۲، ۴۳] ''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت ان لوگوں پر قائم ہوگی جو اللہ کی مخلوق میں سے بدترین لوگ ہوں گے، وہ جاہلیت والوں سے بھی بدتر ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگیں گے اللہ تعالیٰ انھیں وہ چیز دے دیں گے۔[مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ۱۹۲٤]

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

’’بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اسی میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے لیے اس میں گدھے جیسی آواز ہوگی اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔‘‘

یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لات و منات اور عزیٰ و ہبل کی پوجا کرتے تھے۔ یہ سب پتھر کی مورتیاں تھیں، جو جمادات یعنی غیر عاقل تھیں، اسی لیے آیت میں ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کے الفاظ ہیں اور عربی میں ’’مَا‘‘ غیر عاقل کے لیے آتا ہے، یعنی کہا جا رہا ہے کہ تم بھی اور تمھارے یہ معبود بھی جن کی مورتیاں بنا کر تم نے عبادت کے لیے رکھی ہوئی ہیں سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ پتھر کی مورتیوں کا اگرچہ کوئی قصور نہیں ہے، کیونکہ وہ تو غیر عاقل اور بے شعور ہیں، لیکن انھیں پجاریوں کے ساتھ جہنم میں صرف مشرکوں کو مزید ذلیل و رسوا کرنے کے لیے ڈالا جائے گا کہ جن معبودوں کو تم اپنا سہارا سمجھتے تھے، وہ بھی تمھارے ساتھ ہی جہنم میں جہنم کا ایندھن ہیں اور اس وقت تمھیں یقین ہو جائے گا کہ اگر یہ اصنام تمھارے حقیقی معبود ہوتے تو تمھارے ساتھ جہنم کا ایندھن نہ بنتے، لیکن وہ تو خود بھی جہنم میں بطور عبرت جا رہے ہیں، تمھیں جانے سے کیسے روک سکتے ہیں۔ نتیجتاً عابد اور یہ جھوٹے معبود دونوں ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور سارے کے سارے شدت غم و الم سے چیخ اور چلا رہے ہوں گے، جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی آواز بھی نہیں سن سکیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

’’بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی طے ہو چکی، وہ اس سے دور رکھے گئے ہوں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے اور وہ اس میں جسے ان کے دل چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ انھیں سب سے بڑی

www.sirat-e-mustaqeem.com

گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور انھیں (آگے سے) لینے کے لیے فرشتے آئیں گے۔ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔“

کافروں کے بعد اب مومنوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ازل سے نیک بختی اور اعمال صالحہ کے لیے توفیق مقدر کر دی ہے، انھیں جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ وہ اس کی آواز بھی نہیں سنیں گے، بلکہ وہ تو جنت کے باغوں میں ہوں گے اور اپنی من چاہی چیزیں کھا پی رہے ہوں گے۔ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور جب میدانِ محشر میں جمع ہونے کے لیے دوسرا صور پھونکا جائے گا تو ان پر کوئی گھبراہٹ طاری نہیں ہو گی۔ فرشتے ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھ کر انھیں مبارک باد دیں گے اور کہیں گے کہ یہ تمھاری خوشی کا وہ دن ہے، جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا، آج تمھیں تمھاری نیکیوں کا اچھا بدلہ دیا جائے گا۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾

”جس دن ہم آسمان کو کاتب کے کتابوں کو لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے۔ جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔“

قیامت کے جس دن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، اس دن یہ بھی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح لپیٹ لے گا جس طرح کوئی لکھنے والا نوشتۂ مکتوب کو لپیٹ دیتا ہے۔ تمام ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے، آفتاب و مہتاب مضمحل ہو کر اپنی اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور پورا نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ سب اپنی قبروں سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر ختنہ شدہ اٹھیں گے۔ اللہ کا یہ وعدہ سچ ہے اور وہ ایسا کر کے رہے گا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو داہنے ہاتھ پر لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا، میں ہوں بادشاہ اور کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ملك الناس ﴾ : ٧٣٨٢]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابو القاسم! قیامت کے دن اللہ (ساتوں) آسمانوں کو ایک انگلی پر، (ساتوں) زمینوں کو ایک انگلی پر، پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر اور (دیگر) تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ لے گا، پھر انگلیوں کو ہلا کر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (اس کی تصدیق فرماتے ہوئے) ہنسے، یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک دکھائی دیے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٧] ”اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ لما خلقت بيدى ﴾ : ٧٤١٥۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ٢٧٨٦]

كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! تم (قیامت کے دن) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے پیش کیے جاؤ گے۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ ”جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ كما بدأنا أول خلق نعيده وعدا علينا ﴾ : ٤٧٤٠۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ٥٨/٢٨٦٠]

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک یہ زمین، اس کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک پیغام ہے جو عبادت کرنے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں بھی یہ بات لکھ دی ہے کہ جنت کے حق دار اس کے نیک بندے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ﴾ [الزمر : ٧٤] ”اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں جگہ بنا لیں۔“ یا یہ بات لکھ دی ہے کہ زمین میں اقتدار اس کے نیک بندوں کو حاصل ہوگا۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بشارت ہے کہ وہ لوگ کافروں کے ممالک فتح کریں گے اور ان کے مالک و حاکم بن جائیں گے اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ قیصر و کسریٰ کے جن علاقوں کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہاں مسلمان پہنچ پائیں گے وہ سارے علاقے اسلام کے زیر نگیں آ گئے۔ پھر جب مسلمانوں کی دینی حالت خراب ہوگئی تو زوال پذیر ہو گئے۔ قیامت تک جب بھی یہ امت اصلاح و تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کو اپنا شعار بنائے گی اور قرآن و سنت کی بنیاد پر متحد ہو جائے گی تو اللہ کا وعدہ اپنے آپ کو دہرائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾[النور : ٥٥] ”اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔“

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ : یعنی یہ قرآن جسے ہم نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے، اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے منفعت و کفایت ہے، یعنی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی جس طرح اس نے حکم دیا اور پسند فرمایا اور جنھوں نے شیطان کی بات اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کو ترجیح دی۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر جہانوں پر رحم کرتے ہوئے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے، پس جو شخص اس رحمت کو قبول کرے اور اس نعمت کا شکر بجا لائے وہ دنیا و آخرت کی سعادت مندیوں اور کامرانیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے گا اور جو اس رحمت کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا، وہ دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی، اے اللہ کے رسول! مشرکین کے لیے بددعا کیجیے! آپ نے فرمایا: ”میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها : ٢٥٩٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ پر احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے تمھاری قوم کی طرف سے جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ تو خیر جھیلیں ہی ہیں، تاہم مجھ پر سب سے زیادہ سخت دن عقبہ کا دن گزرا ہے۔ جس دن میں عبد یا لیل بن عبد کلال کے پاس گیا (اور اسے اسلام کی دعوت پیش کی)۔ اس نے میرا کہنا نہ مانا (اور اسلام قبول نہیں کیا) میں رنجیدہ ہو کر وہاں سے روانہ ہوا اور جب میں قرن ثعالب پہنچا تو مجھے ذرا ہوش آیا۔ میں نے سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور اس میں میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا، انھوں نے مجھے آواز دی اور کہنے لگے، اللہ نے وہ بات سن لی جو آپ کی قوم نے آپ سے کہی اور ان کا جواب بھی سن لیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ ان کے سلسلہ میں جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اتنے میں اس پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کیا، اس نے کہا، اے محمد! میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ مجھے اپنے معاملہ میں جو چاہیں حکم دیں، تو آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ کہیں تو میں ان پر اخشبین نامی پہاڑوں کو ملا دوں۔ آپ نے فرمایا: ''(نہیں ایسا نہ کرو) بلکہ مجھے امید ہے (اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے تو کہا) ان کی اولاد میں سے اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ اکیلے کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہیں کریں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدکم آمین والملائکۃ فی السماء ...... الخ : ٣٢٣١۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذی المشرکین والمنافقین : ١٧٩٥]

www.KitaboSunnat.com

عمرو بن ابی قرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، جہاں بعض اوقات وہ احادیث رسول ﷺ بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے حذیفہ! رسول اللہ ﷺ بعض اوقات غصہ کی حالت میں کوئی بات کہتے تھے اور بعض اوقات خوشی کی حالت میں کوئی بات کہتے تھے (اس لیے تو ہر بات کو بیان نہ کیا کر) یقیناً میں جانتا ہوں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: ''اپنی امت میں سے جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو، یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی اولاد آدم سے ہوں۔ تو جس طرح وہ غصہ کرتے ہیں اسی طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے، ہاں البتہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، تو اے اللہ! میری ان باتوں کو ان کے لیے قیامت کے دن رحمت بنا دے۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٤٣٧، ح : ٢٣٧٦٨۔ أبو داؤد، کتاب السنة، باب فی النهی عن سب أصحاب رسول الله ﷺ : ٤٦٥٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور لوگوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس کی روشنی اردگرد پھیل گئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں، اس میں گرنے لگے، اب وہ شخص انھیں آگ سے دور ہٹانے لگا، (تاکہ وہ جلنے سے بچ جائیں) مگر وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمھیں تمھاری کمروں سے پکڑ کر آگ سے دور کھینچتا ہوں (اور کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچ جاؤ) لیکن تم ہو کہ سنتے ہی نہیں اور اسی میں گرتے جاتے ہو۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی : ٦٤٨٣]

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

''کہہ دے میری طرف صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم فرماں برداری کرنے والے ہو؟ پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے میں نے تمھیں اس طرح خبردار کر دیا ہے کہ (ہم تم) برابر ہیں اور میں نہیں جانتا آیا قریب ہے یا دور، جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔''

نبی اکرم ﷺ جو رحمت لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے وہ توحید باری تعالیٰ ہے، یہی دینِ اسلام اور تمام ادیانِ سماویہ کی اصل اور بنیاد ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کو رحمت کا لقب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ اہل مکہ سے کہہ دیجیے کہ مجھ پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہے اور وہ اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے تم لوگ اسی کے سامنے جھکو، اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اگر اس دعوتِ صریح کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اسلام کو قبول نہیں کرتے، تو پھر آپ ان سے برملا کہہ دیجیے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان صلح و آشتی کی اب کوئی صورت نہیں ہے، یہ بات تم میں سے سب کو معلوم ہونی چاہیے۔ آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ عذاب جو تم پر اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں نازل کرنے والا ہے اس کا وقت قریب ہے یا بعید، لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ ہوگا اور اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں تمھیں عذاب دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۲، ۱۰۳] ''تو یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے سے ایام کے جو ان سے پہلے گزر چکے۔ کہہ دے پس انتظار کرو، یقیناً میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے، اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات بخشیں۔''

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ۝۱۱۰

''بے شک وہ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو اسلام، قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کا برملا مذاق اڑاتے ہو اور ان کی عیب جوئی کرتے رہتے ہو، تو اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے اور جو عداوت و دشمنی اور بغض و حسد اپنے دلوں میں چھپائے پھرتے ہو، اللہ اسے بھی جانتا ہے۔ نہ تمھارا ظاہری خبث اللہ سے پوشیدہ ہے اور نہ دل میں چھپا ہوا، گویا کہ یہ اللہ کی طرف سے کفارِ مکہ کے لیے زبردست دھمکی ہے۔

وَ اِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۝۱۱۱

www.sirat-e-mustaqeem.com

''اور میں نہیں جانتا شاید یہ تمھارے لیے ایک آزمائش ہو اور ایک وقت تک کچھ فائدہ اٹھانا ہو۔''

فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ کچھ دنوں کے لیے عذابِ الٰہی کا ٹل جانا تمھیں مزید آزمائش میں ڈالنے کے لیے ہو اور ایک مقرر وقت تک کے لیے اللہ کی جانب سے کسی حکمت کے تقاضے کے مطابق تمھارے لیے چھوٹ ہو، اس لیے اس تاخیر و مہلت سے تمھیں دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۸] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

''اس نے کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا رب ہی وہ بے حد مہربان ہے جس سے ان باتوں پر مدد طلب کی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دعا نقل کی ہے، جو انھوں نے اللہ کی جانب سے مشرکوں کے خلاف اعلانِ جنگ کے بعد کی تھی کہ اے میرے رب! تو میرے اور میری قوم کے درمیان اب فیصلہ کر ہی دے کہ جن کا شیوہ اسلام اور مسلمانوں سے عداوت کرنا بن گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی دعا قبول فرما لی، کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میدانِ بدر میں زبردست ضرب لگوائی، بہت سے قتل کر دیے گئے اور بہت سے پابند سلاسل کیے گئے۔ دعا کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہمارا رب اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے اور اس کی ذات ایسی ہے جس سے تمام امور میں مدد مانگنی چاہیے۔ من جملہ ان امور کے کافروں کا یہ کہنا ہے کہ غلبہ انھی کو حاصل ہوگا، تو میں اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ ان کے دعویٰ کو جھوٹا کر دکھائے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورۃ الحج مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ① یَوۡمَ تَرَوۡنَہَا تَذۡہَلُ کُلُّ
مُرۡضِعَۃٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَ تَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَہَا وَ تَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَ مَا ہُمۡ
بِسُکٰرٰی وَ لٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیۡدٌ ②

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہوجائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں عام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارو، عمل صالح کرو اور برائیوں سے بچو، اس لیے کہ قیامت کا زلزلہ عظیم حادثہ ہوگا اور وہ اتنا دہشت ناک ہوگا کہ مارے خوف کے مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور ہر آدمی اپنا ہوش کھو بیٹھے گا۔ ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے سب نے کوئی مدہوش کرنے والی چیز پی لی ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں ہوگی، بلکہ شدتِ عذابِ الٰہی کے تصور سے ان پر یہ کیفیت طاری ہوگی۔ اس آیت میں جس زلزلہ کا ذکر ہے وہ کب واقع ہوگا؟ اس بارے میں مفسرین کی دو آراء ہیں۔ پہلی رائے یہ ہے کہ یہ زلزلہ قیامت کی ایک نشانی ہوگی، یعنی قیامت سے پہلے دنیا کی زندگی میں واقع ہوگا، اس زلزلہ کے بعد آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑنے لگیں گے، زمین پر ایسا زلزلہ برپا ہوگا کہ کوئی چیز اپنی جگہ باقی نہیں رہے گی۔ مائیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہوگا جس میں وہ اپنی بدترین مخلوق کو مبتلا کرے گا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ خوف و ہراس اور اضطراب و پریشانی ہے جو قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے نکلنے کے بعد میدانِ محشر میں لاحق ہوگی، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) آدم (علیہ السلام) سے فرمائے گا، اے آدم! وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! میں بار بار تیری خدمت میں حاضر ہوں اور ساری خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ پھر انھیں اللہ حکم دے گا کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ والوں کا جتھا نکالو۔ وہ عرض کریں گے، اے اللہ! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں؟ حکم ہوگا، ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے۔ وہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور ﴿ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۲] ''اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' یہ حدیث صحابہ پر سخت گراں گزری، انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک (خوش نصیب) ہم میں سے کون ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ، یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار ہوں گے اور تم میں سے ایک۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تم لوگ تمام جنت والوں کا چوتھائی ہو گے۔'' یہ سن کر ہم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور ''اللہ اکبر'' کہا، پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم تہائی حصہ ہو گے۔'' ہم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور ''اللہ اکبر'' کہا، پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنتیوں کا نصف ہو گے۔ تمھاری مثال دوسری امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کسی سیاہ بیل کے جسم پر سفید بالوں کی (معمولی تعداد) ہوتی ہے، یا اس سفید داغ کی طرح جو گدھے کے آگے کے پاؤں میں ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ﴿ إن زلزلة الساعة شيء عظيم ﴾ ...... الخ : ۶۵۳۰۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب قوله : يقول الله لآدم أخرج بعث النار ...... الخ : ۲۲۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم (قیامت کے دن) ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! تو کیا مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ ایسا سخت معاملہ ہوگا کہ کوئی اس کا خیال بھی نہیں کر سکے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ۶۵۲۷]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر (جب) قیامت کے دن تم میں سے کوئی اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا تو اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی ترجمان ہوگا جو اس کے لیے ترجمانی کرے، پھر اللہ اس سے فرمائے گا، کیا میں نے تجھ کو مال نہیں دیا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں (بے شک تو نے مال دیا تھا)۔ پھر اللہ فرمائے گا، کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں (تو نے رسول بھیجا

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھا)۔ پھر وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا، پھر وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو آگ سے بچنا چاہیے، اگرچہ (صدقہ میں) کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات ہی کہہ کر (دوزخ سے بچے)۔" [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة قبل الرد : ١٤١٣۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة ...... الخ : ١٠١٦/٦٧]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝٣ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝٤

"اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں کچھ جانے بغیر جھگڑتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔ اس پر لکھ دیا گیا ہے کہ بے شک واقعہ یہ ہے کہ جو اس سے دوستی کرے گا تو یقیناً وہ اسے گمراہ کرے گا اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کی تکذیب کرے، یا مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرے، یا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر جس دین وشریعت کو نازل فرمایا اس سے اعراض کرتے ہوئے اپنے قول، انکار اور کفر میں جن وانس ہر سرکش شیطان کی پیروی کرے، جیسا کہ ان اہل بدعت کا حال ہے جو حق سے اعراض اور باطل کی پیروی کرتے ہوئے اس حق مبین کو ترک کر دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور ان ائمہ ضلالت کی پیروی کرتے ہیں جو اپنی خواہشات وآراء پر مبنی بدعات کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بصراحت تمام فرما دیا کہ جو شخص بھی شیطان کو اپنا دوست بنائے گا اور اس کی پیروی کرے گا، تو شیطان اسے راہِ حق سے دور کر دے گا اور جہنم کی آگ تک پہنچا دے گا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نیک اور برے دوست کی مثال کستوری والے اور بھٹی دھونکنے والے کی مانند ہے۔ کستوری والا یا تو تمھیں (تحفہ کے طور پر) کچھ دے دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، یا تم اس سے اچھی خوشبو تو پا ہی لو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا، یا تم اس سے بدبو حاصل کرو گے۔" [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب المسك : ٥٥٣٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين ...... الخ : ٢٦٢٨]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ

www.sirat-e-mustaqeem.com

مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى
وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ
هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝

’’اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تاکہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے عقیدے پر دو عقلی دلیلیں پیش کی ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اس نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر باقی انسانوں کو ماں اور باپ کی منی سے پیدا کیا، مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں پہنچایا۔ اسے پہلے جامد خون بنا دیا، پھر اسے ایک لوتھڑا بنا دیا اور وہ لوتھڑا کبھی تو اللہ کی مرضی سے بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور کبھی اس میں جان نہیں پڑتی اور رحم سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ انسان اس کی قدرت، علم اور حسن تدبیر پر ایمان لے آئے، اس کی عظمت کا اعتراف کرے، اس سے محبت کرے اور اس کی بندگی کرے۔ پھر جو لوتھڑا بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے وہ ایک مدت معینہ تک رحم میں رہنے کے بعد پیدا ہوتا ہے تو نہایت ہی کمزور بچہ ہوتا ہے، پھر بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بھرپور جوان ہو جاتا ہے۔ کوئی بچہ بلوغت سے پہلے ہی مر جاتا ہے، اس لیے کہ حکمتِ الٰہیہ کا یہی تقاضا ہوتا ہے اور کچھ لوگ لمبی عمر پاتے ہیں، یہاں تک کہ بہت بوڑھے ہو جاتے ہیں اور عقل و ہوش کھو بیٹھتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴾ [الروم : ٥٤] ’’اللہ وہ ہے جس نے تمھیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

آدم علیہ السلام کا مٹی سے اور ان کی ذریت کا قطرۂ منی سے پیدا کیا جانا اس بات کی قطعی اور واضح عقلی دلیل ہے کہ جس

www.sirat-e-mustaqeem.com

باری تعالیٰ نے انھیں پہلی بار اس طرح پیدا کیا، وہ انھیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ بعث بعد الموت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ زمین بے آب و گیاہ مردہ ہوتی ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو اس میں زندگی آ جاتی ہے اور حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور پانی کے اثر سے مٹی پھول کر اونچی ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں مختلف قسم کے پودے اگ آتے ہیں۔ جس طرح نطفہ ماں کے رحم میں پرورش پاتا ہے، اسی طرح بیج بھی مٹی میں پرورش پاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد ایک زندہ پودا لہلہاتا ہوا اوپر آ جاتا ہے، پھر ایک مدت معینہ کے بعد جب کھیتی پک جاتی ہے تو انسان اسے کاٹ لیتا ہے، ویسے ہی جیسے انسان اپنی نوشتہ عمر گزار لینے کے بعد رخصت ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ۲۷] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر آدمی بطور نطفہ چالیس دن تک اپنی ماں کے پیٹ میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، بعد ازاں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے، جسے چار باتیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے، یعنی اس کی روزی، اس کی عمر اور یہ کہ وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت۔'' [بخاری، کتاب القدر، باب : ٦٥٩٤۔ مسلم، کتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه ...... الخ : ٢٦٤٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے (سب حال) عرض کرتا رہتا ہے، اے میرے رب! یہ ابھی نطفہ ہے، اے میرے رب! اب یہ جما ہوا خون بن گیا ہے، اے میرے رب! اب یہ گوشت کا لوتھڑا بن گیا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بچے کی پیدائش پوری کرنا چاہتا ہے تو وہ فرشتہ پوچھتا ہے، اے میرے رب! یہ مرد ہوگا یا عورت، نیک بخت ہوگا یا بدبخت، اس کی روزی کتنی ہوگی اور اس کی موت کب ہوگی؟ پھر (جیسا حکم ہوتا ہے) ویسا ہی اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب القدر، باب : ٦٥٩٥۔ مسلم، کتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه ...... الخ : ٢٦٤٦]

وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ : تم میں سے کوئی بوڑھا ہو جاتا ہے اور بڑھاپے کی نہایت خراب عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، یعنی پیری، بڑھاپے، ضعف قوت و عقل و فہم اور ضعف فکر و دانش کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نکمی عمر کی طرف لوٹائے جانے سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے، جیسا کہ عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ دعائیہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ ، وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ ، وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ » ”اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بخل سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور میں دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“
[بخاري ، كتاب الجهاد والسير ، باب ما يتعوذ من الجبن : ۲۸۲۲ ، ۶۳۷۴]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۷

”یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔“

تخلیق انسانی اور پودوں کی پیدائش سے متعلق جو بات بیان کی گئی ہے، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ برحق ہے، وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بات تو قطعی ہے کہ قیامت آئے گی، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴾ [يٰسٓ : ۷۸ تا ۸۰] ”اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔“

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۸ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۱۰ ع ۱ / ۸

”اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ اس حال میں کہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے، تا کہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے، اس کے لیے دنیا میں ایک رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے آگے بھیجا اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہرگز اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

اس آیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو کفر اور کبر و نخوت کا مجسم نمونہ تھا اور لوگوں کو راہِ حق سے دور رکھنے کی ہر کوشش کرتا تھا، لیکن آیت کا مفہوم عام ہے اور کفر و بدعت کے تمام گمراہ کن سرغنوں کو شامل ہے، جو اپنی خواہش کی اتباع میں اللہ اور رسول ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں جن کی عقلی و نقلی کوئی صریح دلیل نہیں ملتی اور ایسے متکبر ہوتے ہیں کہ گردن اکڑا کر اور لوگوں کی طرف سے منہ پھیر کر چلتے ہیں، حالانکہ ان کا مقصد اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام لوگوں کا انجام یہ بتایا کہ وہ انھیں دنیا میں رسوا کرتا ہے اور آخرت میں جہنم ان کا انتظار کر رہی ہے۔ اس دن ان سے کہا جائے گا کہ یہ ذلت و رسوائی اور یہ عذاب تمھارے ہاتھوں ہی کی کمائی ہے، تو اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴾ [الدخان : ٤٧ تا ٥٠] ''اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٧٧]

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : یعنی جب اسے حق کی طرف دعوت دی جائے تو وہ اس سے اعراض کرتا اور تکبر سے اپنی گردن کو موڑ لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ فِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾ [الذاریات : ٣٨، ٣٩] ''اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف ایک واضح دلیل دے کر بھیجا۔ تو اس نے اپنی قوت کے سبب منہ پھیر لیا اور اس نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴾ [النساء : ٦١] ''اور جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [المنافقون : ٥] ''اور جب ان سے کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ منہ پھیر لیں گے، اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾

’’اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے، پھر اگر اسے کوئی بھلائی پہنچ جائے تو اس کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آپہنچے تو اپنے منہ پر الٹا پھر جاتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھایا، یہی تو صریح خسارہ ہے۔‘‘

اہل کفر کے بعد ان آیات میں بعض ان منافقین کا ذکر ہو رہا ہے جو صرف دنیاوی مصالح کی خاطر ظاہر کرتے تھے کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ مصالح حاصل ہوتے رہتے اور کسی دکھ اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوتے تو دین اسلام پر باقی رہتے تھے، مگر جونہی انھیں کوئی تکلیف لاحق ہوتی تو ان کا اصلی چہرہ سامنے آجاتا تھا اور کفر کی طرف لوٹ کر اپنی دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد کر بیٹھتے تھے۔ یہی کسی انسان کا کھلا خسارہ ہے، کیونکہ اگر وہ اپنے ایمان میں مخلص ہوتے تو آخرت میں کامیاب ہو جاتے اور جو دنیاوی خسارہ ہوا تھا، اللہ اسے بھی پورا کر دیتا کہ پھر سے مال و اولاد سے نواز دیتا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ﴾ اس کی شان نزول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مدینہ میں آتا (اور اسلام قبول کر لیتا) پھر اس کی عورت لڑکا جنتی اور اس کی گھوڑیاں بچے جنتیں، تب تو (خوش ہو کر) کہتا یہ دین اچھا ہے، تاہم اگر اس کی عورت (لڑکا) نہ جنتی اور گھوڑیاں بھی بچے نہ جنتیں تو (رنجیدہ ہو کر) کہتا یہ دین تو خراب ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ومن الناس من يعبد الله على حرف ﴾ : ٤٧٤٢]

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَ مَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾

’’وہ اللہ کے سوا اس چیز کو پکارتا ہے جو اسے نقصان نہیں پہنچاتی اور اس چیز کو جو اسے نفع نہیں دیتی، یہی تو دور کی گمراہی ہے۔‘‘

یعنی وہ مرتد ہو جانے کے بعد اللہ کے سوا ان معبودوں کو پکارنے لگتے ہیں کہ جنھیں اگر نہ پکاریں تو دنیا میں انھیں وہ معبود کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر انھیں پکاریں اور ان کی عبادت کریں تو وہ آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

’’وہ اسے پکارتا ہے کہ یقیناً اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، بلاشبہ وہ برا دوست ہے اور بلاشبہ وہ برا ساتھی ہے۔‘‘

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ انھیں فائدہ تو کیا پہنچائیں گے، بلکہ ان سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

نقصان ہی کی زیادہ توقع ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں ان بے روح مجسموں کے سامنے سجدہ کر کے اپنے آپ کو ذلیل کرتے ہیں اور آخرت میں شدید عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔ ''مَوْلٰی'' کے معنی ولی اور مددگار کے اور ''عَشِیْر'' کے معنی ہم نشیں، ساتھی اور قرابت دار کے ہیں۔ مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے، لیکن یہ معبود خود عذاب میں گرفتار ہوں گے، یہ کسی کے کیا کام آئیں گے؟ اس لیے انھیں برا ولی اور برا ساتھی کہا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴾ [الزخرف : ٣٦ تا ٣٨]
''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔ اور بے شک وہ ضرور انھیں اصل راستے سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، پس وہ برا ساتھی ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھی جن کو مقرر کر رکھا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا، (یا رسول اللہ!) اور آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے جواب دیا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع بن گیا ہے، سو وہ مجھے خیر کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتا۔'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تم میں سے ہر کسی کے ساتھ ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کر دیا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب تحريش الشيطان و بعثه سراياه لفتنة الناس ...... الخ : ٢٨١٤]

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝۱۴

''بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

اس آیت میں ایمان اور اعمال صالحہ والوں کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ اپنی حکمتوں کے تقاضے کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے، اپنی اطاعت کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجلس میں حاضر تھا، اس میں آپ نے جنت کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ بے انتہا تعریف فرمائی، آخر میں فرمایا: ''جنت

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، نہ کسی کان نے ان کی تعریف سنی ہے اور نہ ان کا تصور کسی آدمی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب صفة الجنة : ٢٨٢٥]

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۞

''جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ دنیا اور آخرت میں کبھی اس کی مدد نہیں کرے گا تو وہ ایک رسی آسمان کی طرف لٹکائے، پھر کاٹ دے، پھر دیکھے کیا واقعی اس کی تدبیر اس چیز کو دور کر دے گی جو اسے غصہ دلاتی ہے۔''

اس کے ایک معنی تو یہ کیے گئے ہیں کہ ایسا شخص جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد نہ کرے، کیونکہ اس کے غلبہ و فتح سے اسے تکلیف ہوتی ہے، تو وہ اپنے گھر کی چھت پر رسی لٹکا کر اور اپنے گلے میں اس کا پھندا لے کر اپنا گلا گھونٹ لے، شاید یہ خودکشی اسے غیظ و غضب سے بچا لے، جو وہ محمد ﷺ کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو دیکھ کر اپنے دل میں پاتا ہے۔ اس صورت میں ''السَّمَآءِ'' سے مراد گھر کی چھت ہوگی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک رسا لے کر آسمان پر چڑھ جائے اور آسمان سے جو وحی یا مدد آتی ہے، اس کا سلسلہ ختم کر دے (اگر وہ ایسا کر سکتا ہے) اور دیکھے کہ کیا اس کے بعد اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے غیظ و غضب میں مرتے رہیں، اللہ اپنے نبی اور دین کی مدد کرتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ٥١] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [الصف : ٨، ٩] ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۚ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [آل عمران : ١١٨، ١١٩] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمھیں کسی طرح نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے، وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

پڑو۔ ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے۔ بے شک ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔ دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیوں کی پوریں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ کہہ دے اپنے غصے میں مر جاؤ، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

''اور اسی طرح ہم نے اسے روشن آیات کی صورت میں نازل کیا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

قرآن کریم کی تعریف بیان کی جا رہی ہے کہ یہ فصاحت و بلاغت اور عربی زبان کی تمام اعلیٰ ترین خوبیوں کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے، اس کی آیات اپنے معانی و مقاصد پر حد درجہ صراحت و وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جن کے لیے چاہتا ہے انھیں ان آیات قرآنیہ میں غور و فکر کی توفیق دیتا ہے، تاکہ وہ حق کو پہچانیں اور اسے قبول کریں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـِٕيْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور صابی اور نصاریٰ اور مجوس اور وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا یقیناً اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں حق و باطل کے درمیان جو جنگ جاری تھی اور ایمان والوں کے خلاف جو لوگ صف آراء تھے، اسی جنگ اور انھی باطل پرستوں کا ذکر کیا گیا ہے اور انھیں دھمکی دی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ان کی اس باطل پرستی کا بدلہ چکائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال و افعال سے پوری طرح واقف ہے، بلکہ ان کے دلوں کے بھیدوں کی بھی خبر رکھتا ہے۔ ''صابی'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور ''مجوس'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو آگ کی پوجا کرتے تھے، اور ''مشرکین'' سے مراد خاص طور پر کفار عرب ہیں جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ ﴿۱۸﴾ السجدة

’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کر دے پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔‘‘

باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور ربوبیت و الوہیت میں اس کی وحدانیت بیان کی جا رہی ہے کہ آسمان میں جتنے فرشتے رہتے ہیں اور زمین میں جتنے جن اور چوپائے پائے جاتے ہیں، سبھی اللہ کے لیے سر بسجود ہیں۔ اسی طرح شمس و قمر، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سے بنی نوع انسان اپنے خالق و مالک کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور اس کا حکم ماننے سے سر مو سرتابی نہیں کرتے، لیکن انسانوں میں بہت سے ایسے ہیں جو اس کے سامنے سر بسجود نہیں ہوتے، اس لیے ان کے حق میں عذاب لکھ دیا گیا ہے اور یہ لوگ بھی اگرچہ اللہ کی بندگی کے لیے اپنا سر نہیں جھکاتے، لیکن اس کے قانونِ قدرت کے تو یہ بھی تابع ہیں۔ صحت و بیماری، مال داری و محتاجی اور زندگی و موت کا قانون ان پر بھی نافذ ہوتا ہے اور اللہ کی مرضی کے سامنے ان کی ایک نہیں چلتی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ ...... مِنَ النَّاسِ :

ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴾ [النحل : ٤٨] ’’اور کیا انھوں نے اس کو نہیں دیکھا جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، جو بھی چیز ہو کہ اس کے سائے دائیں طرف سے اور بائیں طرفوں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں، اس حال میں کہ وہ عاجز ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٣٧] ’’نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا۔‘‘

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے وقت ابو ذر سے پوچھا: ’’جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟‘‘ تو میں نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’یہ عرش تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے، پھر (دوبارہ طلوع ہونے کی) اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا، اجازت مانگے گا تو اجازت نہیں دی جائے گی اور اس سے کہہ دیا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا، تو یہ مغرب ہی سے طلوع ہوگا۔‘‘ [بخاري، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر : ۳۱۹۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الإیمان : ۱۵۹]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! رات میں نے خواب میں دیکھا، گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، جب میں نے سجدہ کیا تو میرے سجدہ کرنے کی وجہ سے درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ درخت سجدے میں کہہ رہا تھا: ((اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا، وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا، وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ)) ''اے اللہ! تو اس سجدے کو قبول فرما اور اس کا ثواب اپنے ہاں لکھ دے اور اس کے سبب سے تو گناہوں کا بوجھ مجھ سے دور کر دے اور اس سجدے کو تو میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا دے اور تو اس سجدے کو میری طرف سے ایسے ہی قبول فرما لے جیسے تو نے اپنے بندے داؤد (علیہ السلام) سے قبول فرمایا تھا۔'' سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سجدہ کی تلاوت فرمائی، پھر سجدہ کیا تو میں نے سنا کہ آپ سجدے میں وہی کلمات کہہ رہے تھے جن کے بارے میں اس شخص نے بتایا تھا کہ اس نے درخت سے حالت سجدہ میں یہ الفاظ سنے تھے۔ [ترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء ما يقول في سجود القرآن : ٥٧٩۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب سجود القرآن : ١٠٥٣]

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے مجھ پر افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا، اس نے سجدہ کر لیا اور جنتی بن گیا مگر مجھے سجدے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کر دیا اور جہنمی بن گیا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة : ٨١۔ مسند أحمد : ٤٤٣/٢، ح : ٩٧٢٦]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا سورۂ حج کو دو سجدوں کی وجہ سے باقی تمام سورتوں پر فضیلت حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! اور جو یہ نہ کرنا چاہے وہ ان کی تلاوت ہی نہ کرے۔'' [ترمذی، كتاب الجمعة، باب ما جاء في السجدة في الحج : ٥٧٨۔ أبو داوٗد، كتاب سجود القرآن، باب تفريع أبواب السجود ...... الخ : ١٤٠٢]

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾ ع ۲/۱۲ ۹

''یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا

www.sirat-e-mustaqeem.com

جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔ اور انھی کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور چکھو جلنے کا عذاب۔“

﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ ﴾ یہ دونوں تثنیہ کے صیغے ہیں، بعض کے نزدیک اس سے مراد مذکورہ گمراہ فرقے اور اس کے مقابلے میں دوسرا فرقہ مسلمان لیا ہے، یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور ہر فریق نے دعویٰ کیا کہ وہ حق پر ہے۔ جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ پھر کافر جماعتوں کو جہنم میں داخل کر دے گا، جہاں انھیں آگ کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور ان کے سروں پر نہایت گرم پانی انڈیلا جائے گا۔ اس پانی کی گرمی سے ان کے پیٹ کی انتڑیاں، گوشت اور چربیاں پگھل کر باہر نکل جائیں گی اور ان کے جسم کے چمڑے بھی کٹ کٹ کر الگ ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ جہنم میں ان کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جن سے انھیں مارا جائے گا اور غم و اندوہ اور درد و الم سے بے چین ہو کر جب بھی نکلنا چاہیں گے، تو جہنم پر مامور فرشتے انھیں مار مار کر دوبارہ لوٹا دیں گے اور ایک لمحہ کے لیے بھی انھیں نکلنے نہیں دیں گے اور کہیں گے کہ تم آگ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ﴾ قریش کے ان چھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن لڑائی کے لیے (تنہا تنہا) نکلے تھے۔ (مسلمانوں کی طرف سے) حمزہ، علی اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور (کافروں کی طرف سے) عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ (نکلے تھے)۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹٦٦۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ هذان خصمان اختصموا في ربهم ﴾ : ۳۰۳۳]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے جھگڑا چکانے کے لیے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا۔ سیدنا قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، انھی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ﴾ اور بیان کرتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے بدر کی لڑائی میں دعوت مبارزت دی تھی، (مسلمانوں کی طرف سے) علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم تھے اور (کافروں کی طرف سے) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ هذان خصمان اختصموا في ربهم ﴾ : ٤٧٤٤]

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٤٩] ”بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔ اسے پکڑو، پھر اسے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا جو (جسم میں) سرایت کرے گا، یہاں تک کہ دوزخی کے پیٹ میں پہنچ جائے گا اور جو کچھ اس کے پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ ڈالے گا۔ (پھر یہ گرم پانی سرایت کرتا ہوا) دونوں قدموں سے باہر آئے گا اور (ابھی) وہ گرم ہی ہوگا اور اسے پھر پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا (تاکہ یہ عمل دوبارہ دہرایا جا سکے)۔" [ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب أهل النار : ٢٥٨٢۔ مسند أحمد : ٣٧٤/٢، ح : ٨٨٨٦]

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "پھر اس شخص پر ایک گونگا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے، جس کے پاس لوہے کا بھاری ہتھوڑا ہوتا ہے۔ اگر اسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے، تو وہ فرشتہ اسے اس کے ساتھ ایسی چوٹ مارتا ہے جس کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ مشرق و مغرب کے درمیان ساری مخلوق سنتی ہے اور وہ شخص مٹی (یعنی ریزہ ریزہ) ہو جاتا ہے اور پھر اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جاتی ہے۔" [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب المسألة فی القبر و عذاب القبر : ٤٧٥٣۔ مسند أحمد : ٢٩٥/٤، ٢٩٦، ح : ١٨٦٣٩]

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾

"بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، انھیں اس میں کچھ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی بھی اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا۔"

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾ [الدھر : ٢١] "ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے اور گاڑھا ریشم ہوگا اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انھیں نہایت پاک شراب پلائے گا۔" اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴾ [الکھف : ٣١] "یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں انھیں کچھ کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور گاڑھے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، ان میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ اچھا

www.sirat-e-mustaqeem.com

بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔“ [مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلية ...... الخ : ۲۵۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو ریشم کو دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔“ [بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال ...... الخ : ۵۸۳۲۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال : ۷۳]

وَ هُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَ هُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾

”اور انھیں پاکیزہ بات کی طرف ہدایت کی گئی اور انھیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت کی گئی۔“

وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ : یعنی انھیں ایسی جگہ عطا کی جائے گی جہاں وہ پاکیزہ کلام ہی سماعت فرمائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴾ [إبراهيم : ۲۳] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۳، ۲۴] ”ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔“

وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ : یعنی ایسی جگہ کی طرف ان کی راہنمائی کی گئی جس میں وہ اپنے رب تعالیٰ کے احسانات و انعامات پر اور جو اس نے ان کو ہدایت دی ہے اس پر اس کی حمد بیان کریں گے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جیسے سانس بے قصد و بے تکلف آتا جاتا رہتا ہے، اسی طرح جنتیوں کو تسبیح و تحمید کا الہام ہوگا۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة و أهلها و تسبيحهم فيها بكرة و عشيا : ۲۸۳۵۔ مسند أحمد : ۳۴۹/۳، ح : ۱۴۷۸۱]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ اِۨلْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ ع ۱۰

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستے سے اور اس حرمت والی مسجد سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے اس طرح بنایا ہے کہ اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں اور جو بھی اس میں کسی قسم کے ظلم کے ساتھ کسی کج روی کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب سے مزہ چکھائیں گے۔‘‘

یہ آیت کریمہ ان مشرکین مکہ سے متعلق نازل ہوئی جنھوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صلح حدیبیہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھی کے فعل پر نکیر کی ہے اور خبر دی ہے کہ ہم انھیں دردناک عذاب چکھائیں گے، لیکن اس کا یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو کسی بھی زمانے میں کفر کرے گا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴾ [العلق: ۹، ۱۰] ’’کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىِٕفِیْنَ ؕ۬ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴾ [البقرة : ١١٤] ’’اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے منع کرے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے؟ یہ لوگ، ان کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ایک رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابو جہل نے کہا، اگر میں نے کعبہ کے پاس محمد (ﷺ) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو میں ہر صورت ان کی گردن روند ڈالوں گا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: ’’اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کو فرشتے پکڑ لیں گے۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالى : ﴿ كلا لئن لم ينته لنسفعا بالناصية ...... الخ ﴾ : ٤٩٥٨]

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جاہلیت کے دور میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں ہیں اور کسی (سیدھی) راہ پر نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ سب لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ اسی اثنا میں میں نے ایک شخص کی خبر سنی کہ وہ مکہ میں ہے اور بہت سی خبریں سناتا ہے۔ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں چھپے ہوئے تھے اور ان کی قوم ان پر غالب اور مسلط تھی۔ میں نے خفیہ طور پر تدبیر کی، حتیٰ کہ میں مکہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا اور آپ سے عرض کی کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’میں نبی ہوں۔‘‘ میں نے عرض کی، نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’مجھے اللہ نے (پیغام دے کر) بھیجا ہے۔‘‘ میں نے کہا، آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنے، بتوں کو توڑنے، اللہ کو ایک ماننے اور اس کے ساتھ کسی کو

www.sirat-e-mustaqeem.com

شریک نہ کرنے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔'' میں نے عرض کی، آپ کے ساتھ ان باتوں میں کون کون قائم ہے؟ فرمایا: ''آزاد بھی اور غلام بھی۔'' اس دن ایمان لانے والوں میں سے آپ کے ساتھ صرف ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما تھے۔ میں نے کہا، میں بھی آپ کی اتباع کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ''ابھی تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، تم نہیں دیکھتے کہ میرا اور لوگوں کا کیا حال ہے؟ ابھی تم اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو میرے پاس آ جانا۔'' الغرض، میں اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ آیا۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب إسلام عمرو بن عبسة : ٨٣٢]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سنا تو انھوں نے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا، اس نے واپس جا کر خبر دی، لیکن ان کی تسلی نہ ہوئی تو وہ خود مکہ پہنچے اور مسجد حرام میں آئے، انھوں نے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا، لیکن وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے اور انھوں نے (مشرکین کے خوف کی وجہ سے) آپ کے متعلق کسی سے پوچھنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ الغرض وہ تین دن کی تگ و دو کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی معاونت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سنی تو فوراً اسی جگہ اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''ابھی تو تم اپنی قوم کے لوگوں میں چلے جاؤ اور ان کو (اسلام کی) خبر دو (اور اسی حالت میں رہو) جب تک تمھیں میرے (غلبہ کی) خبر نہ پہنچے۔'' ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! میں تو مشرکوں کے سامنے اسلام کا کلمہ بلند کروں گا۔ وہ باہر نکلے اور مسجد حرام میں پکار کر کہا: « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ » یہ سنتے ہی (قریش کے) کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور انھیں اتنا مارا کہ مارتے مارتے زمین پر لٹا دیا۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ وہاں آ نکلے اور ابوذر رضی اللہ عنہ پر اوندھے منہ لیٹ گئے اور کہنے لگے، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ (یہ شخص) قوم غفار کا فرد ہے اور جب تم تجارت کے لیے ملک شام میں جاتے ہو تو راستے میں اس کی قوم پڑتی ہے؟ یہ کہہ کر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے انھیں چھڑایا۔ دوسرے دن پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہی کیا، پھر لوگوں نے ان کو مارا اور پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آئے اور ان پر اوندھے منہ لیٹ گئے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب قصة إسلام أبي ذر رضی الله عنه : ٣٥٢٢۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي ذر رضی الله عنه : ٢٤٧٤]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ابو عمرو عاص بن وائل سہمی ایک دھاری دار حبری چادر اور ایک ریشمی کرتے کا جوڑا پہنے ہوئے ان کے پاس آیا۔ وہ بنی سہم کے قبیلہ سے تھا، جو جاہلیت کے زمانہ میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے کہا، عمر! تمھارا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا، تیری قوم کے لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں نے اسلام قبول کیا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ عاص نے کہا، جب میں نے امان دے دی تو وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ پھر عاص نے باہر نکل کر دیکھا تو میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ عاص نے کہا، کیوں کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا، خطاب کے بیٹے کی خبر لینے کا ارادہ ہے، جس نے اپنا دین بدل دیا۔ عاص

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے کہا، تم کو ان تک پہنچنے کا کوئی حق نہیں (میں انھیں امان دے چکا ہوں) یہ سن کر وہ لوٹ گئے۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إسلام عمر بن الخطاب رضي الله عنه : ٣٨٦٤]

﴿ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾: جیسا کہ ہاتھی والوں نے جب بیت اللہ کی تخریب کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تباہی و بربادی کے لیے ابابیل بھیج دیے تھے: ﴿ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴾ [الفيل : ٤، ٥] ”جو ان پر کھنگر (پکی ہوئی مٹی) کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔“

یعنی انھیں تباہ و برباد کر کے ہر اس شخص کے لیے نمونۂ عبرت بنا دیا جو یہاں کے بارے میں برا ارادہ کرے، اسی طرح حدیث میں ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(قیامت کے قریب) ایک لشکر بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے آئے گا اور جب وہ مقام بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول و آخر کے دھنسا دیے جائیں گے۔“ [بخاري، كتاب البيوع، باب ما ذكر في الأسواق...... الخ : ٢١١٨]

سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور فرمایا، اے ابن زبیر! آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حرم کی بے حرمتی کرنے سے بچیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ”قریش میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کے حرم کی بے حرمتی کرے گا، اس کے گناہ اگر تمام جن و انس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں۔“ دیکھو! خیال رکھو، کہیں تم وہی نہ بن جانا۔ [مسند أحمد : ٢/١٣٦، ح : ٦٢٠٥]

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْقَآىِٕمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾

”اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع، سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔“

اس آیت کریمہ میں مشرکین قریش کو ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ جو گھر پہلے دن سے اس لیے بنایا گیا تھا کہ وہاں صرف ایک اللہ کی عبادت ہو، تم لوگوں نے اس میں سیکڑوں بت لا کر رکھ دیے اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے بیت اللہ کی جگہ مقرر فرما دی تھی اور انھیں تعمیر کعبہ کا حکم دے دیا تھا اور کہا کہ اسے بنانے کے بعد اس میں صرف اسی کی عبادت کیجیے اور اسے ہر قسم کی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک رکھیے، تاکہ طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور مسجد حرام کو اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بنایا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٩٦، ٩٧] ''بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! سب سے پہلے زمین میں کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: ''مسجد حرام۔'' میں نے پوچھا، پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا: ''مسجد اقصیٰ۔'' میں نے پوچھا، ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ آپ نے فرمایا: ''چالیس سال کا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، بابٌ : ٣٣٦٦]

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ : یعنی اس گھر کو ان لوگوں کے لیے خالص کر دو جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتے ہیں، طواف کرنے والے، نماز قائم کرنے والے اور رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ [البقرة : ١٢٥] ''اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝٢٧

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، وہ تیرے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر آئیں گے، جو ہر دور دراز راستے سے آئیں گی۔''

جب مسجد بن کر تیار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اس مسجد کی زیارت اور حج کرنے کے لیے پکاریں۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے مقام پر کھڑے ہوئے اور انھوں نے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! تمھارے رب نے ایک گھر بنایا ہے، تم اس کا حج کرو۔ آپ کی آواز زمین کے اطراف و اکناف تک پہنچ گئی اور جب تک دنیا رہے گی لوگ اس مسجد کی زیارت اور حج کے لیے پیدل چل کر اور سواریوں پر مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے دور دراز علاقوں سے آتے رہیں گے۔ روئے زمین کا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کعبۃ اللہ کے دیدار اور طواف کا مشتاق نہ ہو، اطراف و اکنافِ عالم سے آنے والوں کا یہاں تانتا بندھا رہتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اور اس دوران میں شہوت اور گناہ کی باتیں نہ کرے تو وہ اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جس طرح اس دن پاک تھا، جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔“ [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ١٥٢١۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة : ١٣٥٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔“ پوچھا گیا، پھر کون سا عمل؟ فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”حج مبرور۔“ [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ١٥١٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔“ [بخاری، کتاب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها ...... الخ : ١٧٧٣۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة : ١٣٤٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عرفہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ بندوں کو آگ سے اتنا آزاد کرتا ہو جتنا عرفہ کے دن آزاد کرتا ہے اور (اس دن) اللہ تعالیٰ (بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ کس ارادے سے جمع ہوئے ہیں؟“ [مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفة : ١٣٤٨]

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾

”تا کہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں، سو ان میں سے کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔“

حج کی غرض و غایت بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے حج میں بہت سے دینی اور دنیوی فوائد جمع کر دیے ہیں۔ دینی فوائد تو یہ ہیں کہ اللہ حاجیوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے، ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور وہ اپنے رب کی رضا اور خوشنودی لیے اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں۔ دنیوی فوائد یہ ہیں کہ پورے سفر حج میں وہ تجارت کرتے ہیں، صنعت و حرفت سیکھتے ہیں اور جو تجربات حاصل کرتے ہیں وہ ان کے لیے آئندہ تجارتی زندگی میں مفید ہوتے ہیں اور ایام تشریق (دس تاریخ سے تیرہ تاریخ تک) میں اللہ کا نام لے کر جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جس جانور کی قربانی کرو اس کا گوشت خود بھی کھاؤ اور ان محتاجوں کو بھی کھلاؤ جنھوں نے قربانی نہ کی ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ : ان سے دنیا و آخرت کے فائدے مراد ہیں، آخرت کا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور دنیا کے فائدے یہ ہیں کہ اس سے اونٹوں، قربانی کے دیگر جانوروں اور تجارت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۸] ”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یکے بعد دیگرے حج اور عمرہ کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح نکال دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو نکال دیتی ہے۔“
[ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرۃ : ۸۱۰]

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے سینگ دار مینڈھوں کی قربانی کی۔ آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا اور اس کی کبریائی بیان کی (یعنی ”بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہا) اور آپ نے اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھا۔[بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ۵۵٦۵۔ مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة وذبحها مباشرۃ ...... الخ : ۱۹٦٦]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (حج کے موقع پر) آپ نے اونٹنی کو آگے بڑھایا اور بیچ کی راہ لی جو جمرہ کبریٰ پر نکلتی ہے، یہاں تک کہ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے (اسی کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں) اور سات کنکریاں اس کو ماریں اور ہر کنکری مارتے وقت ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہا۔ یہ کنکریاں ان کنکریوں کے مثل تھیں جو چٹکی سے ماری جاتی ہیں۔ آپ نے یہ کنکریاں وادی کے بیچ میں کھڑے ہو کر ماریں اور پھر نحر کی جگہ آئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے۔ باقی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیے، جو انھوں نے نحر کیے۔ آپ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک کر لیا تھا۔ پھر حکم فرمایا: ”ہر اونٹ میں سے گوشت کی ایک ایک بوٹی لے لیں۔“ پھر وہ سارا گوشت ایک ہانڈی میں ڈالا گیا اور پکایا گیا، پھر آپ نے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا، پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کو روانہ ہو گئے۔
[مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ ﴾ سے دس دن مراد ہیں۔[بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق، تعلیقًا، قبل الحدیث : ۹٦۹]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔“ صحابہ نے عرض کی، جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ”جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں الا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنا مال لے کر اللہ کے راستے میں نکل جائے، پھر ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ آئے۔“[بخاری،

www.sirat-e-mustaqeem.com

كتاب العيدين، باب فضل العمل فی أيام التشريق : ٩٦٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان دس دنوں میں بازاروں میں نکل جاتے، تکبیریں پڑھتے اور انھیں تکبیریں پڑھتے ہوئے سن کر دوسرے لوگ بھی تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔[بخاری، كتاب العيدين، باب فضل العمل فی أيام التشريق، تعليقًا، قبل الحديث : ٩٦٩]

ان دس دنوں میں یوم عرفہ بھی شامل ہے جس کے بارے میں سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ (روزہ) گزشتہ اور آئندہ سال (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا۔“ [مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام ...... الخ : ١٩٦/ ١١٦٢]

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

”پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔“

قربانی کرنے کے بعد حجاج کرام احرام کے کپڑے اتار دیں اور بیوی سے مباشرت کے سوا دیگر وہ تمام کام ان کے لیے جائز ہو جاتے ہیں جو حالت احرام میں ممنوع ہوتے ہیں۔ میل کچیل دور کرنے کا مطلب یہی ہے کہ پھر وہ بال اور ناخن وغیرہ صاف کر لیں، تیل اور خوشبو استعمال کریں اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیں۔ اگر نذر مانی تھی کہ حرم میں جانور ذبح کریں گے تو اسے پورا کریں اور مسجد حرام جا کر بیت اللہ کا طوافِ افاضہ (طوافِ زیارت) کریں جو حج کا رکن ہے اور جو وقوف عرفہ اور دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد کیا جاتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منیٰ میں آئے تو پہلے جمرہ عقبہ پر گئے اور کنکریاں ماریں، پھر آپ منیٰ میں اپنی منزل میں تشریف لائے اور قربانی کی، پھر حجام سے کہا: ”ہاں مونڈ دو۔“ اور اشارہ کیا سر کے داہنی طرف اور پھر بائیں طرف اور پھر اپنے بال مبارک لوگوں کو دینا شروع کیے۔[مسلم، كتاب الحج، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمي ثم ينحر ...... الخ : ١٣٠٥]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (حج کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک گروہ نے سر منڈایا اور بعضوں نے بال کتروائے۔[بخاری، كتاب الحج، باب الحلق والتقصير عند الإحلال : ١٧٢٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے اپنے ان ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت بھی خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھا اور اس وقت بھی خوشبو لگائی جب آپ نے طواف سے پہلے احرام اتارا۔[بخاری، كتاب الحج، باب الطيب بعد رمي الجمار ...... الخ : ١٧٥٤]

اس سے معلوم ہوا کہ مناسک حج میں سب سے آخری عمل یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے بھی اسی طرح کیا تھا کہ یوم نحر کو جب آپ منیٰ میں واپس تشریف لائے تو آپ نے سب سے پہلے رمی کی اور جمرہ کبریٰ کو سات کنکریاں ماریں، پھر ہدی کے اونٹوں کو نحر کیا، سر مبارک منڈوایا، پھر مکہ مکرمہ میں واپس تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے، البتہ حائضہ عورت سے تخفیف کر دی گئی ہے۔ [بخاری، کتاب الحج، باب طواف الوداع : ۱۷۵۵۔ مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع ...... الخ : ۱۳۲۸]

ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ﴿۳۰﴾

”یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے اور تمھارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔“

یعنی جو شخص گناہوں سے اجتناب کرے گا اور اپنے دل میں احساس رکھے گا کہ ان کا ارتکاب اللہ کے احکام کی بڑی خلاف ورزی ہے تو اللہ اسے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو! تمھارے لیے جانوروں کا گوشت حلال بنا دیا گیا ہے، سوائے ان جانوروں کے جنھیں سورۃ المائدۃ کے ذریعے سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾ [المائدۃ : ۳] ”تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۳] ”اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ۔“

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ : ”وثن“ انسانوں کے ان مجسموں کو کہتے ہیں جن کی پوجا کی جائے، لیکن درحقیقت اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس کی پوجا کی جائے، یعنی بتوں کو ہرگز نہ پوجو، یہ شرک ہے اور شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۱۷] ”تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو تمھارے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۲۵] "اور اس نے کہا بات یہی ہے کہ تم نے اللہ کے سوا بت بنائے ہیں، دنیا کی زندگی میں آپس کی دوستی کی وجہ سے، پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہی ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔"

اگر کسی قبر کی پوجا کی جائے تو وہ قبر بھی "وثن" یعنی بت بن جائے گی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! میری قبر کو وثن (آستانہ) نہ بنانا (کہ لوگ اس کی پوجا کرنے لگیں)۔" [مسند أحمد : ۲/ ۲٤٦، ح : ۷۳۷٦۔ مسند حمیدی بتحریفات الأعظمی : ۲/٤٤٥، ح : ۱۰۲۵]

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ : یہاں جھوٹی بات کو بھی اللہ کے ساتھ شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۳] "کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔"

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تم کو کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کی، بتائیے، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔" اس وقت آپ تکیہ لگائے (بیٹھے) تھے، پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: "خبردار ہو جاؤ، جھوٹی بات بھی۔" آپ برابر یہی فرماتے رہے، حتیٰ کہ ہم نے کہا کہ کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب من اتکأ بین یدی أصحابه : ٦۲۷۳، ٦۲۷٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی شخص (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔" [بخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم : ۱۹۰۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سچ آدمی کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتے بولتے صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ کے ہاں بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔" [بخاری،

www.sirat-e-mustaqeem.com

كتاب الأدب، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الذين أمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين ﴾ ...... الخ : ۶۰۹۴۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله : ۲۶۰۷]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے (گزشتہ رات خواب میں) دیکھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے۔ ان فرشتوں نے کہا کہ جس شخص کو آپ نے دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے ہیں وہ بہت جھوٹ بولنے والا تھا۔ وہ ایک جھوٹی بات کہہ دیتا تو وہ ساری دنیا میں پھیل جاتی، چنانچہ اب قیامت تک اس کو یہی سزا ملتی رہے گی۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الذين امنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين ﴾ ...... الخ : ۶۰۹۶]

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

''اس حال میں کہ اللہ کے لیے ایک طرف ہونے والے ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی اطاعت و بندگی کو صرف اللہ کے لیے خاص کر دو، شرک اور باطل سے منہ موڑ کر راہِ توحید پر گامزن ہو جاؤ اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرک کے لیے ایک مثال بیان کی جس کے ذریعے سے اس کی ضلالت و گمراہی، ہلاکت و بربادی اور راہِ حق سے انتہائی دوری کی عکاسی کی گئی ہے۔ فرمایا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک بناتا ہے، اس کی مثال اس آدمی کی ہے جو آسمان سے گرے اور پرندے تیزی کے ساتھ جھپٹ کر اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں، یا یہ کہ گرتا جائے اور ہوا اسے بہت ہی دور دراز جگہ پھینک دے، جہاں وہ ہلاک ہو جائے اور اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، مشرکین مکہ کہتے تھے: « لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ » ''اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''ہلاکت ہو تمھارے لیے، یہیں تک رہنے دو، یہیں تک رہنے دو۔'' مگر وہ اس کے بعد یہ کہتے: « اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ » ''سوائے اس شریک کے جو تیرا ہے، اس کا مالک بھی تو ہے اور وہ (کسی چیز کا) مالک نہیں۔'' غرض یہ کہ وہ یہ کہتے جاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے جاتے تھے۔ [مسلم، كتاب الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها : ۱۱۸۵]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے تلبیہ کے بجائے مندرجہ ذیل تلبیہ کی تعلیم دی اور شرک کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تلبیہ کہتے: « لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ » ''میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ ہر قسم کی تعریف، نعمت اور بادشاہت تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب التلبیة : ۱۵۴۹۔ مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة وصفتها و وقتها : ۱۱۸٤]

وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ : یعنی جس طرح آسمان سے گرنے والے کی ہر دو صورت میں تباہی یقینی ہے اسی طرح شرک کرنے والے کی تباہی بھی یقینی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۷۱] ''کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے اور نہ ہمیں نقصان دے اور ہم اپنی ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے، اسی کے کچھ ساتھی ہیں جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے فرماں بردار بن جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۹] ''اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بنا، پس تو ملامت کیا ہوا، دھتکارا ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴾ [ق : ۲٦] ''جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا، سو دونوں اسے بہت سخت عذاب میں ڈال دو۔''

ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

''یہ اور جو اللہ کے نام کی چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''

''**شَعَآىِٕرَ**'' سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اللہ کی طرف منسوب ہوں اور قربانی کے جانور اس میں بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں اور ان کی تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے لیے ایسے جانور حاصل کرنے چاہییں جو بڑے خوبصورت، موٹے تازے اور قیمتی ہوں، نیز ایسی چیزیں جو اللہ کی طرف منسوب ہوں ان کا ادب کیا جائے اور ان کی کسی بھی قسم کی بے حرمتی نہ کی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ﴾ [المائدة : ۲] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کرنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو موٹا کیا کرتے تھے اور دیگر تمام مسلمان بھی اپنی قربانیوں کو موٹا کیا کرتے تھے۔[بخاری، كتاب الأضاحي، باب أضحية النبي ﷺ ...... الخ، تعليقًا، قبل الحديث : ٥٥٥٣۔ المستخرج لأبي نعيم بحواله تغليق التعليق لابن حجر : ٦/٥]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے جس کا کان آگے سے کٹا ہوا ہو، یا جس کا کان پیچھے سے کٹا ہوا ہو، یا جس کا کان چرا ہوا ہو، یا جس کے کان میں سوراخ ہو، یا اس کا ہونٹ کٹا ہوا ہو۔[ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب ما يكره أن يضحى به : ٣١٤٢۔ أبو داؤد، كتاب الضحايا، باب ما يكره من الضحايا : ٢٨٠٤]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے: ① وہ بھینگا جانور جس کا بھینگا پن نمایاں ہو۔ ② وہ بیمار جس کی بیماری نمایاں ہو۔ ③ وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔ ④ اور وہ معمر جانور جو بہت لاغر ہو۔“ [أبو داؤد، كتاب الضحايا، باب ما يكره من الضحايا : ٢٨٠٢۔ ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب ما يكره أن يضحى به : ٣١٤٤]

ع ۸ / ۱۱ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

”تمھارے لیے ان میں ایک مقرر وقت تک کئی فائدے ہیں، پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ اس قدیم گھر کی طرف ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حاجیوں کے لیے ہدی کے جانوروں سے، انھیں قربانی کے دن حدود حرم میں ذبح کرنے سے پہلے تک، دیگر فوائد حاصل کرنا جائز ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک اونٹ ہانکے جا رہا تھا، تو اس سے کہا: ”اس پر سوار ہو جاؤ۔“ اس نے کہا کہ یہ تو ہدی کا اونٹ ہے، تو آپ نے اس سے پھر کہا: ”تمھارا بھلا ہو، اس پر سوار ہو جاؤ۔“ [بخاري، كتاب الحج، باب ركوب البدن : ١٦٩٠۔ مسلم، كتاب الحج، باب جواز ركوب البدنة الهداة لمن احتاج إليها : ١٣٢٣]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تمھیں ضرورت ہو تو پھر دستور کے مطابق اس پر سوار ہو جاؤ۔“ [مسلم، كتاب الحج، باب جواز ركوب البدنة ...... الخ : ١٣٢٤]

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾

”اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے، تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔ سو تمھارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے فرماں بردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دے۔“

www.sirat-e-mustaqeem.com

ابتدائے آفرینش سے جتنی قومیں دنیا میں آئیں، اللہ کی طرف سے ان سب کے لیے قربانی کا ایک دن مقرر تھا، جس دن وہ جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ ﴿ مِنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ﴾ میں اشارہ ہے کہ قربانی صرف جانوروں ہی کی جائز ہے اور ﴿ لِيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ ﴾ میں اشارہ ہے کہ قربانی کا مقصد ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ہے، مشرکین ذبح کرتے وقت دوسروں کا نام لے کر ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ تم سب کا معبود ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے اس لیے تم سب اسی کی بندگی کرو۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ خشوع و خضوع کرنے والے اللہ کے مخلص بندوں کو اپنے رب کی جانب سے اچھے انجام کی خوش خبری دے دیجیے۔

لِيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔ [بخاري، كتاب الأضاحي، باب في أضحية النبي ﷺ …… الخ : ٥٥٥٣]

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کیا کرتا تھا۔ [ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب من ضحى بشاة عن أهله : ٣١٤٧]

الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمۡ وَالۡمُقِيۡمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۝۳۵

”وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور ان پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

اللہ کے ان مخلص بندوں کی خوبیاں یہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو اس کی بندگی میں تقصیر اور اس کی یاد میں غفلت کے احساس سے ان کے دل کانپ جاتے ہیں اور جب وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو زبان پر کوئی شکوہ نہیں لاتے، بلکہ صبر و شکیب سے کام لیتے ہیں اور پانچوں وقت کی نمازیں مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اللہ نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے اپنے اہل و عیال، فقرا و مساکین اور اللہ کے دیگر بندوں پر خرچ کرتے ہیں۔

الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِيۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴾ [الزمر : ۲۳] ”اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھران کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۲] "(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب آسمان پر اللہ تعالیٰ کوئی حکم صادر فرماتا ہے تو فرشتے اس کا ارشاد سن کر عاجزی کے ساتھ اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد انھیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے ایک صاف پتھر پر زنجیر کھینچی جائے، جب ان کی گھبراہٹ جاتی رہتی ہے تو آپس میں پوچھتے ہیں، تمھارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ وہ کہتے ہیں جو کچھ فرمایا بجا فرمایا اور وہ بلند و بالا ہے۔ اب بات چرانے والے شیطان جو اوپر تلے موجود ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے سن کر اس بات کو اڑا لیتے ہیں اور اوپر والا شیطان نیچے والے کو اور وہ اپنے سے نیچے والے کو سناتا ہے۔ اس طرح جادوگر یا کاہن تک وہ بات پہنچ جاتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بات چرانے سے پہلے انگارا شیطان کو پا لیتا ہے اور کبھی انگارے کے پہنچنے سے پہلے وہ اپنے نیچے والے شیطان کو وہ بات سنا چکا ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جادوگر یا کاہن ایک بات میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے اور لوگ (اسی ایک سچی بات کی وجہ سے) کہتے ہیں کہ دیکھو! اس کاہن نے ہم سے فلاں دن یہ کہا تھا، یہ کہا تھا۔ الغرض، اس ایک بات کی وجہ سے جو آسمان سے اڑائی گئی تھی، لوگ اس کاہن کی تصدیق کرتے ہیں۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ حتى إذا فزع عن قلوبهم ...... الخ ﴾ : ٤٨٠٠]

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ١ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ١ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۳۶

"اور قربانی کے بڑے جانور، ہم نے انھیں تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بڑی خیر ہے۔ سو ان پر اللہ کا نام لو، اس حال میں کہ گھٹنا بندھے کھڑے ہوں، پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان سے کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو کھلاؤ اور مانگنے والے کو بھی۔ اسی طرح ہم نے انھیں تمھارے لیے مسخر کر دیا، تاکہ تم شکر کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر یہ احسان کیا ہے کہ اس نے اونٹ اور گائے کو "ہدی" کا جانور قرار دیا۔ جنھیں وہ اللہ کی نشانی کے طور پر خانہ کعبہ کے پاس ذبح کرنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ ہدی اور قربانی کے ان جانوروں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بڑے فوائد رکھے ہیں، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے نام پر قربانی کر کے اس کی قربت

www.sirat-e-mustaqeem.com

حاصل کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ان کا گھٹنا باندھ کر ان کی گردن پر چھری پھیرو تو "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کہو اور جب وہ زمین پر گر کر ٹھنڈے ہو جائیں تو خود بھی ان کا گوشت کھاؤ اور محتاجوں اور ان لوگوں کو بھی کھلاؤ جو ان دنوں تمھاری زیارت کے لیے آئیں۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآىِٕدَ وَلَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ﴾ [المائدة : ٢] "نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کرنے والوں کی۔"

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر تھا۔ جب آپ نے اپنا خطبہ مکمل کر لیا اور منبر سے اترے تو آپ کو ایک مینڈھا پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یہ دعا پڑھی: « بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ ! هٰذَا عَنِّيْ وَ عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِيْ » "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکے۔" [مسند أحمد : ٣٥٦/٣، ح : ١٤٨٤٩۔ أبو داوٗد، كتاب الضحايا، باب في الشاة يضحى...... الخ : ٢٨١٠]

سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے (نماز) عید سے قبل (قربانی) ذبح کی وہ اس کی جگہ (اور) بکری ذبح کرے اور جس نے (نماز عید تک جانور) ذبح نہیں کیا، یہاں تک کہ ہم نے نماز پڑھ لی تو وہ بسم اللہ کہہ کر جانور ذبح کرے۔" [بخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب قول النبي ﷺ : فليذبح على اسم الله : ٥٥٠٠۔ مسلم، كتاب الأضاحي، باب وقتها : ١٩٦٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (انھیں ذبح کرتے وقت) "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے تھے۔ [بخاری، كتاب التوحيد، باب السؤال بأسماء الله ...... الخ : ٧٣٩٩۔ مسلم، كتاب الأضاحي، باب استحباب استحسان الضحية ...... الخ : ١٩٦٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔ [بخاری، كتاب الحج، باب نحر البدن قائمة : ١٧١٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "صَوَآفَّ" کی تفسیر "قِيَامًا" ہے (یعنی اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرو)۔ [بخاری، كتاب الحج، باب نحر البدن قائمة، تعليقًا، قبل الحديث : ١٧١٤]

زیاد بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ ایک شخص کے پاس آئے جس نے نحر کرنے کے لیے اپنا اونٹ بٹھایا تھا، انھوں نے اسے کہا، اس کو کھڑا کر اور پاؤں باندھ دے (اور نحر کر) یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ [بخاری، كتاب الحج، باب نحر الإبل مقيدةً : ١٧١٣۔ مسلم، كتاب الحج، باب استحباب نحر الإبل قياما معقولة : ١٣٢٠]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔ [مسلم، کتاب الحج، باب جواز الاشتراك فی الهدی ...... الخ : ۱۳۱۸/۳۵۱]

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا : یعنی جب یہ زمین پر گر پڑیں، کیونکہ اونٹ کے گوشت کو اس وقت تک کھانا جائز نہیں جب تک نحر کرنے کے بعد وہ مر نہ جائے اور اس کی حرکت ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ جانور کو احسن طریقے سے ذبح کیا جائے، جیسا کہ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض قرار دیا ہے، حتیٰ کہ جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچایا کرو۔“ [مسلم، کتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح...... الخ : ۱۹۵۵]

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ : ”اَلْقَانِعَ“ سے مراد وہ شخص ہے جسے گھر بیٹھے ہوئے آپ جو دے دیں وہ اسی سے مستغنی ہو جائے اور ”وَالْمُعْتَرَّ“ سے مراد وہ ہے جو آپ کے سامنے آئے، آپ کی طرف جھانکے، تاکہ آپ اسے گوشت دے دیں مگر وہ سوال نہ کرے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (حج کے موقع پر) آپ نے اونٹنی کو آگے بڑھایا اور بیچ کی راہ لی جو جمرہ کبریٰ پر نکلتی ہے، یہاں تک کہ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے (اسی کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں) اور سات کنکریاں اس کو ماریں اور ہر کنکری مارتے وقت ” اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہا۔ یہ کنکریاں ان کنکریوں کے مثل تھیں جو چٹکی سے ماری جاتی ہیں۔ آپ نے یہ کنکریاں وادی کے بیچ میں کھڑے ہو کر ماریں اور پھر نحر کی جگہ آئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے۔ باقی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیے، جو انھوں نے نحر کیے۔ آپ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک کر لیا تھا۔ پھر حکم فرمایا: ”ہر اونٹ میں سے گوشت کی ایک ایک بوٹی لے لیں۔“ پھر وہ سارا گوشت ایک ہانڈی میں ڈالا گیا اور پکایا گیا، پھر آپ نے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا، پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کو روانہ ہو گئے۔ [مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں اور (قربانی کے بعد) ان کی سب چیزیں بانٹ دوں، ان کا گوشت، ان کی کھال اور ان کی جھول اور قصائی کی اجرت میں اس میں سے کوئی چیز نہ دوں۔ [بخاری، كتاب الحج، باب يتصدق بجلود الهدی : ۱۷۱۷۔ مسلم، كتاب الحج، باب الصدقة بلحوم الهدايا ...... الخ : ۱۳۱۷]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذی قعدہ کے مہینے کے پانچ دن باقی تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے، ہمارا ارادہ حج کرنے کا تھا۔ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہیں تھی، انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جب وہ طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لیں تو احرام کھول لیں۔ بعد ازاں قربانی

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے دن گائے کا گوشت ہمارے پاس لایا گیا۔ میں نے پوچھا، یہ گوشت کیسا ہے؟ (لانے والے نے) کہا، رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے۔[بخاری، کتاب الحج، باب ذبح الرجل البقر عن نسائه من غير أمرهن : ۱۷۰۹]

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : یعنی جانوروں کو اسی لیے ہم نے تمھارے زیر فرمان کر دیا ہے، تا کہ اگر تم چاہو تو ان پر سواری کر لو، چاہو تو ان کا دودھ دھولو اور اگر چاہو تو انھیں ذبح کر لو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴾ [یٰس : ۷۱ تا ۷۳] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، ان کے لیے مویشی پیدا کیے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان کے لیے ان میں کئی فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔“

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۷

”اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔ اسی طرح اس نے انھیں تمھارے لیے مسخر کر دیا، تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمھیں ہدایت دی اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے۔“

زمانۂ جاہلیت میں مشرکین عرب جب اپنے بتوں کے نام سے جانور ذبح کرتے تو اس کا گوشت ان بتوں پر ڈالتے اور ان پر اس کا خون چھڑکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ کے نام سے ہدی یا قربانی کا جانور اس لیے ذبح کرتے ہو کہ وہ تمھارا خالق و رازق ہے، اس کا گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا، اس لیے کہ وہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ اللہ تو تمھاری نیت اور تمھارے اخلاص و تقویٰ کو دیکھتا ہے کہ کیا تم نے اس کی رضا کے لیے یہ کام کیا ہے؟ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے ان جانوروں کو تمھارے لیے اس غرض سے مسخر کیا ہے کہ جب تم اللہ کی ہدایت کے مطابق انھیں ایامِ تشریق میں ذبح کرو تو ”بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہو۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان لوگوں کو خوش خبری دے دیجیے جو اللہ کی شریعت کے مطابق اچھا عمل کرتے ہیں۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ : یعنی وہ پرہیز گاری کو قبول کرتا اور اس کی جزا عطا فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [المائدة : ٢٧] ”اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم المسلم وخذله ...... الخ : ٢٥٦٤/٣٤]

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ: عبد اللہ بن سخبرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ سے عرفات کی طرف گیا، وہ تلبیہ کہہ رہے تھے، لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ یوم تلبیہ نہیں، بلکہ یوم تکبیر ہے، تو انھوں نے فرمایا، اس ذات کی قسم، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا، آپ نے لبیک کہنا نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں، الا یہ کہ درمیان میں کبھی آپ ’اللہ اکبر‘ یا ’لا الٰہ الا اللہ‘ بھی پڑھتے رہے۔ [مسند أحمد : ٤١٧/١، ح : ٣٩٦٠]

محمد بن ابوبکر ثقفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا، (اس وقت) جب وہ دونوں صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے کہ تم آج کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کیا کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا، کوئی ہم میں سے لبیک کہتا تھا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا اور کوئی تکبیر کہتا تھا تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا۔ [بخاري، كتاب الحج، باب التلبية والتكبير إذا غدا من منى إلى عرفة : ١٦٥٩]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سعی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے اور جب بیت اللہ پر نظر پڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی کبریائی بیان کی اور یہ کلمات کہے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ » اس کے بعد دعا کی (پھر ایسا ہی کیا، پھر دعا کی، غرض) تین بار ایسا ہی کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے اور مروہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان کے درمیان پہنچے تو دوڑے، یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے اور مروہ پر بھی ویسا ہی کیا (جیسا کہ صفا پر کیا تھا)۔ [مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ١٢١٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی، جو چتکبرے اور سینگوں والے تھے اور کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے انھیں اپنے دست مبارک سے ذبح کیا اور یہ بھی دیکھا کہ (ذبح کے وقت) آپ اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھے ہوئے تھے اور آپ نے ”بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ“ پڑھا۔“ [مسلم، كتاب الأضاحي، باب استحباب استحسان الضحية و ذبحها مباشرة بلا توكيل والتسمية والتكبير : ١٩٦٦/١٨]

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا...... اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سوال کیے، ایک سوال اس نے یہ پوچھا: ''احسان کیا چیز ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح (خشوع و خضوع اور خلوص سے) کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نصیب نہ ہو کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمھیں دیکھتا ہے۔''
[بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان و الإسلام والإحسان ...... الخ : ٥٠]

إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿٣٨﴾

''بے شک اللہ ان لوگوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے جو ایمان لائے، بے شک اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑا خائن، بہت ناشکرا ہو۔''

یہ آیت جہاد فرض ہونے سے پہلے مدینہ میں نازل ہوئی تھی، اس سے مقصود مسلمانوں کو خوش خبری دینا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اور جب مشرکین مکہ کے خلاف جہاد کرنے کی نوبت آئے گی تو اللہ ان کی مدد کرے گا، اس لیے کہ مشرکین مکہ امانتوں میں خیانت کرنے والے، بدعہدی کرنے والے اور اللہ و رسول کے منکر ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ انھیں پسند نہیں کرتا۔ اس لیے اگر جنگ ہوگی تو ان کے خلاف اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [الزمر : ٣٦] ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [الطلاق : ٣] ''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿٣٩﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٤٠﴾

''ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔ وہ جنھیں ان کے گھروں سے کسی حق کے بغیر نکالا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً

www.sirat-e-mustaqeem.com

بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘

اس آیت میں سب سے پہلے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، جس کے دو مقصد یہاں بیان کیے گئے ہیں، مظلومیت کا خاتمہ اور اعلائے کلمۃ اللہ۔ اس لیے کہ مظلومین کی مدد اور ان کی داد رسی نہ کی جائے تو پھر دنیا میں زور آور کمزوروں کو اور باوسائل بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں، جس سے زمین فساد سے بھر جائے۔ مکہ میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہوا اور انھیں ان کے گھروں سے نکالا گیا تو ان کا کوئی قصور نہیں تھا، سوائے اس کے کہ انھوں نے اس بات کا اقرار کر لیا تھا کہ ان کا رب صرف اللہ ہے۔ اس لیے مدینہ آنے کے بعد جب ان کی ایک طاقت وجود میں آ گئی تو اللہ نے انھیں جہاد کی اجازت دے دی، تاکہ ان پر جو ظلم ہوا ہے اس کا بدلہ لے سکیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاد کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہ دیتا اور مسلمانوں کے ذریعے سے مشرکوں کو نہ مار بھگاتا، تو ہر دور میں مشرکین اہل ادیان پر غالب آ جاتے اور ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کر دیتے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ جو اللہ کے دین کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے اور اللہ پر کون غالب آ سکتا ہے؟ وہ تو نہایت قوی اور ہر حال میں غالب ہے، وہ جس کی مدد کرے تو ساری دنیا مل کر اسے مغلوب نہیں کر سکتی۔

<u>اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ١ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ١٨٦] ’’یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دیا گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انھوں (یعنی مکہ والوں) نے اپنے نبی کو نکال دیا، ” اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ “ وہ ضرور ہلاک کر دیے جائیں گے۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾ [الحج : ٣٩] ’’ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔‘‘ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ وہ پہلی آیت ہے جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی۔ [مستدرك حاكم : ٢٤٦/٢، ح : ٢٩٦٨ ـ ٣/٧، ٨، ح : ٤٢٧١ ـ مسند أحمد : ٢١٦/١، ح : ١٨٧٠]

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مشرکین مکہ نے کس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ سخت تکلیف پہنچائی تھی؟ انھوں نے کہا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد حرام

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں) نماز پڑھ رہے تھے کہ (ظالم) عقبہ بن ابی معیط آپ کے پاس آیا اور اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر نہایت زور سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ وہاں آ نکلے، انھوں نے عقبہ کو دھکا دے کر آپ کو چھڑایا اور کہنے لگے : ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن : ٢٨] ”کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ”میرا رب اللہ ہے“ حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آیا ہے۔“ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب : ٣٦٧٨]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ (کعبہ کے پاس) سجدے میں تھے اور آپ کے گرد قریش کے چند لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھڑی لے کر آیا اور اس نے اسے آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا، جس کے باعث آپ اپنا سر نہ اٹھا سکے، یہاں تک کہ (سیدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) آئیں اور آپ کی پیٹھ پر سے اسے ہٹا دیا۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقی النبی ﷺ و أصحابه من المشركين بمكة : ٣٨٥٤۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذى المشركين والمنافقين : ١٧٩٤]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرک لوگوں کی طرف سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کی، آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا، آپ نے فرمایا: ”تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں پھیر دی جاتی تھیں، لیکن تب بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے، نیز آرا ان کے سر کے درمیان رکھ کر چلایا جاتا اور ان کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ (ایک دن) اس کام کو ضرور پورا کرے گا، یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے سوار ہو کر حضر موت تک جائے گا، لیکن اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہیں ہوگا اور نہ (چرواہے کو) اپنی بکریوں پر بھیڑیے کے علاوہ کسی کا ڈر ہوگا۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقی النبی ﷺ و أصحابه من المشركين بمكة : ٣٨٥٢]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے اپنے ماں باپ کو دین اسلام ہی پر پایا اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جس دن صبح و شام رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہنچنے لگیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ حبشہ کے ملک کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے۔ لیکن جب وہ برک الغماد پہنچے تو ان کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی۔ وہ قارہ قبیلے کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا، ابو بکر! کہاں کا قصد ہے؟ انھوں نے کہا، میری قوم نے مجھے نکال دیا، سو میں چاہتا ہوں کہ (اللہ کی) زمین کی سیاحت کروں اور اللہ کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا، اے ابو بکر! تم جیسا شخص نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے، تم تو نادار کے لیے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، بے کسوں کا بوجھ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اٹھاتے ہو، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہو، حق کے کاموں میں مدد کرتے ہو، سو میں تمھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں، تم (مکہ) لوٹ چلو اور اپنے شہر ہی میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ساتھ مکہ لوٹ آئے۔ ابن دغنہ نے شام کے وقت قریش کے سرداروں کے پاس جا کر ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے، کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو نادار لوگوں کے لیے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں کے بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے، حق کے کاموں میں مدد کرتا ہے؟ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ رد نہیں کی، صرف اس سے یہ کہا کہ تم ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ اپنے گھر میں اللہ کی عبادت کریں، جتنی چاہے نمازیں پڑھیں، جو چاہیں قراءت کریں، لیکن ہم لوگوں کو نہ ستائیں، نہ علانیہ طور پر یہ کام کریں، کیوں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے نہ بگڑ جائیں۔ ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ پیغام پہنچا دیا اور یوں ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شرط پر مکہ میں رہنے لگے۔ اب وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے، نماز علانیہ نہ پڑھتے، نہ اپنے گھر کے سوا اور کہیں قرآن مجید کی تلاوت کرتے، پھر معلوم نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں کیا آیا کہ انھوں نے گھر کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنائی اور وہاں نماز ادا کرنے اور قرآن مجید پڑھنے لگے۔ اب مشرکوں کی عورتیں اور بچے وہاں جمع ہو جاتے۔ وہ حیرت و پسندیدگی کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل انسان تھے، جب وہ قرآن مجید پڑھتے تو آنکھوں کے آنسو روک نہ سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش کے سردار گھبرا گئے۔ آخر انھوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا، وہ آیا تو انھوں نے اس سے شکایت کی کہ ہم نے تمھاری پناہ میں اس شرط پر ابوبکر کا مکہ میں رہنا منظور کیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کریں، لیکن ابوبکر نے اس شرط کی خلاف ورزی کی ہے۔ انھوں نے تو گھر کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنا لی ہے اور وہاں وہ علانیہ نماز ادا کرتے اور قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہمارے بچے بگڑ نہ جائیں، لہٰذا تم ابوبکر کو اس سے روکو۔ وہ چاہیں تو صرف اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں اور اگر نہ مانیں اور اسی پر ضد کریں اور علانیہ عبادت کریں تو تم ان سے کہو کہ تمھاری امان تمھیں واپس کر دیں، کیونکہ ہم لوگ تمھاری پناہ توڑنا نہیں چاہتے اور یہ بھی ہم سے نہ ہو سکے گا کہ ابوبکر کو اعلانیہ عبادت کرنے دیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابن دغنہ قریش کے کافروں کی یہ تقریر سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، جو شرط میں نے قریش کے لوگوں سے ٹھہرائی تھی تم کو معلوم ہی ہے، اب یا تو تم اس شرط پر قائم رہو، یا پھر میری امان واپس کر دو، اس لیے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں کہ میں نے جو امان دی تھی وہ توڑ دی گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تمھاری امان واپس کرتا ہوں اور میں اللہ عزوجل کی امان پر راضی ہوں۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ۳۹۰۵]

﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ﴾ : یعنی وہ قتال کے بغیر بھی اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی راہ میں جان و مال سے جہاد و قتال کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ۬ ذٰلِكَ ؕ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۠ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴾ [محمد : ٤ تا ٦] ”تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے، (بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے تو وہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ضرور انھیں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں پہچان کروا دی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ١٤، ١٥] ”ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ : ارشاد فرمایا: ﴿ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾ [الممتحنة : ١] ”وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر میں نبی بنائے گئے، پھر تیرہ برس تک مکہ میں رہے، وحی آتی رہی۔ بعد ازاں آپ کو ہجرت کا حکم ہوا، سو آپ نے ہجرت کی اور ہجرت کے بعد آپ دس برس تک زندہ رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [بخاري، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٢]

وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴾ [محمد : ٧، ٨] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا سو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔“

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ : اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو قوت اور غلبے کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے۔ اس کے غلبے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کا یہ عالم ہے کہ اس پر کوئی تسلط حاصل نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے، بلکہ ہر چیز اس کے سامنے عاجز و درماندہ اور فقیر ہے۔ تو قوی و عزیز ذات جس کی مددگار ہو وہ منصور و فتح یاب اور اس کا دشمن مقہور اور ناکام و نامراد ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴾ [الصافات : ١٧١ تا ١٧٣] ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴾ [المجادلة : ٢١] ''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾

''وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔''

اللہ کے دین کی مدد کرنے والوں کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ جب ان کے ہاتھوں میں حکومت آ جاتی ہے تو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ اس آیت میں اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف اور اغراض و مقاصد بیان کیے گئے ہیں، جنھیں خلافت راشدہ اور قرن اول کی دیگر اسلامی حکومتوں میں بروئے کار لایا گیا اور انھوں نے اپنی ترجیحات میں انھیں سرفہرست رکھا، تو ان کی بدولت ان حکومتوں میں امن و سکون بھی رہا، رفاہیت و خوشحالی بھی رہی اور مسلمان سربلند و سرفراز بھی رہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ [النور : ٥٥] ''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾

''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور مدین والوں نے۔ اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟''

اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ کفارِ مکہ اگر آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو یہ نئی بات نہیں ہے، پچھلی قومیں بھی اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کچھ کرتی رہی ہیں اور میں بھی انھیں مہلت دیتا رہا۔ پھر جب ان کا وقتِ مہلت ختم ہو گیا تو انھیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس میں مشرکین مکہ کے لیے تعریض و کنایہ ہے کہ تکذیب کے باوجود تم ابھی تک مؤاخذۂ الٰہی سے بچے ہوئے ہو تو یہ نہ سمجھ لینا کہ ہمارا کوئی مؤاخذہ کرنے والا نہیں، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے، جو وہ ہر قوم کو دیا کرتا ہے، لیکن اگر وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اطاعت کا راستہ اختیار نہیں کرتی، تو پھر اسے ہلاک یا مسلمانوں کے ذریعے سے مغلوب اور ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۚۖ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿ؕ﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿ۚۖ﴾ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۵ تا ۴۰] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنا دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بری طرح ہلاک کرنا۔ اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آچکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے، پھر

www.sirat-e-mustaqeem.com

جب پکڑتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔'' بعد ازاں آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [التوبة : ١٠٢] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى و هي ظالمة ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾

''سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بہت سی بستیوں والوں نے جب شرک باللہ اور تکذیب رسول کے ذریعے سے اپنے اوپر ظلم کیا تو ہم نے ان بستیوں کو تباہ کر دیا، ان کے تمام مکانات اپنی چھتوں کے بل زمین بوس ہو گئے۔ وہ کنویں جن کا پانی وہ پیتے تھے اب بے کار پڑے ہیں اور وہ قصور و محلات جن میں وہ دادِ عیش و نشاط دیتے تھے، ان میں اب ہو کا عالم ہے۔ گویا عمارتوں کی مضبوطی، پختگی اور بلندی بھی عذاب الٰہی سے اپنے باسیوں کو نہ بچا سکی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء : ٧٨] ''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔''

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

''پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

کفارِ قریش اور دیگر قبائل عرب سے کہا جا رہا ہے کہ زمین میں گھوم کر ہلاک کردہ قوموں کے آثارِ قدیمہ پر نگاہ عبرت کیوں نہیں ڈالتے، شاید کہ ان میں غور و فکر سے ان کے دل زندہ ہو جائیں اور ان کے کان خیر کی باتوں پر توجہ دینے لگیں، ابھی تو ان کی آنکھیں اور کان کسی کام کے نہیں ہیں، اس لیے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی، بلکہ لوگوں کے دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ﴾ [قٓ : ٣٧] ''بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔‘‘

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾

’’اور وہ تجھ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار سال کے برابر ہے، اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو۔‘‘

یعنی یہ کفار و ملحدین عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور کفر و عناد میں آکر کہتے ہیں کہ جس عذاب کی انھیں دھمکی دی جاتی ہے وہ ابھی اور اسی لمحہ کیوں نہیں آجاتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ٣٢] ’’اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ [ص : ١٦] ’’اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے جلدی دے دے۔‘‘

وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ : یعنی وہ جلدی نہیں کرتا، مخلوق کے نزدیک ہزار برس کی مقدار اس کے نزدیک اس کے حکم کی نسبت سے ایک دن کی طرح ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ [السجدة : ٥] ’’وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نادار و فقیر مومن دولت مندوں سے نصف دن، یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔‘‘ [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب منزلة الفقراء : ٤١٢٢۔ ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنيائهم : ٢٣٥١]

سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کی مہلت سے عاجز نہیں رکھے گا۔‘‘ [أبو داوٗد، كتاب الملاحم، باب قيام الساعة : ٤٣٤٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم قیامت کے دن جمع کیے جاؤ گے تو کہا جائے گا کہ اس امت کے فقرا اور مساکین کہاں ہیں؟ سو وہ کھڑے ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا، تم کیا عمل رکھتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمیں آزمائش میں ڈالا تو ہم نے صبر کیا اور تو نے ہمارے علاوہ دوسرے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لوگوں کو اموال اور حکومتیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تم نے سچ کہا۔ یہ (یعنی فقرا و مساکین دیگر) لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور حساب کتاب کی شدت مال والوں اور حکمران پر باقی رہے گی۔“ [ابن حبان : ۷٤۱۹۔ حلية الأولياء : ۷/ ۲٤۲، ح : ۱۰۳٥٤]

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ ع ۱۲

”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں میں نے مہلت دی، اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔“

یہاں قانون مہلت کو پھر بیان کیا ہے کہ میری طرف سے عذاب میں کتنی ہی تاخیر کیوں نہ ہو جائے، تاہم میری گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا، نہ کہیں فرار ہو سکتا ہے، اسے لوٹ کر بالآخر میرے ہی پاس آنا ہے، پھر اس دن تمھارے اعمال کے مطابق تمھیں جزا و سزا ملے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴾ [الرعد : ۳۲] ”اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنھوں نے کفر کیا، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہے، مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔“ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ ”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... ﴾ الخ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲٥۸۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر ان عذاب زدہ لوگوں (کی بستیوں) پر تمھارا گزر ہو تو روتے ہوئے گزرو، اگر تم رو نہ سکو تو ان بستیوں میں مت جاؤ، ایسا نہ ہو کہ ان جیسا عذاب تم پر بھی نازل ہو جائے۔“ [بخاري، كتاب الصلوة، باب الصلوة في مواضع الخسف ...... الخ : ٤۳۳]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَ الَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

”کہہ دے اے لوگو! میں تو بس تمھارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعمال کیے ان کے لیے سراسر بخشش اور باعزت رزق ہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوشش کی، اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، وہی بھڑکتی آگ والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا، آپ عذاب کی جلدی مچانے والوں سے کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تمھارا معبود اور رب نہیں ہوں، عذاب نازل کرنا یا کسی کو نوازنا میری قدرت سے باہر کی بات ہے۔ میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں، مجھے صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور فرماں برداروں کو اس کی جنت کی خوش خبری دوں۔ تو جو لوگ ایمان لائیں گے اور اعمال صالحہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور انھیں جنت میں داخل کر دے گا، جبکہ جو لوگ اللہ کے بندوں کو اس کی آیتوں سے برگشتہ کرنے کے لیے کوشاں رہیں گے اور اس گمانِ باطل میں مبتلا رہیں گے کہ وہ اللہ کو عاجز کر دیں گے، تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٢١٤] ”اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا۔“ تو آپ کھڑے ہو کر اعلان کرنے لگے: ”اے قریش کے لوگو! (اللہ کی اطاعت کے ذریعے سے) اپنی جانوں کو (اس کے عذاب سے) بچاؤ، (اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو) اللہ کے ہاں میں تمھارے کسی کام نہیں آؤں گا۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ...... الخ ﴾ : ٤٧٧١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ یہود کے بیت المدراس میں گئے، آپ نے انھیں آواز دی اور فرمایا: ”اے یہودیو! اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔“ اس پر یہودیوں نے کہا، اے ابوالقاسم! آپ نے (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ”یہی میرا مقصد ہے، اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔“ انھوں نے پھر کہا، اے ابوالقاسم! آپ نے (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا دیا۔ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ﴿ و كان الإنسان أكثر شيء جدلا ﴾ ...... الخ : ٧٣٤٨]

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ
فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۙ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا
يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ
شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ﴿۵۳﴾ وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ
لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا اور نہ کوئی نبی مگر جب اس نے کوئی تمنا کی شیطان نے اس کی تمنا میں (خلل) ڈالا تو اللہ اس (خلل) کو جو شیطان ڈالتا ہے، مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ تاکہ وہ اس (خلل) کو جو شیطان ڈالتا ہے، ان لوگوں کے لیے آزمائش بنائے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں۔ اور تاکہ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا ہے، جان لیں کہ بے شک وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں، پس ان کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔‘‘

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے ہمارے نبی! ہم نے آپ سے پہلے بھی جب کوئی رسول یا نبی بھیجا اور اس نے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی، تو شیطان نے اس کی تلاوت کے درمیان کچھ اپنی طرف سے مشرکوں کے کان تک پہنچا دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی شیطان کے القا کردہ کلمات کو زائل و باطل بنا دیا اور اپنی آیتوں کو محکم اور ثابت کر دیا۔ ایسا اس لیے ہوتا رہا کہ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو منافقین و مشرکین کے لیے گمراہی اور حق سے دوری کا سبب بنا دے اور اہل علم مومنوں کا ایمان مزید راسخ ہو جائے کہ قرآن کریم میں جو آیات ثابت ہیں وہی برحق ہیں اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا رہا کہ ان کے دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوا اور ان کا ایمان اور بڑھ گیا۔ آخر میں فرمایا کہ وہ اپنے مومن و متقی بندوں کی ہر حال میں سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور انھیں شیطان کے نرغے سے بچاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ؔ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [آل عمران : ۷] ’’وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔‘‘

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ : یعنی جتنے بھی نبی آئے شیطان نے ان کی مخالفت کی، ان کے کلام میں رکاوٹ ڈالی، ان کی طرف غلط باتوں کو منسوب کیا اور ان کا مذاق اڑایا، آیات ربانی جو نبی کی زبانی انھوں نے سنی تھیں ان میں اپنی طرف سے کاٹ چھانٹ کی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۲، ۱۱۳] ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔ اور تاکہ ان لوگوں کے دل اس (جھوٹ) کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اسے پسند کریں اور تاکہ وہ بھی وہی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ﴾ کی تفسیر میں کہا ہے، یعنی جب وہ بات کرتے تو شیطان ان کی بات میں وسوسہ ڈال دیتا اور اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو باطل کر دیتا تھا۔ [بخاري، كتاب التفسير، سورة الحج، قبل الحديث : ٤٧٤١]

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾

”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہمیشہ اس کے بارے میں کسی شک میں رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آجائے، یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آجائے جو بانجھ (ہر خیر سے خالی) ہے۔“

فرمایا کہ اہل کفر قرآن کی حقانیت میں ہمیشہ شک کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ یا تو اچانک قیامت آجائے گی، یا کوئی ایسا دنیاوی عذاب انھیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا، جس میں کوئی بھی خیر نہیں ہوگی۔ یہ غزوۂ بدر کا دن تھا، جب ان میں سے بہت سے لوگ ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کر دیے گئے اور بہت سے قید کر لیے گئے اور تب انھیں معلوم ہوگیا کہ قرآن اور دینِ اسلام حق ہے۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ع ۷ / ۱۴
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ
الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾

”تمام بادشاہی اس دن اللہ کی ہوگی، وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو وہی ہیں جن کے لیے

www.sirat-e-mustaqeem.com

رسوا کرنے والا عذاب ہے۔اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں وطن چھوڑا، پھر قتل کر دیے گئے، یا مر گئے یقیناً اللہ انھیں ضرور رزق دے گا اچھا رزق اور بے شک اللہ ہی یقیناً سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ یقیناً وہ انھیں ایسے مقام میں ضرور داخل کرے گا جس پر وہ خوش ہوں گے اور بے شک اللہ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے۔“

قیامت کے دن بادشاہی صرف اللہ کی ہوگی اور وہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ [الفاتحة : ٤] ”بدلے کے دن کا مالک ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ اِلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٢٦] ”اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔“

آگے فرمایا جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہوں گے اور اعمال صالحہ کرتے رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں داخل کرے گا اور جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہوگی اور اس کی آیات کی تکذیب کی ہوگی انھیں وہ رسواکن عذاب میں مبتلا کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٠] ”بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا، پھر یا تو جہاد کرتے ہوئے قتل کر دیے گئے، یا طبعی موت مر گئے، اللہ انھیں جنت میں بہت ہی اچھی روزی دے گا اور قیامت کے دن انھیں ایسی رہائش عطا کرے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّ سَعَةً ؕ وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ١٠٠] ”اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پالے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَ لَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٥٧، ١٥٨] ”اور بلاشبہ یقیناً اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کر دیے جاؤ، یا فوت ہو جاؤ تو یقیناً اللہ کی طرف سے تھوڑی سی بخشش اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ اگر تم مر جاؤ، یا قتل کیے جاؤ تو یقیناً تم اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اپنے میں سے کن لوگوں کو شہید شمار کرتے ہو؟“ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے، وہ شہید ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تب تو میری امت میں شہداء بہت کم ہوں گے۔“ انھوں نے پوچھا، پھر یا رسول اللہ! کون شہید ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”جو اللہ کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

راستے میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کے راستے میں (طبعی موت) مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو طاعون کی بیماری میں فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے۔" [مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان الشهداء : 1915]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس قیام کرنے والے اور روزہ رکھنے والے کی سی ہے، جو نہ تو نماز سے غافل ہوتا ہے اور نہ روزہ چھوڑتا ہے، حتیٰ کہ مجاہد کو اللہ تعالیٰ واپس اس کے گھر اجر اور غنیمت کے ساتھ لوٹائے، یا اس کو فوت کر کے جنت میں داخل کر دے۔" [ابن حبان : ٤٦٢٢]

__لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا__ : یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا جائے، خواہ وہ مہاجر ہو یا نہ ہو، وہ اللہ کے ہاں زندہ ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٩] "اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ کی راہ میں محاذ جنگ پر جہاد کے لیے تیار ہونے کی حالت میں فوت ہوا تو وہ جو نیک عمل کرتا تھا، اللہ اس کے لیے اس عمل کا ثواب جاری فرما دیتا ہے اور اس کا رزق جاری فرما دیتا ہے۔ اسے آزمانے والوں (منکر نکیر) کا خوف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن خوف سے محفوظ اٹھائے گا۔" [ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل الرباط فی سبیل الله : ٢٧٦٧۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب فضل الرباط : ٣١٦٩]

__لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ__ : یعنی جنت ایسے پسندیدہ مقام میں داخل فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٩ تا ١٧١] "اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ اس پر بہت خوش ہیں جو انھیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اور ان کے بارے میں بھی بہت خوش ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل پر بہت خوش ہوتے ہیں اور (اس بات پر) کہ بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

www.sirat-e-mustaqeem.com

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی ماں ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی، اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے (میرے بیٹے) حارثہ کی کوئی خبر نہیں دیں گے؟ وہ بدر کے دن قتل ہو گئے تھے، انھیں ایک نا معلوم تیر لگ گیا تھا، (آپ بتائیں) اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں (کہ وہ آرام میں ہے) اور اگر کوئی دوسری بات ہے تو میں ان پر خوب رووں۔ آپ نے فرمایا: ''اے ام حارثہ! (ایک جنت کیا) جنت کے اندر بہت سی جنتیں (باغ) ہیں اور بے شک تمھارا بیٹا سب سے اعلیٰ جنت الفردوس میں ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من أتاه سهم غرب فقتلہ : ۲۸۰۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اصحاب بئر معونہ، یعنی ان ستر (۷۰) صحابہ کے بارے میں روایت ہے جنھیں ایک ہی دن دھوکے سے شہید کر دیا گیا تھا اور جنھوں نے ان کو شہید کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں ان کے لیے بددعا اور لعنت بھی فرمائی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے تھے: « بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا » ''ہماری طرف سے ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس طرح ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور اس نے ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع و رعل و ذکوان …… الخ : ۴۰۹۰۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات : ۶۷۷]

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰

''یہ اور جو شخص اس کی مثل بدلہ لے جو اسے تکلیف دی گئی، پھر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور ہی اس کی مدد کرے گا، یقیناً اللہ ضرور نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔''

''ذٰلِكَ'' یعنی یہ کہ مہاجرین سے بطور خاص شہادت یا طبعی موت پر ہم نے جو وعدہ کیا ہے، وہ ضرور پورا ہو گا۔

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ : یعنی اگر کسی نے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے تو جس سے زیادتی کی گئی ہے اسے بقدر زیادتی بدلہ لینے کا حق ہے، لیکن اگر بدلہ لینے کے بعد، جب ظالم اور مظلوم دونوں کا حساب برابر ہو چکا ہو، اب ظالم اگر مظلوم پر پھر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس مظلوم کی ضرور مدد فرماتا ہے۔ یعنی یہ شبہ نہ ہو کہ مظلوم نے معاف کر دینے کے بجائے بدلہ لے کر غلط کام کیا ہے، نہیں، بلکہ اس کی بھی اجازت اللہ ہی نے دی ہے، اس لیے آئندہ بھی وہ اللہ کی مدد کا مستحق رہے گا۔ آیت کے آخر میں عفو و درگزر کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا مغفرت کرنے والا ہے، اس لیے اس کے بندوں کو بھی ان صفات سے متصف ہونا چاہیے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ارشاد فرمایا: ﴿ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۴] ''حرمت والا مہینا حرمت والے مہینے کے بدلے ہے اور سب حرمتیں ایک دوسری کا بدلہ ہیں۔ پس جو تم پر زیادتی کرے سو تم اس پر زیادتی کرو، اس کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۰] ''اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (جب یمن کا گورنر بنا کر) بھیجا تو ان سے فرمایا: ''مظلوم کی بددعا سے بچے رہنا، کیونکہ مظلوم کی پکار اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدعاء إلی الشھادتین وشرائع الإسلام : ۱۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دوسرے کو گالی دینے والے دو شخص جو کچھ کہیں اس کا گناہ پہل کرنے والے پر ہے، جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب النھی عن السباب : ۲۵۸۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھے ہوئے تھے، آپ تعجب کرتے رہے اور مسکراتے رہے۔ جب اس نے زیادہ ہی برا بھلا کہا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے جا کر آپ سے ملے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے اور جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ غصے سے اٹھ گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بات یہ ہے کہ تمھارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمھاری طرف سے جواب دے رہا تھا، لیکن جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو شیطان آ گھسا، سو میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔'' [مسند أحمد : ۲/۴۳۶، ح : ۹۶۳۷۔ أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب في الانتصار : ۴۸۹۶]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۶۱

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد ضرور کرے گا، اس لیے کہ وہ قادر مطلق ہے اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ دن اور رات میں سے ہر ایک کو کم کر کے دوسرے میں داخل کر دیتا ہے اور یہ عجیب و غریب کاریگری اس بات کی دلیل ہے کہ وہی مالک کل معبود برحق ہے، اس کا کوئی ساجھی اور کوئی مقابل نہیں اور جن معبودوں کو مشرکین پکارتے ہیں وہ کسی قسم کی کوئی قدرت نہیں رکھتے، بلکہ انھیں خود ان کے پجاریوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، تو کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ لوگ اس قادر مطلق، معبود برحق اور نفع و نقصان پہنچانے والے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کریں؟

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ : اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے اور اسی کو ان کے بارے میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ؗ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ؗ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴾ [آل عمران : ٢٦، ٢٧] ''کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔''

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ۝۶۲

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی ہے جو حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اس کے سوا وہ جسے بھی پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند ہے، بہت بڑا ہے۔''

وہی معبود برحق ہے اور اسی کی ذات پاک اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وہ عظیم الشان سلطنت کا مالک ہے، اس نے جو چاہا وہی ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا، ہر چیز اس کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴾ [الرعد : ١٤] ''برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿۶۳﴾

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ نہایت باریک بین، ہر چیز سے باخبر ہے۔“

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظیم بادشاہت کی نشانی ہے کہ وہ ایسی ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا کر لے جاتی ہیں اور خشک، بنجر، سیاہ اور ویران زمین پر بارش برسا دیتی ہیں، جس سے زمین خشک اور بنجر ہونے کے باوجود سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيٓ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ انظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ [الأنعام : ۹۹] ”اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔“

ع ۷ ۱۵ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۶۴﴾

”اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ ہی یقیناً بڑا بے پروا، تمام تعریفوں والا ہے۔“

ارشاد فرمایا: ﴿ قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ ﴾ [المؤمنون : ۸۴ تا ۸۹] ”کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟“

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمھاری خاطر مسخر کر دیا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور ان کشتیوں کو بھی جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رکھتا ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے اذن سے۔ بے شک اللہ یقیناً لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ : یعنی حیوانات، جمادات، فصلیں اور پھل سب تمھارے لیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٩] ”وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ : یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق و تدبیر کے ساتھ کشتیاں اپنے سواروں کے ساتھ پاکیزہ ہوا کے نرم جھونکوں سے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندروں اور ان کی تلاطم خیز موجوں میں چلتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ١٤] ”اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ : یعنی اگر اللہ چاہتا تو آسمان کو زمین پر گرنے کی اجازت دے دیتا اور اس سے زمین کی ہر چیز تباہ ہو جاتی، مگر اس نے اپنے لطف و کرم اور اپنی قدرت کے ساتھ آسمان کو تھاما ہوا ہے اور وہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں گر سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَلَىِٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [فاطر : ٤١] ”بے شک اللہ ہی آسمانوں کو اور زمین کو تھامے رکھتا ہے، اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقیناً اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا، بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔“

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ : دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الرعد : ٦] ”اور بے شک تیرا رب یقیناً لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے اور بلاشبہ تیرا رب یقیناً بہت سخت سزا والا ہے۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا اللہ سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

زیادہ کوئی نہیں ہے، (کم بخت مشرک) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى : ﴿ إن الله هو الرزاق ذوالقوة المتين ﴾ : ۷۳۷۸]

وَهُوَ الَّذِيٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۶۶

"اور وہی ہے جس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر تمھیں مارے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔ بے شک انسان یقیناً بہت ناشکرا ہے۔"

وَهُوَ الَّذِيٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ : یعنی تم اللہ تعالیٰ کے کس طرح شریک بناتے اور اس کے ساتھ غیروں کی کیونکر پوجا کرتے ہو، حالانکہ خلق، رزق اور تصرف صرف اسی کے قبضۂ اختیار میں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [الروم : ۴۰] "اللہ وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کرے؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔"

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ۶۷ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۶۸ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۶۹

"ہر امت کے لیے ہی ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرنے والے ہیں، سو وہ تجھ سے اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں اور تو اپنے رب کی طرف دعوت دے، بے شک تو یقیناً سیدھے راستے پر ہے۔ اور اگر وہ تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ قیامت کے دن تمھارے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔"

آیات زیر تفسیر کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعض مناسک میں تبدیلی کی تو کفار مکہ کو، جو دین ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، اعتراض کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر امت کے لیے عبادت کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا تھا اور اس طریقے پر اس امت کے لوگ عمل پیرا رہے ہیں۔ اسی طرح اے رسول! ہم نے آپ کے لیے بھی عبادت کا ایک خاص طریقہ مقرر فرمایا، جس پر آپ عمل پیرا ہیں، اس میں جھگڑے کی کون سی بات ہے۔ جب یہ لوگ عبادت کے مختلف طریقوں کے باوجود آپس میں ایک دوسرے سے نہیں جھگڑتے تو ان کو امر (اسلام)

www.sirat-e-mustaqeem.com

کے سلسلہ میں آپ سے ہرگز نہیں جھگڑنا چاہیے۔ جیسے ان کے ہاں عبادت کا ایک خاص طریقہ ہے، اسلام میں بھی ایک خاص طریقہ ہے، یہ اختلاف اتنا اہم نہیں جتنا اہم توحید اور شرک کا اختلاف ہے۔ ان کے باطل مذاہب میں شرک کی آمیزش ہے، برخلاف اس کے اسلام توحید خالص کا مرقع ہے۔ اصل چیز جو باعثِ نزاع ہے وہ تو شرک ہے، کفار کو چاہیے کہ شرک سے توبہ کریں اور اسلام قبول کریں۔ آگے فرمایا کہ اگر دین حق کی توضیح کے بعد بھی کفار جدال و مناظرہ سے باز نہ آئیں، تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارے اعمال سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے، وہ تمھیں ان کا بدلہ ضرور دے گا اور دین کی جن باتوں میں آج تم جھگڑتے ہو، قیامت کے دن وہ ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا اور بتائے گا کہ حق پر کون تھا اور باطل پر کون؟

ایام جاہلیت میں حج کے جو مناسک رواج پا گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے بعض میں تبدیلی کر دی، مثلاً مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ نہیں کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایام جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو زمین پر بہت بڑا گناہ شمار کرتے تھے اور وہ محرم کو صفر قرار دے لیا کرتے تھے (اس لیے کہ تین مہینے مسلسل حرمت والے ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور تین ماہ تک قتل و غارت گری سے باز رہنا ان کے لیے بڑا مشکل تھا) اور وہ کہتے تھے، جب اونٹوں کی پیٹھیں اچھی ہو جائیں (یعنی سفر حج کی وجہ سے جو اونٹ زخمی وغیرہ ہوئے ہیں وہ ٹھیک ہو جائیں) اور راستوں سے حاجیوں کے اونٹوں کے نشانِ قدم مٹ جائیں اور صفر کا مہینا ختم ہو جائے تو تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہے۔ پھر جب اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے ساتھی چار ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدل دیں، تو لوگوں کو یہ بات بڑی انوکھی لگی، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول (ﷺ!) ہم کس نوعیت کے حلال ہوئے ہیں (یعنی پورے یا ادھورے)؟ تو آپ نے فرمایا: ”تم پورے حلال ہو گئے (یعنی کسی چیز سے پرہیز کی ضرورت نہیں)۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب جواز العمرة فی أشهر الحج : ۱۲۴۰]

اسی طرح ۹ ذوالحجہ کو قریش مزدلفہ میں قیام کرتے تھے، جبکہ دوسرے لوگ عرفات میں قیام کیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے باوجود قریشی ہونے کے عرفات میں قیام کیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آیت: ﴿ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ یہ قریش کے سلسلہ میں نازل ہوئی، وہ مزدلفہ (میں قیام کرتے تھے اور وہیں) سے روانہ ہوتے تھے (اس آیت کے ذریعے سے) انھیں عرفات کی طرف لوٹا دیا گیا (یعنی انھیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی وہیں سے روانہ ہوں جہاں سے عام لوگ روانہ ہوتے ہیں)۔ [بخاری، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفة : ۱٦٦٥۔ مسلم، کتاب الحج، باب فی الوقوف : ۱۲۱۹]

www.sirat-e-mustaqeem.com

مشرکین ایام جاہلیت میں مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ روانہ ہوتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ طلوع آفتاب سے پہلے روانہ ہو گئے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرک لوگ (جاہلیت کے زمانہ میں) مزدلفہ سے اس وقت روانہ ہوتے تھے جب سورج نکل آتا تھا۔ وہ کہتے اے ثبیرا! چمک جا اور نبی ﷺ نے ان کے اس فعل کے خلاف کیا، آپ مزدلفہ سے سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہو گئے۔ [بخاري، كتاب الحج، باب متى يدفع من جمع : ١٦٨٤]

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٧٠﴾

”کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ بے شک یہ ایک کتاب میں درج ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے بارے میں اپنے کمال علم کا ذکر فرمایا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ان سب کا اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہے کہ اس سے آسمان اور زمین کی کوئی ذرہ بھر یا اس سے چھوٹی یا بڑی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کو تمام کائنات کا اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی علم تھا اور یہ سب کچھ اس نے اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھ رکھا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، كتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰى صلى الله عليهما وسلم : ٢٦٥٣]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے کہا، لکھ! اس نے کہا، اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قیامت قائم ہونے تک جو بھی چیز (معرض وجود میں آنے والی) ہے اس کی تقدیر لکھ دے۔ (چنانچہ اس نے اللہ کے حکم سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، سب لکھ دیا)۔“ [أبوداؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٧٠٠۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة نون والقلم : ٣٣١٩۔ مسند أحمد : ٣١٧/٥، ح : ٢٢٧٧١۔ مسند أبي يعلى : ٣٦٨/٢، ح : ٢٣٢٥]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾

’’اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور جس کا انھیں کچھ علم نہیں اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔‘‘

دین حق کی مخالفت کرنے والے کفار و مشرکین کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ لوگ اللہ کے سوا ان بتوں اور دیویوں کی پوجا کرتے ہیں، جن کے لائق عبادت ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی عقلی دلیل ہے۔ عنقریب قیامت کے دن اس افترا پردازی پر ان کا حساب ہوگا اور انھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اس وقت وہ اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی یار و مددگار نہیں پائیں گے۔

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۱۷] ’’اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤ تا ٦] ’’کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔‘‘

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع ۹ / ۱۲

www.sirat-e-mustaqeem.com

’’اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جائے تو تو ان لوگوں کے چہروں میں جنھوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لے گا، قریب ہوں گے کہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کریں۔ کہہ دے تو کیا میں تمھیں اس سے بری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جنھوں نے کفر کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

دین حق کی مخالفت کرنے والے کفار و مشرکین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جو اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر واضح اور روشن دلیل ہوتی ہیں تو ان کے چہرے بگڑ جاتے ہیں اور ان سے شر نمایاں ہونے لگتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وہ ان داعیانِ حق پر حملہ کر دیں گے جو انھیں قرآن پڑھ کر سنا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جو شر اور برائی تم لوگ داعیانِ حق کے خلاف اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہو اور جس کے آثار تمھارے چہروں پر نمایاں ہیں، کیا میں تمھیں تمھارے لیے اس سے بھی برے انجام کی خبر دوں؟ وہ جہنم کی آگ ہے۔ جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہوگا۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ : یعنی توحید کے واضح دلائل کے باوجود یہ اپنے شرک سے باز نہیں آتے، بلکہ توحید کے دلائل سننا بھی انھیں گوارا نہیں۔ اپنے شریکوں کے ذکر سے ان کے دل خوش ہوتے ہیں اور اللہ اکیلے کے ذکر سے ان کے دل تنگ ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٥] ’’اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اِن لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔‘‘

يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا : یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عنقریب ان لوگوں پر جو انھیں ہماری آیات سناتے ہیں، جھپٹ پڑیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ [الجن : ١٩] ’’اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔‘‘

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اَلنَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ : یعنی دوزخ کی آگ، اس کا عذاب اور اس کی سزا اس سے کہیں زیادہ سخت، زیادہ مشکل اور زیادہ دردناک و خوفناک ہے جس سے تم اللہ کے دوستوں، یعنی مومنوں کو ڈراتے ہو، تمھاری ان بداعمالیوں کی وجہ سے آخرت کا عذاب کہیں زیادہ شدید اور خوفناک ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ هِيَ تَفُوْرُ ۙ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴾ [الملك : ٦ تا ٨] ”اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہوگی کہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۙ۝ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۙ۝ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَاۤ اَحْقَابًا ۚ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۙ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴾ [النبا : ٢١ تا ٢٥] ”یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں خوشحال اور آسودہ تھا، پھر اسے ایک بار دوزخ میں غوطہ دیا جائے گا اور بعد ازاں پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی دنیا میں عیش و آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی خوشحالی آئی تھی؟ وہ کہے گا اے میرے رب! اللہ کی قسم! کبھی نہیں، پھر اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ تکلیف اور مصیبت میں رہا تھا، پھر اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی ہے؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی مصیبت بھی آئی تھی؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! اللہ کی قسم! مجھے تو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور نہ میں نے کبھی کوئی مصیبت دیکھی تھی۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار وصبغ أشدهم بؤسا في الجنة : ٢٨٠٧]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝۷۳

”اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔“

یعنی یہ معبودانِ باطلہ، جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر مدد کے لیے پکارتے ہو، یہ سارے کے سارے جمع ہو کر ایک نہایت حقیر سی مخلوق مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں، تو نہیں کر سکتے اور وہ حقیر ترین مکھی اگر ان سے کوئی چیز چھین لے تو اسے وہ واپس نہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

لے سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارے بت اور مکھی دونوں ہی حقیر اور کمزور ہیں، بلکہ تمھارے معبود تو زیادہ حقیر اور کمزور ہیں کہ وہ اپنے آپ سے مکھی کو بھی نہیں اڑا سکتے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح پیدا کرنا چاہتا ہے، (اگر کسی کو یہی گھمنڈ ہے تو) وہ ایک دانہ پیدا کرے، یا ایک چیونٹی پیدا کر کے دکھا دے۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب نقض الصور : ۵۹۵۳]

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

''انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔''

فرمایا کہ کافروں اور مشرکوں نے اللہ کی قدر و منزلت کو جانا ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کی بے بس مخلوق کو اس کا ہم سر اور شریک قرار دے لیتے ہیں۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس کی قدرت و طاقت کا صحیح صحیح اندازہ اور علم ہو تو وہ کبھی اس کی خدائی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابو القاسم! اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، گیلی مٹی کو ایک انگلی پر اور (دیگر) تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر روک لے گا (یعنی اٹھا لے گا) پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ یہ سن کر ہنس دیے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک دکھائی دینے لگے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ [الحج : ۷۴] ''انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ لما خلقت بیدی ﴾ : ۷۴۱۵]

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾

''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا: ﴿ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ﴾ [صٓ : ۸] ''کیا ہمارے درمیان میں سے اسی پر نصیحت نازل کی گئی ہے؟'' تو اللہ نے ان کے سوال کا جواب دیا اور کہا کہ وہ اپنی پیغمبری کے لیے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، وہ فرشتوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی پیغام رسانی کے لیے چن لیتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کام کے لیے اختیار کر لیتا ہے۔ وہ بندوں کے اقوال سننے والا ہے اور وہ بصیر ہے، یعنی یہ جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ﴾ [الأنعام : ۱۲۴] ''اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

”وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔“

فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے تمام امور و اعمال سے واقف ہے اور تمام معاملات کا مرجع وہی ہے، تو پھر انسان اس کی نافرمانی کر کے کہاں جا سکتا ہے اور اس کے عذاب سے کیوں کر بچ سکتا ہے؟ کیا اس کے لیے یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور فرماں برداری کا راستہ اختیار کر کے اس کی رضا حاصل کرے؟ ارشاد فرمایا: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ [الجن : ۲۶ تا ۲۸] ”(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کر لے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تا کہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ السجدۃ

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کرو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

توحید و رسالت اور بعث بعد الموت کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ رکوع اور سجدہ کرو، یعنی نماز پڑھو، اس کا خاص اہتمام کرو اور دیگر عبادات، جن کا اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے انھیں بھی بجا لاؤ۔ اس کے علاوہ بھلائی کے دوسرے کاموں میں لگے رہو، صلہ رحمی کرو، یتیموں کی دلجوئی کرو، محتاجوں اور غریبوں کو کھانا کھلاؤ اور اپنے آپ کو اخلاق حسنہ کا پابند بناؤ، حصولِ جنت کا یہی طریقہ ہے۔

وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع ۱۰

”اور اللہ کے بارے میں جہاد کرو جیسا اس کے جہاد کا حق ہے۔ اسی نے تمھیں چنا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، اپنے باپ ابراہیم کی ملت کے مطابق۔ اسی نے تمھارا نام مسلمین رکھا، اس سے پہلے اور اس (کتاب) میں بھی،

www.sirat-e-mustaqeem.com

تاکہ رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو۔ سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، وہی تمھارا مالک ہے، سو اچھا مالک ہے اور اچھا مددگار ہے۔“

یہاں بھی خطاب مومنوں ہی سے ہے کہ اللہ کے لیے اپنی جان، مال اور زبان کے ذریعے سے جہاد کرو، تاکہ زمین سے شرک و کفر اور فتنہ انگیزی کا خاتمہ ہو جائے اور ہر طرف دین اسلام کا دور دورہ ہو جائے۔ اس نے تمھیں اپنے دین کی نصرت و تائید کے لیے چن لیا ہے اور جو دین اسلام تمھیں عطا کیا ہے اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ جو اعمال تمھاری طاقت سے زیادہ تھے ان کا یا تو تمھیں مکلف نہیں ٹھہرایا، یا انھیں ہلکا بنا دیا۔ توبہ و استغفار کا دروازہ کھول دیا، تاکہ تم توبہ کرتے رہو اور وہ تمھارے گناہوں کو معاف کرتا رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ دین تمھارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو مسلمانوں کا باپ اس لیے کہا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ تھے، پھر فرمایا کہ تمھارا نام ”مسلمان“ اللہ نے رکھا ہے اور یہ نام گزشتہ آسمانی کتابوں میں مذکور ہے اور قرآن میں بھی مذکور ہے۔ یعنی اللہ نے تمھیں اتنا باعزت نام دے کر گزشتہ امتوں پر فوقیت دی ہے۔ اس طرح اللہ نے تمھیں اتنی اچھی، معتدل، صاحب خیر اور نیک نام امت اس لیے بنایا ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکیں کہ انھوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تم گواہی دو کہ تمام رسولوں نے اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اس عظیم نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ اللہ کے شکر میں نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اسی کی بارگاہ میں پناہ لو، اس لیے کہ وہی تمھارا آقا ہے اور وہ کیا خوب آقا اور کیا ہی بہتر حامی و ناصر ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ : دین کے فروغ اور سربلندی کے لیے جو جہاد ہوگا اس میں ہاتھوں سے بھی جہاد ہوگا، زبان سے بھی جہاد ہوگا، جان سے بھی جہاد ہوگا اور مال سے بھی جہاد ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [التوبة : ٤١] ”نکلو ہلکے اور بوجھل اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ”مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ٩٥، ٩٦] ”ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے بہت سے درجوں کی اور بخشش اور رحمت کی۔ اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مشرکین کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“ [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو : ٢٥٠٤]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس کے اس کی امت میں سے حواری اور اصحاب نہ ہوں، وہ جو اس کے طریقے پر چلتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے، پھر ان لوگوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے رہے جو زبان سے وہ کہتے تھے جو کرتے نہیں تھے اور ان کاموں کو کرتے تھے جن کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ چنانچہ جو کوئی ایسے ناخلف لوگوں سے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے اور جو کوئی زبان سے جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی ان سے دل سے جہاد کرے (یعنی ان کے فعل کو برا سمجھے) وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ٥٠]

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اس وقت آپ اپنا پاؤں رکاب میں رکھے ہوئے تھے کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا۔“ [نسائي، كتاب البيعة، باب فضل من تكلم بالحق عند إمام جائر : ٤٢١٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلا، اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہو گیا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اور اس کو (اس گھر سے) صرف اس بات نے نکالا ہو کہ وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہو اور میرے رسولوں کو سچا سمجھتا ہو، (کسی اور وجہ سے نہ نکلا ہو) تو میں اس کے لیے یہ ذمہ لیتا ہوں کہ یا تو اس کو (جہاد کا) اجر اور غنیمت کا مال دے کر لوٹاؤں گا، یا (اگر وہ شہید ہو جائے تو) اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا، میری تو یہ آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں شہید کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کر دیا جاؤں، پھر شہید کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کر دیا جاؤں۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان : ٣٦ ۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله : ١٨٧٦]

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرٰهِيمَ : اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں ایسی کوئی سختی نہیں رکھی جو ایمان والوں کے لیے ناقابل برداشت ہو، پھر مزید مہربانی یہ کی کہ ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ دعا کرتے رہیں کہ ان پر ایسی ذمہ داری نہ ڈالی جائے جس کی بجا آوری ان کی طاقت سے باہر ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُكَلِّفُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٝ وَاغْفِرْ لَنَا ٝ وَارْحَمْنَا ٝ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۶] ”اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔“

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا اور فرمایا: ”لوگوں پر آسانی کرنا سختی نہ کرنا، ان کو خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا اور آپس میں اتفاق قائم رکھنا، اختلاف نہ کرنا۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما يكره من التنازع ...... الخ : ۳۰۳۸۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب في الأمر بالتيسير و ترك التنفير : ۱۷۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا، لوگ اس کی طرف مارنے کو بڑھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں پانی کا ایک ڈول بہا دو، کیونکہ تم (لوگوں پر) آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، سختی کرنے کے لیے نہیں۔“ [بخاری، كتاب الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد : ۲۲۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے، جو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا تو آپ چھوٹی سورت پڑھتے۔ [مسلم، كتاب الصلوة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلوة في تمام : ۴۷۰]

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ : گواہ کے لیے ضروری ہے کہ عادل ہو اور اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ یہ امت عادل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرۃ : ۱۴۳] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا، کیا تم نے (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں، اے رب! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا انھوں نے تمھیں (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا ہی نہیں آیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ تمھارے گواہ کون ہیں؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ پھر تمھیں لایا جائے گا اور تم لوگ ان کے حق میں شہادت دو گے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ١٤٣] ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔'' [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قوله تعالىٰ : ﴿ وكذلك جعلناكم أمة وسطًا ﴾ ...... الخ : ٧٣٤٩]

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٢، ١٠٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ١٤٥، ١٤٦] ''بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔''

هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ [البقرة : ١٠٧] ''اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ [الأنفال : ٤٠] ''اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تمھارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔''

الغرض اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مولیٰ و کارساز نہیں، نہ کسی دوسرے کو مولیٰ سمجھنا چاہیے اور نہ کسی کو مولیٰ کہنا چاہیے، حتیٰ کہ غلام بھی اپنے آقا کو مولیٰ نہ کہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی غلام اپنے آقا کو ''میرا مولیٰ'' نہ کہے، اس لیے کہ تم سب کا مولیٰ اللہ عزوجل ہے۔'' [مسلم، كتاب الألفاظ، باب حكم إطلاق لفظة العبد والأمة والمولى والسيد : ٢٢٤٩/١٤]

www.sirat-e-mustaqeem.com

سورة المؤمنون مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾

''یقیناً کامیاب ہو گئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔''

یعنی مومنین اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں، سکون و اطمینان سے نماز پڑھتے ہیں، ادھر ادھر نہیں جھانکتے، ان کے دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے اور بسا اوقات ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص نماز میں خشوع اختیار نہیں کرتا اور اس کا دل غافل رہتا ہے، تو اس نے نماز کی غرض و غایت پوری نہیں کی۔

الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ : ''خٰشِعُوْنَ'' اس کے معنی ہیں ڈرنے والے اور سکون اختیار کرنے والے۔ نماز میں خشوع اسے حاصل ہو سکتا ہے جس کا دل نماز کے لیے فارغ ہو چکا ہو، ماسوا سے منقطع ہو کر نماز ہی میں مشغول ہو گیا ہو اور نماز کو دوسرے کاموں پر ترجیح دیتا ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ حٰفِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۸] ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا لیا کرتے تھے، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ﴾ [المؤمنون : ۲] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) اپنا سر جھکا لیا۔ [مستدرک حاکم : ۲/۳۹۳، ح : ۳٤۸۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''احسان کیا ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال رہے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو؟ و بیان خصاله : ۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ تو ڈاکا ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الالتفات فی الصلوۃ : ۷۵۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں؟'' آپ نے اس سلسلہ میں بہت سخت الفاظ ارشاد فرمائے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ''انھیں اس سے باز آ جانا چاہیے، ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب رفع البصر إلی السماء فی الصلوۃ : ۷۵۰۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب النھی عن رفع البصر إلی السماء فی الصلوۃ : ۴۲۹، عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنه]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک ایسی چادر میں نماز ادا فرمائی جس میں نقش و نگار تھے۔ آپ نے اس کے نقش و نگار پر ایک نظر ڈالی اور جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا: ''میری یہ چادر جا کر ابوجہم کو دے آؤ اور ان کی سیاہ چادر لے آؤ، اس چادر نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب إذا صلی فی ثوب له أعلام ...... الخ : ۳۷۳۔ مسلم، کتاب المساجد، باب کراھیة الصلوۃ فی ثوب له أعلام : ۵۵۶/۶۲]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم نماز پڑھتے وقت بات کر لیا کرتے تھے، ہم میں سے کسی کو اپنے بھائی سے بات کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ (نماز ہی میں) بات کر لیتا، یہاں تک کہ یہ آیت اتری: ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۸] ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو'' اس کے بعد ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و قوموا للہ قنتین ﴾ : ۴۵۳۴۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ...... الخ : ۵۳۹]

سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی، جو دیہاتی محسوس ہوتا تھا، وہ (مسجد میں) داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھنا شروع کی، اس نے اپنی نماز میں جلدی کی، پھر وہ نماز ادا کر چکا تو نبی ﷺ (کے پاس آیا اور آپ) کو سلام کہا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ پھر سے نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' سو وہ گیا اور پھر (پہلے جیسی) نماز پڑھی، پھر آیا اور آپ کو سلام کہا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' (اس طرح اس نے دو یا تین مرتبہ نماز دہرائی اور ہر مرتبہ آ کر آپ کو سلام کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، پھر جب اس نے وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے اسے تفصیلاً نماز کا طریقہ سکھایا کہ ہر رکن میں اعتدال و اطمینان ہونا چاہیے)۔ [ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی وصف الصلوۃ : ۳۰۲]

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

”اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔“

یعنی وہ ہر ایسی فکر اور ہر ایسے قول و عمل سے اعراض کرتے ہیں، جس کی اللہ کی طرف سے اجازت نہ ہو، ان کی زندگی میں بے ہودہ باتوں اور ناروا کاموں کے لیے فراغت نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴾ [الفرقان : ۷۲] ”اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [القصص : ۵۵] ”اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کے اسلام کے اچھا ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ بے مقصد چیزیں چھوڑ دے۔“ [ترمذی، کتاب الزهد، باب [حدیث : من حسن إسلام المرء ...... الخ] : ۲۳۱۷]

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾

”اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعائکم إیمانکم ...... الخ : ۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أرکان الإسلام و دعائمه العظام : ۱۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے (یعنی کافروں سے) اس وقت تک لڑوں جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں، نماز ادا کریں، زکوٰۃ دیں اور جب وہ یہ کام کرنے لگیں تو انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کا حق (ان سے لیا جائے گا) اور ان (کے دل کی باتوں) کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة وآتوا الزكوة فخلوا سبيلهم ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله ...... الخ : ۲۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، مجھے کوئی ایسا کام بتائیے کہ جب میں وہ کرلوں تو جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی

www.sirat-e-mustaqeem.com

شرک نہ کرو، فرض نماز ادا کرتے رہو، فرض زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور رمضان کے روزے رکھتے رہو۔" دیہاتی کہنے لگا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان کاموں پر میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ نے فرمایا: "اگر کسی کو جنتی آدمی دیکھنا اچھا لگتا ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔" [بخاري، كتاب الزكوة، باب وجوب الزكوة : ۱۳۹۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ جس کو مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل بن کر، جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوں گے، اس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔" اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۰] "اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا۔" [بخاري، كتاب الزكوة، باب إثم مانع الزكوة ...... الخ : ۱۴۰۳]

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷

"اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔"

وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی وہ نہ ننگے ہوتے ہیں اور نہ حرام طریقوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ صرف اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جاتے ہیں۔ لونڈیوں کے پاس جانے سے وہ قابل ملامت نہیں ہیں، اس لیے کہ اللہ نے ان کے لیے انھیں جائز قرار دیا ہے۔ فعل زنا کی شدتِ قباحت کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ جو لوگ حلال کی حدوں کو پھلانگنے کی کوشش کریں گے وہ اللہ کی نگاہ میں ظالم ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۳۲] "اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝۶۸ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝۶۹ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

www.sirat-e-mustaqeem.com

رَّحِیۡمًا ﴿۷۰﴾ وَ مَنۡ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوۡبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ٦٨ تا ٧١] ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ، حالانکہ تم کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! پھر کون سا گناہ؟ آپ نے فرمایا: ”تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔“ میں نے عرض کی، پھر کون سا گناہ؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔“ [بخاری، کتاب الحدود، باب إثم الزناة …… الخ : ٦٨١١۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرک أقبح الذنوب …… الخ : ٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انسان کی تقدیر میں اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، جسے وہ لامحالہ (ضرور) کر کے رہے گا۔ تو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے، جبکہ دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس (خواہش) کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا وغیرہ : ٢٦٥٧]

وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَ عَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ ۙ﴿۸﴾

”اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔“

یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے، بلکہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دیتے ہیں اور جب وہ کوئی عہد و پیمان کریں تو اسے پورا کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴾ [البقرۃ : ١٧٧] ”نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء : ۵۸] ''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن (جن امانتوں کے سلسلہ میں باز پرس کی جائے گی ان میں) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے کہ میاں بیوی آپس میں صحبت کریں، پھر خاوند اپنی بیوی کی راز کی باتوں کو (دوست احباب کے سامنے) ظاہر کرے۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم إفشاء سر المرأة : ۱۲۴ / ۱۴۳۷]

زیر تفسیر آیت کے مطابق ان مومنوں کی صفات منافقوں کی صفات کے برعکس ہیں، کیونکہ منافقوں کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' منافق کی تین نشانیاں ہیں: ① جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ② جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔ ③ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۹]

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۹

''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

کامیاب ہونے والے لوگوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی پانچوں فرض نمازیں وقت پر با جماعت ادا کرتے ہیں اور طہارت کا خاص خیال رکھتے ہیں، رکوع اور سجدے میں عجلت نہیں کرتے اور نماز کے دیگر آداب کا بھی خیال رکھتے ہیں، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نماز وقت پر ادا کرنا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب البر والصلة : ۵۹۷۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال : ۸۵]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدھے راستے پر قائم رہو اور تم (کما حقہ) قائم نہیں رہ سکو گے اور خوب جان لو کہ تمھارے اعمال میں سے سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔'' [ابن ماجه، کتاب الطهارة و سننها، باب المحافظة علی الوضوء : ۲۷۷۔ مسند أحمد : ۵ / ۲۸۲، ح : ۲۲۴۹۵]

www.sirat-e-mustaqeem.com

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١﴾

یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

گزشتہ آیات میں مذکور صفات وہ صفات ہیں جو کسی انسان میں پائی جائیں تو وہ مومن کامل ہوتا ہے، کامیاب و کامران ہوتا ہے اور فردوس بریں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ یہ آیت کریمہ درج ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴾ [مریم : ٦٣] ''یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بناتے ہیں جو متقی ہو۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں انھی میں سے بنائے۔ آمین !

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا وہیں رہا ہو جہاں پیدا ہوا۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ بات بتا نہ دیں؟ آپ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے، سو جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو، وہ جنت کا درمیانی اور سب سے بلند درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی سب نہریں نکلتی ہیں۔'' [بخاري، کتاب التوحید، باب ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ ...... الخ : ٧٤٢٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ربیع بنت براء رضی اللہ عنہا کا بیٹا حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ بدر کے دن ایک نامعلوم تیر سے شہید ہو گیا تو وہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگیں، مجھے حارثہ کا حال بتایئے، اگر وہ جنت میں ہے تو میں (ثواب کی امید رکھوں اور) صبر کروں اور اگر کہیں اور ہے تو اِس کے لیے رو (رو کر اپنا غم ہلکا کر) لوں۔ آپ نے فرمایا: ''ام حارثہ! جنت میں بہت سے درجے ہیں اور تیرا بیٹا تو فردوس بریں میں داخل ہوا ہے، جو سب سے اعلیٰ جنت ہے۔'' [بخاري، کتاب الجهاد والسیر، باب من أتاه سهم غرب فقتله : ٢٨٠٩]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ﴿١٣﴾
ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ
لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ
لَمَيِّتُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴿١٦﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت اور غایت حکمت کو ثابت کرنے کے لیے انسان کی تخلیق کے مدارج بیان کیے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے، یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور انھی سے آگے ان کی ساری نسل چلائی، تو اس نطفہ کی اصل مٹی ہی ہے اور اس نطفہ کو رحم مادر میں پہنچایا، جہاں وہ اللہ کے حکم سے ٹھہر گیا، پھر اسے سرخ اور منجمد خون میں بدل دیا۔ پھر اسے گوشت کا ایک ٹکڑا بنا دیا، پھر اس ٹکڑے سے ہم نے انسانی جسم کی ریڑھ کی ہڈی اور باقی ہڈیاں تیار کیں اور پھر ان پر گوشت کی تہیں جما دیں، پھر دیگر اعضا بنائے، اچھی شکل وصورت بنائی اور ایک کامل انسان بنا کر رحم مادر سے باہر لے آئے۔ یہ سب اس اللہ کی عظیم کاری گری ہے جو عظیم قدرت وحکمت کا مالک ہے۔ پھر آدمی کو اپنی محدود عمر گزار کر مر جانا ہے، لیکن اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ جس انسان کو اس نے اتنے اہتمام سے پیدا کیا اور زندگی دے کر عمل کی مہلت دی، اسے یونہی ضائع نہ کر دے، اسی لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب وجزا کے لیے نکالے گا۔

پہلے انسان کچھ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ انسان کو عدم سے وجود میں لایا اور اس کی پیدائش کو مختلف مراحل سے گزار کر اسے ایک صحیح وسالم انسان کی شکل دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴾ [الدھر: ۱، ۲] ”کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟ بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔“ قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرنے کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج: ۵ تا ۷] ”اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تا کہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تا کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤٩ تا ٥١] ''اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا، جسے اس نے تمام زمین سے جمع فرمایا تھا۔ چنانچہ آدم کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے (مختلف) ہوئی ہے، کئی سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ ہیں اور کئی ان کے بین بین، کئی نرم خو ہیں اور کئی سخت طبیعت، کئی بری طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور کئی اچھی اور عمدہ طبیعت والے۔'' [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی القدر : ٤٦٩٣۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب من سورۃ البقرۃ : ٢٩٥٥۔ مسند أحمد : ٤٠٠/٤، ح : ١٩٦٠١]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک (بطور نطفہ) اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع کیا جاتا ہے، پھر چالیس دن تک وہ جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیتا ہے، یعنی اس کے اعمال، اس کی روزی، اس کی عمر اور اس کا نیک بخت یا بد بخت ہونا، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے، پھر تم میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو ساری عمر نیک کام کرتا رہتا ہے اور جنت اس سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر رہ جاتی ہے، پھر تقدیر کا لکھا

www.sirat-e-mustaqeem.com

غالب آ جاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا کام کر بیٹھتا ہے (اور دوزخ میں جاتا ہے) اور کوئی بندہ ساری عمر برے کام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ دوزخ اس سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر رہ جاتی ہے کہ پھر تقدیر کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور وہ جنتیوں کے کام کرتا ہے (اور جنت میں جاتا ہے)۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ : ۳۲۰۸۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ۲٦٤۳]

سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نطفے کو رحم میں چالیس یا پینتالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب! یہ نیک ہوگا یا بد؟ (تو ان دونوں کے بارے میں جو جواب ملتا ہے) وہ لکھ لیا جاتا ہے، پھر پوچھتا ہے، اے میرے رب! یہ مرد ہوگا یا عورت؟ (تو ان دونوں کے بارے میں جو پروردگار کہتا ہے) وہ لکھ لیا جاتا ہے، پھر اس کا عمل، اس کی عمر، اس کی موت اور اس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے، پھر وہ کتاب لپیٹ دی جاتی ہے، تو اس کے بعد اس میں نہ کسی چیز کا اضافہ کیا جاتا ہے اور نہ کمی کی جاتی ہے۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ۲٦٤٤]

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم کبھی مخلوق سے غافل نہیں۔''

قرآن کریم عام طور پر انسانوں کی پیدائش کا ذکر کرنے کے بعد آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا ذکر کرتا ہے، اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں، اسی لیے تو سارے عالم کا نظام بحسن وخوبی چل رہا ہے، ورنہ فساد برپا ہو جاتا اور ہر چیز تباہ و برباد ہو جاتی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ : ''سَبْعَ طَرَآئِقَ'' سے مراد سات آسمان ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ۝ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴾ [الملك : ۲، ۳] ''وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ [الطلاق : ۱۲] ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ [الملك : ۱۳، ۱۴] ”اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا اسے بلند آواز سے کرو (برابر ہے)، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے، کامل خبر رکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الحديد : ۳ تا ۵] ”وہی سب سے پہلے ہے اور سب سے پیچھے ہے اور ظاہر ہے اور چھپا ہوا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمھارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖۗ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝۱۸

”اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ کچھ پانی اتارا، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور یقیناً ہم اسے کسی بھی طرح لے جانے پر ضرور قادر ہیں۔“

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم آسمان سے انسانوں کی ضرورت کے مطابق بارش نازل کرتے ہیں، پھر اسے زمین کی تہوں میں ٹھہرا دیتے ہیں اور حسبِ ضرورت و حکمت چشموں کے ذریعے سے اسے اوپر لاتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ﴾ [الزمر : ۲۱] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں چلایا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا ﴾ [الرعد : ۱۷] ”اس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا تو کئی نالے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہ نکلے۔“

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ ہم جب چاہیں اس پانی کو ختم کر دیں، لہٰذا یہ عظیم نعمت انسان سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ شکر ادا کرتے رہیں اور ڈرتے رہیں کہ اگر شکر ادا نہ کیا تو نعمت چھن سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴾ [الملك : ۳۰] ”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تمھارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا پانی لائے گا؟“ اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝۶۸

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝۶۹ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾ [الواقعة : ٦٨ تا ٧٠] ''پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اسے سخت نمکین بنا دیں، پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟''

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۱۹ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝۲۰

''پھر ہم نے تمھارے لیے اس کے ساتھ کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ پیدا کیے، تمھارے لیے ان میں بہت سے لذیذ پھل ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور وہ درخت بھی جو طور سینا سے نکلتا ہے، تیل لے کر اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی۔''

فرمایا کہ ہم نے اس پانی کے ذریعے سے تمھارے لیے پھلوں کے باغات پیدا کیے، جن میں مختلف ذائقے اور رنگ کے پھل ہوتے ہیں اور انھی پھلوں میں سے لوگ کھاتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ ہم نے ایک اور درخت پیدا کیا ہے جو طور سینا کے اردگرد کے علاقوں میں کثرت سے ہوتا ہے، یعنی زیتون کا درخت، جس سے تیل نکلتا ہے اور جسے کھانے والے سالن کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ﴾ [والتین : ۱، ۲] ''قسم ہے انجیر کی! اور زیتون کی! اور طور سینین کی!''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کو سالن بناؤ اور بطور تیل استعمال کرو کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔'' [ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب الزيت : ۳۳۱۹۔ ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی أکل الزيت : ۱۸۵۱]

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۱ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝۲۲ ع

''اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم تمھیں اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے، پلاتے ہیں اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔''

چوپائے بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں اور ان میں انسان کے لیے بڑی عبرت آموز باتیں ہیں۔ انسان ان کی خلقت، ان کی زندگی اور ان سے حاصل ہونے والے منافع پر غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لے آتا ہے۔ گوبر اور خون کے درمیان سے گزرتا ہوا جو دودھ جانوروں کے پیٹ سے نکلتا ہے انسان اسے پیتا ہے، ان کا گوشت کھاتا ہے، ان کے بال اور اون سے جو کپڑے تیار ہوتے ہیں انھیں پہنتا ہے۔ ان پر سواری کرتا ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور ان پر بوجھ لاد کر دور دراز شہروں تک جانے کے لیے بری راستے طے کرتا ہے اور بحری راستوں کے لیے کشتیاں استعمال کرتا ہے۔ یہ تمام نعمتیں انسانوں سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں، اس کے احسانات کو یاد کریں، اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا : ''پیٹوں میں جو کچھ ہے'' اس سے مراد گوبر اور خون ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴾ [النحل : ٦٦] ''اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، گوبر اور خون کے درمیان سے تمھیں خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔''

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ٥ تا ٨] ''اور چوپائے، اس نے انھیں پیدا کیا، تمھارے لیے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں ایک جمال ہے، جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔ اور وہ تمھارے بوجھ اس شہر تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جس میں تم کبھی پہنچنے والے نہ تھے، مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ، بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔''

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ١٤ تا ١٧] ''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔ اور علامتیں (بنائیں) اور ستاروں کے ساتھ وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے، اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا؟ پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ
يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ
هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ تو اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ نہیں ہے مگر تمھارے جیسا ایک بشر، جو چاہتا ہے کہ تم پر برتری حاصل کر لے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور کوئی فرشتے اتار دیتا، ہم نے یہ اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا۔ یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جسے ایک جنون ہے، سو ایک وقت تک اس کے بارے میں انتظار کرو۔“

نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے اب کچھ انبیاء و رسل علیہم السلام کے واقعات بیان کیے جا رہے ہیں، جن کی بعثت کا مقصد بنی نوع انسان کو توحیدِ باری تعالیٰ کی دعوت دینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے رسول! ہم نے آپ سے پہلے نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا تو ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی، جس طرح آج آپ کی قوم آپ کے ساتھ کر رہی ہے۔ انھوں نے اللہ کے امر کی مخالفت کی اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہرایا تو اللہ نے ان سے اپنا اور اپنے رسول کا انتقام لے لیا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ بناؤ، اس لیے کہ اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں ہے، تم جو اس کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کرتے ہو تو کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا کہ اس کا غضب تم پر نازل ہو جائے؟ یہ سن کر سردارانِ قوم نے، جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی، اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ (نوح) تو تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہے، چاہتا ہے کہ تمھارا سردار بن بیٹھے، اسی لیے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر آسمان سے وحی آتی ہے۔ اگر اللہ اپنا پیغمبر بھیجنا چاہتا تو آسمان سے فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم نے نہیں سنا کہ گزشتہ قوموں کے پاس اللہ نے کسی انسان کو اپنا نبی بنا کر بھیجا ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ اس آدمی کو جنون لاحق ہو گیا ہے۔ اس لیے لوگو! ہمیں انتظار کرنا چاہیے، ممکن ہے کہ اس کا جنون زائل ہو جائے، یا اسے موت آ جائے اور ہمیں اس سے نجات مل جائے۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا
جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ
أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾
وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِن كُنَّا
لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾

''اس نے کہا اے میرے رب! میری مدد کر، اس لیے کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ تو ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا، پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس میں داخل کر لے، مگر ان میں سے وہ جس پر پہلے بات طے ہو چکی اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا ہے، وہ یقیناً غرق کیے جانے والے ہیں۔ پھر جب تو اور جو تیرے ساتھ ہیں، کشتی پر چڑھ جاؤ تو کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی۔ اور تو کہہ اے میرے رب! مجھے اتار، ایسا اتارنا جو بابرکت ہو اور تو سب اتارنے والوں سے بہتر ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ہم یقیناً آزمانے والے تھے۔''

نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے اور اس راہ کی ہر اذیت برداشت کرتے رہے، لیکن ان کی قوم کی سرکشی بڑھتی گئی۔ بالآخر انھوں نے اپنے رب سے دعا مانگی اور کہا، اے میرے رب! اب تو میری مدد کر اور ان کی جانب سے میری مسلسل تکذیب کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ میری نگرانی میں اور میری تعلیمات کے مطابق کشتی بنائیے اور جب تنور سے پانی ابلنے لگے تو تمام حیوانات کے مذکر و مؤنث جوڑے کشتی میں ڈال لیجیے، سوائے ان کے جن کا ہلاک ہو جانا مقدر ہو چکا ہے (جیسے ان کا بیٹا اور ان کی بیوی) اور عذاب دیکھنے کے بعد آپ کو ان ظالموں پر رحم نہ آ جائے اور یہ نہ سوچیے کہ اب اگر عذاب ٹل جائے تو شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں۔ اس لیے کہ میرا یہ فیصلہ ہے کہ انھیں کفر و سرکشی کی حالت ہی میں ڈوب جانا ہے۔ جب آپ اور دیگر اہل ایمان کشتی پر سوار ہو جائیں تو اللہ کا شکر بجا لائیے کہ اس نے آپ لوگوں کو ظالموں سے نجات دے دی اور گریہ و زاری کے ساتھ دعا کیجیے کہ اے میرے رب! مجھے کسی مبارک جگہ اتار دے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں اور ہم اپنے بندوں کو خیر و شر کے ذریعے سے اس لیے آزماتے ہیں کہ کافر و مومن اور عاصی و مطیع کا فرق واضح ہو جائے۔

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٣١﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ع لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ
الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ
وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ
اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ
اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ
نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

”پھر ان کے بعد ہم نے اور زمانے کے لوگ پیدا کیے۔ پھر ان میں انھی سے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنھوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انھیں دنیا کی زندگی میں خوشحال رکھا تھا، کہا یہ نہیں ہے مگر تمھارے جیسا ایک بشر، جو اس میں سے کھاتا ہے جس میں سے تم کھاتے ہو اور اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اور بلاشبہ اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کا کہنا مان لیا تو یقیناً تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو گے۔ کیا یہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو تم یقیناً نکالے جانے والے ہو۔ دوری ہے، دوری ہے اس کے لیے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری اس دنیا کی زندگی، ہم (یہیں) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جس نے اللہ پر ایک جھوٹ گھڑ لیا ہے اور ہم ہرگز اسے ماننے والے نہیں ہیں۔ اس نے کہا اے میرے رب! میری مدد کر، اس کے بدلے کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ فرمایا بہت تھوڑی مدت ہی میں یہ ضرور پشیمان ہو جائیں گے۔ تو انھیں چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا۔ پس ہم نے انھیں کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ سو ظالم لوگوں کے لیے دوری ہو۔“

”قَرْنًا اٰخَرِيْنَ“ سے مراد قوم عاد یا قوم ثمود ہے، اس لیے کہ یہاں بتایا گیا ہے کہ اس قوم کو چیخ کے ذریعے سے ہلاک کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انھی کے ایک فرد کو اپنا رسول بنا کر ان کے پاس بھیجا، جس نے انھیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، اس لیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور کہا کہ تم جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہو تو کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا کہ اس کا غضب تم پر نازل ہو جائے؟ تو سردارانِ قوم، جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی اور روز محشر میں اللہ کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کیا تھا اور جو دنیا کے ناز و نعم میں مست تھے، انھوں نے کہا کہ یہ (ہود

www.sirat-e-mustaqeem.com

یا صالح) تو تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہے، تمھاری ہی طرح کھاتا پیتا ہے، پھر تم لوگ کیسے راضی ہو جاؤ گے کہ وہ تمھارا سردار بن بیٹھے؟ اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک آدمی کی اطاعت قبول کر لی تو اپنی عزت کھو بیٹھو گے اور بڑے خسارے میں رہو گے۔ پھر انھوں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا، اس کی یہ بات کتنی تعجب خیز ہے کہ جب تم لوگ مر کر مٹی بن جاؤ گے اور صرف تمھاری ہڈیاں رہ جائیں گی تو دوبارہ تمھیں زندہ کیا جائے گا۔ یہ بڑی انہونی اور بعید از عقل بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری دنیاوی زندگی جب ختم ہو جائے گی تو ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ آدمی اللہ کے بارے میں جھوٹ بول رہا ہے کہ اللہ تمھیں دوبارہ زندہ کرے گا اور تمھارے اعمال کا حساب لے کر تمھیں جزا و سزا دے گا۔ اس لیے ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ جب انھوں نے اپنے پیغمبر کی کھلے عام تکذیب کر دی، اپنے کفر کا اعلان کر دیا اور اللہ کے نبی ان کی جانب سے بالکل ناامید ہو گئے تو بالآخر انھوں نے اپنے رب سے مدد مانگی اور کہا، اے میرے رب! اب تو میری مدد فرما اور ان کی جانب سے مسلسل میری تکذیب کی وجہ سے انھیں ہلاک فرما۔ اللہ نے ان سے کہا کہ کچھ ہی عرصے کے بعد یہ لوگ اپنے کفر و سرکشی پر نادم ہوں گے۔ چنانچہ ایک روح فرسا چیخ نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا جس کے وہ حق دار تھے۔ وہ سیلاب کے کیڑے مکوڑوں کی مانند حقیر ترین شے بن گئے اور ظالموں کا ان کے کفر و عناد اور اللہ کے رسول کی مخالفت کی وجہ سے ایسا صفایا ہو گیا کہ دنیا ان کے بدترین وجود ہی سے پاک ہو گئی۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ﴾: یعنی ان کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے چنگھاڑ نے انھیں آ پکڑا، ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ [القمر : ۳۱] ”بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔“ اور فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ۝۸۰ وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۙ۝۸۱ وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝۸۲ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ﴾ [الحجر : ۸۰ تا ۸۳] ”اور بلاشبہ یقیناً ”حجر“ والوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ اور ہم نے انھیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرنے والے تھے۔ اور وہ پہاڑوں سے مکان تراشتے تھے، اس حال میں کہ بے خوف تھے۔ پس انھیں صبح ہوتے ہی چیخ نے پکڑ لیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۙ۝۶۷ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ﴾ [هود : ۶۷، ۶۸] ”اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں رہے ہی نہ تھے۔ سن لو! بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔“

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۴۲ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۴۳

”پھر ان کے بعد ہم نے کئی اور زمانوں کے لوگ پیدا کیے۔ کوئی امت اپنے وقت سے نہ آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے

www.sirat-e-mustaqeem.com

رہتے ہیں۔‘‘

’’ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ‘‘ سے مراد صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کی قومیں ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ان سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ علم و قدرت کے اظہار کے لیے فرمایا کہ جس کافر قوم کی ہلاکت و بربادی کا جو وقت مقدر ہے، اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٣٤] ’’اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں۔‘‘

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

’’پھر ہم نے اپنے رسول پے در پے بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انھوں نے اسے جھٹلا دیا، تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور انھیں کہانیاں بنا دیا۔ سو دوری ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قوموں کے پاس انبیاء و رسل مسلسل بھیجتا رہا، لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر لوگ ان انبیاء کی تکذیب کرتے رہے، جس کے نتیجے میں ہم پے در پے انھیں ہلاک کرتے رہے، یہاں تک کہ دنیا ان کے وجود سے پاک ہو گئی اور آنے والی نسلوں کے لیے ان کے عبرت ناک قصے رہ گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚ ۝ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٣٧ تا ٣٩] ’’اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ﴾ [النحل : ٣٦] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔‘‘

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ىِٕهٖ

www.sirat-e-mustaqeem.com

فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾
فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔ تو انھوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ ان کے لوگ ہمارے غلام ہیں۔ تو انھوں نے دونوں کو جھٹلا دیا تو وہ ہلاک کیے گئے لوگوں میں سے ہو گئے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، تاکہ وہ (لوگ) ہدایت پائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو معجزات، دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا، مگر فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی اطاعت و اتباع سے انکار کر دیا اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی بات کیسے تسلیم کر لیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرعون، اس کے سرداروں اور اس کی ساری قوم کو ایک ہی دن ہلاک کر دیا تھا۔ مزید فرمایا کہ فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت اور ان کی غلامی سے بنی اسرائیل کی آزادی کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی، تاکہ بنی اسرائیل اس پر عمل کر کے رضائے الٰہی کی راہ پر گامزن رہیں۔

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ : جو لوگ ایمان لا کر سرکشی کرتے رہے ان پر بھی آسمان سے عذاب نازل ہوا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶۲] ''تو ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، انھوں نے بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان پر آسمان سے ایک عذاب بھیجا، اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔'' کبھی وہ بندر بنا دیے گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶۶] ''پھر جب وہ اس بات میں حد سے بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔'' کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ذریعے سے ان پر عذاب بھیجا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَضَيْنَاۤ اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۴، ۵] ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ بے شک تم زمین میں ضرور دو بار فساد کرو گے اور بے شک تم ضرور سرکشی کرو گے، بہت بڑی سرکشی۔ پھر جب ان دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے کچھ بندے بھیجے، پس وہ گھروں کے اندر گھس گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو (پورا) کیا ہوا تھا۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع۳

’’اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو عظیم نشانی بنایا اور دونوں کو ایک بلند زمین کی طرف جگہ دی، جو رہنے کے لائق اور بہتے پانی والی تھی۔‘‘

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی نشانی ہے کہ بغیر باپ کے نطفہ کے ان کی ماں مریم علیہا السلام کے رحم میں ان کا حمل قرار پا گیا۔ انسانی قدرت سے بالاتر یہ واقعہ بنی نوع انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ ؕ

’’اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں کو حکم دیا تھا کہ وہ حلال کھائیں اور اعمال صالحہ بجا لائیں۔ یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ اکل حلال عمل صالح کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔ تمام انبیائے کرام نے اس ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل فرمائی۔ قول و عمل اور نصیحت و راہنمائی کے اعتبار سے انھوں نے ہر خیر و بھلائی کو پیش نظر رکھا تھا۔

اس آیت کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کو پاکیزہ چیزیں کھانی چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اپنے تمام رسولوں کو دیا تھا اور جو حکم رسولوں کو دیا تھا وہی عام انسانوں کے لیے بھی واجب التعمیل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک مال ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا جو رسولوں کو دیا، فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [المؤمنون : ۵۱] ’’اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۲] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔‘‘ پھر آپ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں، (آپ نے فرمایا): ’’وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ کھانا اس کا حرام ہے، پینا اس کا حرام ہے، لباس اس کا حرام ہے اور حرام غذا سے اس کی پرورش ہوئی ہے، تو ایسی حالت میں اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟‘‘ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتھا : ۱۰۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کا کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔‘‘ لوگوں نے پوچھا، کیا آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ’’ہاں! میں بھی چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھا۔“ [بخاری، کتاب الإجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط : ۲۲۶۲]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ قیام بھی داؤد علیہ السلام کا قیام ہے، وہ آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات نماز تہجد پڑھتے اور پھر چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور اگلے دن نہیں رکھتے تھے اور آپ میدان جنگ سے کبھی پیٹھ نہ دکھاتے۔“ [مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر ...... الخ : ۱۸۷، ۱۸۹/ ۱۱۵۹۔ بخاری، کتاب التھجد، باب من نام عند السحر : ۱۱۳۱]

سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انسان کے لیے بہترین اور پاک کھانا وہی ہے جو وہ اپنے ہاتھ کی (حلال) کمائی سے کھائے اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔“ [بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ : ۲۰۷۲]

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾

”اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ پھر وہ اپنے معاملے میں آپس میں کئی گروہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر گروہ کے لوگ اسی پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔ سو تو انھیں ایک وقت تک ان کی غفلت میں رہنے دے۔“

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے یہ بھی کہا کہ آپ سب کا دین ایک ہی ہے، وہ یہ ہے کہ لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ۱۹] ”بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“ اور فرمایا کہ تمام بنی نوع انسان کا رب بھی صرف میں ہوں، اس لیے اگر انھوں نے میری وحدانیت کا انکار کر کے میرے ساتھ غیروں کو عبادت میں شریک بنایا، تو پھر انھیں میرے عقاب و عذاب کا انتظار کرنا چاہیے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام انبیاء کو ایک ہی دین دے کر بھیجا، لیکن انبیاء کے گزر جانے کے بعد لوگ مختلف جماعتوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔ پہلے تو یہود و نصاریٰ بنے، پھر ہر ایک کے بیسیوں فرقے بن گئے۔ اسی طرح جن لوگوں نے شرک کی راہ اختیار کی، ان کی بھی مختلف جماعتیں بنتی چلی گئیں۔ ہر جماعت بزعم خود خوش ہوتی رہی کہ وہی حق پر ہے اور دوسری جماعتیں گمراہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ انھیں ضلالت و گمراہی میں یونہی غلطاں و پیچاں چھوڑ دیجیے۔ ان کے اندر حق قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اگر ان پر عذاب نازل نہیں ہوتا تو تنگ دل نہ ہوئیے، کیونکہ اللہ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

رُوَيۡدًا﴾ [الطارق : ۱۷] ”سو کافروں کو مہلت دے، مہلت دے انھیں تھوڑی سی مہلت“ اور فرمایا: ﴿ذَرۡهُمۡ يَأۡكُلُواْ وَيَتَمَتَّعُواْ وَيُلۡهِهِمُ ٱلۡأَمَلُ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُونَ﴾ [الحجر : ۳] ”انھیں چھوڑ دے، وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں اور انھیں امید غافل رکھے، پھر جلدی جان لیں گے۔“

أَيَحۡسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِۦ مِن مَّالٖ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِي ٱلۡخَيۡرَٰتِۚ بَل لَّا يَشۡعُرُونَ ۝

”کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔“

فرمایا کہ ہم جو کافروں کے مال اور اولاد میں بڑھاوا دے رہے ہیں، تو کیا وہ اس خوش فہمی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہم انھیں خیرات و برکات سے نوازنے میں جلدی کر رہے ہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ وہ جانوروں کی مانند عقل و شعور سے عاری ہیں۔ اسی لیے تو وہ سمجھ نہیں پا رہے ہیں کہ درحقیقت ان کے لیے ڈھیل دی گئی ہے، تاکہ گناہوں کی طرف مزید پیش قدمی کرتے چلے جائیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿فَلَا تُعۡجِبۡكَ أَمۡوَٰلُهُمۡ وَلَآ أَوۡلَٰدُهُمۡۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ أَنفُسُهُمۡ وَهُمۡ كَٰفِرُونَ﴾ [التوبة : ۵۵] ”سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ذَرۡنِي وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيدٗا ۝ وَجَعَلۡتُ لَهُۥ مَالٗا مَّمۡدُودٗا ۝ وَبَنِينَ شُهُودٗا ۝ وَمَهَّدتُّ لَهُۥ تَمۡهِيدٗا ۝ ثُمَّ يَطۡمَعُ أَنۡ أَزِيدَ ۝ كَلَّآۖ إِنَّهُۥ كَانَ لِأٓيَٰتِنَا عَنِيدٗا﴾ [المدثر : ۱۱ تا ۱۶] ”چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اسے لمبا چوڑا مال عطا کیا۔ اور حاضر رہنے والے بیٹے (عطا کیے)۔ اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح تیار کرنا۔ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات کا سخت مخالف رہا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَآ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَلَآ أَوۡلَٰدُكُم بِٱلَّتِي تُقَرِّبُكُمۡ عِندَنَا زُلۡفَىٰٓ إِلَّا مَنۡ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا فَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ جَزَآءُ ٱلضِّعۡفِ بِمَا عَمِلُواْ وَهُمۡ فِي ٱلۡغُرُفَٰتِ ءَامِنُونَ﴾ [سبا : ۳۷] ”اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔“

إِنَّ ٱلَّذِينَ هُم مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِم مُّشۡفِقُونَ ۝ وَٱلَّذِينَ هُم بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُونَ ۝ وَٱلَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمۡ لَا يُشۡرِكُونَ ۝ وَٱلَّذِينَ يُؤۡتُونَ مَآ ءَاتَواْ وَّقُلُوبُهُمۡ وَجِلَةٌ أَنَّهُمۡ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ رَٰجِعُونَ ۝ أُوْلَٰٓئِكَ يُسَٰرِعُونَ فِي ٱلۡخَيۡرَٰتِ وَهُمۡ لَهَا سَٰبِقُونَ ۝

www.sirat-e-mustaqeem.com

”بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔“

کافروں کے برعکس اللہ کی جانب سے خیرات و برکات کے حق دار وہ ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل چار صفات سے متصف ہوتے ہیں، پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے عذاب کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں، دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی آیتوں اور دلیلوں پر ایمان رکھتے ہیں، تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں بناتے اور چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے خائف رہتے ہیں کہ معلوم نہیں صدقہ قبول ہوگا بھی یا نہیں۔ انھیں یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ قیامت کے دن انھیں اللہ کے عذاب سے کیسے چھٹکارا ملے گا؟ آخر میں فرمایا کہ یہی لوگ درحقیقت ہر خیر و برکت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴾ [النور : ٣٦، ٣٧] ”ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔ وہ مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔“ قیامت سے ڈرنے والوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴾ [الدھر : ٧ تا ١١] ”جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔“

وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ : یعنی وہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی ڈرتے بھی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا دیا ہوا قبول ہی نہ ہو، کیونکہ انھیں خدشہ رہتا ہے کہ شاید انھوں نے دینے کی شرائط کو پورا ہی نہ کیا ہو اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور احتیاط کی وجہ سے ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٦٠] ''اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا، کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اے صدیق کی بیٹی! یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس کے باوجود ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نیکیاں قبول نہ ہوں۔'' اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٦١] ''یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المؤمنون : ۳۱۷۵۔ مسند أحمد : ۲۰۵/۶، ح : ۲۵۷٦۰]

وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ لَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

''اور ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی وسعت کے مطابق اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے دنیا میں اپنے بندوں کے لیے جو شریعت مقرر فرما رکھی ہے، وہ مبنی بر عدل ہے اور وہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا کہ جسے برداشت کرنے اور جس کے مطابق عمل کرنے کا اسے مقدور ہی نہ ہو۔ اس کے بعد اللہ نے بھلائی کی طرف سبقت کرنے والوں کو بتایا کہ ان کے اعمال ایک ایسی کتاب میں لکھے جا رہے ہیں جو کسی بھی نیکی یا بدی کو ضائع نہیں ہونے دیتی۔ اس لیے ان کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی، بلکہ ان نیکیوں کا انھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک دین آسان ہے اور دین میں جو کوئی سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا (اس کی سختی نہ چل سکے گی)، اس لیے اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو اور (جہاں تک ممکن ہو) میانہ روی کی چال چلو (اور ثواب کی امید رکھو) اور خوش رہو اور صبح کی عبادت، شام کی عبادت اور آخر رات کی عبادت سے مدد حاصل کرو۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب الدین یسر : ۳۹]

وَ لَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ : یعنی کتابِ اعمال، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۲۸، ۲۹] ''اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے

www.sirat-e-mustaqeem.com

گی، آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔“

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

”بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے لیے اس کے سوا کئی کام ہیں، وہ انھی کو کرنے والے ہیں۔“

یہاں سے روئے سخن کفار کی طرف پھیر دیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں میں بھلائی کی طرف سبقت کرنے والے مومنوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، ان سے یہ کفار کوسوں دور ہیں اور ان کے دلوں پر غفلت طاری ہے اور کفر و شرک کے علاوہ بھی انھوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، جو ان کے نامۂ اعمال میں درج ہیں اور یہ سارے اعمال انھیں جہنم تک پہنچا کر رہیں گے۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا : یعنی ان کے دل اس قرآن کی طرف سے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے، غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴾ [ق : ٢٠ تا ٢٢] ”اور صور میں پھونکا جائے گا، یہی عذاب کے وعدے کا دن ہے۔ اور ہر شخص آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً تو اس سے بڑی غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٩٧] ”اور سچا وعدہ بالکل قریب آجائے گا تو اچانک یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی جنھوں نے کفر کیا۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔“

وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ : یعنی کچھ دیگر اعمال بھی ان کے مقدر میں لکھ دیے گئے ہیں، جنھیں یہ اپنی موت سے پہلے ضرور انجام دیں گے، تاکہ عذاب کے مستحق قرار پا سکیں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، مگر کتاب اس سے سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل دوزخ کا سا کوئی عمل کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔“ [مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه …… الخ : ٢٦٤٣۔ بخاري، كتاب القدر، باب : ٦٥٩٤]

حَتّٰى اِذَا اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ

www.sirat-e-mustaqeem.com

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

”یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے۔ آج مت بلبلاؤ، بے شک تم کو ہماری طرف سے مدد نہ دی جائے گی۔ بے شک میری آیات تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے۔ تکبر کرتے ہوئے، رات کو باتیں کرتے ہوئے اسی کے بارے میں بے ہودہ گوئی کرتے تھے۔“

جن کفار مکہ کو اللہ تعالیٰ نے مال و اولاد سے نوازا تھا اور ان کی رسی ڈھیلی کر دی تھی کہ کفر و شرک میں تیزی سے آگے بڑھتے چلے جائیں، جب میدانِ بدر میں اللہ نے ان کی گرفت کی اور قید و بند اور قتل کی صورت میں اس کا عذاب ان پر مسلط ہو گیا، یا جب رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجہ سے اللہ نے انھیں قحط سالی میں مبتلا کر دیا، تو چیخ پکار کرنے لگے۔ اس وقت اللہ نے ان سے کہا کہ اب چیخ پکار کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اب ہمارے عذاب سے نجات دلانے کے لیے تمھارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ جب میری آیتیں تمھارے سامنے پڑھی جاتی تھیں اور کہا جاتا تھا کہ ان سے نصیحت حاصل کرو تو تم منہ موڑ کر چل دیتے تھے اور اس غرور میں مبتلا تھے کہ تم لوگ اہل حرم ہو، بھلا تم پر کون غالب آ سکتا ہے؟ اور خانہ کعبہ کے گرد اپنی راتوں کی مجلس میں قرآن میں عیب نکالتے تھے، کبھی اسے جادو بتاتے تھے تو کبھی شعر، یوں اس کتاب سے سرکشی کرتے اور باتیں بناتے ہوئے بے ہودہ گوئی کرتے تھے۔ ان کی اس بے ہودہ گوئی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۲۶] ”اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تاکہ تم غالب رہو۔“ اور فرمایا: ﴿ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۲ تا ۵] ”ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اس حال میں کہ ان کے دل غافل ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خفیہ سرگوشی کی جنھوں نے ظلم کیا تھا، یہ تم جیسے ایک بشر کے سوا ہے کیا؟ تو کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا میرا رب آسمان و زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بلکہ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے (رسول) بھیجے گئے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [الصافات : ۳۵، ۳۶] ”بے شک وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟''

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُم مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٠﴾

''تو کیا انھوں نے بات میں خوب غور نہیں کیا، یا ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی۔ یا انھوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا تو وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ یا کہتے ہیں کہ اسے کوئی جنون ہے، بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو برا جاننے والے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول کے بعد اہل قریش کا کفر پر اصرار قابل حیرت امر تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی زجر و توبیخ کی ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے قرآن میں صدق دل سے غور و فکر کیوں نہیں کیا، تاکہ یہ بات ان پر آشکارا ہو جاتی کہ یہ اللہ کی سچی کتاب ہے اور جن پر نازل ہوئی ہے وہ اس کے سچے رسول ہیں۔ ان کی یہ بات بھی قابل ملامت ہے کہ انھوں نے قرآن اور عقیدۂ توحید کا اس لیے انکار کر دیا کہ یہ ان کے آبا و اجداد کا عقیدہ نہیں تھا اور ان کی یہ بات بھی قابل حیرت ہے کہ جس آدمی کو انھوں نے بچپن سے جانا پہچانا، زندگی بھر جس کی صداقت و امانت کی گواہی دی، جب انھوں نے اسلام کی دعوت پیش کی تو ان کے ساتھ ایسا کرنے لگے، جیسے پہلے سے ان کے اخلاق و کردار کو جانتے ہی نہیں تھے۔ اس سے بھی گھناؤنی بات ان کا یہ بہتان ہے کہ محمد (ﷺ) کو جنون لاحق ہو گیا ہے، حالانکہ تمام کفار مکہ جانتے تھے کہ محمد ﷺ ان میں سب سے زیادہ عقل مند اور سنجیدہ آدمی ہیں۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد کہا، بات دراصل یہ ہے کہ کفار خوب جانتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد (ﷺ) ان سب سے زیادہ صادق و امین اور عاقل و سمجھدار انسان ہیں اور جس دین کی طرف وہ انھیں بلا رہے ہیں وہ دین برحق ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ اپنے کبر و نخوت اور کفر و سرکشی کی وجہ سے اس کا انکار کر رہے ہیں۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ ﴿٧١﴾

''اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں، بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت لے کر آئے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔''

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر وضلالت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر دین اسلام ان کی خواہشات کے مطابق ہوتا، تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا اور آسمان اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات خواہشات نفس کی اتباع اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتیں۔ اس کے بعد بیان کیا ہے کہ قرآن اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے اور انھی میں سے ایک فرد پر نازل ہوا ہے، یہ بات ان کے لیے باعث فخر و عزت تھی، لیکن انھوں نے اپنے کبر و نخوت کی وجہ سے اس سے منہ موڑ لیا ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ: یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان کے نفسوں کی خواہشوں کے پیچھے چلے اور ان کی خواہشوں کے مطابق احکام شریعت نازل فرمائے تو آسمان و زمین اور جو ان میں ہیں وہ سب ان کی غلط خواہشات کی وجہ سے درہم برہم ہو جائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۰] ”اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ۳۱] ”اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۱] ”اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی اور لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۲۲] ”اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝ الربع

”یا تو ان سے کسی آمدنی کا مطالبہ کرتا ہے تو تیرے رب کی آمدنی بہتر ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ اور بے شک تو یقیناً انھیں سیدھے راستے کی طرف بلاتا ہے۔ اور بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، یقیناً اصل راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔“

کفار مکہ کی حالت پر مزید تعجب کیا گیا ہے کہ آپ ان سے تبلیغ اسلام کا کوئی معاوضہ بھی تو نہیں مانگتے ہیں کہ ان پر یہ بات گراں گزر رہی ہے۔ آپ کو تو آپ کے رب کی طرف سے جو روزی مل رہی ہے اور آخرت میں جو اجر و ثواب ملے گا

www.sirat-e-mustaqeem.com

وہ ہر چیز سے بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ آپ تو انھیں اس راہ کی طرف بلا رہے ہیں جو بالکل سیدھی راہ ہے، اس میں کوئی کجی نہیں ہے، یعنی آپ انھیں دین اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس لیے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ آپ کا احسان مانتے اور اسے فوراً قبول کر لیتے، لیکن چونکہ وہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اس لیے اس دین کو قبول کرنے سے اعراض کر رہے ہیں۔

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾

''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور انھیں جو بھی تکلیف لاحق ہے دور کر دیں تو بھی وہ یقیناً اپنی سرکشی میں اصرار کریں گے، اس حال میں کہ بھٹک رہے ہوں گے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا، پھر بھی وہ نہ اپنے رب کے آگے جھکے اور نہ عاجزی اختیار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب والا کوئی دروازہ کھولا، اچانک وہ اس میں نا امید تھے۔''

اہل قریش کے کفر وطغیان پر مزید نکیر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ ان کا باطن اس قدر سیاہ ہو چکا ہے کہ اگر ہم ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے بھوک اور قحط سالی کی تکلیف کو دور بھی کر دیں، تو بھٹکتے پھریں گے اور ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کا عملی تجربہ بھی ہو چکا ہے کہ ہم نے انھیں بھوک اور قحط سالی میں مبتلا کیا اور میدانِ بدر میں ان میں سے بہت سے قتل کیے گئے اور جو باقی رہے وہ پابند سلاسل کر لیے گئے، لیکن انھیں اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکتے اور گریہ وزاری کرتے، بلکہ اپنے کفر پر اکڑے رہے۔ چنانچہ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی، تو ہم نے ان کے سامنے شدید عذاب کا ایک دروازہ کھول دیا جس کی سختیوں نے انھیں بھیانک یاس و ناامیدی میں مبتلا کر دیا۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ : عذاب سے مراد یہاں وہ شکست ہے جو جنگ بدر میں کفارِ مکہ کو ہوئی، جس میں ان کے ستر (۷۰) آدمی مارے گئے، یا وہ قحط سالی کا عذاب ہے جو نبی اکرم ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں ان پر آیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ کافر قوم اگر سرکشی کرتی ہے اور ایمان نہیں لاتی تو وہ پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتا ہے، تاکہ ان عذابوں کو دیکھ کر وہ سنبھل جائیں اور ایمان لے آئیں، لیکن جب وہ چھوٹے عذابوں کا کوئی اثر نہیں لیتے، بدستور سرکشی پر قائم رہتے ہیں تو یکایک بڑا عذاب بھیج کر ان سب کو تباہ کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۴، ۹۵] ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا،

www.sirat-e-mustaqeem.com

تا کہ وہ گڑ گڑائیں۔ پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل کر دے دی، یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انھوں نے کہا یہ تکلیف اور خوشی تو ہمارے باپ دادا کو (بھی) پہنچی تھی۔ تو ہم نے انھیں اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش (کسی طرح بھی) آپ کی بات نہیں سنتے تو آپ نے یہ دعا کی: « اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ » ''اے اللہ! یوسف کے زمانے کے سات سالہ قحط کی طرح ان پر سات سال کا قحط بھیج کر میری مدد فرما۔'' اس پر وہ قحط میں مبتلا ہو گئے اور قحط نے ہر چیز کو تباہ کر دیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ ہڈیاں، مردار اور چمڑے تک کھا گئے۔ (بھوک اور نقاہت کی وجہ سے انھیں محسوس ہوتا کہ) دھویں کے مثل کوئی چیز زمین سے نکلنے لگی ہے۔ چنانچہ ابوسفیان آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ان سے یہ قحط ختم کر دے۔ آپ نے درخواست منظور فرمالی اور دعا فرمائی (تو قحط ختم ہو گیا)، لیکن وہ اس کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ثم تولوا عنه و قالوا معلم مجنون ﴾ : ٤٨٢٤]

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾

''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر یقیناً قادر ہے، اس لیے کہ اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ اس نے انسانوں کے مٹی سے بنے اجسام میں سننے اور دیکھنے کی صلاحیت پیدا کی ہے، گوشت کا ایک لوتھڑا پیدا کیا جسے دل کہا جاتا ہے اور جس میں سوچنے اور سمجھنے کی قدرت رکھی ہے۔ ان نعمتوں سے مومن و کافر بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، لیکن مشرکین ان کا شکر ادا نہیں کرتے، کیونکہ شکر کا عملی تقاضا یہ تھا کہ وہ ایمان لے آتے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اس نے انسانوں کو پہلی بار بغیر کسی سابق نمونے کے پیدا کیا اور نظام تناسل کے ذریعے سے ان کی نسل کو بڑھا کر اسے چہار دانگ عالم میں پھیلا دیا اور جب قیامت آئے گی تو جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ یقیناً انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

وَ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

''اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے قبضہ میں رات اور دن کا بدلنا ہے، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟ بلکہ انھوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے کہا جیسے پہلوں نے کہا تھا۔ انھوں نے کہا کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو یہی وعدہ دیا گیا۔ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہی پانی کے ایک قطرے کو لوتھڑے میں تبدیل کرتا ہے، پھر خون کے لوتھڑے میں روح پھونکتا ہے اور مختلف اطوار سے گزار کر مکمل انسان کی شکل میں رحم مادر سے باہر نکالتا ہے اور وہی ہے جو لیل و نہار کو گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ ان تصرفات پر اس کے علاوہ کوئی دوسرا قادر نہیں ہے۔ تو اے اہل مکہ! تمھاری عقل میں اتنی سی بات بھی نہیں آتی کہ جس نے پہلی بار بغیر سابق نمونہ کے تمھیں پیدا کیا تھا، وہ یقیناً تمھیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جس کے دل کی آنکھ اندھی ہو اسے دلیل و برہان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اسی لیے تم نے تمام دلائل و براہین سننے کے باوجود گزشتہ منکرینِ آخرت کی طرح یہی کہا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری صرف ہڈیاں رہ جائیں گی، تو کیا ہم دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟ اس سے پہلے بھی ہم سے اور ہمارے آبا و اجداد سے ایسی بات کہی جاتی رہی ہے، لیکن اب تک تو کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ اس لیے یہ پرانی کتابوں کی کہانیاں ہیں جنھیں لوگ بیان کرتے آ رہے ہیں، حقیقت سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوبارہ پیدا کیے جانے کے متعلق کفارِ مکہ کے اشکالات کا اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ ذکر فرمایا ہے اور ان کو دندانِ شکن جواب دیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [یٰس: ۷۷ تا ۸۲] ’’اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔ اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ’’ہو جا‘‘ تو وہ ہو جاتی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

www.sirat-e-mustaqeem.com

ءَ اِذَا مِتۡنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۱۷﴾ قُلۡ نَعَمۡ وَ اَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ﴾ [الصافات : ۱۱ تا ۱۹] ''سوان سے پوچھ کیا یہ پیدا کرنے کے اعتبار سے زیادہ مشکل ہیں، یا وہ جنھیں ہم نے پیدا کیا؟ بے شک ہم نے انھیں ایک چپکتے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔ بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو چکے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ کہہ دے ہاں! اور تم ذلیل ہو گے۔ سو وہ بس ایک ہی ڈانٹ ہوگی، تو یکا یک وہ دیکھ رہے ہوں گے۔''

قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۸۷﴾ قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ ﴿۸۹﴾

''کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟''

بعث بعد الموت کے عقیدے پر مزید دلائل بیان کیے جا رہے ہیں کہ اے میرے رسول! اگر آپ ان کافروں سے پوچھیں کہ زمین اور اس پر موجود تمام مخلوقات کا مالک کون ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے انھیں پیدا کیا ہے اور وہی ان کا مالک ہے۔ تو پھر آپ ان سے کہیے کہ تم اتنی بات کا ادراک نہیں کر پاتے ہو کہ جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ انھیں دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے اور اے میرے رسول! اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ ان کا رب ہے، پھر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم لوگ یہ جاننے کے باوجود اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتے ہو اور قرآن اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہو، تو کیا تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟ اور اے میرے رسول! اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ ہر چیز کا مالک کون ہے اور کس کے ہاتھ میں ہر چیز کا خزانہ ہے؟ کون ہے وہ جو جسے چاہتا ہے پناہ دیتا ہے اور کوئی نہیں جو اسے روک دے اور جسے وہ نقصان پہنچانا چاہے، کوئی نہیں جو

www.sirat-e-mustaqeem.com

اسے بچا لے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی ان باتوں پر قادر نہیں ہے۔ تو پھر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے کیوں دھوکا کھاتے ہو اور کیوں بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہو؟

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

”بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قول برحق کی خبر دے دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس حقیقت کے اثبات کے لیے اس نے قطعی اور واضح دلائل پیش کر دیے ہیں۔ اس لیے کفارِ مکہ جو اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں، تو یہ محض ان کی افترا پردازی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۱۷] ”اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاں پائیں گے۔“

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

”اللہ نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی اس کے ساتھ کوئی معبود تھا، اس وقت ضرور ہر معبود، جو کچھ اس نے پیدا کیا تھا، اسے لے کر چل دیتا اور یقیناً ان میں سے بعض بعض پر چڑھائی کر دیتا۔ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے، پس وہ بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اس لیے کہ اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنی مخلوقات میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا اور نتیجہ یہ ہوتا کہ نظام عالم کو سنبھالنے میں ان کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوتا، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے، پورے عالم کا نظام غایت درجہ منظم ہے اور ہر چیز ایک دوسرے سے ایک خاص نظام کے مطابق جڑی ہوئی ہے۔ نیز اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا اور اگر دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں عاجز ہوتے تو معبود نہ ہوتے۔ اگر ایک غالب ہوتا اور دوسرا مغلوب، تو مغلوب معبود نہ ہوتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ یعنی اس کی ذات ظالم مشرکوں کے اس دعویٰ سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے یا اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ تو غائب و حاضر سب کا علم رکھتا ہے، اس لیے اس کی ذات

www.sirat-e-mustaqeem.com

مشرکوں کی افترا پردازی سے بلند و بالا ہے۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

”تو کہہ اے میرے رب! اگر تو کبھی مجھے ضرور ہی وہ (عذاب) دکھائے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔ تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔ اور بے شک ہم اس بات پر کہ تجھے وہ (عذاب) دکھائیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، ضرور قادر ہیں۔“

اس اسلوب کلام میں ان مشرکین مکہ کے لیے دھمکی ہے جنھوں نے بعثت محمد (ﷺ) اور نزول قرآن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور اپنے کفر و شرک پر جمے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا، آپ دعا کرتے رہیے کہ اے میرے رب! اگر تو کافروں پر عذاب کے نازل ہونے کے وقت تک مجھے زندہ رکھے تو ان ظالموں کے ساتھ مجھ پر عذاب نہ نازل کرنا۔ اللہ نے فرمایا کہ جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے، ہم اسے کسی وقت بھی لانے پر قادر ہیں، لیکن حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اسے اس کے وقتِ مقرر تک مؤخر رکھا جائے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ((وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ)) ”اے اللہ! جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے، تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لینا۔“ [مسند أحمد : ۵/ ۲۴۳، ح : ۲۲۱۷۰۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ صٓ : ۳۲۳۵]

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾

”اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل قریش سے چونکہ عذاب کا وعدہ کر رکھا تھا، اس لیے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ مشرکین آپ کا اور دین اسلام کا جو مذاق اڑاتے ہیں، اس پر آپ صبر کریں، درگزر کریں اور جہاد کے حکم کا انتظار کریں۔ آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ مشرکینِ مکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک ہے، یا اس کا کوئی لڑکا ہے، یا وہ جو کچھ اس کے رسول ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے، یا قیامت اور بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان ساری باتوں سے واقف ہے اور ان مشرکوں کو اس کا عذاب بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۳۴، ۳۵] ”اور نہ نیکی برابر

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔“

وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيۡنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾

”اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔“

مسلمانوں کو اہل کفر سے عفو و درگزر کرنے کی تعلیم دینے کے لیے نبی کریم ﷺ اور ان کی امت کو شیطان کے نرغوں اور وسوسوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے ذریعے سے شیطان مردود اور اس کے وسوسوں سے پناہ مانگتے رہیں۔ شیطان سے حفاظت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں بتائی ہیں، مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص دن بھر میں سو بار یہ کلمہ پڑھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ » ”اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کو تعریف سجتی ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے“ تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، سو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی، سو برائیاں اس کی مٹائی جائیں گی اور وہ اس دن شام تک شیطان (کے شر) سے محفوظ رہے گا اور کوئی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا مگر جو اس سے بھی زیادہ تعداد میں یہ کلمہ پڑھے۔“
[بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ۳۲۹۳]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو برا خواب دکھائی دے، جس سے وہ ڈر جائے تو اسے چاہیے کہ (جاگتے ہی) اپنی بائیں طرف تھوکے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے (اگر وہ ایسا کرے گا) تو شیطان اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ۳۲۹۲]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں اس طرح تعوذ پڑھتے: « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ وَ هَمْزِهٖ » ”میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان کے دم، پھونک اور جنون سے۔“ [أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء : ۷٦٤]

سیدنا ابو الیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ ! اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ، وَالْحَرَقِ، وَالْهَرَمِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

يَتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا، وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا» ”اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی مکان یا دیوار مجھ پر آ گرے اور اس بات سے کہ کسی بلند مقام سے گر پڑوں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں غرق ہونے سے، جلنے سے اور بہت زیادہ بوڑھا ہو جانے سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت بدحواس کر دے اور اس بات سے کہ جہاد میں پیٹھ پھیرتے ہوئے مروں اور اس کیفیت سے کہ زہریلے جانور کے کاٹنے سے مجھے موت آئے۔“ [أبو داوٗد، كتاب الوتر، باب في الاستعاذة : ١٥٥٢]

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے، ان میں سے ایک دوسرے کو گالیاں دے رہا تھا اور اس کا منہ سرخ ہو گیا تھا، گردن کی رگیں پھول گئی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے ایک دعا معلوم ہے اگر یہ شخص اس کو پڑھے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، یعنی اگر وہ یہ دعا پڑھے: «اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ» [بخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب …… الخ : ٦١١٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرتے وقت یہ کہے: «بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا» ”اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا کرے“ پھر اگر اس کی اولاد ہوگی تو شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ اس پر قابو پائے گا۔“ [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ٣٢٧١]

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے، تو میں رات کو آپ سے ملنے آئی اور کچھ باتیں کرنے کے بعد جب وہاں سے واپس آنے کے لیے کھڑی ہوئی، تو آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہو گئے، تاکہ آپ مجھے چھوڑ آئیں۔ (راوی کہتا ہے کہ) اس زمانہ میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مکان میں رہتی تھیں۔ اتنے میں دو انصاری آدمیوں کا وہاں سے گزر ہوا۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رفتار تیز کر دی۔ آپ نے انھیں آواز دی اور فرمایا: ”ٹھہر جاؤ، یہ صفیہ بنت حیی ہیں (یعنی میری بیوی ہیں)۔“ انھوں نے یہ سن کر کہا، سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (بھلا ہم آپ پر بھی بدگمانی کریں گے)۔ آپ نے فرمایا: ”شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح دوڑتا ہے، میں ڈرا کہ کہیں تمھارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔“ [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ٣٢٨١]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے متعلق دوسروں کو بدگمانی کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ اگر اپنے کسی فعل سے لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس فعل کی وضاحت کر دینی چاہیے، تاکہ بدگمانی پیدا نہ ہو۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

’’یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ تاکہ میں ج
کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے اور ان کے پیچھے اس
دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔‘‘

مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے کفر و ضلالت ہی پر جمے رہیں گے، یہاں تک کہ جب انھیں اپنی موت کے
آثار نظر آنے لگیں گے اور ان کے گناہوں کے سیاہ بادل ان کی آنکھوں کے سامنے منڈلانے لگیں گے تو ہر کوئی کہے گا ک
اے میرے رب! مجھے مہلت دے، تاکہ دنیا میں رہ کر نیک کام کروں، تو اللہ تعالیٰ ان کی طلب کو رد کر دے گا اور کہے گا کہ اب ایس
ہرگز نہیں ہوگا، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ
رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰه
خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱۰، ۱۱] ’’اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم
میں سے کسی کو موت آجائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدق
کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آگیا اور اللہ اس سے
پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ
اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴾ [ابراھیم
۴۴] ’’اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا جب ان پر عذاب آئے گا، تو وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، کہیں گے اے ہمارے رب
ہمیں قریب وقت تک مہلت دے دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم
نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمھارے لیے کوئی بھی زوال نہیں۔‘‘

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا : یعنی جو یہ سوال کر رہا ہوگا کہ اسے ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے، تاکہ نیک عمل
کرے تو یہ محض اس کی زبان کی بات ہوگی جس کے مطابق عمل نہیں ہوگا، کیونکہ اگر اسے دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو و
پھر بھی نیک عمل نہیں کرے گا، کیونکہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۸] ’’اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھ
اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔‘‘

وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ : یعنی موت آجانے کے بعد ان کے اور اٹھائے جانے کے درمیان دنیا
حائل ہو جائے گی اور وہ عالم برزخ میں رہیں گے، یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو وہ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

گے، لیکن وہ زندگی عمل کی نہیں بلکہ حساب و جزا کی زندگی ہوگی۔ درج ذیل حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے معنی پوچھے: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۶۹] ”اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔“ تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم نے اس آیت کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے تھے، آپ نے فرمایا: ”شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں قندیلوں کے اندر رہتی ہیں، وہ قندیلیں عرش سے لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں اور پھر اپنی قندیلوں میں لوٹ آتی ہیں۔ ایک بار ان کے رب نے ان کو دیکھا اور کہا، تم کچھ چاہتی ہو؟ شہداء نے کہا، اب ہم کیا چاہیں گے، ہم تو جنت میں جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ اس سوال کا جواب ضرور دینا پڑے گا تو انھوں نے کہا، اے ہمارے رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے بدنوں میں لوٹا دے، تاکہ ہم ایک بار پھر تیری راہ میں شہید ہو جائیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اب ان کی اس کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں تو ان کو چھوڑ دیا گیا۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة وأنهم أحياء عند ربهم يرزقون : ۱۸۸۷]

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ⑩١

”پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“

یہاں دوسری مرتبہ ”صور“ پھونکا جانا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب صور میں نفخۂ نشور یعنی دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے باہر آ جائیں گے تو اس دن نہ تو قرابتیں کام آئیں گی اور نہ کوئی والد اپنی اولاد کا پرسانِ حال ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۶۸] ”اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَاۗءُ كَالْمُهْلِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُــــْٔوِيْهِ ۙ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴾ [المعارج : ۸ تا ۱۴] ”جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے

www.sirat-e-mustaqeem.com

دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچالے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴾ [عبس : ۳۳ تا ۳۷] ''پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔''

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝۱۰۲ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ۝۱۰۳ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَٰلِحُونَ ۝۱۰۴

''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

قیامت کے دن جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک گیا وہ جہنم سے نجات پا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور جس کی برائیوں کا پلڑا جھک گیا، وہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، آگ اس کے چہرے کو جھلس دے گی، اس کے ہونٹ جل جائیں گے اور اس کی شکل بگڑ کر نہایت قبیح اور ڈراؤنی ہو جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴾ [إبراهيم : ۵۰] ''اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴾ [الأنبياء : ۳۹] ''کاش! وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اس وقت کو جان لیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

أَلَمْ تَكُنْ ءَايَٰتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝۱۰۵ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّينَ ۝۱۰۶

''کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، تو تم انھیں جھٹلایا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔''

اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو ان کے کفر، گناہ، محرمات کے ارتکاب اور ان بڑی بڑی باتوں کی وجہ سے جنھوں نے انھیں تباہ و برباد کر دیا تھا، سرزنش کرتے ہوئے فرمائے گا کہ کیا ہمارے رسول ہماری آیتیں تمھیں پڑھ کر سناتے نہیں تھے؟ لیکن تم

www.sirat-e-mustaqeem.com

انھیں جھٹلاتے رہے، تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہو گا۔ بطور معذرت صرف یہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی تھی کہ ہم دنیاوی لذتوں میں منہمک رہے، خواہشات نفس کی اتباع کرتے رہے اور راہِ حق سے کوسوں دور رہے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [الملك : ۸ تا ۱۱] ”جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔“

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝۱۰۷ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ۝۱۰۸ اِنَّهٗ كَانَ
فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۰۹
فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝۱۱۰ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ
بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۱۱۱

”اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے، پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا اس میں دور دفع رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔ تو تم نے انھیں مذاق بنا لیا، یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بے شک میں نے انھیں آج اس کے بدلے جو انھوں نے صبر کیا، یہ جزا دی ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔“

یعنی پھر شدت کرب و بلا سے گھبرا کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال کر دوبارہ دنیا میں بھیج دے، اگر ہم نے پھر کفر و شرک کی راہ اختیار کی تو واقعی ہم ظالم اور مستحق عذاب ہوں گے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴾ [المؤمن : ۱۱، ۱۲] ”سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جب اس اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم

www.sirat-e-mustaqeem.com

مان لیتے تھے، اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو ٹھکرا دے گا، پھر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں ان کے کیے ہوئے گناہ اور مومن بندوں او
اللہ کے دوستوں کے ساتھ کیے ہوئے ان کے مذاق یاد دلاتے ہوئے فرمائے گا کہ دنیا میں میرے مومن بندے اپ
ایمان و عمل کے وسیلہ سے مجھ سے مغفرت و رحمت طلب کرتے تھے، تو تم ان کی عبادتوں اور دعاؤں کا مذاق اڑاتے تھے
جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴾ [المطففین
۲۹، ۳۰] "بے شک وہ لوگ جنھوں نے جرم کیے، ان لوگوں پر جو ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے
ساتھ سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔"

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور نیک بندوں کو جس جزا سے نوازا، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج میں
نے انھیں ان کے صبر کے بدلے میں جنت دے دی ہے۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾
قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

"فرمائے گا تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے
والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔"

یہاں اس طرف اشارہ ہے کہ کافر چند سالہ دنیاوی زندگی میں اللہ کی عبادت نہ کرکے آخرت میں بہت بڑا خسارہ
اٹھائیں گے، اگر انھوں نے بھی دنیا میں مومنوں کی طرح اعمال صالحہ کیے ہوتے تو آج وہ بھی جنت کے حق دار ہوتے۔ اللہ
تعالیٰ کافروں سے پوچھے گا کہ جس دنیاوی زندگی کے عیش و عشرت میں تم مگن رہے وہ کتنے دن کی زندگی تھی؟ تو وہ شدتِ
کرب والم کی وجہ سے دنیا کا عیش و آرام بھول جائیں گے اور انھیں ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے دنیا میں انھوں نے صرف ایک دن
یا اس سے بھی کم وقت گزارا تھا اور پریشانی اور تکلیف و اذیت سے تنگ آکر کہیں گے کہ یا رب! تیرے گننے والے فرشتے
زیادہ جانتے ہیں کہ ہم کتنے دن رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ پھر ان سے کہے گا کہ بہر حال تم لوگ دنیا میں کم ہی دن رہے تھے،
اصل طویل زندگی تو اب شروع ہوئی ہے۔ اگر تم اس حقیقت پر ایمان لاتے اور فانی زندگی کے بجائے ابدی زندگی کو ترجیح دی
ہوتی اور صبر و استقامت کے ساتھ اللہ کی عبادت کی ہوتی تو مومنوں کی طرح آج تم بھی کامیاب اور فائز ہوتے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ
فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

’’تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ پس بہت بلند ہے اللہ، جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔ اور تو کہہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔‘‘

بعث بعد الموت کا انکار کرنے والے کافروں کو مزید ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ کیا تم لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ ہم نے تمھیں بغیر کسی مقصد کے اور بے کار پیدا کیا ہے اور تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آنا؟ اللہ کی ذات اس سے بہت ہی بلند و بالا ہے کہ وہ کسی چیز کو بے کار پیدا کرے، ہم نے تو تمھیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی بھی عبادت کرے گا، جس کی کوئی دلیل نہیں ہے، تو اسے اس برے عمل کا اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر حساب دینا ہوگا اور اسے اس برائی کا بدلہ مل کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو پکارنا شرک ہے، اللہ تعالیٰ نے بار بار اس کی ممانعت کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأعراف: ۱۹۴] ’’بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٦٥] ’’پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷۴] ’’اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔‘‘

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سکھایا کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرتے رہیں اور اس سے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

یادداشت

www.sirat-e-mustaqeem.com

www.sirat-e-mustaqeem.com

www.sirat-e-mustaqeem.com

18754
نمبر

www.sirat-e-mustaqeem.com

دارالاندلس
اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور
Ph: 7230549 Fax: 7242639 www.dar-ul-andlus.com